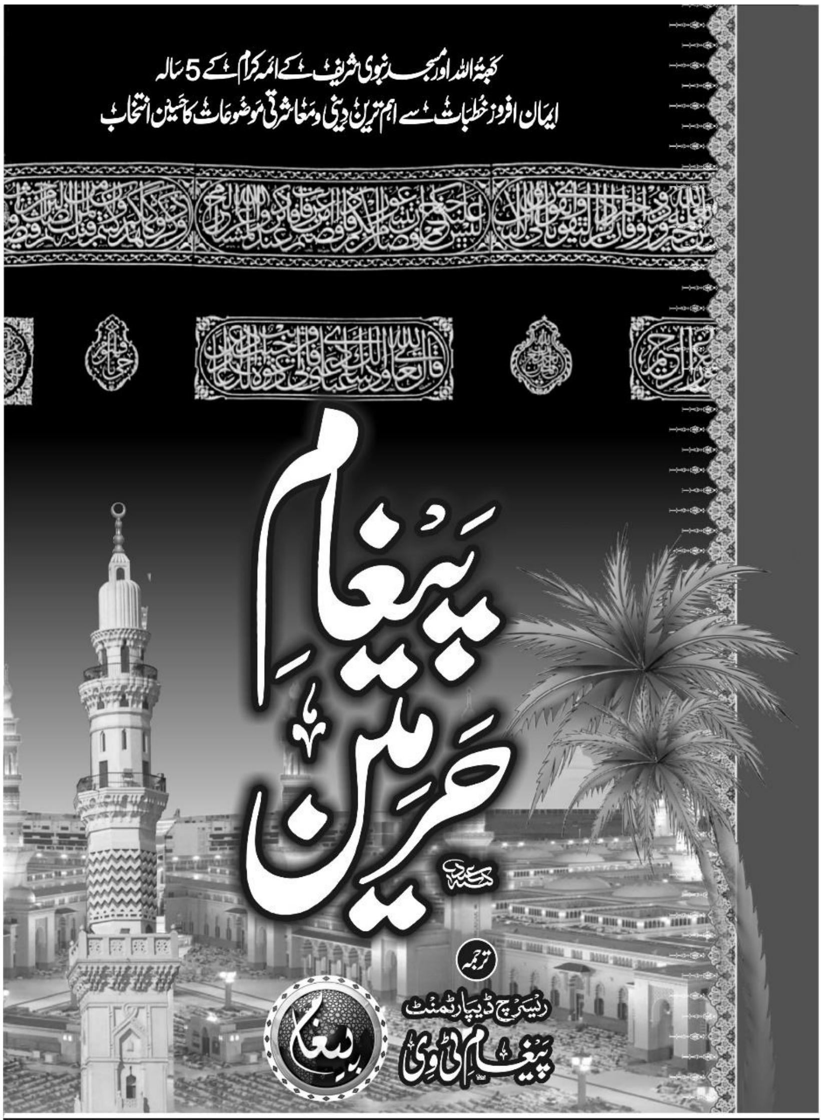

مترجمین:

حافظ محمد سرور ، محمد عاطف الیاس ، محمد اجمل بھٹی ، عبدالقیوم عبدالستار
قاری نصیر احمد ، حافظ یوسف سراج ، محمد ہاشم یزمانی ، عمران اسلم

نظرثانی
حافظ عبدالحمید ازہر
حافظ یوسف سراج

فہرست عناوین

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ	
شعور کی نعمت	10
اللہ کے پیارے نام	22
ماحول کی حفاظت	41
منہج سلف کی نمایاں خوبیاں	50
راست بازی اور رشوت خوری	64

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن عبد اللہ حمید حفظہ اللہ	
افواہ سازی اور فتنہ باز لوگوں سے تحفظ !	78
ہماری جنگی اخلاقیات	94
کرب اور بے چینیوں کا علاج	106
رزق کے اسباب	123

فضیلۃ الشیخ السعود الشریم حفظہ اللہ	
ثقافتِ اسلام اور معاصر عالمی ثقافت	138
مومن کے نزدیک حق اور عدل کا معیار	148
اللہ سے یقین مانگئے	160
غمخواری کی صفت	172
دوسروں پر نکتہ چینی کرنے سے انتباہ	182

توکل اور تن آسانی میں فرق	190
لوگوں کی غلطیوں سے اعراض برتنا اچھی عادت ہے	204

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن محمد ابراہیم آل طالب حفظہ اللہ	
قرآنی قصوں کے اسباق	216
قصہ یونس علیہ السلام	226
معوذتین کے فضائل و آداب	238
اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، وفاداری	252
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بیٹوں اور نواسوں کے ساتھ رویہ	266
اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دین پر رضامندی	280
اچھی بات اور عمدہ کلام	292
اسراف کی مذمت	306
اسلام میں خاندان کی بنیاد	318
دلوں پر قرآن کی تاثیر	330

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر خالد بن علی الغامدی حفظہ اللہ	
توحید الٰہی کا حج سے تعلق	348
سرور کونین کی معرفت	362
جیسی کرنی ویسی بھرنی	376

امام مسجد الحرام فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر اسامہ خیاط حفظہ اللہ	
فراغت۔ قدر اور ناقدری کے مابین	392
فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر فیصل غزاوی حفظہ اللہ	
ایمان اور اس کے اثرات	404

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر ماہر بن حمد المعیقلی حفظہ اللہ	
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی اور شفقت	416

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر علی بن عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ	
گناہ ختم کرنے والے اعمال	428
زکوۃ۔ احکام اور حکمتیں	442
شادی کے فوائد اور احکام و مسائل	454
بندوں کے فرائض وواجبات	470

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الباری بن عواض الثبیتی حفظہ اللہ	
عیبوں کی اصلاح کا درست طریقہ	480
سخاوت و عطیات کی فضیلت	490
عیش و عشرت سے بچاؤ	500
افلاس اور مالداری میں پنہاں حکمتیں	510

عبادتِ حج۔۔۔ساری عبادتوں کا مجموعہ	520

فضیلۃ الشیخ حسین بن عبد العزیز آل شیخ حفظہ اللہ	
حرص دنیا کی ہلاکت خیزی	530
نرمی کی ترغیب	538
موجودہ کٹھن حالات سے نجات کیسے؟	544

فضیلۃ الشیخ عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ	
اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے	558
روزے کے فضائل وفوائد	570
قومِ عاد	578

امام مسجد نبوی الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ	
فضائل مدینہ منورہ	590
انکار حدیث	598
وراثت میں ظلم کرنے والوں کی سزا	606
اسلام کا عائلی نظام اور اس کی بنیادیں	616
حسن اخلاق واجب ہے!	624

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد اللہ بن عبد الرحمن البعیجان حفظہ اللہ	
مومنوں کا امتحان	632

"پیغامِ حرمین" کے متعلق چند ضروری باتیں

عربی زبان ہماری دینی زبان ہے مگر پچھلے پورے عرصے میں اسے سمجھنے کے لیے ہم پوری کیا ادھوری توجہ بھی نہیں دے سکے۔ جس کی وجہ سے اپنے دین اور دین کے دیس تک کے بارے میں ہماری معلومات اکثر تشنہ، ناپختہ اور نامکمل ہی ہیں۔ عرب ممالک کے بارے ہماری معلومات کا واسطہ بھی چونکہ مغربی میڈیا اور مغربی زبان ہوتی ہے، چنانچہ ہم اپنے ہی مسلمان ملکوں، شہروں اور شخصیات کے نام تک درست نہیں جان پاتے۔ چنانچہ 8/ اپریل 2017ء کو امامِ کعبہ صالح بن محمد بن ابراہیم آلِ طالب تشریف لائے، تو ہم ان کا درست اور پورا نام بھی نہ جان پائے اور یہ بھی نہ طے کر سکے کہ لال رومال پہن کے آنے والے ان معززین میں سے امامِ کعبہ کون ہیں؟ کس قدر شرمندگی کی بات ہے کہ ہمارے اکثر اخبارات نے سعودی مذہبی وزیر کی تصویر کو صفحۂ اول پر امامِ کعبہ کی تصویر کہہ کے چھاپ دیا۔ کچھ ایسا ہی ہمارا یہ معاملہ بھی ہے کہ زندگی بھر سرمایہ جمع کر کے بڑے شوق سے ہم حج تو کر آتے ہیں مگر حج کے موقعے پر دیئے گئے اہم ترین خطبے کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ جب صورتحال یہ ہے تو پھر اس میں کیا تعجب کہ دنیا کی ہر اہم اور غیر اہم خبر تو لحہ بہ لحہ ہم جان لیتے ہیں مگر حرمین جیسے مقدس ترین مقام پر امتِ مسلمہ کے تازہ ترین حالات پر دیئے گئے پُر مغز اور بصیرت افروز خطبات سے ہم ناواقف رہتے ہیں، بلکہ اپنے اخبارات میں ان کی خبر تک دینے اور دیکھنے سے معذور رہتے ہیں۔ ہمیں مغربی مصنفین کے اقوال و افعال تو اپنے تناظر اور مفہوم کے ساتھ معلوم ہوتے ہیں، مگر انسانی زندگی کی آخری رہنما کتاب کے معانی تک سے ہم بے خبر رہتے ہیں۔ جب خود قرآن اور پھر اپنے دنیا اور آخرت کے نجات دہندہ نبی کے فرامین کے بارے ہمارا عالم یہ ہے تو باقی چیزیں تو ثانوی رہ جاتی ہیں، چنانچہ عرب دنیا کے بارے میں ہم ناواقف تو تھے ہی، البتہ کئی غلط فہمیوں کا شکار بھی ہو گئے ہیں۔ کچھ غلط فہمیاں ہمیں حرمین کے ائمہ اور ان کے خطبات کے بارے میں بھی ہیں۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ ائمہ حرمین کے خطباتِ جمعہ

حکومت کی طرف سے لکھے لکھائے آتے ہیں اور ائمہ منبر پر انھیں پڑھ دیتے ہیں اور اپنی طرف سے ایک لفظ کا اضافہ تک نہیں کر سکتے۔ حالانکہ اپنے خطبات کے عنوان اور مواد ائمہ صاحبان خود ہی بڑی تحقیق اور عرق ریزی سے مرتب کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں بعض ائمہ تو اپنے موضوع پر یکسوئی سے دھیان دینے کی خاطر ہفتہ بھر قبل عمومی ملاقاتیں تک بند کر دیتے ہیں۔ مثلاً شیخ عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ۔ رہا یہ سوال کہ یہ خطبات لکھ کر کیوں دیئے جاتے ہیں ؟ تو حرمین کے دونوں منبر انتہائی معتبر اور مقدس ہونے کے باعث حق رکھتے ہیں کہ یہاں بولا جانے والا ایک ایک لفظ ناپ تول کے بولا جائے۔ چنانچہ ہر خطیب کم از کم ایک دن پہلے حرمین کمیٹی کے علما کو اپنا خطبہ جمع کروا دیتا ہے۔ البتہ خطبے کے دوران اپنے موضوع پر فی البدیہہ بھی مقرر بول جاتے ہیں، کمیٹی والے جسے آڈیو سے نقل کر کے خطبے میں شامل کر کے حرمین کی ویب سائٹ پر نشر کر دیتے ہیں۔

کتاب میں ہر امام کے خطبات کے شروع میں دیا گیا ہر معزز امام کا مختصر تعارف بتاتا ہے کہ ائمہ میں زیادہ تر جسٹس، یونیورسٹیوں کے ڈینز، پروفیسرز، سینیٹرز، پی ایچ ڈی سکالرز اور متعدد کتب کے مصنفین شامل ہیں۔ خطبات کے موضوعات، پیش کیا گیا مواد، پیشکش کا منفرد انداز، طرزِ استدلال اور پھر زبان و بیان اور شعر و ادب کی چاشنی خطبات کو ممتاز بنا دیتی ہے۔ القصہ، حرمین کے 13 ائمہ عظام کے 54 خطبات پر مشتمل یہ کتاب عام آدمی ہی نہیں، ایلیٹ کلاس، بیوروکریسی اور اہلِ دانش و اہلِ صحافت کو بھی شاد اور ششدر کر دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ترجمے کی زبان ایسی رواں کہ اردو زباں بھی مسکرا اٹھے۔

پیغام ٹی وی نے اپنے قیام کی ابتدا ہی میں طے کر لیا تھا کہ وہ حرمین کی مقدس سرزمین میں گونجنے والی صداؤں کو اردو دنیا کی خدمت میں پیش کرتا رہے گا۔ چنانچہ ڈائریکٹر پروگرامز فخر الاسلام کے زیر انتظام حرمین کے ہر امام کا ہر خطبہ جمعہ اردو میں ڈب کر کے 'پیغامِ حرمین' کے نام سے پیغام ٹی وی پر نشر کیا جاتا ہے اور الحمد للہ اب اس کارِ خیر کو پانچ سال ہونے کو آ گئے ہیں۔

یہ کتاب اسی وسیع ذخیرے میں سے اہم ترین دینی و سماجی موضوعات پر شاندار انتخاب ہے۔ اسے پیغام ٹی وی کے ریسرچ ڈیپارٹمنٹ کی ٹیم نے تیار کیا ہے۔ اس ٹیم اور پوری اردو دنیا کو پیغام ٹی وی کی اعلیٰ قیادت کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ جن کی دانشمندانہ سوچ نے یہ کام ممکن کرنے کا راستہ کشادہ کر رکھا ہے۔ بالخصوص او آئی سی کے پاکستان سے واحد رکن اور سینیٹر جناب ساجد میر صاحب، ایم این اے اور مذہبی قائمہ کمیٹی کے سکالر رکن جناب ڈاکٹر حافظ عبد الکریم صاحب اور محنت و اخلاص کے پتلے پیغام ٹی وی کے سی ای او حافظ ندیم احمد صاحب۔ اللہ ان کے اخلاص و نظر اور فکر و عمل کو بہت برکتوں سے بھر دے۔ اللہ پیغام ٹیم کے سبھی ذمے داران، کارکنان، جملہ معاونین اور اس کی ترقی و کامیابی کے لیے دعا گو اس کے سبھی عاملین و ناظرین کی دین و دنیا کی جملہ مساعی قبول فرمائے، ان کے جمیع اعمال میں برکت فرمائے۔ آمین

مترجمین کے نام تو کتاب میں آ گئے ہیں۔ میں یہاں ریسرچ ٹیم کے دوسرے فعال، فطین اور متحرک ریسرچ اسکالرز قاری صبغت اللہ احسن، عدیل احمد آزاد، مفتی عبد الولی خان، میاں عتیق الرحمٰن و دیگر کی اور کتاب کی فنی و تکنیکی معاونت کیلئے محنت کرنے والے عمر وزیر اور گل خان کے لیے بھی دعا گو ہوں اور ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ان سب کی خدمات کا اعتراف کرتا ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مساعی کو نا صرف پیغام کی بصیرت مند قیادت، پوری پیغام ٹیم بلکہ جمیع امت کی طرف سے قبول فرمائے اور اسے ہم سب کی دین و دنیا کے لئے نافع بنائے۔ آمین!

حافظ یوسف سراج
ریسرچ ہیڈ، پیغام ٹی وی

فضیلۃ الشیخ

ڈاکٹر عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ

سعودی عرب کے صوبہ قصیم کے قصبہ البکیریۃ میں 1962ء کو پیدا ہوئے۔ 12 سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ 1979ء میں ہائر سیکنڈری کی ڈگری المعھد العلمی ریاض سے فرسٹ ڈویژن میں حاصل کی، 1983ء میں شریعۃ میں بی اے کیا۔ محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی سے 1987ء میں ماسٹرز کیا۔ 1995ء میں ام القریٰ یونیورسٹی سے شریعہ میں پی ایچ ڈی مکمل کی۔ 1995ء کو دبئی سے قراء کے مقابلہ میں "ممتاز اسلامی شخصیت" کا ایوارڈ حاصل کیا۔ 22 شعبان 1404ھ یعنی 8 اکتوبر 1983ء کو کعبہ کے امام اور خطیب مقرر ہوگئے۔ کعبہ میں پہلی نماز عصر کی پڑھائی۔ 15 رمضان کو حرم میں پہلا خطبہ جمعہ دیا۔ 17 جمادی الثانی 1433ھ کو آپ امور حرمین شریفین حرمِ مکی ومدنی کے وزیر متعین ہوگئے۔ آپ کی خطابت میں عربی کی فصاحت بولتی اور قرآنی تلاوت کانوں میں بڑا منفرد اور شیریں رس گھولتی ہے۔ کئی کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں۔ زیادہ تر "اصلاح امت" کے موضوعات پر اور بعض اصول فقہ کے موضوعات پر ہیں۔ خطبات کی کئی کتابیں چھپ چکی ہیں اور بعض کے اردو ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔ ائمہ حرمین ہی میں نہیں پورے عالمِ اسلام کی ہر دلعزیز شخصیت ہیں۔ پاکستان تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کیلئے ٹوٹ پڑے۔ آپ پیغام ٹی وی کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے چیئرمین بھی ہیں۔

شعور کی نعمت

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ

3 صفر 1435ھ بمطابق 6 دسمبر 2013

پہلا خطبہ

ساری تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، ہم اس کی تعریف و توصیف کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں، اس سے بخشش کے طلبگار ہیں اور اس کے حضور توبہ کرتے ہیں، وہ پاک ہے اور اسی کی تعریف ہے، ہم اس کی تعریف وتوصیف کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، وہ بڑا جلیل الٰہ ہے اور اس کی ذات اور اسماء نہایت مقدس ہیں، میں اس پر ایمان رکھتے ہوئے اور حصولِ ہدایت کی نیت سے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور سارے جہانوں سے برگزیدہ ہستی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک، پاکیزہ اور بے پناہ رحمت و سلامتی نازل کرے۔ آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی فہم و ادراک کی بلندیوں پر پہنچی ہوئی طیب و طاہر آل پر، آپ ﷺ کے ان صحابہ پر جو فہم حق کے جگمگاتے ستارے تھے، تابعین پر اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے تمام لوگوں پر۔

حمد وثناء کے بعد: اے بندگانِ الٰہی!

تنگی ہو یا آسائش، سب سے بہترین وصیت یہی ہے کہ اللہ کے ڈر کے تقاضوں کو نبھایا جائے، اللہ کا ڈر ہی فلاح و کامرانی کے آرزومند کیلئے جگمگاتا نور ہے، اللہ کے ساتھ پختہ تعلق چاہنے والوں کیلئے مضبوط حصار ہے اور اسی سے دانشمند عظمتوں کی شاہراہ پر گامزن ہوتے ہیں۔

"جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کا معاملہ آسان کر دے گا۔" (سورۃ الطلاق:4)

تقویٰ سے بہتر جامہ انسان نے کبھی زیب تن نہیں کیا اگرچہ وہ کتنی ہی گراں مایہ اور عمدہ پوشاکیں پہنتا رہے۔ تقویٰ ہی آدمی کا اثاثہ اور عظمت ہے اور گہری تاریک راتوں کی بہترین روشنی ہے۔

اے اہل اسلام!

یہ طے شدہ اور مسلمہ بات ہے کہ انسان اور پوری کائنات اللہ کی عظیم، مسلسل، چھوٹی اور بڑی اور ظاہری اور باطنی نعمتوں سے مالامال ہیں۔

یہ تمام نعمتیں خالق وحکیم کی عظمت پر دلالت کناں ہیں جو اس نے اس لئے نوازی ہیں کہ محکم، کامل، عظیم، افضل، مقدس اور انتہائی جمیل شریعت کی روشنی میں اللہ کی قربتوں کے راستے پر چلا جائے اور اس کی جنتوں اور رضامندی سے ہمکنار ہوا جائے، اس لئے یہ چھوٹی ہوں یا بڑی، ان سے بے تعلق نہیں ہوا جا سکتا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہ کر سکو۔" (سورۃ ابراہیم:34)

ایسی ہی ایک نعمت ہے جس کے شکر اور توصیف سے ہم عاجز ہیں اور جس کی قدر و اہمیت اور حقیقت وماہیت کا کماحقہ اندازہ لگانا ہمارے بس سے باہر ہے، یہ عقل، ادراک اور فہم ودانش کی نعمت ہے جو ایک بہت بڑی ربانی نوازش اور انسانی خاصہ ہے۔

عقل ہی حضرتِ انسان کا جوہر اور اس کا انمول اور تابناک خزانہ ہے، عقل ہی کے زور پر شاندار تہذیبوں نے جنم لیا، پیچیدہ آلات وجود میں آئے اور اسی نعمت کے بل بوتے پر انسان نت نئی ایجادات اور دور دراز کہکشاؤں تک پہنچ پایا۔

یہ سب تو کچھ بھی نہیں، عقل ہی کی بدولت دلوں اور آنکھوں کو نورِ ہدایت ملا، عظیم و جلیل اللہ پر ایمان میسر آیا، دل حق کی گہرائیوں تک پہنچ پائے اور الحاد و گمراہی کی کھائیوں سے محفوظ ہوئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔" (سورۃ الاسراء:70)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عقل ہی سب سے بڑی شے اور سب سے نفع مند حس ہے، اسی سے آدمی جوابدہ ٹھہرتا ہے اور یہی ہے جو معاملات کی صحت اور عبادات کی ادائیگی کیلئے شرط ہے۔"

اور امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"صحیح اور راجح بات یہی ہے کہ انسان کی افضلیت عقل کی وجہ سے ہے جو اس کی ذمہ داری کی اصل بنیاد ہے، اسی سے اللہ کی اصل معرفت حاصل ہوتی ہے، اس کا کلام سمجھ آتا ہے، اس کی نعمتیں اور اس کے پیغمبروں کی تصدیق نصیب ہوتی ہے، تاہم چونکہ بندے سے جو کچھ مطلوب ہے، عقل تنہا اس سارے وظیفے کو ادا کرنے سے قاصر ہے، تو اس کمی کو پورا کرنے کیلئے رسول مبعوث کئے گئے اور کتابیں نازل کی گئیں۔"

اسی لئے کہا گیا ہے کہ

"کسی آدمی کو عقل سے بہتر شے کوئی نہیں دی گئی جو اسے راہِ ہدایت دکھاتی اور بربادی سے روکتی ہے۔"

اور امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وجوداً اور عدماً دونوں اعتبار سے عقل کی حفاظت شریعت کا منشا ہے۔

اے اہل ایمان!

عقل کے اسی بلند تر مرتبے کی وجہ سے اللہ نے اسے عزت و تکریم اور بالا و برتر مقام کی خصوصیت عطا کی، اسے شریعت مقدسہ کی بدولت کجی، انحراف اور بے راہروی سے محفوظ رکھا اور اسے یہ مقام عطا کیا کہ یہ تشبیہ، تمثیل یا کیفیت مقرر کئے بغیر اللہ کی تعظیم کر سکے۔

یہی وجہ ہے کہ شریعت نے ہر وہ شے حرام قرار دی جو عقل میں خلل ڈالے، اسے نقصان پہنچائے، اسے تلف کرے یا کسی بھی طرح سے اس کی خرابی کا باعث ہو، جب عقل نہ رہے تو ذمہ داری ہی ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب اپنی عطا کردہ شے لے لے تو اپنی واجب کردہ اشیاء بھی ساقط کر دیتا ہے۔

پروردگار کی اس نعمت پر اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے عبرت پذیری کے ذرائع عطا کئے، اس کی عطا کردہ عقل اور سماعت وبصارت تیرے لئے کافی ہیں۔

اے اہل اسلام! عقل کے باب میں لوگوں کی دو اقسام ہیں، اس کے متعلق غلو کا شکار ہونے والے اور اسے نقد و نظر کا نشانہ بنانے والے، پہلے گروہ نے عقل کو ہی کلی طور پر اصل کی حیثیت دے دی اور شریعت سے لاپرواہو گئے۔ جبکہ دوسرے گروہ نے عقل پر تنقید کرتے ہوئے اس سے اعراض کیا اور اس کے استعمالات سے تعلق منقطع کر لیا۔

یہ دونوں گروہ لغزش اور ٹھوکر کا شکار ہوئے اور ان کا استدلال ہدایت کا باعث نہ بن سکا۔ اس لئے بہترین اور سعادت مند گروہ اہل سنت والجماعت ہی کا ہے جو انصاف، میانہ روی اور راہِ وسط و اعتدلال اپنانے والے ہیں، وہ عقل کو استدلال کے لئے استعمال کرتے ہیں لیکن مطلق حیثیت سے نہیں بلکہ ایسی روش پر چلتے ہوئے جو شریعت کی روشنی میں اس کی حد بندی اور دائرہ کار متعین کرتی ہے اور جو عقل کی صریح بات کو نقل کی صحیح بات کے ساتھ ہم آہنگ کرتی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

"اس طرح ہم آیات کھول کر پیش کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔"(سورۃ الروم:28)

رہے وہ لوگ جنہوں نے عقلوں سے اعراض کیا، حصولِ بصیرت اور معرفت حق کیلئے انہیں استعمال نہ کیا اور یوں گمراہی کے دشت میں بھٹکنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت زار کا نقشہ یوں بیان کیا ہے کہ

"اور وہ کہیں گے کاش ہم سنتے یا سمجھتے تو آج اِس بھڑکتی ہوئی آگ کے سزاواروں میں نہ شامل ہوتے۔"(سورۃ الملک:10)

برادرانِ ایمان!

روشن دماغی اور دانشمندی کو پروان چڑھانا اور باہمی محبت کی بنیاد پر مضبوط معاشرہ تعمیر کرنا وہ وجوہات ہیں جن کی بناء پر نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مومن نرا بے مروت ہو کر رہ جائے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"محض بے فیض نہ بنو اور یوں نہ کہو کہ اگر لوگ اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی کریں گے اور اگر وہ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم ہی کے ساتھ جواب دینگے بلکہ اپنے آپ میں کچھ برداشت پیدا کرو کہ اگر لوگ اچھا سلوک کریں تو تم بھی اچھے سلوک سے جواب دو اور اگر وہ برائی اپنائیں تو تم ظلم نہ کرو۔" (جامع ترمذی:2007)

نبی کریم ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ جوں جوں انسان کی عقل کامل اور مکمل ہوتی جاتی ہے، وہ اسی اعتبار سے خیر وفلاح کو اپنے دائرہ کار میں سمیٹ لیتی ہے۔

بندے کیلئے اللہ کی سب سے اعلیٰ نوازش عقل ہے، نعمتوں میں کوئی شے ایسی نہیں جو اس کے ہم پلہ ہو۔ جب رحمان آدمی کی عقل مکمل کر دے تو اس کے اخلاق و محاسن بھی تکمیل کو پہنچ جاتے ہیں۔

اے برادرانِ ایمان!

کس قدر افسوس ہے ان لوگوں پر جنہوں نے اپنی عقلوں کی باگیں ذرائع ابلاغ پر افواہوں کا غل مچانے والے ہر آدمی کو سونپ دیں، وہی لوگ جو ہلڑ بازی کی پہلی ہی آہٹ پر اپنی خواہشات میں مدہوش ہو جاتے ہیں اور ایک عجیب عقلی ڈاکہ زنی اور فکری دہشت گردی کے شکار ہو کر گمراہیوں کی جہالت میں اور افتراء پردازی کے دشت میں بھٹکنے لگتے ہیں، یہ ایسی فکری دہشت گردی ہے جس کے کرتا دھرتا اور جس کی آگ بھڑکانے والے بے حقیقت چینلز، دیو ہیکل لیکن بے حیثیت ذرائع ابلاغ اور اس طرح کے دیگر پرفریب ادارے ہیں۔

اللہ کے بندو!

اصل افسوس ان لوگوں پر ہے جن کے متعلق گمان ہے کہ وہ خیر اور نیکی والے لوگ ہیں لیکن الحادو زندقہ کی تخریب کاریوں کے سامنے انہوں نے اپنی عقلوں کو ناکارہ بنادیا ہے اور ان کی جانچ پرکھ کئے بغیر انہوں نے اپنے فہم وشعور پر تالے چڑھادیئے ہیں۔

اپنی تر و تازہ عقلوں کو فاسد نظریات، بے سروپا افکار اور لایعنی خیالات کا دودھ پلاتے ہیں اور پھر نتیجتاً باطل کے دست وبازو بن جاتے ہیں، اپنے معاشروں میں بے حیثیت ہو جاتے ہیں، فضیلت وعظمت کی بلندیوں پر فائز لوگوں سے حسد رکھتے ہیں، پاکیزہ سرشت اور نیک لوگوں کے خلاف زبانیں کھولتے ہیں اور اندھے فتنوں کا ایندھن بن جاتے ہیں۔

جبکہ کچھ لوگ تباہ کن منشیات اور نشہ آور چیزوں کی جانب دوڑے چلے جارہے ہیں جو عقل کو برباد کرڈالتی ہیں اور اثاثے اجاڑ دیتی ہیں۔

اس موقع پر ہم قیام امن کے اداروں سے وابستہ اپنے کارکنان کو ان کے اقدامات، کوششوں اور کامیابیوں پر مستحق تحسین وستائش قرار دیتے ہیں جو وہ نشہ آور اشیاء کی لعنت ختم کرنے کے لئے سرانجام دے رہے ہیں جو کہ ہمارے دین امن، نوجوان نسل اور ملک کو نشانہ بناتی ہیں۔

اے امت اسلامیہ!

عقل وخرد، دانش اور اذہان کی پختگی اور معاملہ فہمی کہاں ہے؟ کہ محض بے ہودہ نعروں پر قوانین اور نظریات بنائے جارہے ہیں۔ آخر کب تک ہماری نسلوں کو کمینے لوگوں کے ہاتھوں ناسمجھی اور بے وقوفی کی غذادی جاتی رہے گی؟ حد درجہ قابل رحم ہیں وہ لوگ جو بغیر سوچے سمجھے اور آنکھیں بند کئے دوسروں کے پیچھے چلتے جارہے ہیں۔

اے اہل ایمان!

ضرورت اس بات کی شدید متقاضی ہے کہ جدید ذرائع ابلاغ کے دائرہ کار کی تعیین کیلئے ایک ضابطۂ اخلاق وضع کیا جائے۔ قبل اس کے کہ یہ ذرائع ابلاغ امت کے بچے کھچے دین، عقل، امن، وحدت، استحکام، اتحاد اور عزت کا مکمل خاتمہ کرڈالیں۔

اس موقع پر وہ لوگ مستحق تحسین و سپاس ہیں جو ان ذرائع ابلاغ کا اس طرح با مقصد استعمال کر رہے ہیں جس سے دین پر قدم مضبوط ہوتے ہیں، اتحاد و اتفاق پیدا ہوتا ہے، امن پروان چڑھتا ہے، علم اور صحیح دعوت پھیلتی ہے، شریعت کے محکم اصول و ضوابط مضبوط ہوتے ہیں اور جنگ و جدال، فتنہ بازی اور رائے عامہ میں انتشار کا سبب بننے والی ہر شے کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اس راہ میں اللہ ہی سے مدد کا سوال ہے۔

فہم و شعور نے مجھے لغویات سے محفوظ رکھا جبکہ میری فضیلت کا یہی زیور ایک کم عقل کے ہاں میرا عیب ہے۔ میری عظمت کی ابتداء اور انتہاء شریعت ہی سے وابستہ ہے کیونکہ چاشت کا وقت ہو یا طلوع کا، سورج کی حقیقت یکساں ہوتی ہے۔

فلسطین، اقصیٰ، شام، اراکان اور بعض دیگر بے حال معاشروں میں پھیلے ظلم، سرکشی، بربادی اور ابتری کا اصل سبب بھٹکتی عقلیں اور نارسا اذہان ہی ہیں، ایسی عقلیں جو اندازہ لگاتی ہیں تو ٹھوکر کھاتی اور غلط فیصلے کرتی ہیں اور کوئی منصوبہ بناتی ہیں تو فریب دیتی اور نقصان کرتی ہیں۔

اے امت اسلامیہ!

یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے کہ ایک مسلمان اپنی عقل کی جانب سے مکمل غفلت برتے اور اسے عضو معطل ہی بنا چھوڑے، نہ تو وہ اس کی بیداری اور تحریک سے حرکت میں آئے اور نہ اس کے فقدان اور زوال پر غمزدہ ہو اور سمجھداری کی روش اپنائے بغیر بنا کسی رکاوٹ کے مال اور جسم کی لذت اندوزیوں میں منہمک رہے۔

جب آدمی کی عقل تکمیل کو پہنچ جائے تو اس کے امور، صلاحیتیں اور اس کی تعمیر شخصیت کے تمام تر پہلو بھی اپنی بلندیوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن اگر اس کے پاس عقل نہ ہو تو اس کا یہ نقص ہی نمایاں ہوتا ہے خواہ وہ کتنا ہی مالدار اور بخشش و عطا والا ہو۔

اے امتِ اسلامیہ!

اقوام اور معاشرے عزت، عظمت اور بلندی کے مراتب پر انہی لوگوں کی بدولت سرفراز ہوتے ہیں جو پختہ کار عقل و دانش اور درست فہم و فراست سے بہرہ مند ہوں،

انہی کے دم قدم سے اقوام واُمم فتنوں، معرکہ آرائیوں اور جنگوں ے محفوظ رہتی ہیں، وہی صاحبانِ عقل و دانش جو اپنے دین اور ملک کی تعمیر و ترقی کیلئے اپنی صلاحیتوں اور عقلوں کے چراغ روشن رکھتے ہیں، ایجاد و تعمیر کیلئے اپنے حواس اور جسموں کو کھپاتے ہیں اور اخلاص اور پاکیزگی کو پروان چڑھانے کیلئے اپنے احساسات اور وجدان کو کام میں لاتے ہیں۔

اللہ کے بندو!

ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ ہمارا عقیدہ اور ہماری عقلیں سلامت رہیں اور اس بات سے ہزار بار اللہ کی پناہ میں آتے ہیں کہ اپنے دین کے کسی مسلمہ اصول سے دستبردار ہوں یا کسی بھی آدمی کو خوش کرنے کیلئے ایسی مداہنت اختیار کریں جو ہمارے پروردگار کی ناراضی کا باعث ہو یا ہمارے اذہان و افکار کو اغواء کر کے ہمیں نبی کریم ﷺ کی سنت کے خلاف چلایا جائے۔

وہ لوگ جگمگاتے چراغ ہیں جنہیں گویا چمکتے ستاروں سے تخلیق کیا گیا ہے۔ ان کی عقلیں نور ہیں۔ آپ جس اعتبار سے بھی ان کے فہم وادراک کا جائزہ لیں گے وہ جگمگاتے دکھائی دیں گے۔

اے اہل اسلام !

ایک دانشمند، واقف کار، دانا اور صاحب فہم و فراست آدمی شعور، ادراک، معاملہ فہمی اور حسن تدبیر کی خوبیوں سے کس قدر لیس ہوتا ہے، اس کی عقل پختہ ہوتی ہے، اس کے قول اور کردار میں شیرینی ہوتی ہے اور وہ استقامت اور دیانت کے نور سے منور ہوتا ہے۔ پھر وہ اللہ کے فضل سے پیچیدہ گتھیاں اور تہ در تہ پردوں میں لپٹے امور سلجھاتا ہے۔

”جس کو حکمت ملی، اُسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی اِن باتوں سے صرف وہی لوگ سبق لیتے ہیں، جو دانشمند ہیں۔“(سورۃ البقرۃ:269)

اللہ تعالیٰ سب کو عمدہ عقلیں عطا کرے اور ہمارے اعمال و اقوال کو اخلاص، رضا اور قبولیت سے نوازے۔ وہی ہے جو سوال کرنے والوں کو بہترین عطا کرنے والا ہے اور امید رکھنے والوں پر بڑا اکرم کرنے والا ہے۔

میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں، اور عظیم و جلیل اللہ سے اپنے لئے، آپ کیلئے اور تمام مسلمان مردوں عورتوں کیلئے تمام گناہوں اور برائیوں کی معافی مانگتا ہوں۔ تم بھی اسی سے معافی مانگو اور یاد رکھو کہ اللہ ہی بہت معاف کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

ساری تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو توفیق عطا کرنے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں ہے، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی سے امید اور آرزو رکھی جاتی ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد مصطفی ﷺ سربرآوردہ شخصیات میں سے معزز ترین ہستی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک رحمتیں، سلامتی اور برکتیں نازل کرے آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، آپ ﷺ کے پاکیزہ سرشت اور پاکیزہ دماغ اصحاب پر، تابعین پر اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے تمام لوگوں پر جب تک طلوع و غروب کا نظام قائم ہے۔

حمد و ثناء کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، جھوٹ اور شک والی بات اور نازیبا اور مہمل رائے سے بچو، نیک اور پاکیزہ اعمال اپناؤ، یوں تم کامیاب و کامران ٹھہرو گے اور بھلائیاں سمیٹ لوگے۔

برادران ایمان!

اسلام میں عقل کی حفاظت کیلئے اور اسے بلند مدارج سے بہرہ مند کرنے کیلئے جو وسائل اپنائے گئے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام نے ان تمام شرکیہ، بدعتی اور الحادی نجاستوں اور ان تمام خرافات واوہام سے سختی سے منع کیا جو لوگوں کی ایک بڑی تعداد کی عقلیں بگاڑ چکے ہیں اور جن کی وجہ سے وہ توہمات اور اندیشوں کے اسیر ہو کر رہ گئے ہیں۔

یہ اوہام و خرافات، یہ بدعات اور یہ شعبدہ بازیاں جو لوگوں کی ایک بڑی تعداد کی عقلیں بگاڑ چکے ہیں اور جنہیں کچھ مخصوص ذرائع ابلاغ مسلسل رواج دے رہے ہیں، یہ تمام بیماریاں اگر امت میں مجموعی طور پر سرایت کر گئیں تو اسے کمزور کر کے صفحۂ ہستی سے مٹاڈالیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو خود اس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے، اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"(سورۃ یونس:107)

برادرانِ گرامی قدر!

اقوام کو برتر عقلوں، پاکیزہ اخلاق اور کامیاب مقاصد پر پروان چڑھانے کیلئے ضروری ہے کہ نوجوان نسل اور بچوں کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی جائے، ہمیں اس کیلئے مکمل باشعور اور سنجیدہ ہونا چاہئے، اس مقصد کے حصول کیلئے سب سے بہترین طریقہ یہی ہے کہ کتاب و سنت سے رہنمائی لی جائے، یہی ذرائع ہیں جو دلوں اور عقلوں کا تزکیہ کرتے ہیں اور نیتوں اور خلوتوں کو سدھارتے ہیں۔

یہی امید اور آرزو ہے اور اسی کیلئے ہم اللہ سے توفیق کے طلبگار ہیں یقینا وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

امام الانبیاء علیہم السلام پر درود و سلام پڑھو جو اگلوں اور پچھلوں میں سب سے بہترین ہستی ہیں جیسا کہ اللہ نے تمہیں اسکا حکم دیا ہے۔

چنانچہ فرمایا:

"اللہ اور اس کے ملائکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔"(سورۃ الاحزاب:56)

02

اللہ
کے پیارے نام

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ

02

پہلا خطبہ

تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ ہم اس کی حمد بجالاتے ہیں۔ اس سے مدد طلب کرتے اور اس سے معافی مانگتے ہیں۔ اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اللہ جسے ہدایت عطا فرمائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں:

”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا اور پھر ان دونوں میاں بیوی سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناتے توڑنے سے بھی بچو بیشک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔“(سورۃ النساء:1)

بعد ازاں:

بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے۔ بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔ خود ساختہ اعمال بدترین ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اللہ کے بندو! سارے علم اور ہنر اشرف ترین اور معلوم و معروف ہستیٔ اقدس کے سامنے ہیچ ہیں، کیونکہ یہ علم اللہ تعالیٰ کی ہستیٔ اقدس کے متعلق جاننے اور اسے پہچاننے کا علم ہے۔

”سو (اے نبی!) آپ یقین کر لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“(سورۃ محمد:19)

بندوں کا بہترین علم وہ ہے جو اپنے پروردگار، اپنے باری تعالیٰ اور اپنے خالق کے بارے میں حاصل کرتے ہیں۔ بے عیب ہے وہ لازوال ہستی۔ اسی طرح یہ علم حاصل کرنا

کہ وہ کن صفاتِ کمال کا اور کن اوصافِ جلال اور جمال کا حامل اور مستحق ہے۔ اگر یہ طے ہے کہ کسی بھی علم کا شرف اور فضیلت اس بات سے معلوم کی جاتی ہے کہ وہ علم کس کے بارے میں ہے؟ تو اس علم کے سب علموں سے اشرف اور تمام علموں سے افضل ہونے میں کیا شک ہے، جو علم اللہ تعالیٰ کے اور اس کے اسماء اور صفات کے بارے میں ہو۔ یقیناً، غیر مشروط طور پر یہ اشرف ترین علم قرار پاتا ہے۔ جیسا کہ ایمان کا تقاضا، عقیدے کی پختگی اور توحید کی درستی یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالی کے پیارے ناموں اور اعلیٰ صفات پر ایمان لائے۔ کیونکہ جو اللہ کو جتنا زیادہ جانے گا، وہ اللہ سے اتنی ہی زیادہ حیا کرے گا۔ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کی خشیت رکھنے والے وہی ہیں جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء وصفات کے جاننے والے ہیں۔ قرآن کریم نے توحید کی اس قسم یعنی توحید ربوبیت پر بہت زیادہ توجہ دی ہے۔ بلکہ قرآن کریم کی شاید ہی کوئی آیت ایسی ہو کہ جس میں اللہ کے اسمائے گرامی میں سے کوئی اسم مبارک یا صفاتِ عالیہ میں سے کوئی صفتِ اقدس بیان نہ کی گئی ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ مقدسہ والی آیات، ان آیات سے زیادہ ہیں، جن میں جنت کے طعام وشراب اور حوروں کا تذکرہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے تذکرے والی آیات، آخرت آشکار کرنے والی آیات سے بلند مقام و مرتبہ رکھتی ہیں۔ قرآن کی عظیم ترین آیت، آیت الکرسی ہے اور وہ اللہ ہی کے اسماء وصفات کے بیان پر مشتمل ہے جبکہ قرآن مجید کی افضل ترین سورۃ ام القرآن، یعنی سورۃ فاتحہ ہے۔ اور اس میں بھی اللہ کے اسماء وصفات کا بیان، آخرت کے بیان سے زیادہ ہے۔

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ، سورۂ اخلاص، کہ جس میں ہے:

”آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک (ہی) ہے۔“(سورۃ الاخلاص:1)

قرآن کے تیسرے حصے کے برابر ہے۔(صحیح بخاری:5013؛ صحیح مسلم،811)

اسی طرح صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے اس شخص کو بشارت دی جو اس سورت کو بکثرت پڑھتا تھا اور وجہ یہ بیان کرتا تھا:

"میں اس سورت سے اس لئے محبت کرتا ہوں کہ یہ رحمن کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کو یہ محبوب ہے۔

آپ ﷺ نے اسے بتایا کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔یوں آپ نے اسے آگاہ فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ مقدسہ سے محبت کرے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔" (جامع ترمذی:2901)(یہاں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بات ختم ہو گئی۔)

میرے ہم عقیدہ بھائیو! جب یہ طے ہے کہ اللہ تعالی نے مخلوقات کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے تو کیا معبود کو جانے بغیر مخلوق اس کی عبادت کر سکتی ہے؟

ہرگز نہیں بلکہ اس پاک ہستی کے بارے میں جاننا لازم ہے، تاکہ وہ عظیم حکمت، اور بڑا مقصد کو پورا کیا جاسکے کہ جس کی وجہ سے اللہ نے مخلوق کو اس دنیا میں پیدا کیا ہے۔ اللہ سبحانہ کی معرفت کے لئے جد وجہد کرنا، دراصل اس امر کے بارے میں محنت کرنا ہے، جس کے لیے اللہ نے بندوں کو پیدا کیا جبکہ اللہ کے بارے میں جاننا چھوڑ دینا اس مقصد کو ضائع کر دینا ہے کہ جس کے لیے انسان پیدا کیا گیا ہے۔

کتنے عار اور عیب کی بات ہے کہ بندے پر مولیٰ کریم کی مسلسل نعمتوں کی برسات ہو اور اس کا فضل بھی اس پر لگاتار اتر رہا ہو، مگر وہ اپنے نعمتیں دینے والے رب کے بارے میں نرا جاہل ہو۔ وہ اس کی معرفت اور اس کے اسماء وصفات کے بارے میں جاننے سے روگردانی کرے۔ دراصل اسی علم و معرفتِ الٰہی ہی کے ذریعے انسان کے ایمان اور یقین میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ کے اسماء وصفات کے متعلق جاننے سے انسان کی انفرادی اور

اجتماعی زندگی پر نہایت گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسی سے پاکیزہ زندگی نصیب ہوتی اور دنیا و آخرت کی سعادت ملتی ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اللہ کے پیارے ناموں کے بارے میں جاننا ہر علم کی بنیاد ہے، کیونکہ اس کے علاوہ جتنے بھی علم ہیں وہ یا تو اس پاک ہستی کی مخلوق ہیں یا اس کا حکم ہیں، جبکہ تخلیق اور حکم کا مصدر تو اس کے اسمائے حسنیٰ ہی ہیں۔ یوں ان علوم اور اسمائے حسنیٰ میں سبب اور نتیجہ کا تعلق ہے۔ تو جو کوئی ان اسماء کو اس طرح سے جان لے کہ جس طرح مخلوق کو جاننا چاہیے تو گویا وہ تمام علوم سے واقف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تمام معلومات اسی ایک علم کا نتیجہ ہیں اور اسی سے جڑی ہوئی ہیں۔"

ابو قاسم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کے اسمائے حسنیٰ اور ان کی تفسیر و تشریح کی معرفت حاصل کریں۔ تاکہ اللہ کی کماحقہ تعظیم و توقیر کر سکیں۔ غور کیجئے کہ جب بھی آدمی کسی گھر میں کوئی رشتہ یا کوئی اور معاملہ کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کا نام، لقب، اس کے باپ دادا تک کا نام جاننے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اس کے ہر چھوٹے بڑے معاملے کے بارے میں پوچھ گچھ کرتا ہے۔ تو وہ اللہ، جس نے ہمیں پیدا کیا، ہمیں رزق بہم پہنچایا، جس کی رحمت کے ہم طلب گار ہیں اور جس کی ناراضگی سے ہم لرزاں ہیں، وہ تو کہیں زیادہ حق رکھتا ہے کہ ہم اس کے ناموں کی معرفت اور پھر ان ناموں کی تشریح جانیں۔"

مؤمن بھائیو! اس امت کے سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی صفات اور اسمائے حسنیٰ کے بارے میں بلند منہج اور بہترین راستے پر چلنے والے تھے۔ سب اس امر پر متفق رہے کہ اللہ کے تمام اسماء اور تمام صفات پر ایمان لانا، ان کو تسلیم کرنا اور ان کی تصدیق کرنا لازم اور واجب ہے۔ جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے لئے ثابت ہونا

بتایا، ان کا اثبات کرنا اور جن معاملات کی خود اللہ تعالی نے یا رسول ﷺ نے اللہ کے متعلق نفی کی ہو ان کی نفی کرنا بھی واجب ہے، پھر یہ سب نفی اور اثبات اللہ کی ہستی کو کسی سے تشبیہ دیئے بغیر اس کی مثال دیئے بغیر اور بغیر کسی قسم کی کمی کئے ہونا چاہئے۔ جس طرح اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

”اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔“(سورۃ الشوری:11)

اسی طرح فرمایا:

”کیا تیرے علم میں اس کا ہمنام اور ہم پلہ کوئی اور بھی ہے؟“(سورۃ مریم:65)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کی کئی ایک صفات اور متعدد اسمائے حسنیٰ ہیں۔ جو اس کی کتاب قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں یا ان کے بارے اس کے نبی نے امت کو خبر دی ہے، مخلوق میں سے کسی کے لیے درست نہیں کہ وہ ان کو رد کرے، بشرطیکہ اس پر حجت قائم ہو چکی ہو۔“

اللہ کی صفت بیان کرنے والے اس کی عظمت کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتے۔ اس کی صفت وہی ہے جو اس نے خود اپنے بارے میں بیان فرمائی، وہ ان تمام اوصاف سے بالاتر ہے جو مخلوق نے اس کی طرف منسوب کر دیئے۔“

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نعیم بن حماد کو یہ کہتے ہوئے سنا:

”جو خود اللہ تعالی نے اور جو رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی صفات بیان کی ہیں، ان میں تشبیہ نہیں ہے۔“

امام مالک بن انس، سفیان بن عیینہ اور عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں روایت ہے کہ وہ اللہ کی صفات والی احادیث کے بارے میں فرماتے تھے:

”جس طرح آئی ہیں اسی طرح انہیں لے لو، ان کی کیفیت جاننے پر اصرار نہ کرو۔“

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:”رحمٰن وہ ہے جو عرش پر قائم ہے۔“(سورۃ طٰہ:5)

کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا معلوم ہے البتہ اس کی کیفیت نامعلوم ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی کیفیت کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔

ہم عقیدہ بھائیو! اسمائے حسنیٰ کے متعلق یہ سلف صالحین یعنی صحابہ کا عقیدہ ہے۔ جسے تابعین نے سیکھا اور پھر اسی کی وہ نسل در نسل ایک دوسرے کو نصیحت اور تلقین کرتے رہے۔ ان کی مخالفت، ان سے روگردانی اور ان کے بارے میں بے پر کی ہانکنے سے خبردار کرتے رہے۔ ائمہ سلف نے اسی کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا اور نہایت تندہی کے ساتھ اسی کی پیروی کی۔ وہ بھلا ایسا کیوں نہ کرتے؟ جبکہ اللہ نے قرآن مجید میں ان کی تعریف اور تزکیہ بیان فرمایا ہے۔ اس بے عیب اور پاک ہستی کا فرمان ہے:

”اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں، اور اگر منہ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں۔“(سورۃ البقرۃ:137)

بندوں پر واجب و لازم ہے کہ وہ اسی طریقے پر چلیں، جن پر سلف صالحین چلتے رہے۔ یقیناً اسلاف ہی ہدایت کی درست راہ کے راہی اور درست دین پر قائم تھے۔

مسلمانو! اس معاملے میں سلف صالحین کے واضح ترین منہج اور عقیدے کا اہم حصہ ہے: ”اثبات اور نفی!“ ایسا اثبات اور نفی جو صحیح عقل کے عین مطابق، جو صحیح نصوص یعنی کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں اختیار کی گئی نفی اور اثبات ہو۔ جہاں تک اس عظیم و برتر معاملے میں بغیر کتاب و سنت کی روشنی کے محض عقل سے کام لینے کی بات ہے تو وہ نرا مذموم الحاد ہے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اللہ کے اسمائے گرامی سارے کے سارے اس کی حمدیہ صفاتِ ہیں۔ یہ سارے اسمائے گرامی بڑے جلیل اور عالی معانی سے نکلے ہیں۔ الحذر! اسمائے گرامی کے بارے

الحاد سے باز رہنا۔ معاذ اللہ ان کے بارے میں الحاد برتنا اور درست راہ سے ہٹنا تو صریح کفر ہے۔ درست راہ سے ہٹنا یہ ہے کہ ان اسمائے گرامی اور صفاتِ عالیہ میں کسی دوسرے کو شریک کیا جائے، یا کسی نام کے معانی میں کوئی کمی کی جائے یا کسی نام کا مکمل ہی انکار کر دیا جائے۔"

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں مثالی اور شاندار اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ یہ خالصاً اللہ کی طرف سے طے شدہ ہیں۔ بغیر کسی قرآن یا حدیث دلیل کے کوئی نام اللہ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے تمام اسماء وصفات سب اسی کی طرف سے نازل شدہ ہیں اور اس دعوے کے ہمارے پاس اللہ کے فضل سے وافر دلائل موجود ہیں۔

اے امت اسلام! اللہ کے اسماء وصفات پر حقیقی ایمان ثابت کرنے کے لیے از حد لازم ہے کہ ان اسماءوصفات کے معانی اور مفہوم بھی جانے جائیں اور ان کے مطابق عمل بھی کیا جائے۔ پھر یہ بھی لازم ہے کہ اس ایمان لانے کے اثرات بھی مؤمن آدمی اور امت کی زندگیوں پر واضح نظر آئیں۔ اللہ کرے کہ اللہ انکے ذریعے ہمیں فائدہ پہنچائے۔ اور انہیں ایسے اعمال بنا دے جو ہر دیکھنے اور محسوس کرنے والے کے لیے عیاں ہوں۔

آیئے چند اسمائے حسنیٰ پر تھوڑا سا غور وفکر کرتے ہیں۔ ان کے معانی ومفہوم کے کچھ خوشے چنتے ہیں اور ان کے آثار کے متعلق چند جواہر پارے دیکھتے ہیں۔

چنانچہ پہلے اسمِ گرامی "اللہ" پر غور کرتے ہیں: اللہ وہ ہے جسے دل محبت ومودت اور تعظیم وعظمت کے ساتھ معبود تسلیم کریں۔ پھر اس اسم گرامی پر ایمان کا تقاضا ہے کہ آدمی اللہ کی توحید پر ایمان لائے، صرف اسی کو عبادت کا مستحق سمجھے اور اس کے ساتھ کسی بھی قسم کے شرک سے باز رہے۔ بھلا جو اللہ کے سوا کسی اور کی طرف بھی متوجہ ہوتا ہے۔ یا جو حاجت روائی کیلئے اللہ کے بجائے قبروں اور مزاروں کا قصد کرتا ہے۔ کیا اس

نے حقیقتاً اس عظیم نام پر ایمان لانے کا حق ادا کیا ہے؟ اگرچہ وہ اپنا نام اس کی نسبت سے عبد اللہ بھی رکھتا ہو؟

اس ہستیٔ بے عیب کے اسمائے گرامی میں دو نام الرحمن اور الرحیم بھی ہیں: سو ہم میں سے ہر ایک جتنی بھی نعمتوں اور کرم نوازیوں میں ہے، وہ اسی کی وسیع رحمت اور مہربانی کے آثار کی وجہ سے ہے۔ اللہ کا امتوں کی رہنمائی کے لئے رسول مبعوث اور کتابیں نازل فرمانا، امن و اطمینان او رعافیت و آسائش کی زندگی دینا، غرض مال و اولاد، دن رات، بارش و نباتات یہ سب اس کی بندوں سے رحمت اور محبت کی نشانیاں ہیں۔ وہی پاک ذات ماں سے بڑھ کر بندے سے پیار کرنے والی ہے۔ (صحیح بخاری:5999؛ صحیح مسلم:2754)

دنیا میں جو بھی نعمت پائی جاتی ہے یا جو بھی مصیبت ہٹائی جاتی ہے، صرف اسی اقدس و برتر ہستی کی رحمت کی بنا پر۔ وہ بلند تر ہستی کہ جس نے ساری کائنات کو اور ہر جاندار کو اپنی رحمت کی آغوش میں سمیٹ رکھا ہے۔ وہ ہستیٔ اقدس و تبارک و تعالیٰ سمیع اور بصیر بھی ہے: جس سے کوئی چھپی چیز چھپی نہیں رہتی۔

"یقیناً اللہ تعالیٰ پر زمین وآسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔" (سورۃ آل عمران:5)

وہی ہے جو کالی چیونٹی کے قدموں کی چاپ سخت پتھر اور اندھیری رات میں بھی دیکھتا ہے۔

"وہ آنکھوں کی خیانت کو اور سینوں کی پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔"

(سورۃ غافر:19)

بلکہ چھپی چیزوں ہی کو نہیں وہ چھپی چیزوں سے مخفی اشیا کو بھی جانتا ہے۔ فرمایا:

"اگر تو اونچی بات کہے تو وہ تو ہر ایک پوشیدہ، بلکہ پوشیدہ سے پوشیدہ تر چیز کو بھی بخوبی جانتا ہے۔" (سورۃ طٰہ:7)

”اے گھپ اندھیری رات کی گھٹاٹوپ ظلمت میں مچھر کے پروں کو سمٹتا اور پھیلتا دیکھ لینے والے! اس کی گردن کی باریک رگیں اور اس کی کمزور ہڈیوں میں چھپا دماغ دیکھ لینے والے! اے اس حقیر وجود کے ایک جوڑ سے دوسرے جوڑ تک بہتے خون کے مقامات دیکھ لینے والے!

اور یقیناً وہ تو اس کے قدم دھرنے کی جگہ اور اس کے تیز تیز چلنے سے بننے والے اس کے نقش پا کو بھی دیکھتا ہے۔“

ہمارا اس کے سوا کوئی الہ نہیں۔ ہمارا اس کے سوا کوئی رب نہیں۔ اللہ اکبر!

کہاں ہیں گناہوں کے ذریعے اللہ کو للکارنے والے!

کیا وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ انہیں نہیں دیکھ رہا؟ جب وہ مخلوق کی آنکھوں سے چھپ جاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ وہ خالق کی آنکھ سے بھی چھپ جائیں گے؟

”جب دل میں مشکوک ارادہ لیے تو اندھیرے میں تنہا ہو جائے اور تیرا نفس تجھے سرکشی پر ابھارے۔ تو تو اللہ کے دیکھنے کو ذہن میں لا اور حیا کر، اور برائی پر آمادہ نفس کو جتا کہ کوئی دوسرا گو نہیں مگر اس اندھیرے کا خالق تو مجھے بہر حال دیکھ رہا ہے۔“

صحرا میں کسی شخص نے ایک عورت کو یہ کہہ کر پھسلانے کی کوشش کی کہ

”اس وقت سوائے آسمان کے تاروں کے ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا۔“

عورت پکار اٹھی: ”تو ستارے بنانے والا کہاں چلا گیا؟؟“

یہ سن کر وہ شخص اپنے بد ارادے سے باز آگیا۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وہی ہمیشہ سننے والا ہے، جو کائنات میں رونما ہونے والی ہر پوشیدہ اور علانیہ چیز کو سنتا اور دیکھتا ہے۔ وہ آنکھ جھپکنے جتنی دیر میں کی گئی خیانتوں تک سے واقف ہے۔ یقیناً وہ جانتا ہے کہ وہی تو پلکوں کو گردش دینے والا ہے۔“

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک عورت نے دودھ میں پانی ملانے کا ارادہ کرتے ہوئے کہا تھا:

"اس وقت عمر ہمیں نہیں دیکھ رہا۔ تو اس کی مومن بیٹی نے کہا تھا: "عمر نہیں دیکھ رہا، عمر کا رب تو دیکھ رہا ہے۔"

اللہ اکبر!! یہ ہے اللہ کے متعلق بندے کی احسان کی کیفیت و حقیقت: "تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ تو اگر اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے بہر حال دیکھ رہا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اپنا پورا بھروسہ غالب مہربان اللہ پر رکھ۔" (سورۃ الشعراء:217)

مسلمان بھائیو! اللہ کے پیارے ناموں میں سے القوی، القہار، الکبیر اور الجبار بھی ہیں۔ مخلوق ساری کی ساری خواہ قوت و طاقت کی جس بھی معراج تک پہنچ جائے، اسکی قدرت اور غلبے سے وہ باہر نہیں نکل سکتی۔ کوئی ایسی بادشاہت نہیں، جو اللہ کی عظمت اور قدرت مطلق کے سامنے جھک نہ گئی ہو۔ اور ہر طاقتور اللہ جبار کے سامنے ضعیف و ناتواں ہے۔

"کاش کہ مشرک لوگ جانتے جب کہ اللہ کے عذاب کو دیکھ کر تو وہ (جان ہی لیں گے) کہ تمام طاقت اللہ ہی کی ہے اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے (تو ہرگز شرک نہ کرتے)۔" (سورۃ البقرۃ:165)

جو کوئی یہ سمجھتا ہے کہ کوئی بھی زمینی طاقت، وہ شرقی ہو یا غربی، ناقابلِ شکست اور ناقابلِ گرفت ہے تو اسے اپنے ایمان و یقین کی تجدید اور تصحیح کرنی چاہئے۔ یقیناً اللہ ہی ہر مالک سے قوی مالک اور بڑے سے بڑا ہے۔ اے ہر زمان و مکان کے مظلومو! اے بے سہارو! اس احساس سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لو۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وہ طاقتور ہے۔ ساری کی ساری طاقت اسی کی ہے۔ وہ اس زمان و مکان کا رب ہے۔ بہت بلند و بالا ہے۔ اسی طرح قہار اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ ساری مخلوق اس کی سلطنت کے ماتحت ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک ”الرزاق“ ہے: وہ کہ جس کا رزق ہر شئے کو پہنچتا ہے۔ زمین پر چلنے والی کوئی شئے ایسی نہیں ہے کہ جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔ اللہ عزیز الغفار اور الرزاق کے سوا کون ہے جو سمندر میں مچھلیوں کو، پرندوں کو درختوں کی چوٹیوں پر بنے گھونسلوں میں اور درندوں کو بیابانوں اور صحراؤں میں رزق پہنچاتا ہے؟

اپنا رزق اور اپنی مہلت پوری کئے بنا ہرگز کوئی جاندار مر نہیں سکتا۔

(سنن ابن ماجہ:2144)

اللہ کا لکھا رزق اسے پہنچ کے رہتا ہے، خواہ جن و انس پر مشتمل ساری مخلوق اکھٹی ہو کر جاندار روکنے پر ہی کیوں نہ تل جائے۔ اس کے دیئے کو کوئی روک نہیں سکتا اور اس کے روکے کو کوئی جاری نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اللہ تو خود ہی سب کا روزی رساں توانائی والا اور زور آور ہے۔“(سورۃ الذاریات:58)

جان لیجئے کہ نہ کسی حریص کی حرص اللہ کا رزق کھینچ کے لا سکتی ہے اور نہ کسی کی ناپسندیدگی ہی اس کا رزق کم کر سکتی ہے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اسی طرح رزاق بھی اس کے پیارے ناموں میں سے ایک مقدس نام ہے اور اس کی رزاقی دو طرح سے ہے۔“

اللہ کے بندو! اللہ کی طرف لپکو، اسے بے حد قریب اور جواب دینے والا پاؤ گے۔

”اور بیشک اللہ تعالیٰ روزی دینے والوں میں سب سے بہتر ہے۔“(سورۃ الحج:58)

اللہ کے پیارے ناموں میں سے دو نام "العفو" اور "الکریم" بھی ہیں۔ وہ سارے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے، خواہ وہ کتنے ہی بڑے ہوں۔ وہ عیب چھپانے والا ہے خواہ وہ کتنے ہی زیادہ ہوں:

"بیشک تیرا رب بہت کشادہ مغفرت والا ہے۔" (سورۃ النجم:32)

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ اللہ نے فرمایا:

"ابن آدم! جب تو مجھ سے دعا کرتا ہے اور مجھ سے درخواستیں کرتا ہے تو میں تیرے سارے قصوروں کے باوجود تجھے معاف کر دیتا ہوں۔ اور میں بے نیاز ہوں۔ اے ابن آدم! اگر تو مجھے زمین کے برابر گناہ لے کر ملے گا اور تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو گا تو میں اسی کے برابر تجھے معافی عطا کروں گا۔" (جامع ترمذی: 3540، المعجم الأوسط للطبرانی: 4/315 ابو عیسیٰ فرماتے ہیں: "یہ حدیث غریب ہے اسے ہم اسی سند سے جانتے ہیں۔"؛ مسند احمد: 5/148، سنن دارمی: 2788، مستدرک حاکم: 4/241)

تو اے گناہ گارو! قصور وارو! بھاگو اور دوڑو! کریم اور غفار رب کی پناہ گاہ کی طرف!!

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وہ معاف کرنے والا ہے۔ اگر کوئی شرک کے سوا زمین کے برابر بھی گناہ لے آئے۔ تو وہ اس کے برابر مغفرت عطا فرما دیتا ہے۔ پاک ہے وہ ذات اور بہت زیادہ معاف کرنے والا۔"

اس کے حسین ناموں میں سے "الحکیم" اور "العلیم" بھی ہیں۔ وہ شریعت اور تقدیر ہر دو میں کامل حکمت سے کام لیتا ہے۔ اس نے کوئی چیز بھی بے مقصد پیدا نہیں کی۔ نہ کسی مخلوق کو بے مقصد چھوڑا ہے۔ نہ محض دل لگی کے طور پر کوئی چیز شریعت میں داخل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مخلوق اور ان کی مصلحت کو بخوبی جانتا ہے۔

"کہہ دو کہ کیا تم زیادہ جانتے ہو، یا اللہ تعالیٰ؟۔" (سورۃ البقرۃ:140)

”کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا؟ جبکہ وہ باریک بین اور باخبر بھی ہو۔“

(سورۃ الملک:14)

وہی ہر وقت اور ہر چیز کو جاننے والا ہے، لوگ جاننے والے نہیں ہیں۔ وہ حکمت والا ہے جبکہ لوگ خواہشات میں الجھے رہتے اور بے علم ہوتے ہیں۔ جو اس پر صحیح ایمان لے آتا ہے وہ رب کی شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ اس کی حدود کی پابندی کرتا ہے اور اس کی فیصلے پر معترض نہیں ہوتا۔

”کیا میں اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں؟“(سورۃ الانعام:114)

”حکم کسی کا نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے۔“(سورۃ الانعام:57)

”یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔“(سورۃ الاعراف:54)

جو لوگ شریعت کے کسی حکم پر کوئی اعتراض کرتے ہیں وہ حقیقت میں اس عقیدے کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اور جو لوگ شرعی سزاؤں کو ختم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں یا سود کی حرمت پر اعتراضات کرتے ہیں وہ در حقیقت احکم الحاکمین کے حکم پر سوال اُٹھاتے ہیں اور جو لوگ عورت کے بارے میں اسلام کے فیصلوں پر اعتراض کرتے ہیں وہ در اصل شرعی احکام مقرر کرنے والے اور حجاب کا حکم دینے والے پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ تو یہ کون ہے، جس نے اسے حجاب اوڑھنے کا حکم دیا؟ کس نے اسے گھر میں ٹک کر بیٹھنے کا حکم دیا؟ کس نے اس کے حقوق وواجبات مقرر کئے؟

”کیا اللہ تعالیٰ (سب) حاکموں کا حاکم نہیں ہے۔“(سورۃ التین:8)

تو پھر کیوں اور آخر کیوں، ہر تھوڑے وقفے کے بعد یہ مسئلہ پھر سے کھڑا کر دیا جاتا ہے؟ گویا یہ مسئلہ اہل اسلام کے طے شدہ اور مسلّم امور میں سے نہ ہو؟

کینہ اور عداوت رکھنے والے قلم حد سے متجاوز ہو گئے۔ بیمار ذہنوں کی زہریلی چیخیں کان پھاڑنے لگیں۔ آزادیٔ تحریر کے نام پر ان سے امت کی روایات واقدار اور عفت وحیا

سے حسد کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ ان افکار سے ضعیف العقل لادینیت اور عیب زدہ گلوبلائیزیشن کی بدبو آتی ہے۔ جو صالح اور پاک باز معاشرے میں پھیلائے جارہے ہیں اور رب العالمین کی شریعت کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔

برباد ہوں یہ گناہ آلود دعوے! اور لعنت ہے ان بد مقصد آوازوں پر!! ان کے چہروں پر سیاہی پھرے۔ یقیناً یہ گمراہ ہو چکے اور یہ ہدایت یافتہ تھے ہی کب؟ کہ جب یہ احکم الحاکمین کی شریعت ہی پر اعتراض کرنے لگے ہیں؟ سنبھل کے اے بدکاری کے داعیو! ذرا ٹھہر کے اے پاکبازی کے دشمنو! یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟! کس کی مصلحت کے لیے امت مسلمہ کے پاکباز معاشروں میں اپنے زہر پھیلاتے ہیں؟

اہل ایمان اور غیرت مند خوب جانتے ہیں کہ اصل چیز ان کے پیچھے چھپی ہے۔ فرمایا:

"لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (سورۃ یوسف: 21)

ہم اللہ ہی سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے ملک اور مسلمانوں کے ممالک کی چالبازوں کی چالبازیوں سے حفاظت فرمائے۔ اور ہمارے حکمرانوں کو حق اور اہل حق کی نصرت کی توفیق عطا فرمائے۔ باطل اور اہل باطل کو نیست ونابود کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو! اللہ کے اسماء اور صفات پر غور کرو! اپنے قول وعمل سے ان پر ایمان ثابت کرو۔ اپنی زندگی ان اسماء وصفات کے رنگ میں رنگو۔ نیک بنو اور نیکی پھیلاؤ۔ تاکہ دنیا وآخرت میں سرخروئی پاؤ۔ فرمایا:

"اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔" (سورۃ الأعراف: 180)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مجھے اور آپ کو برکت عطا فرمائے۔ اس کی آیات اور ذکر حکیم سے نفع پہنچائے۔ میں یہ کہہ کر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ اپنے لیے، آپ کے لیے

اور تمام مسمانوں کے لیے اللہ سے معافی طلب کرتا ہوں۔ آپ بھی اسی سے معافی مانگو اور اسی کی طرف رجوع کرو۔ وہ غفور رحیم ہے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریف ہر طرح کے کمال سے سے متصف و متفرد، اعلیٰ جلال اور بے مثل جمال سے مخصوص اللہ تعالیٰ کے لئے۔ میں اسی کی حمد بجالاتا ہوں۔ اسی کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس سے مزید فضل و کرم کی دعا کرتا ہوں۔ اصلاحِ حال، اصلاح عقل اور اصلاحِ آخرت کا سوال کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ ہر طرح کے ہم سر، ہم شکل اور مثیل و شریک سے بالاو برتر ہے۔

میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ وہ کریم صفات اور اعلی اخلاق والے۔ اللہ ان پر، پاکباز اہل بیت پر، پاکباز صحابہ کرام پر، تابعین اور تا قیامت ان کے نقش قدم پر چلنے والوں پر گردشِ لیل و نہار کے دوام تک خیر و برکات اور رحمت و سلامتیاں نازل فرمائے۔

بعد ازاں:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو! اسمائے حسنی اور صفاتَ عالیہ پر ایمان لاؤ۔ جان رکھو کہ اللہ پاک کے ناموں کا اس کے سوا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ اعلیٰ وارفع ہے اس کی ذات۔ جس طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دعا میں فرمایا کرتے تھے:

”اے اللہ! میں تیرے ہر نام کے ذریعے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ ہر وہ نام کہ جو تو نے خود اپنا نام رکھا ہو۔ یا کتاب میں نازل فرمایا ہو۔ یا جو مخلوق میں سے کسی بندے کو سکھایا ہو۔ یا جو علم غیب میں اپنے پاس محفوظ فرما رکھا ہو۔“(مسند احمد: 1/391)

اور جہاں تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق ہے جو بخاری اور مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کے ننانوے نام ہیں۔ ایک کم سو۔ جو ان سب کو جان لے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔" (صحیح بخاری:2736، صحیح مسلم:2677)

تو یہ عظیم فضل اس جلیل عمل سے ملتا ہے۔ جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے۔ امام نووی نے اس پر سبھی علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ بالکل اس طرح ہے جس طرح تو کہے: زید کے ایک ہزار درہم ہیں جو اس نے صدقے کیلئے تیار کیے ہیں۔" (کشف المشکل لابن الجوزی:3/434، فتح الباری:11/220)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ان ناموں کو اس گنتی میں محصور کر دینا بالکل اسی طرح ہے۔" (مجموع الفتاوی:6/381)

جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اور اس میں انیس (فرشتے مقرر) ہیں۔" (سورۃ المدثر:30)

پھر جب انہوں نے ان فرشتوں کو کم سمجھا تو فرمایا:

"تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔" (سورۃ المدثر:31)

تو اللہ کے نام اس کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔" یہی رائے ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محققین کی۔ (فتح الباری:11/219-220)

حدیث میں آگے الفاظ کہ جو ان ناموں کو "شمار کر لے" کا مطلب ہے کہ انہیں یاد کر لے، ان کے الفاظ و معانی کی معرفت حاصل کر لے۔ ان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کرے۔ اسمائے حسنیٰ کے بارے بات کرتے ہوئے اللہ کا وہ نام ذہن نشیں رہنا چاہیے کہ جس سے جب بھی پکارا جائے تو اللہ جواب دیتا ہے اور اگر اس کے ذریعے سے اس سے سوال کیا جائے تو وہ عطا فرما دیتا ہے۔ عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد

سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا: ”اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس ذریعے سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی الہ نہیں۔ تو اکیلا ہے۔ تو یکتا ہے۔ نہ تو نے کسی کو جنا نہ کسی نے تجھ کو جنا اور نہ تیرا کوئی ہم سر ہے“ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

”اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اس شخص نے اللہ کو اس کے عظیم ترین نام سے پکارا ہے۔ کہ جس سے اسے پکارا جائے تو وہ جواب دیتا ہے۔ سوال کیا جائے تو وہ عطا فرماتا ہے۔“ (مسند احمد: 5/349، سنن ابو داود: 1493، جامع ترمذی: 3475، سنن نسائی الکبریٰ: 4/349، سنن ابن ماجہ: 3757، مستدرک حاکم: 1/683)

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے زندہ وجاوید۔“ (سنن ابو داود: 1495؛ سنن نسائی الکبریٰ: 1/386)

تو اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو! رب پر ایمان مضبوط کرو۔ اس کے احسن ناموں اور اعلیٰ صفات پر بھی ایمان پختہ کرو۔ اللہ کو ان ناموں کے ذریعے پکارو! ان کے اثرات اپنے علم وعمل میں لے آؤ۔ تاکہ آپ کے رویے اور آپ کے اعمال تنگی وخوشحالی خلوت اور جلوت میں ان کے رنگ میں رنگ جائیں۔ اور فلاح پانے والوں میں سے ہو جاؤ۔

”اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔“ (سورۃ الاحزاب: 56)

ماحول کی حفاظت

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الرحمٰن السدیس حفظہ اللہ

3 رجب 1435ھ بمطابق 2 مئی 2014

پہلا خطبہ

ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اے ہمارے پروردگار! ہم تیری تعریف بیان کرتے ہیں، تجھ سے مدد مانگتے ہیں، تجھ سے بخشش کے طلبگار ہیں۔ تیرے حضور توبہ کرتے ہیں اور ہر طرح کی بھلائی پر تیری ہی تعریف کرتے ہیں۔

جہانوں کے تنہا پروردگار کے لیے کبھی نہ رکنے والی مسلسل تعریف، توصیف اور ستائش ہے۔ ہم ہر گزرتے دن اور وقت کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ حمد و ثناء کی توفیق مانگتے ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی نے ہمیں ایک ایسی شریعت سے نوازا جو اپنی تابندگی میں روشن کے سورج کا درجہ رکھتی ہے اور جس کی چمک دمک سے ساری کائنات جگمگا رہی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اللہ کے بندے اور پیغمبر ہیں جن کے ذریعے اللہ نے دکھوں میں مبتلا مخلوق کو نجات عطا کی اور تمدن کی بلندی کے نقوش واضح اور روشن فرما دیئے۔

اے اللہ! رحمتیں، برکتیں اور کبھی نہ ختم ہونے والی سلامتی نازل فرما آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی اس آل پر جو سیرت کے اعتبار سے پوری مخلوق میں اعلیٰ اور پاکیزہ ہے، آپ ﷺ کے ان برگزیدہ اور پاکباز صحابہ کرام پر جو بلندیوں کی انتہاء پر فائز ہیں۔ اسی طرح تابعین پر اور ان کی پیروی کرنے والے ہر آدمی پر رحمت و سلامتی نازل فرما۔

حمد و ثناء کے بعد:

اے بندگانِ الٰہی!

صبح کے لمحات ہوں یا شام کی گھڑیاں، نصیحت، فرمانبرداری اور اتباع کے لیے سب سے بہترین بات اللہ کا ڈر ہے۔ کیونکہ جو شخص اللہ کے ڈر کو تھام لے، وہ کامیاب ہو جاتا

اور وہ نجات سے ہمکنار ہو جاتا ہے اور خالق ومالک اس کی امیدوں اور تمناؤں کے مطابق اسے بدلہ عطا فرمادیتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

”زادِ راہ ساتھ لے جاؤ، اور سب سے بہتر زاد راہ پرہیز گاری ہے پس اے ہوش مندو! میری نافرمانی سے پرہیز کرو۔“(سورۃ البقرۃ:197)

بہترین زادِ راہ اللہ کا ڈر ہے، اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لو اور قیل و قال سے گریز کرو۔ اللہ کا ڈر دونوں جہانوں کی سعادت ہے، اس سے وابستہ ہو جاؤ کیونکہ اللہ کے ایک ادنیٰ غلام کی عزت اسی میں ہے۔

اے اہل اسلام!

جب ہم شریعت اسلامیہ کے بلند پایہ اصولوں پر، اس کی طے کردہ انسانی اقدار پر، اس کے تہذیبی نقوش پر اور اس کے دیگر گراں قدر پہلوؤں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ایک عالمی اہمیت کا حامل، ٹھوس اور تاریخی معاملہ ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ پہلی امتیں ہوں یا بعد والی قومیں، ان سب کے مقابلے میں صرف ہماری تابندہ شریعت کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اس معاملے پر توجہ دی ہے۔

یاد رکھیے کہ یہ وہ معاملہ ہے جسے ماحول کی حفاظت اور نگہبانی، زندگی کے تقویمی عناصر اور کائنات کے اثاثوں کی پاسبانی کا نام دیا جاتا ہے۔ کتنے ہی پیاسے ہیں جن کی پیاس اسی سے بجھی ہے، کتنے ہی بیماروں کو اس سے شفاء ملی ہے، اس سے کتنے سینوں کی کشادگی کا سامان ہوا ہے اور کتنی مسرتیں ہیں جو اسی اہم معاملے کی کوکھ سے ابھری ہیں۔

اے اہل اسلام!

ماحول کی حفاظت ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔ یہ نیکی اور پاکبازی کا راستہ ہے اور اسی پر بس نہیں بلکہ یہ جزا اور سزا دینے والے مالک کا حکم ہے، اس امر سے متعلق شریعت کے دامن میں جو دلائل موجود ہیں، وہ ہمارے لیے کافی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔"(سورۃ البقرۃ:60)

"زمین میں فساد برپا نہ کرو جبکہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے۔"(سورۃ الاعراف:56)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہر چھوٹی یا بڑی اصلاح ہو جانے کے بعد اس میں ہر طرح کے فساد مچانے سے منع فرمایا ہے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔"

اولادِ عدنان کے سردار سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں جن میں سب سے افضل شاخ لا إله إلا الله کا اقرار کرنا ہے اور ایمان کی سب سے ادنیٰ شاخ کسی بھی تکلیف دہ چیز کو راستے سے دور کر دینا ہے۔"(صحیح مسلم:37)

اس حدیث میں تکلیف دہ چیز کا جو لفظ آیا ہے، اس میں ظاہری اور معنوی دونوں طرح کی تکلیف شامل ہے۔

اللہ اکبر! اگر راستے کو باعثِ تکلیف چیزوں سے پاک رکھنے کا یہ درجہ ہے تو زندگی کے تمام شعبوں کو تکلیف دہ اشیاء سے محفوظ رکھنے کی کیا اہمیت ہو گی؟

آخر ہم ماحول کی پاسبانی کے لیے کیوں محنت اور کوشش نہ کریں جبکہ اللہ نے اپنے بندوں کو دلفریب مناظر فطرت اور پرکشش ماحول سے نوازا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

"اور زمین کو ہم نے بچھایا اور اس میں پہاڑ جمائے اور اُس کے اندر ہر طرح کی خوش منظر نباتات اگا دیں۔ یہ ساری چیزیں آنکھیں کھولنے والی اور سبق دینے والی ہیں ہر اُس بندے کے لیے جو (حق کی طرف) رجوع کرنے والا ہو۔"(سورۃ ق:7،8)

چنانچہ یہ اور اس جیسی بہت ساری آیات اس بات کی پرزور تاکید کرتی ہیں کہ ماحول انسان کا ہو یا حیوان اور پرندوں کا، بری ہو یا بحری یا فضائی، درخت ہوں یا پودے اور پانی

ہو یا کھیتی، اس کی رعنائی، اس کے جمال، اس کی صفائی، اس کی پاکیزگی اور اس کی خوشنمائی کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے۔

"اللہ کی مخلوق میں ایسے ایسے راز اور اسرار چھپے ہیں کہ جن کے متعلق عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔

کائنات کا ایک ایک ذرہ بے پناہ تفصیل کا حامل ہے، یہ حکیم ذات کی حکمت ہے اور زندگی کی خوبصورتی کی بنیاد کا درجہ رکھتا ہے۔"

اے اہل ایمان!

ایسا ماحول جو عمدہ اشیاء اور خوبصورت مخلوقات سے مزین ہو، اللہ کی نمایاں نعمت اور بے حد نوازش ہے۔ ایسا ماحول بے شمار فائدوں اور عظیم مصلحتوں کا منبع ہوتا ہے۔ لوگ ایسے ماحول کے شیریں پھلوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، اس کے پھول دلوں کے لیے فرحت کا باعث بنتے ہیں۔ اس کی ہریالی آنکھوں کو لبھاتی ہے اور اس کا گھنا سایہ اور تنے باعث سکون ہوتے ہیں۔

بلکہ ایسا ماحول خالق و مالک کی تمجید و ثناء بیان کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ماحول کی حفاظت اور اصلاح کی ترغیب دی ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"ایک آدمی کسی راہ گزر پر چلا جا رہا تھا کہ اسے ایک کانٹے دار ٹہنی دکھائی دی، اس نے اسے راستے سے ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی قدر کی اور اسے معاف کر دیا۔" (صحیح بخاری:654)

اسی طرح آپ ﷺ نے ماحول میں آلودگی اور گندگی پھیلانے سے منع فرمایا:

"تین ایسے مقامات پر قضائے حاجت سے بچو، کہ جہاں قضائے حاجت باعث لعنت ہے۔ چشموں کے آس پاس، راستے میں اور سائے کے نیچے۔" (سنن ابی داؤد:26)

بخدا، یہ نبی کریم ﷺ کی جانب سے ماحول کی حفاظت کے لیے مشفقانہ، صحتمندانہ، حفاظتی اور باریک بینی پر مشتمل رہنمائی ہے جس کی سابقہ اور موجودہ تہذیبوں میں کوئی مثال موجود نہیں ہے۔

برادرانِ اسلام!

ماحول کی حفاظت کے لیے اس قدر تاکید اور اس میں خرابی پھیلانے پر اتنی سخت وعید کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سارے خطوں میں یہ بالکل ایک فراموش کردہ اور چھوڑ دی گئی رسم ہو کر رہ گئی ہے حالانکہ یہ خوبصورتی، ثروت اور راحت کا سرچشمہ تھی۔

ماحول کی تنظیم و تشکیل میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرنا ایک تباہ کن بیماری ہے، اس میں وہی شخص الجھتا ہے جو عمومی ذوق سے بے بہرہ ہو۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو انسان چڑیا یا اس سے بھی کمتر کسی شے کو بغیر حق کے قتل کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کے متعلق ضرور سوال کرے گا۔" (سنن النسائی الصغریٰ:4349)

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"جو شخص بیری کا درخت کاٹے گا، اللہ اس کے سر کو آگ میں سیدھا کرے گا۔"

(سنن ابی داؤود:5239)

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی توضیح میں فرمایا کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ جو شخص بے مصرف اور بغیر کسی ضرورت کے ایسا کرے گا، اس کے لیے یہ وعید ہے۔

یہ وعید بیابان میں کھڑے کسی اکیلے اور تنہا درخت کو کاٹنے کے متعلق ہے تو اندازہ کیجئے کہ بلاوجہ شکار کرنا، درخت کاٹنا، کارخانوں کا دھواں پھیلانا، ناکارہ گاڑیاں راہوں میں پھینک دینا، کچرے کے ڈھیر لگانا اور ان جیسی دیگر ماحولیاتی آلودگیاں پھیلانا کس قدر بڑا جرم ہو گا؟

ان سب سے زیادہ خطرناک معاملہ وہ ہے جس کے لیے ہم اللہ ہی کے حضور فریاد کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس سے بچائے، میری مراد ان آتشیں گیسوں، تباہ کن کیمیاوی مادوں اور ہلاکت خیز ہتھیاروں سے ہے جو بغیر کسی رحم، شفقت اور ہمدردی کے انسانوں کی بستیاں اجاڑ دیتے ہیں، انتہائی سنگدلی کے ساتھ ماحول اور زندگی کو تباہ کر دیتے ہیں، نہ صرف تباہ کرتے ہیں بلکہ ماحول کو بیماریوں اور ہلاکتوں کی آماجگاہ اور جنگ و جدال کا میدان بنادیتے ہیں۔

اگر جائزہ لیں تو ایسی جنگوں میں سر فہرست وہ صہیونی کارروائیاں ہیں جو وہ مقدس اسلامی مقامات کے خلاف برپا کیے ہوئے ہیں، اسی طرح شام کی بحرانی صورت حال ہے جہاں اسلام، انسان اور ماحول کے خلاف انتہائی گھناؤنی دہشت گردی جاری ہے۔

ماحول سے خوبصورتی کا ہر نشان مٹادینے والے احمقوں اور فسادیوں کا کردار کس درجہ گھناؤنا ہے؟ اسی طرح وہ لوگ بھی اسی میں شامل ہیں جو سماعت، بصارت یا گفتگو سے متعلق ایسی چیزیں پھیلاتے ہیں جن پر شرافت سر پیٹتی رہ جاتی ہے۔ اس سلسلے میں اللہ ہی کے حضور ہماری فریاد ہے۔

اے اہل ایمان!

ماحول اور اسکے تمام تر عناصر و اجزاء کی حفاظت و نگہداشت کرنا اور انہیں سنوارنا نہ صرف شرعی حکم ہے بلکہ اخلاقی ذمہ داری، ملکی اور معاشرتی ضرورت اور اعلیٰ تہذیبی قدر ہے، ایسی تہذیبی قدر کہ جس سے قومیں اور ملتیں عظمت، ترقی، سربلندی اور عزت کی انتہاؤں پر جا پہنچتی ہیں۔

برادرانِ اسلام!

اگر اقوام کے سوچنے سمجھنے کا معیار اسلام کے قوانین اور ضابطوں کی حقیقت تک پہنچ جائے۔ بالخصوص ان ضابطوں تک جو اسلام نے ماحول اور صحت کی حفاظت سے متعلق طے کیے ہیں تو انہیں ترقی اور عروج کا مکمل راستہ اللہ کے فرمان میں مضمر دکھائی دے۔

ارشاد ربانی ہے:

”پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔“(سورۃ الزلزال:7،8)

اگر لوگ اللہ کے اس فرمان کو صحیح طور پر سمجھ کر لیں تو کامیابی، عزت، سربلندی ان کا مقدر بنے اور آسمان کی رفعتیں انہیں نگاہِ رشک سے دیکھیں۔

اے امت اسلام!

جب ہم ماحول کی حفاظت کے بارے میں بات کرتے ہیں تو اس سے مراد معاشرتی، ملکی، خاندانی، سیاسی اور اقتصادی الغرض ہر طرح کا ماحول ہے۔ بالخصوص وہ روحانی ماحول جو توحید و ایمان اور قرآن و سنت سے تشکیل پاتا ہے جو معاشروں کو گناہوں اور برائیوں سے پاک کرتا ہے اور انہیں الحاد، شرک، بدعت، تشکیک اور غلو یعنی مبالغے کی نجاستوں سے بچاتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

”کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں، اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھہراتے ہیں، مگر حقیقت میں وہ بد ترین دشمن حق ہوتے ہیں۔ جب انہیں اقتدار حاصل ہو جاتا ہے، تو زمین میں ان کی ساری دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائیں، کھیتوں کو غارت کریں اور نسل انسانی کو تباہ کریں حالاں کہ اللہ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔“(سورۃ البقرۃ:204،205)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن و سنت میں برکت دے اور ہم سب کو ان میں موجود ذکر اور حکمت سے فائدہ پہنچائے۔ میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں اور آپ سب کے لیے بخشش کا طلبگار ہوں۔ تم بھی اسی سے بخشش مانگو اور اسی کے حضور توبہ کرو یقینا وہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

اللہ کی نوازی ہوئی نعمتوں اور عطاؤں پر اس کا شکر ہے، اسی نے ہمیں اعلیٰ اور عمدہ احکام دیئے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور ہمارے سردار محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، آپ ﷺ کے صاحبان عزم و فضیلت صحابہ پر اور تابعین پر رحمت و سلامتی اور برکتیں نازل فرمائے۔

حمد و ثناء کے بعد:

اے بندگانِ الٰہی! اللہ سے ڈرو اور اپنے ماحول کی حفاظت کے لیے ہر دم کوشاں رہو اور اسے ہر طرح کی گندگیوں سے پاک رکھو۔

احبابِ گرامی!

یہاں پر اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ ماحول میں پھیلنے والے امراض اور وباؤں کا علاج نبی ﷺ کی سیرت میں پنہاں ہے، یہی وہ نور ہے جسکی رہنمائی میں چلنے سے ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں شرعی اور طبی اسباب اپنانا ضروری ہے۔

بلکہ سب سے پہلے اللہ پر توکل ہونا چاہیے، اس سے دعا کی جائے، اس سے مانگا جائے اور اسی سے امید رکھی جائے کیونکہ جس نے بیماری اتاری ہے، اس نے اس کی دوا اور شفا کا بھی انتظام کیا ہے۔

اللہ کے فضل و کرم سے یہ کوئی بہت پریشان کن معاملہ نہیں ہے بلکہ حفاظتی اقدامات اور تدابیر اپنا کر اس سے بخوبی عہدہ برآ ہوا جا سکتا ہے بشرطیکہ حفاظتی اقدامات کے ساتھ ساتھ عنایتِ ربانی بھی شامل حال ہو۔

"جو اللہ پر بھروسا کرے اس کے لیے وہ کافی ہے اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔" (سورۃ الطلاق:3)

عظیم، بلند، اعلیٰ اور نمایاں مرتبے والے حبیب کریم اور نبی ﷺ پر درود و سلام پڑھو۔ تمہارے مہربان مالک نے اپنی کتاب حکیم میں تمہیں اس کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔" (سورۃ الاحزاب:56)

جبکہ نبی کریم ﷺ کی ارشاد ہے:

"جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا، اللہ اس پر دس بار رحمت نازل کرے گا۔"
(صحیح مسلم:387)

4

منہج سلف کی نمایاں خوبیاں

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الرحمٰن السدیس حفظہ اللہ

30 ذوالحجہ 1435ھ بمطابق 24 اکتوبر 2014ء

4

پہلا خطبہ

بلاشبہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی ثناء بیان کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں اور اس کے حضور توبہ و استغفار کرتے ہیں َہم موسلا دھار برسنے والی بارش کی طرح اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اس کی پیہم اور متواتر نعمتوں پر اس کے بیش از بیش شکر گزار ہیں۔

ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کی تحمید کا حق کسی بھی حمد گو سے ادا نہیں ہو سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی نے زمانے بنائے اور انہیں باہم مرتب کر دیا۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار محمد ﷺ اللہ کے بندے اور پیغمبر ہیں اور اخلاق و عادات میں تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ بے پناہ رحمت نازل کرے آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، آپ ﷺ کے صحابہ پر، تابعین پر اور روزِ قیامت تک آنے والے ہر اس آدمی پر جو ان کی پیروی کرے۔

حمد و ثناء کے بعد! اے بندگانِ الٰہی!

اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے، اس کا شکر کرو، اس کی فرمانبرداری کرو اور نافرمانی سے بچو، اس کی ظاہری اور باطنی نعمتوں پر اور پیہم اور متواتر نوازشوں پر اس کا شکر ادا کرو۔ یوں دنیا کی بھلائیاں اور آخرت کی نعمتیں تمہارا مقدر ہوں گی۔

> ”شکر ایسے بہت سے بند دروازوں کو کھول دیتا ہے جن میں بہت ساری نعمتیں پنہاں ہوتی ہیں، اس لیے شکر کی جانب لپک اور جن چیزوں سے اللہ کی پکڑ آتی ہے، ان سے دور رہ۔“

اے اہل اسلام!

ان مبارک لمحات میں جبکہ امت اسلامیہ ایک گزر جانے والے سال کو الوداع کہہ رہی ہے اور دوسرے کا استقبال کر رہی ہے، اس موقع پر ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ آنے والے سال میں امت اسلامیہ کے لیے جو کارہائے خیر مقدر کیے جا چکے ہیں، ان میں برکت ہو اور اللہ تعالیٰ اسے اسلام اور مسلمانوں کے لیے عزت و سربلندی، خیر وبرکت اور کامرانی کا سال بنادے۔

اے اہل اسلام!

سالوں کی گردش اور اختتام اور نئے سالوں کا خوشیاں لے کر طلوع ہونا عقلمندوں کو بہت ساری باتوں پر غور وفکر، تدبر اور سوچ کی جانب بلاتا ہے۔ ایک سمجھدار اور دانا مسلمان کا یہی شعار اور روش ہوتی ہے۔

نیا ہجری سال جو افق پر امید کے نئے موتی لے کر طلوع ہوا ہے۔ اس موقع پر ایک دانشمند اور عاقل کو یوں نگاہ دوڑانی چاہیے کہ اسے امت کے افق پر اس کا مستقبل روشن اور واضح نظر آئے، ماضی کی غلطیوں کا ازالہ ہو اور آنے والے سالوں کے لیے اس کی بیداری، اخلاص اور حکمت مزید بڑھ جائے۔

اے امت ایمان!

ٹھوس تاریخی بنیادیں اور مضبوط تہذیبی نظام گواہ ہیں کہ صحیح عقیدے کے علاوہ بکھرے ہار کو یکجا کرنے والا، منتشر موتیوں کو جمع کرنے والا اور اختلاف رائے میں توافق پیدا کرنے والا کوئی دوسرا عامل نہیں ہے۔

تو کیا رسوا کن منزل اور تباہ کن انتشار کے بعد اور تاریک سرنگوں اور ہلاکت خیز گمراہی کی غاروں میں بھٹکنے کے بعد بھی امت اسلامیہ اس بات کو نہیں سمجھے گی کہ امان کی سرزمین تک پہنچانے والی شاہراہِ نجات سلف صالحین کے منہج پر کاربند ہونے میں

پنہاں ہے، وہی منہج جو فضیلت والے تین ادوار کا منہج تھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے اور پھر وہ جو اُن کے بعد آئیں گے۔“ (صحیح بخاری:2651؛ صحیح مسلم:2538)

یہ انتہائی المناک بات ہے کہ ہم ملت اسلامیہ کے بہت سارے لوگوں کو بعد والے اس دور میں دیکھ رہے ہیں کہ وہ سلف صالحین کے منہج کے متعلق کوتاہی کا شکار ہوئے، گمراہ اور کجرو لوگوں سے گمراہیاں حاصل کرنے لگے، اپنے پاکیزہ اسلاف اور ان کے روشن اور تابندہ منہج کی مخالفت پر اتر آئے اور تحقیق کے نام پر مغرب پرستی کرنے لگے اور دین کے بنیادی اصول وضوابط پر دست درازی کے مرتکب ہوئے۔

جبکہ دوسری جانب وہ لوگ ہیں جن کی سرشت میں غلو، تکفیر، سختی، تشدد، قتل و غارت اور تخریب جیسی برائیاں داخل ہو گئیں جو غالی خارجیوں کی خصلتیں ہیں اور ایک مومن اور توحید پرست کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

”سرکشی اور فساد پھیلانے والوں سے کہہ دو کہ تمہاری ہمارے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔ دہشت گردی کو فروغ دینے والے تم ہی ہو اور تم ان میں بھی سب سے بدتر ہو۔“

اے اہل اسلام!

فتنوں اور اضطراب سے لبریز اس دور میں جبکہ ہر طرف ایسی جماعتوں، فرقوں، گروہوں، جتھوں اور نسبتوں کی بھرمار ہے جنہوں نے اسلام کے مفاہیم بگاڑے اور اس کی روشن صورت کو مسخ کیا اور ہر کوئی حق اور حقیقت پر گامزن ہونے کا مدعی ہے، ان حالات میں آدمی کو ایک شاہراہ نجات کی ضرورت ہے جو پاکیزہ اور برگزیدہ اسلاف کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتی۔

سلف صالحین کے منہج کا جائزہ لینے والے کو اس بلند اور پاکیزہ منہج میں ایسی بہت ساری خوبیاں دکھائی دیتی ہیں جو اس منہج کے علاوہ کسی دوسرے منہج میں موجود نہیں۔ چنانچہ اس منہج کی سب سے پہلی خوبی توحید ہے، اللہ کی ایسی توحیدِ خالص جو ساجھیوں، شریکوں، ہمسیروں اور نظیروں کے تصور سے یکسر پاک ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اور اُن کو اِس کے سوا کوئی علم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو اُس کے لیے خالص کر کے، بالکل یکسو ہو کر۔"(سورۃ البینۃ:5)

اور فرمایا:

"کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں، وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔"

(سورۃ الشوریٰ:11)

توحید کو جو بلند مقام حاصل ہے، اس کے پیش نظر اس پر کاربند رہنا، اس کی شرائط اور تقاضوں کو نبھانا بالخصوص عملی، تطبیقی اور تجرباتی میدانوں میں، حیات انسانی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ کیونکہ شریعت تاباں کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ وجوداً اور عدماً دین کی حفاظت کی جائے اور اپنے عقیدے کو ہر طرح کے شرک، بدعت، خود ساختہ امور اور کجیوں سے پاک رکھا جائے۔

اے برادرانِ توحید!

منہج سلف کی ایک تابندہ خوبی یہ ہے کہ وہ ہر چھوٹے اور بڑے معاملے کو علم و بصیرت کے ساتھ قرآن اور سنت پر پیش کرتے ہیں۔ اللہ کے اس فرمان کی تعمیل میں کہ

"پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔"(سورۃ النساء:59)

چنانچہ وہ نصوص کے ظواہر اور مقاصد اور معقول و منقول میں ایک ہم آہنگی قائم رکھتے ہوئے محکم کو متشابہ اور مجمل کو مبیَّن کی جانب لوٹاتے ہیں۔ یہ سلف صالحین کے منہج اور زندگی کی ایک نمایاں خوبی ہے چنانچہ ہر وہ بات جو قرآن و سنت کے موافق ہو، اس کا وہ اثبات کرتے ہیں جبکہ ہر ایسی بات جو کتاب اللہ اور سنت کے خلاف ہو، اسے باطل قرار دیتے ہیں۔ وہ نہ تو نصِ صحیح سے گریز کرتے ہیں اور نہ رائے اور عقل سے ٹکرا کر اسے رد کرتے ہیں اور نہ ہی وحی کی نصوص پر عقلوں کو حاکمانہ حیثیت دیتے ہیں۔

وہ زبان حال سے کہتے ہیں کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامو، ہدایت کی پیروی کرو اور بدعتی نہ بنو تاکہ فلاح پاجاؤ اور اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر کاربند ہو جاؤ تاکہ نجات اور کامیابی پاجاؤ۔

ہمارے سلف صالحین کے منہج کی تابندہ خوبیوں میں سے ایک بلکہ ان کی خاص خصوصیت اور ان کے روشن منہج کی نمایاں ترین خوبی یہ ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ رہتے اور سمع و طاعت کے تقاضوں کو نبھاتے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔" (سورۃ آل عمران:103)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ کی رسی سے مراد "جماعت" ہے۔

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میری امت گمراہی پر ہرگز جمع نہیں ہوگی اس لیے تم جماعت کو لازم پکڑو کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔" (جامع ترمذی:154)

اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک بار خطبہ دیتے ہوئے یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

"جماعت میں جو چیز تمہیں ناپسند ہے، وہ اس چیز سے بہتر ہے جو فرقہ بندی میں تمہیں پسند ہے۔"

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہم جماعت کو حق اور صواب اور فرقہ بندی کو گمراہی اور عذاب سمجھتے ہیں۔"

جبکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جماعت کے ساتھ پختہ وابستگی اور باہمی ہم آہنگی قائم رکھنا دین کے اصول میں سے ہے۔“

چنانچہ سلف صالحین اور ان کی روش اور نقش قدم پر چلنے والے تمام لوگ صرف جماعت اور حق پر ہم آہنگی اپناتے اور اپنے فرمانرواؤں کی بات سنتے اور فرمانبر داری کرتے اور ان کا یہ طرز عمل شریعت کے اس مقصد کی بجا آوری کے لیے تھا کہ فوائد کا نہ صرف حصول کیا جائے بلکہ ان کی تکمیل کی جائے جبکہ بگاڑ پیدا کرنے والے امور سے نہ صرف بچا جائے بلکہ انہیں کم سے کم کیا جائے، ساتھ ہی ساتھ معصوم خونوں کی حرمت و تعظیم کا خیال رکھتے ہوئے انہیں پامال کرنے سے بچا جائے۔

اے برادرانِ اسلام!

اے صحیح اعتقاد اور روشن اور واضح راہ اپنانے والے لوگو! باہمی محبت اور جماعت میں پنہاں ہیبت کا اندازہ اللہ کے اس فرمان سے کر لو کہ

”اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی صبر سے کام لو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“(سورۃ الانفال:46)

بہترین امور وہ ہیں جو ہدایت کی راہ پر بدستور برقرار ہوں جبکہ بدترین امور وہ ہیں جو خود ساختہ اور گھڑے ہوئے ہوں۔

اے برادرانِ ہم عقیدہ!

سلف صالحین کے منہج کو سمجھنے اور اس پر چلنے کی دعوت دینا قدامت پرستی اور رجعت پسندی نہیں ہے بلکہ عمدہ ترین راہ اور اعلیٰ ترین منہج پر چلنے کی دعوت ہے جس کے بنیادی خصائص حق پر کاربند رہنا اور مخلوق کے ساتھ ہمدردی رکھنا ہیں اور یہی راہ محفوظ ترین، پختہ ترین اور بصیرت و دانائی سے بھرپور ہے۔

چنانچہ حقیقی سلفیت کسی گروہ بندی، عصبیت، جتھے بازی یا انتشار پسندی کا نام نہیں ہے بلکہ بالطبع تجدد پذیر منہج ہے اور ایک ایسا عقیدہ ہے جس کی اساس ہر وہ چیز ہے جو اسلام کے احکام اور مقاصد سے ہم آہنگ ہو، یہ کسی شخصیت، جماعت یا علاقے میں محدود نہیں ہے اور تفریق، تقسیم، امتیاز، تشدد اور نرالی اپج نکالنے جیسی بیماریوں سے یکسر پاک ہے۔ یہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کی سیرت پر چلنے، بدعات اور خرافات سے دور رہنے اور گمراہوں اور خواہش پرستوں کے خلاف چلنے کی دعوت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”وہ مہاجر و انصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی، نیز وہ جو بعد میں راستبازی کے ساتھ پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔“(سورۃ التوبہ:100)

چنانچہ اس آیت کریمہ میں واضح طور پر رہنمائی دی گئی ہے کہ برگزیدہ مہاجرین و انصار صحابہ کے نقش قدم پر چلو کیونکہ وہ پوری امت میں سب سے افضل، سب سے عادل اور اللہ کے دین کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک بار فرمایا تھا:

”تم میں سے جو شخص راہ اپنانا چاہے تو اسے ان لوگوں کی راہ اپنانی چاہیے جو گزر گئے کیونکہ زندہ شخص فتنے سے مامون نہیں ہے۔ میری مراد اصحابِ محمد ﷺ سے ہے جو علم اور پاکیزگیٔ قلوب کے معاملے میں پوری امت سے آگے تھے اور تکلف سے کوسوں دور تھے، وہ ایک ایسی جماعت تھے جنہیں اللہ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے چن لیا تھا، اس لیے ان کا مرتبہ پہچانو، وہ لوگ بلاشبہ راہِ حق پر گامزن تھے۔“

اسی طرح امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے خلفاء نے کچھ ضابطے جاری فرمائے ہیں جن کو تھامنا کتاب اللہ کی اتباع، اللہ کی فرمانبرداری کی تکمیل اور دین کی مضبوطی کے مترادف ہے۔ کسی کو ان میں ردوبدل کرنے یا ان کے خلاف کسی اصول پر غور و خوض کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے، جو انہیں اپنائے، وہی راہ یاب ہے اور جو ان کے توسط سے مدد مانگے وہی منصور ہے اور وہ شخص جو ان سے گریز کرتا ہے، اہل ایمان کی راہ سے ہٹتا ہے، اللہ بھی اسے اس کی مرضی کے مطابق پھیر دیتا ہے اور پھر اسے جہنم میں داخل کرے گا جو کہ انتہائی برا ٹھکانا ہے۔"

اے امت اسلام!

اس نکھرے ہوئے مفہوم کے مطابق سَلَفِیَّت ایک ایسے عقیدے، ایسی اقدار اور ایسے منہج حیات کا نام ہے جس کے بغیر زمان و مکان کا سدھار ممکن نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اہل سنت والجماعت کی یہ روش ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی طور پر آثارِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں اور مہاجرین و انصار میں سے سبقت و اولیت کا شرف پانے والوں کی راہ پر چلتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر عمل کرتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"میری اور میرے بعد آنے والے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر کاربند ہو جاؤ، اس کے ساتھ چمٹ جاؤ اور اسے پوری قوت سے تھام لو اور خود ساختہ امور سے بچو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔" (سنن ابی داؤد: 4607)

لیکن عصر رواں کے وسائل و آلات کے استعمال میں جدت اختیار کرنا اور جدید ایجادات و ذرائع سے یوں استفادہ کرنا کہ جدید حالات اور ناقابل تغیر اصولوں میں ایک ہم آہنگی قائم رہے، سلفیت کے منافی نہیں ہے۔

اے امت اسلام!

عین دوپہر کے وقت جگمگانے والے سورج کی طرح کرنیں بکھیرنے والی اس دعوت کو کسی انسانی لغزش یا کوتاہی سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ ہر کسی کی بات کو لیا بھی جا سکتا ہے اور چھوڑا بھی جا سکتا ہے سوائے اللہ کے پیغمبر ﷺ کی بات کے جو پیغمبرِ رحمت ہیں۔ اسی طرح اس دعوت کی جانب اپنی نسبت کرنے والے کچھ متشدد دین اور متساہلین کے افعال بھی اس کے لیے نقصان دہ نہیں، کیونکہ اللہ کا دین غلو اور گریز کی دونوں انتہاؤں کے درمیان ہے۔ یہ بات کسی طور روا نہیں کہ غالی لوگوں کے طرزِ عمل کو بنیاد بنا کر سلفیت اور سلفی علماء پر زبان درازی کی جائے۔ اس دعوت کے اکابر لوگوں کی گراں قدر تصنیفات میں کیڑے نکالے جائیں یا نازیبا خواہشوں اور بر خود غلط افکار کی بنیاد پر ان کی عبارتوں کو صحیح اور واضح سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کیا جائے۔

شرعی اصطلاحوں کو سمجھنے اور منطبق کرنے میں کچھ افراد سے ہونے والی غلطی اور کوتاہی کو مناہج، ضوابط اور اصولوں کی غلطی نہیں کہا جا سکتا۔ اس کے ساتھ ساتھ حق کے متلاشی کو بھی چاہیے کہ افواہوں اور فتنہ انگیز نعروں پر کان نہ دھرے۔

اس لیے اے اہل اسلام!

نئے ہجری سال کی دہلیز پر ہماری یہ پر جوش پکار ہے کہ اللہ کے لیے خالص ہو جائیں، اس کے دین کے لیے اور اس کی شریعت کے ساتھ کھڑے ہوں، اس کے پیغمبر اور صحابہ کرام کی سنت کو اور سلف صالحین کے فہم کو مضبوطی سے تھام لیں اور اس صحیح منہج پر باہمی محبت اور ہمہ گیر الفت کے ساتھ سب جمع ہو جائیں کیونکہ اس امت کے آخری حصے کا سدھار بھی اسی شے میں پنہاں ہے جس سے اس امت کا پہلا حصہ سدھرا تھا۔ اس لیے:

”راہِ حق کے سوا میری کوئی راہ نہیں اور مذہبِ حق کے سوا میرا کوئی مذہب نہیں۔“

اس سے بھی بلیغ اور بالاتر اللہ کا یہ فرمان ہے:

”نیز اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کر دیں گے یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے رب نے تمہیں کی ہے، شاید کہ تم کج روی سے بچو۔“

(سورۃ الانعام:153)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے کتاب و سنت کو باعث برکت بنائے اور مجھے اور آپ سب کو سید الثقلین ﷺ کی سیرت سے فائدہ پہنچائے۔ میں اسی پر بس کرتا ہوں اور عظیم و جلیل اللہ سے اپنے لیے، آپ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہر گناہ اور خطا سے بخشش کا طلبگار ہوں۔ تم بھی اسی سے بخشش مانگو اور اسی کے حضور توبہ کرو یقیناً میرا پروردگار بڑا مہربان اور معاف کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم پر مبارک نعمتوں کی پے درپے برکھا برسائی اور مسلمانوں کے مابین فتنوں کے لیے تگ و دو کرنے والوں سے چوکنا رہنے کی تلقین کی۔ اللہ کی بے پناہ رحمت اور سلامتی ہو اس کے پیغمبر اور برگزیدہ ذات پر، آپ ﷺ کی آل پر، باہمی ہمدردی کی معراج پر فائز آپ ﷺ کے صحابہ پر، تابعین پر اور روز قیامت تک آنے والے ہر اس شخص پر جو ان کے نقش قدم پر چلے۔

حمد و ثناء کے بعد:

اے بندگانِ الٰہی! اللہ سے ڈرو اور یاد رکھو کہ زندگیاں یوں تیزی سے ختم ہونے والی ہیں کہ ان کا ایک لمحہ بھی باقی نہ رہے گا۔ اس لیے تقویٰ کا سرمایہ اکٹھا کر لو، تمہارے حالات سنور جائیں گے اور قبولیت کی بلندیاں پا جائیں گے۔

اے برادرانِ اسلام!

اس صحیح سلفی منہج پر اللہ کا ایک کرم یہ بھی ہے کہ اللہ نے اس کے مقدر میں بقاء اور پھیلاؤ کی کامیابیاں لکھ دی ہیں جبکہ اس کے برعکس بہت ساری تحریکیں اور جماعتیں مٹ چکی ہیں یا ختم ہو رہی ہیں۔

ہمارا حرمین پاک کا یہ مبارک خطہ تاریخ اسلامی کے دور میں سلفی عقیدے اور تجدیدی اصلاحی دعوتوں کے زیر اثر پروان چڑھا ہے۔

انہی مبارک اور پاکیزہ دعوتوں میں سے ایک وہ دعوت ہے جو امامِ مجدد شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے برپا کی تھی۔ اللہ ان پر اپنی رحمتیں کرے اور ان کی مرقد کو ٹھنڈا کرے۔

وہ دنیامیں ہدایت کا پرچم لے کر کھڑے ہوئے اور توحید و ایمان کی جانب بلانے لگے، انہوں نے ایک چراغ فروزاں کیا جو مسلسل جگمگا رہا ہے اور اس چراغ کے ذریعے ہر آن اللہ کی راہ دکھاتے رہے۔

امام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک دین و ملت کی مٹتی ہوئی خوبیوں کے لیے ایک تجدیدی اور مسلمانوں کے بگڑے ہوئے عقیدوں کے لیے ایک اصلاحی تحریک تھی، اس تحریک نے بدعات و خرافات، غلط افکار اور گمراہیوں کا مقابلہ کیا، یہ کسی نئے دین یا پانچویں مذہب کی دعوت نہیں تھی بلکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قرآن اور سنت پر عمل پیرا رہی اور یہ تحریک خارجیوں کی خطرناک روش اور تکفیر کی برائیوں سے مکمل طور پر بری ہے۔

لیکن اس کے باوجود اس اصلاحی تحریک کو بہت ساری افتراء پردازیوں، بہتان تراشیوں، افواہوں اور الزامات کا سامنا کرنا پڑا اور آج بھی جبکہ حق اور حقیقت کی پہچان ممکن ہے اور صحیح معلومات کا حصول کچھ دشوار نہیں، اس تحریک کو اور اس کے ماننے

والوں کو وہابیت اور وہابیوں کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ لیکن اس طعنے سے اہل حق کا حق پر یقین اور اس کے ساتھ وابستگی مزید بڑھ جاتی ہے۔

حرمین پاک کا خطہ توازن اور اعتدال کی خوبیاں رکھنے والے سلفی منہج پر گامزن ہے جس کی بنیاد کتاب اور سنت کے نور پر ہے اور جو اس امت کے سلف صالحین کا منہج تھا، یہ مبارک خطہ کسی کی شکل وصورت، حسب نسب اور اصلیت دیکھے بغیر حق بات کو قبول کرتا ہے اور تمام مسلمانوں کے ساتھ اسلامی بھائی چارے اور محبت و الفت کو پروان چڑھانے کے لیے اتحاد و اتفاق اور باہمی تعاون کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے۔

اس خطے کی بنیادیں دو اماموں نے رکھی ہیں چنانچہ اس کا نورِ علم گمراہی ختم کرنے والا اور اس کی تلوار فتنے مٹانے والی ہے۔ اللہ حرمین پاک کے اس خطے کی حفاظت فرمائے جو امن و ایمان اور سلامتی کا ایک باغیچہ ہے اور باہمی محبت اور امان کا لہلہاتا چمن ہے۔ اللہ کرے کہ باہمی محبت و ہمدردی، الفت اور تعاون اس خطے کی اور مسلمانوں کے تمام خطوں کی ہمیشہ پہچان رہے۔ یقینا میرا پروردگار بڑا فیاض اور کریم ہے۔

> "کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اُس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔" (سورۃ الاحزاب:36)

5

راست بازی اور رشوت خوری

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ

23 جمادی ثانیہ 1434ھ بمطابق 3 مئی 2013ء

5

پہلا خطبہ

تمام حمد اللہ کے لئے خاص ہے۔ اے ہمارے رب ہم تیری حمد کرتے ہیں، تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھی سے مغفرت کا سوال کرتے ہیں۔ تیری طرف توبہ کرتے ہیں۔ تیری ثناء کرتے ہیں۔ ہر بھلائی کو تیری طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہم تیری تسبیح تیری حمد وثناء کے ساتھ کرتے ہیں ہم تیری کماحقہ ثناء کرنے سے اپنی عاجزی ودرماندگی کا اقرار بھی کرتے ہیں تو ویسا ہے جیسی اپنی ثنا آپ کرتا ہے۔

صرف تیری طرف اور کسی طرف لائق نہیں کہ سواریاں کسی جائیں
امید صرف تیری، وگرنہ ہر امید رکھنے والا مایوس ونامراد ہے
تجھی سے سب امیدیں بر آتی ہیں کسی اور سے نہیں
ثنا صرف تیری سچی ہے وگرنہ باقی ساری باتیں جھوٹی ہیں۔

میں شہادت دیتا ہوں، اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، جس نے راستبازوں کو بلندی، عظمت اور اچھے بدلے میں سب سے آگے رکھا اور دنیا کی چکاچوند پر دل ہارنے والوں کو نقصان اور برے انجام سے دوچار کیا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ ہمارے نبی، ہمارے سرور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ جو معصوم، طیب وطاہر ہیں، تقویٰ اور نزاہت سے مزین ہیں۔

اے اللہ! آپ ﷺ پر درود بھیج، آپ ﷺ کی آلِ خوش خصال وپر جلال پر اور آپ کے اصحاب پر جنہوں نے دنیا جہاں میں نزاہت اور حسن کردار کو فروغ دیا اور ان کے تابعین بالاحسان پر بھی، اور ایسا سلام جو بابرکت اور تروتازہ اور معطر ہو۔ امابعد!

اللہ کے بندو! جو مقام بلند، اور انسانوں کے درمیان کامیابی اور ایسی عزت چاہتا ہے جس میں کوئی شک نہ ہو اسے چاہئے کہ تقویٰ کی مضبوط رسی تھام لے۔

ارشادِ ربانی ہے:

”اور کامیاب وہی ہیں جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں۔“(سورۃالنور:52)

جو زندگی کے نشیب میں اللہ کا تقویٰ مد نظر رکھے اور اللہ کی طرف متوجہ رہے عنقریب بلند مراتب پر فائز ہو گا اور حق کے شفاف چشمے سے سیر اب ہو گا اور وہ خود کو ناپسندیدہ امور سے بچانے کے لئے خود کو لگام دیئے رکھے گا۔

مسلمانو! اس زمانے میں مادیت کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ نیتیں اور مقاصد اخلاص سے عاری اور طرح طرح کے نظریات اور عادات واطوار ذہنوں پر چھائے ہوئے ہیں۔ اس گھمسان کے معرکہ میں ایک عظیم روشن جمال خصلت دمک رہی ہے، جو دلوں میں گھر کئے ہوئے ہے، جس کی پاکیزگی مرکز نگاہ دنیا میں خالص سونے کی طرح گراں قدر ہے اور قرآن عظیم اور سنت مطہرہ نے اس کا حکم اسی لئے دیا کہ وہ اندھیرے میں روشنی کی کرن ہے۔

اور یہ خصلت وصفت بلند کرداری اور پاکدامنی ہے۔ جانتے ہو پاکدامنی کیا ہے یہ صرف ایک وصف و عادت نہیں یہ تاج اور خلعت ہے جو کامل ترین نیکی، حسین ترین عفت، بلند ترین مروت اور مفید ترین عادت ہے۔ اس کی حجت برہان حق تعالیٰ کے یہ فرامین بھی ہیں، فرمایا:

”لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“(سورۃالبقرۃ:172)

فرمایا: ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم حقیقت میں اللہ کی بندگی کرنے والے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں اُنہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔“

(سورۃالبقرۃ:172)

اور آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”تونگری ساز و سامان کی کثرت سے نہیں بلکہ یہ دل کے غنی اور مستغنی ہونے کا نام ہے۔“(صحیح بخاری:6446)

نیز فرمایا:

”جس امر کے بارے میں شک و شبہ ہو اسے چھوڑ کر وہ امر اختیار کرو جو شک و شبہ سے بالاتر ہو۔“(جامع ترمذی:2518)

اور جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

”جو پاکدامن رہنا چاہے گا اللہ اسے پاکدامن رکھے گا اور جو لوگوں سے بے نیاز رہے گا اللہ اسے لوگوں سے بے نیاز کر دے گا۔“(صحیح بخاری:1428)

اللہ اکبر! کیا شیریں اور سحر آفریں کلمات ہیں۔ اللہ اکبر۔ پاکدامنی اور بلند کرداری کا کیسا مختصر اور روشن بیان ہے۔ اللہ اکبر۔ کس قدر قابل ستائش عادت ہے جس کا پرچم کامیابی کے لئے کشادہ ہے۔ اور اس کا صدور بھی صرف عالی قدر صاحب کرم، اور صاحب قلب سلیم سے ہی ہوتا ہے۔

امام ماوردی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”پاکدامنی اور بلند کرداری مروت اور دینداری کے لئے شرط اول ہیں۔“

جب کہا جائے کہ یہ چشمہ رواں ہے جس سے لوگ جوق در جوق پی رہے ہیں تو میں کہتا ہوں میں بھی دیکھ رہا ہوں لیکن ایک آزاد مرد پیاس برداشت کرنے کی سکت رکھتا ہے۔ میں اپنے نفس کو ان امور سے باز رکھتا ہوں جو مجھ پر انگلیاں اٹھنے کا سبب بنے۔

احباب کرام!

پاکدامنی کے بالمقابل ایک انتہائی فضول، قابل نفرت عادتِ بد بھی ہے۔ انتہائی قبیح، نہایت مضر۔ یہ جس قوم میں پھیلے اسے تباہ کر کے رکھ دے، اسے پریشان حالی میں مبتلا کر

دے۔ اور وہ ہے "رشوت۔" اللہ کے بندو! یہ ذلت اور طبیعت کی کمینگی کی دلیل، دغا بازی و فریب کاری کا حیلہ اور بالاتفاق کبیرہ گناہ ہے۔ رشوت قوم کی خیانت اور معاشرے کے لئے وبال ہے۔ یہ ایسا پھندہ ہے جس میں انسانی عظمت پھڑ پھڑاتی ہے۔ ایسا جال ہے جو مروت کو پھانستا ہے اور جس سے امانت و دیانت ختم ہوتی ہے۔ قومی مفادات مضمحل اور منصوبے ناکام ہوتے ہیں۔ یہ اخلاص کے ساتھ کام کرنے والوں کے راستے کی رکاوٹ ہے اور ان کی محنت کا عدم اعتراف ہے بلکہ اس سے الٹا نقصان ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے کتنے ظلم ڈھائے جاتے ہیں، کتنے حقوق تلف ہوتے ہیں، کتنی دولت ضائع جاتی ہے، کتنے خاندان اجڑتے اور کتنی صلاحیتیں رائیگاں جاتی ہیں۔ رشوت اور رشوت خوروں کے سبب کتنی دولت اور سرمایہ ضائع جاتا ہے۔ اللہ انہیں زیادہ نہ کرے۔

اللہ ان کے شر سے ہمیں بچائے اور ان کا حساب لے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ان کے ہاتھوں کا لکھا بھی ان کے لیے تباہی کا سامان ہے اور ان کی یہ کمائی بھی ان کے لیے موجب ہلاکت۔" (سورۃ البقرۃ:79)

مزید فرمایا: "اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوت خور) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو۔" (سورۃ البقرہ:188)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یعنی ایسا نہ کرو کہ ایک طرف تو باطل طریقے سے مال کھاؤ اور دوسری طرف چکنی چپڑی باتوں سے حکمرانوں کا تقرب حاصل کرو۔"

ایک اور مقام پر بہت سخت ڈانٹ اور رشوت خوروں کے لئے خوفناک تنبیہ ہے، فرمایا:

"تم دیکھتے ہو کہ ان میں سے بکثرت لوگ گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں اور حرام کے مال کھاتے ہیں بہت بری حرکات ہیں جو یہ کر رہے ہیں۔" (سورۃ المائدہ:62)

اور اللہ تعالیٰ نے ناجائز مال کھانا حرام قرار دیا اور اس قانون کو پامال کرنے والوں کو عبرت ناک انجام سے دوچار کیا۔

صد افسوس! کتنے لوگ ہیں جو رشوت کے کیچڑ سے اپنے چہرے آلودہ کر رہے ہیں، جو حرام مال کے انگارے کی خاطر بلندی سے پستی کی طرف گرتے چلے جاتے ہیں۔

اس سے ڈرانے، اس جرم کی ہولناکی بتانے اور اس سے باز رکھنے کے لئے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث کافی ہے جس میں انہوں نے کہا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی۔"

(سنن ابی داؤد:3580)

ابن حبان اور حاکم نے "رائش" کے لفظ کا اضافہ کیا ہے۔ جس کے معنی درمیان میں سودا کرانے والا بھی رشوت خوروں میں شامل ہے۔ یہ تینوں لعنت اور اللہ کی رحمت سے دوری کے مستوجب ٹھہرے۔ اس لئے کہ انہوں نے جو فساد برپا کیا بہت بڑا فساد ہے۔ ایسے لوگوں سے بھی بھلا وطن اور اہل وطن کے لئے کسی خیر کی توقع کی جا سکتی ہے؟

رشوت خوری رسوائی، فساد اور تخریب کی علمبرداری ہے اور عز و شرف کے اسباب کا خاتمہ کرنا ہے۔ رشوت کا عادی اپنے رب کی رحمت سے محروم ہے۔

اس لئے کہ رشوت... اللہ کے بندو! باطل کو حق بنا کے دکھا دیتی ہے اور حق ہی بلاشبہ اس کا نشانہ بنتا ہے۔ اس سے فساد کا بازار گرم ہوتا ہے باطل کے راستے کھلتے ہیں حرام خوری کے نت نئے طریقے نکلتے ہیں۔ قوم حرام کی عادی ہو کر جرائم کے راستے پر چل نکلتی ہے۔ اس میں گناہوں پر جرات پیدا ہوتی ہے۔ یہ اتفاق کو انتشار میں بدلتی ہے ہر چشمہ صافی کو گدلا کرتی ہے۔ ہر منصوبے کو تلپٹ کرتی اور ہر ناجائز کو جائز قرار دیتی ہے۔ ہر اچھے کام میں رکاوٹ ڈالتی اور صلاحیتوں کا خون کرتی ہے۔ یہ ت نئے اچھے اچھے ناموں سے رواج پاتی ہے جو سب اپنی خوشنمائی کے باوصف جھوٹ پر مبنی ہیں۔ کہیں یہ تحفہ

کہلاتی ہے، کبھی احترام اور کہیں حوصلہ افزائی اور کہیں قدر دانی کا نام پاتی ہے اور کہیں محنت کا صلہ کہلاتی ہے۔

یاد رکھو! رشوت رشوت ہے اگرچہ اسے کتنا بھی خوشنما رنگ کر لو۔ اس کے نام بدل لو۔

حضرت ابو حمید ساعدی رحمۃ اللہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ازد کے ایک شخص کو صدقہ پر عامل بنا کر بھیجا جسے ابن اللّتبیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو کہنے لگا یہ تو آپ کا ہے یعنی بیت المال کا اور یہ مجھے تحفہ میں دیا گیا۔

جناب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، منبر پر چڑھے، اللہ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا "کیا بات ہے کہ کسی کو ہم عامل بنا کر بھیجتے ہیں وہ آ کر کہتا ہے یہ آپ کا ہے اور یہ مجھے تحفہ میں دیا گیا ہے۔ وہ اپنے والدین کے گھر میں بیٹھ کر کیوں نہیں دیکھتا کہ اسے تحفہ میں کچھ آتا ہے یا نہیں۔ اس کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو بھی اس طرح کسی چیز پر قبضہ جماتا ہے تو قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر اٹھا کر آئے گا۔" (صحیح بخاری: 7174)

اے امت اسلام! رشوت کی یہ مصیبت آخری زمانے میں وبا کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ اور ان لوگوں میں پھیل چکی ہے جن کا ظاہر تو نہیں باطن بالکل بگڑ چکا ہے۔ وہ اہل ایمان سے اپنی قرابت داری کا لحاظ کرتے ہیں نہ اپنے حلف کے تحت اپنی ذمہ داری کا، انہیں احکامِ شریعت کا کوئی خوف ہے اور نہ بلند کرداری کا کوئی ذوق۔ انہوں نے رشوت کی آلائش سے اپنی روحوں کو بھی آلودہ کر رکھا ہے اور اپنی غذاؤں میں بھی حرام اور خیانت کی ملاوٹ کر رکھی ہے اور یہ گمان کئے بیٹھے ہیں کہ ان کی امیدیں بر آئی ہیں اور کھیتی سر سبز ہے۔ لیکن کہاں؟ دنیا میں ان کا حصہ محض رسوائی ہے اور اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم کی آگ ہے۔ اللہ کی پناہ۔

ہوش کرو اور فرمان الٰہی کہ "دنیا کی معیشت ان میں ہم تقسیم کرتے ہیں۔"

(سورۃ الزخرف: 32)

پر غور کرو۔ دیکھو گے کہ یہ حق کے ساتھ نازل ہوا ہے حیلہ سازی چھوڑو اور اللہ پر توکل کرو اس میدان میں اصل حیلہ یہی ہے کہ حیلہ چھوڑ دو۔

سنن ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس کسی نے اپنے بھائی کی سفارش کی پھر اس نے کوئی تحفہ دیا اور سفارش کرنے والے نے وہ تحفہ قبول کر لیا تو وہ سود کے دروازوں سے ایک بڑے دروازے میں داخل ہو گیا۔“

سبحان اللہ۔ اللہ کے بندو! تعجب کی بات ہے۔ ملازمت کے حصول میں رشوت، ترقی کے لئے رشوت، اسناد میں رشوت، معاملات میں رشوت، ٹھیکوں میں رشوت، نیلامیوں میں رشوت، معاہدوں کی شروط میں رشوت، اشیاء کی نوعیت اور خصوصی اوصاف میں رشوت، یہ رشوت تو معاشرہ میں انتشار پھیلانے کے لئے ہے تعمیری منصوبوں میں رشوت۔ یہاں تک کہ کمزور ضمیروں کے نزدیک تو یہ ضروری بلکہ لازمی حق باور کر لیا گیا ہے اور ان جرائم سے تو اعلیٰ اقدار کے تیزی سے خاتمے کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے جو معاشروں کو دھڑام سے گرا دیتا ہے اس کی صلاحیتوں کو چاٹ جاتا ہے اس لئے کہ تہذیب و عظمت کے مینار اعلیٰ اخلاقی اقدار کی بنیادوں پر ہی قائم ہوتے ہیں۔ اور جب قومیں اخلاقی طور پر بیمار ہو جائیں اور اجتماعی طور پر کمزور پڑ جائیں تو ان کی بنیادیں منہدم ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور معاشرے اگر کسی بدترین مصیبت کا شکار ہوتے ہیں تو وہ یہ ہے کہ بڑے بڑے ذمہ دار افراد قومی خزانے سے کھیلنا شروع کر دیں، حقوق معطل ہو جائیں اور بڑے بڑے منصوبے محنت کی بجائے صرف قوم کی جیب تراشنے کے مترادف ہو کر رہ جائیں۔

تو اے وہ شخص! جس نے جہنم کا انگارہ رشوت میں دیا تاکہ یہ حقیر سا سامان بنالے، تم تباہی کے دہانے پر کھڑے ہو۔ اے رشوت قبول کرنے والے، تونے خسارے اور تباہی کا سودا کیا ہے، یہ کمینہ عمل ہے اور بے ثمر فعل۔

ایسا نہ ہو کہ تمہارا ذوالجلال پروردگار تمہیں دیکھے کہ تم حق کو ناحق اور ناحق کو حق قرار دینے کے لئے کوشاں ہو کیا جواب دوگے اگر حساب دینا پڑا اور رشوت خور "سجین" نامی جہنم کے کنارے ہونگے۔

برادران ایمان! اس گھٹیا پن کے عام ہونے کے بڑے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ بلند کرداری کی دعوت اور اس سلسلے میں رہنمائی کرنے میں کوتاہی کا ارتکاب ہوا ہے تو دوسری طرف رشوت ستانی اور فساد کے سرچشموں کو بند کرنے کی تدبیر نہیں کی گئی، بلکہ اس بارے میں مدافعت سے کام لیا گیا ہے۔ بلکہ یہ بھی دیکھا گیا کہ ایسے مواقع پر معنی خیز مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا اسے داد و تحسین پیش کی گئی، اسے مہارت، حاضر دماغی سے تعبیر کیا گیا۔ واللہ المستعان۔

تو بڑے عہدیداروں کا فرض ہے کہ رشوت خوروں کا ہاتھ پکڑیں جو قومی دولت کے ضیاع کا سبب بن رہے ہیں اور اپنے سرکاری عہدوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ذاتی آمدنی میں اضافہ کر رہے ہیں۔

قوانین اعلیٰ ترین مقاصد کی تکمیل و حفاظت کے لئے بنائے جاتے ہیں اور سزائیں شر و فساد کے قلع قمع کے لئے مقرر کی جاتی ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

"اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کر، اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔"

(سورۃ القصص:88)

نیز فرمایا:

"مفسدوں کے کام کو اللہ سدھرنے نہیں دیتا۔" (سورۃ یونس:8)

پھر فرمایا:

”جب اُسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے، تو زمین میں اُس کی ساری دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا تھا) فساد کو ہر گز پسند نہیں کرتا۔“ (سورۃ البقرۃ:205)

رشوت دینے والے کے سامنے نرمی نہ دکھاؤ۔ اس سے سختی سے پیش آؤ وہ خود بخود قانون پسند اور فرمانبردار بن جائے گا کہ لوہے کی سختی کا علاج آگ سے ہوتا ہے وگرنہ پورا سمندر انڈیل دو تو وہ نرم نہیں ہوتا۔

امتِ اسلام! یہ تکلیف دہ صورتحال ہے جو لغزشوں اور غلطیوں سے لتھڑی ہوئی ہے۔ شفافیت اور بلند کرداری اور احتساب کے لئے معاشروں کو اجتماعی طور پر پوری قوت سے آواز بلند کرنا ہوگی۔ اور امت کو دین کی قوت، یقین کی طاقت اور ذوالقوۃ المتین رب کے خوف کے ذریعہ محفوظ کرنا ہوگا۔ رشوت ستانی کے مضر اثرات کے خاتمہ کے لئے مشترکہ اور پیہم کوششوں کو بروئے کار لانا ہوگا۔ اس سے قوم کا تزکیہ ہوگا اور سیادت حاصل ہوگی۔ بلند مقاصد پورے ہوں گے اور امت اللہ کی مدد سے اپنی عزت وعظمت حاصل کر پائے گی۔

یہ امیدیں اور تمنائیں ہیں ہم اللہ سے اچھے اعمال واقوال کی فکر کے سوالی ہیں اور امید پوری ہونے کے متمنی ہیں۔ اللہ پر یہ چنداں مشکل نہیں ہے۔

اے اللہ! ہمیں حلال عطا فرما کر حرام سے مستغنی کر دے۔ اپنی اطاعت کے ذریعے اپنی نافرمانی سے دور کر دے اپنے فضل کے ذریعے اپنے سوا سے غنی کر دے۔ اے اللہ! ایسا مال عطا فرما جو ہمیں بد دماغ نہ کر دے ایسی صحت عطا فرما جو تیری یاد سے غافل نہ کرے اپنے فضل سے ہمیں ان لوگوں سے بے نیاز کر دے جنہیں ہم سے بے نیاز کیا ہے۔ اے جواد، اے کریم۔

ارشادِ ربانی ہے:

”وہ آخرت کا گھر تو ہم اُن لوگوں کے لیے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں اور انجام کی بھلائی متقین ہی کے لیے ہے۔“

(سورۃ القصص:83)

دوسرا خطبہ

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے، صلوٰۃ وسلام رسول مصطفیٰ ﷺ پر ہوں، امابعد!

اللہ کے بندو!

اللہ سے ڈرو اور یقین جانو حلال حرام سے بے پروا کر دیتا ہے اور پاکیزہ رزق خبیث سے کفایت کرتا ہے۔

برادرانِ ایمان! پاکبازی کے حصول اور فساد سے بچاؤ کا دارومدار اس بات پر ہے کہ حق کو حق مانا جائے وہ جلی ہو یا خفی، اور بلند کرداری کو اپنا وطیرہ بنایا جائے یہی امانت دار کی قوت اور طاقتور امانت ہے۔ نیز پوری قوم کی تربیت کی جائے بلند اخلاق اپنائے جائیں، بڑے ذمہ دار اور عہدیداران چھوٹے بڑے شبہات سے بلند تر رہیں۔ اور دفتروں میں اپنے معاملات کے لئے آنے والوں سے نرمی سے پیش آئیں۔ وعدوں سے نہ ٹرخائیں، معاملات کو پیچیدہ نہ بنائیں، روڑے نہ اٹکائیں، منصوبوں میں تاخیری حربے استعمال نہ کریں اس کا نقصان پورے معاشرے کو ہوتا ہے اور رشوت یا تحائف کی توقع میں منصوبے نہ لٹکائیں۔

اگر اب ہو سکے تو ایک ذمہ داری حکومتی ملازم کے لئے بشارت ہے جو پاکبازی کو اپنا شعار اور امانت داری کو مستقل رویہ بناتا ہے اور حقدار کو حق جلدی دینا اپنا فرض سمجھتا ہے اور حقیر اغراض سے بالاتر ہو رہتا ہے اور اپنے ضمیر اور روح کی پاکیزگی اور بوسیدگی

اس کا مطمح نظر ہے۔ اپنے احساس وشعور کو پاک رکھتا ہے۔ اپنے ماضی کا حساب اور مستقبل کی فکر رکھتا ہے۔ اور یوم حساب کے لئے بہترین زاد راہ رکھتا ہے۔ یہ شخص اپنے معاشرے کی اصلاح کے لئے مفید ترین ہے۔

منقول حکمتوں میں ہے: ”جو کھیل میں پڑا اس کی شان گھٹی، جو پاکباز رہا اس کا چاند چمکا۔“ اور ہم اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمارے مبارک وطن میں پاکبازی کی تربیت اور فساد کے مقابلے کے لئے ادارے اور محکمے قائم ہیں۔ نگرانی کے لئے آلات رکھے گئے ہیں۔ ذمہ داریاں اہل لوگوں کے سپرد ہیں اور بلند کرداری کو تقویت دینے کے لئے مثالی کردار کے لوگ موجود ہیں۔

توسب کا فرض ہے افراد ہوں یا ادارے، آپس میں تعاون کریں۔ ان لوگوں کا ہاتھ بٹائیں تاکہ پاکدامنی اور بلند کرداری کو فروغ حاصل ہو اور ہر قسم کے بگاڑ کا مقابلہ ہو سکے اور ہم معاشرے کو ترقی اور فلاح کے راستے پر گامزن کر سکیں۔ سید المرسلین والانبیاء، قدوۃ الاتقیاء، چنیدہ و پاکباز لوگوں کے لئے اسوہ پر درود وسلام بھیجو جیسا کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو۔“(سورۃ الاحزاب:56)

نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔“ (صحیح مسلم:387)

فضیلۃ الشیخ

جسٹس ڈاکٹر صالح آل طالب حفظہ اللہ

جسٹس ڈاکٹر صالح بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن ناصر آل طالب عرب کے معروف قبیلے بنو طے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے سلجھے ہوئے علمی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی قرآن کریم حفظ کر لیا۔ پرائمری، مڈل اور ہائی سکول کی تعلیم ریاض کے سکولوں سے حاصل کی۔ ریاض ہی کی شریعہ فیکلٹی سے 1994ء میں بیچلرز کیا۔ 1997ء میں تقابلی فقہ میں ماسٹرز کیا۔ جسٹس مقرر ہوئے ۔ بطور جج انٹرنیشل لا پڑھنے حکومت نے برطانیہ بھیجا۔ اسی دوران امام حرم لگا دیئے گئے۔ امامت حرم کو ترجیح دیتے ہوئے آپ برطانیہ سے چند دیگر مختصر کورسز کر کے وطن لوٹ آئے۔ 5 نومبر 2002ء سے اب تک امام اور خطیبِ حرم ہیں۔ آپ سعودیہ کے مختلف شہروں میں قاضی بھی رہ چکے ہیں اور 1999ء سے لے کر اب تک مکہ مکرمہ کی ہائی کورٹ میں جسٹس بھی ہیں۔ آپ نے دینی علم شیخ ابن باز اور ابن جبرین جیسے جید ترین علما سے حاصل کیا۔ قرآن اور علم قراءات بھی محمود عمر عسکر جیسے نامی قراء سے سیکھا۔ سعودی شہر رابغ میں جمعیت تحفیظ القرآن کے سربراہ رہ چکے ہیں۔ کئی آرگنائزیشنز کے ممبر ہیں اور پاکستان سمیت دنیا کے متعدد ممالک کے دعوتی دورے کر چکے ہیں۔

1

افواہ سازی اور فتنہ بازوں سے تحفظ

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید حفظہ اللہ

13 شعبان 1437ھ بمطابق 20 مئی 2016ء

6

پہلا خطبہ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اہل ایمان کے سینے ہدایت کے لیے کھول دیئے ہیں اور گمراہ لوگوں کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔ لہٰذا وہ حق کو سمجھ ہی نہیں پاتے۔ میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں پر اس کی حمد وثناء بیان کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ وہ اکیلاہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ یکتا اور بے نیاز معبود ہے۔ وہ پاک اور قابل تعریف ہے۔ اس کی بیوی ہے نہ بچے۔ اور میں یہ بھی گواہی دیتاہوں کہ ہمارے سردار اور نبی محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ نہایت معزز بندے، عظیم سردار، بہت اعلیٰ مقامِ ہجرت اور نہایت پاکیزہ جائے ولادت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ آپ کے شرف اور سیادت اور سخاوت و کرم والی آل، بابرکت روشن چہروں والے، دین اسلام کے مددگار اور دشمنوں پر جھپٹنے والے شیر دل صحابہ کرام پر، تابعین عظام اور تاقیامت نیکی میں ان کے نقش قدم پر چلنے والوں پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور ابدی سلامتی ہو۔

حمد وثناء کے بعد!

اے لوگو! میں خود کو اور تمہیں اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں۔ لہٰذا تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ الٰہی کی توفیق ملنے کی کچھ علامات ہیں۔ مثلاً اطاعت کا آسان ہو جانا، سنت نبوی کی اتباع نصیب ہونا، عمدہ اخلاق اپنانا، صدقہ و خیرات کرنا، وقت کی حفاظت کرنا، مسلمانوں کے معاملات کا اہتمام کرنااور نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھنا۔

مومن شخص اپنے بھائی کا آئینہ ہوتاہے۔ ہر شخص کے مقدر میں جو لکھاہے، اسی کے مطابق اس کے کام آسان ہوجاتے ہیں۔ جو شخص اپنے رب سے خیر وبرکت طلب کرنے

کیلئے استخارہ کر لے اور اپنے مخلص دوست سے مشورہ بھی لے لے اور پھر بھرپور محنت کرے تو اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب اس پر کچھ ملامت نہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔“ (سورۃ النحل:97)

برادرانِ اسلام!

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ چھوٹا سا ایک واقعہ یا جھوٹی خبر، یا مشکوک بات یا سچ اور جھوٹ میں بٹی ہوئی ایک خبر کو فتنہ پرور لوگ کس طرح بریکنگ نیوز اور ہیڈلائن بنا کر پیش کرتے ہیں۔ یکایک ریڈیو اور ٹیلی ویژن سکرینیں اس خبر سے جگمگانے لگتی ہیں۔ اسی خبر پر ٹاک شوز اور سمینارز منعقد کیے جاتے ہیں۔ مختلف زاویوں سے اس کی تصویر کشی کی جانے لگتی ہے، کالم نگار اس پر اپنے قلم کی جولانیاں دکھاتے ہیں۔ فیس بک اور ٹویٹر پر پیغام رسانی کی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اسے زمانے بھر کا شاہکار بنا دیا جاتا ہے یا اسے بہت بڑی مصیبت اور مشکل کے طور پر بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ اس سارے عمل میں نہ خبر کی تصدیق کی جاتی ہے، نہ اس کی تحقیق کی جاتی ہے اور نہ تصحیح کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔

پھر جب غبار چھٹتا ہے اور حقیقت حال آشکارا ہوتی ہے تو یہ بے بنیاد خبر ہوا ہو کے رہ جاتی ہے۔ کہیں سے اس کی تصدیق نہیں ہو پاتی۔

یہ کام صرف لوگوں کو مضطرب کرنے کیلئے، ہمتوں کو پست کرنے اور امت کو اس کے مفاد سے ہٹانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کو خوفزدہ، گمراہ، پریشان اور برباد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بندگانِ الٰہی!

تمہارا کیا خیال ہے، یہ کون کرتا ہے؟ ان جھوٹی افواہوں کا گناہ کسے ہو گا؟

بلاشبہ افواہ ساز اور فتنہ باز لوگ ہیں۔ جو بے چینی اور اضطراب کو ہوا دیتے ہیں۔ بے قراری اور بے سکونی پھیلاتے ہیں۔ ہر وہ خبر نشر کرتے ہیں جو مسلمانوں کو گرا دے اور پست بنادے۔ یہ لوگ انجام کار اور اس کے برے اثرات سے بے پرواہو کر، حقائق کو جانے بغیر عوامی مسائل پر رائے زنی کرتے ہیں۔

عزیز بھائیو!

افواہ سازی میں گفتگو اور نصوص کو سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کیا جاتا ہے۔ پھر اس پر ایسی حاشیہ آرائی کی جاتی ہے کہ جو ناجائز اور غلط ہوتی ہے۔ گفتگو اس حاشیہ نویسی کی متحمل نہیں ہوتی اور نہ کہنے والے کی طرف اس کی نسبت کرنا ہی درست ہوتا ہے۔

افواہ سازی اور مایوسی پھیلانے سے عزائم کمزور ہوتے ہیں، ہمتیں پست ہو جاتی ہیں۔ قوتیں ٹوٹ جاتی ہیں، طاقت کمزور پڑتی ہے، امکانات اور تخمینے مشکوک ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی نظروں میں دشمن زور آور ہو جاتا ہے، اور ایسے قصے، واقعات اور حادثات گھڑے جاتے ہیں جن کا مقصد مسلمانوں میں ناکامی، نامرادی اور مایوسی پھیلانا ہوتا ہے۔

افواہ سازی سے معاشرہ ایسے نظر آتا ہے جیسے وہ مکمل فاسد ہو چکا ہو اور اس میں کوئی خیر و بھلائی باقی نہ ہو۔ لوگ صرف فسادیوں اور گمراہوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اور سننے والا سمجھتا ہے کہ حق پر قائم اور نیک لوگ نہایت کم ہیں۔ افواہ ساز نیک اور اصلاح پسندوں کو مایوس کرنے کی کوشش کرتے ہیں، گویا کہ نیک لوگ اپنا راستہ ہی نہ جانتے ہوں، مصلحین کو سیدھی راہ نہ ملتی ہو۔ یہ لوگ غلطیوں اور خطاؤں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ بلند مرتبہ شخص کو گرانے اور پست مقام کو اعلیٰ مقام دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ چھوٹے کو بڑا اور بڑے کو چھوٹے بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ علمائے کرام سے علم حاصل کرنے سے روکتے ہیں۔ وہ تبدیلیاں کرتے ہیں، لوگوں پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور حکمرانوں کے خلاف جرأت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہمتوں کو کچل دیتے اور ایجادات کو

دفن کرتے ہیں۔ کامیاب لوگوں کے مقام و مرتبے کو کم کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اہل خیر کی کوئی حیثیت نہیں، اور اہل باطل ان کے نزدیک زمام کار سنبھالنے والے ہیں۔ اس طرح وہ اہل فضل کا اعتماد خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور نیک اور مصلح لوگوں کی پیروی سے روکتے ہیں۔

یہ لوگ دینی امور، سیاسی حالات، اقتصادی معاملات، امن و امان کے واقعات پھر، اجتماعی، تربیتی اور تعلیمی تمام قسم کے معاملات میں مداخلت کی کوشش کرتے ہیں۔

دشمنانِ اسلام کو خوب بڑھا کر پیش کرتے ہیں، ان کی عالمی قوت اور اسلحے کے انبار وں کو موضوع گفتگو بناتے ہیں، انہیں بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور اپنوں کو گراتے ہیں۔ وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر دشمنانِ اسلام کے قافلے میں نہایت ذلیل ورسوا ہو کر شامل ہو جاتے ہیں۔

بلاشبہ اسلامی ممالک کے عسکری اتحاد، عاصفۃ الحزم اور دیگر اتحادوں سے مسلمانوں کے سر بلند ہوئے ہیں۔ اس سے جھوٹے دعوے دم توڑ گئے ہیں، مسلمانوں کا راستہ روشن اور دشمنان کا راستہ اندھیرا ہوا ہے۔

برادرانِ اسلام!

افواہ سازوں کا طریقہ رکاوٹیں ڈالنا، مایوس کرنا اور فتنہ پھیلانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

”اللہ تم میں سے اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو (جنگ کے کام میں) رکاوٹیں ڈالنے والے ہیں، جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ آؤ ہماری طرف جو لڑائی میں حصہ لیتے بھی ہیں تو بس نام گنانے کو۔“ (سورۃ الاحزاب:18)

نیز فرمایا:

”اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہارے اندر خرابی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے وہ تمہارے درمیان فتنہ پردازی کے لیے دوڑ دھوپ کرتے، اور تمہارے گروہ کا حال یہ

ہے کہ ابھی اُس میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو اُن کی باتیں کان لگا کر سنتے ہیں، اللہ اِن ظالموں کو خوب جانتا ہے۔"(سورۃ التوبہ:47)

افواہ سازی منافقوں کا راستہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اگر منافقین، اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے، اور وہ جو مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ہیں، اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم ان کے خلاف کاروائی کرنے کے لیے تمہیں اُٹھا کھڑا کریں گے، پھر وہ اس شہر میں مشکل ہی سے تمہارے ساتھ رہ سکیں گے۔"(سورۃ الاحزاب:60)

افواہ ساز ہمیشہ بیماری اور کمزوری کا تذکرہ کرتا ہے، وہ ہمیشہ دوا اور علاج سے چشم پوشی کرتا ہے۔ وہ فضائل کو نظر انداز کر کے عیب نمایاں کرتا ہے۔ منفی چیزیں اس کا ہدف اور مثبت چیزوں وہ سے کنارہ کش ہو رہتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب برائیاں ہی برائیاں نمایاں ہو جاتی ہیں تو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے معاشرے کا امتیازی نشان یہی برائیاں ہیں اور قوم کا زیادہ تر حصہ اسی میں مبتلا ہے۔ افواہ سازی کے ذریعے گمراہی اور مایوسی پھیلائی جاتی ہے اور انجام کار میں یہ امت اسلامیہ کے خلاف بہت بڑی دشمنی اور اہل حق پر بہت بڑا ظلم ہوتا ہے۔

افواہ سازی کے میدان بڑے وسیع ہیں۔ اخبارات، رسائل، ملازمت کے مقامات، مسجد، مدرسہ، اجتماعی مقامات وغیرہ۔ ان میں جھوٹی خبریں پھیلائی جاتی ہیں اور حادثات کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ انہیں جلی حروف اور مکروہ تصویروں میں واضح کیا جاتا ہے، مضحکہ خیز اسلوب اختیار کیے جاتے ہیں۔ حق و باطل کو خلط ملط کیا جاتا ہے۔ حاشیہ آرائی اور جھوٹی خبر کو بار بار پیش کر کے قوم کو ہنسایا جاتا ہے۔ وہ جسے چاہتے ہیں بڑھا چڑھا کر اور جسے چاہتے ہیں گھٹا دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں سوشل میڈیا کا کردار سب سے زیادہ مجرمانہ ہے۔ یہ ادارے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ جھوٹ کی نشر واشاعت میں

بہت تیز رفتار ہیں۔ معمولی حادثات کو بہت بڑا بنا کر، حقائق کو کاٹ کر پیش کرتے ہیں۔ اور ایک چیز کو بار بار پیش کرتے ہیں۔

بندگانِ الٰہی!

اہل علم نے افواہ سازی کو حرام قرار دیا ہے۔ اس لیے افواہ سازی سے بچنا ضروری ہے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ افواہ سازی حرام ہے کیونکہ اس سے اہل ایمان کو اذیت ہوتی ہے۔ بلکہ بعض علماء نے اسے کبیرہ گناہ شمار کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹی افواہیں پھیلانے والوں پر قرآن مجید میں لعنت کی ہے اور انہیں منافقوں کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھاڑ ہوگی۔ جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بُری طرح مارے جائیں گے۔"(سورۃ الاحزاب:61)

اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ان افواہ سازوں کو مدینہ سے نکال دیں اور ان سے جنگ لڑیں۔ افواہ سازی کی حرمت فتنے اور دشمن کے غلبے کے دور میں مزید سخت ہو جاتی ہے کیونکہ افواہ سازی سے لوگوں میں فتنہ وفساد پھیلے گا، وہ کمزور اور پست ہمت ہو جائیں گے اور وہ انتشار وافتراق کا شکار ہو جائیں گے۔

ہو گا یہ کہ افواہ سازوں کے بعد ان کے جاسوس آ جائیں گے وہ مجلسوں کو خوب گرمائیں گے۔ وہ فتنہ والی باتوں کو بار بار دہرائیں گے۔ افواہیں پھیلائیں گے اور ہر چھوٹے بڑے معاشرے کو خراب کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ابھی اُس میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو اُن کی باتیں کان لگا کر سنتے ہیں۔"(سورۃ التوبہ:47)

نیز فرمایا:"تم دیکھتے ہو کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ اُنہی میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں۔"(سورۃ المائدہ:52)

وہ حادثات کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں اور حالات حاضرہ کو غلط شکل میں پیش کرتے ہیں بلکہ بعض دفعہ وہ تاریخ کو مسخ کرتے ہیں۔ یہ لوگ برباد کنویں کو شاندار محل بنا کر پیش کرتے ہیں اور بلا علم و خبر باتیں بناتے ہیں۔

فیس بک اور ٹویٹر کے کتنے ہی مسکین شائقین انہی افواہ سازوں اور مایوس کرنے والوں کے طریقے پر چل نکلتے ہیں۔ وہ سادہ لوح اور ناواقف ہوتے ہیں۔ وہ ان مایوسی پھیلانے والے جھوٹوں کی باتیں سنتے ہیں اور ان کے فتنے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ انہی کے کلمات کو دہراتے اور نشر کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح ان افواہ سازوں اور ان کے پیروکاروں کی اجتماعی کارروائیوں سے امت کے لیے مصائب و مشکلات اور دشمنانِ اسلام کے لیے مدد و حمایت کا ایسا سامان مہیا ہوتا ہے جس کا انکار ممکن ہی نہیں۔

برادرانِ اسلام!

ان افواہ سازوں کے کچھ مقاصد اور آرزوئیں ہیں۔ یہ فکری دہشت گردی پھیلانا اور نفسیاتی جنگ لڑنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کے عزائم کو کمزور اور غیرت مند اہل حق کو دکھ اور تکلیف میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ جو اپنے دین، وطن اور امت کے فائدے اور مفاد کی کوششیں کرتے ہیں۔ یہ لوگوں میں فتنہ اور اضطراب پھیلانا چاہتے ہیں، یہ اہل فضل اور مقام و مرتبہ کے حامل لوگوں کا اعتماد خراب کرنا چاہتے ہیں۔ ان پر طعن و تشنیع کرکے ان کی اقتداء سے روکنا چاہتے ہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ کچھ غافل بغیر سوچے سمجھے، بغیر غور و فکر کیے خبریں اور حادثات آگے منتقل کرتے چلے جاتے ہیں، انہیں انجام، مقاصد اور لوگوں کے مفاد کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی، وہ غیر مناسب دوڑ میں شریک ہو جاتے ہیں۔ بلکہ کبھی دوسروں سے نفرت و دشمنی کی بنا پر، اس کی شہرت خراب کرنے اور اسے نیچا دکھانے کے لیے امن و امان اور اعتماد کو برباد کرنے کیلئے یہ کام کرتے ہیں۔

لہٰذا آپ دیکھیں گے افواہ سازی کے ساتھ ہی بدامنی، انتشار وافتراق آتا جائے گا اور امن وسکون ختم ہوتا جائے گا۔ آپ ہر افواہ ساز کو بے چین اور دکھی بھی پائیں گے، وہ بدگمان، کم ہمت دائمی شکوے کرنے والا، منہ بسورنے والا، اکتاہٹ کا شکار بھی ہوگا۔ امید اس کے نزدیک نامرادی ہوتی ہے اور کسی کام کی تکمیل کو بھی یہ غلطی شمار کرتا ہے۔ وہ صرف تشدد اور شر ہی کا طلبگار ہوتا ہے۔

وہ لوگوں کے چہروں پر خوشی اور خیر وبھلائی دیکھنے سے اندھا ہو جاتا ہے۔

یہ نفسیاتی بیماری ہے، اخلاقی گراوٹ ہے، بلکہ اپنی ذمے داری سے فرار کی کوشش ہے۔ اپنے برے کردار کو روا رکھنے، اپنے من کو خوش کرنے اور اپنے طریقہ کار کو درست گردانںے کی کوشش ہے۔

برادرانِ اسلام!

یہ افواہ ساز اور مایوسی پھیلانے والے اپنی جانوں ہی کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ انہوں نے خود کو نیکی اور بھلائی کا کام کرنے سے محروم کر رکھا ہے۔ یہ اپنے رب کی رضا والے کام کرنے، امت کی مدد اور اس کی بلندی کیلئے کوششیں کرنے، امت کی ہمت کو بلند کرنے اور اس کی مدد کرنے سے عاجز ہیں۔ غالباً بڑے افواہ ساز دشمنانِ اسلام اور منافق ہی ہیں۔

پھر ان کے بعد سادہ لوح عوام ہیں۔ بد قسمتی سے یہ ہمارے ہم وطن ہیں۔ یہ داخلی، خارجی اور کمزور پوائنٹس سے بخوبی واقف ہیں۔ پھر ان کے ساتھ جاہل عوام بھی ہیں۔

بعد ازاں!

اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔ غیرت مند اہل اسلام کو اس خطرے کو سمجھنا چاہیے۔ اس کے بہت بڑے گناہ اور برے اثرات کو سمجھنا چاہیے۔ لہٰذا انہیں خبریں سنتے اور نقل کرتے وقت خوب غور وفکر کرنا چاہیے۔ انہیں گفتگو میں مبالغے اور خیالی تصورات سے

بچنا چاہیے کیونکہ مسلمان ایک ہی خندق میں اور ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ یقیناً اہل ایمان کو ان کے مخالف اور دشمن کچھ نقصان نہ دے سکیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”تمہارا بھلا ہوتا ہے تو ان کو برا معلوم ہوتا ہے، اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں مگر ان کی کوئی تدبیر تمہارے خلاف کارگر نہیں ہوسکتی بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اُس پر حاوی ہے۔“

(سورۃ آل عمران:120)

اے اللہ کے بندے! خبردار! افواہ ساز یا افواہ کا شکار بننے سے بچنا۔ کتنا ہی اچھا ہو کہ تم اپنے کانوں پر چھلنی لگا لو تاکہ بری اور بھلی آوازوں میں تمیز کر سکو۔ افواہ سازوں اور مایوسی پھیلانے والوں کی خبروں سے بچ سکو۔ عمدہ بات سنو اور اس کی پیروی کرو۔

خبردار! اپنی قوم کو مایوس کرنے والا مت بننا۔ شعوری یا غیر شعوری طور پر دشمنانِ اسلام کا دست و بازو مت بننا۔

ہر قلم کار، فیس بک کے پیج اور ویب سائٹ کے مالک کو جان لینا چاہیے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونا ہے۔ اسے لکھے جانے والے ہر حرف اور ہر لفظ کا جواب دینا ہے۔ ہر تصویر جو اس نے شیئر کی اس کا جواب دہ ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور حلم کی ایک خوبصورت شکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے موقعوں پر اہل حق اور اہل علم و ایمان کو ثابت قدمی عطا کرتا ہے۔ ان کے دل غمگین ہوتے ہیں۔ اگر وہ ان افواہوں پر غمگین اور دکھی ہوتے ہیں۔ دینی غیرت انہیں پریشان کرتی ہے، وہ باطل پر کڑھتے ہیں تو اللہ انہیں ایسے درجات عطا کرتا ہے جو بکثرت صوم و صلوٰۃ سے بھی نہیں مل سکتے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اگر منافقین، اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے، اور وہ جو مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ہیں، اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم ان کے خلاف کاروائی

کرنے کے لیے تمہیں اُٹھا کھڑا کریں گے، پھر وہ اس شہر میں مشکل ہی سے تمہارے ساتھ رہ سکیں گے ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھاڑ ہو گی، جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بُری طرح مارے جائیں گے یہ اللہ کی سنت ہے جو ایسے لوگوں کے معاملے میں پہلے سے چلی آ رہی ہے، اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔"(سورۃ الاحزاب:60-62)

اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں اپنی کتاب کی ہدایت سے نفع دے اور اپنے نبی محمد (ﷺ) کی سنت سے فائدہ پہنچائے۔ میں انہی کلمات پر بات ختم کرتا ہوں۔

میں اپنے لیے، تمہارے لیے اور تمام مسلمانوں کیلئے اللہ سے تمام گناہوں کی بخشش مانگتاہوں۔ تم بھی اس سے توبہ کرو، یقیناً وہ بڑا ہی بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

ہدایت عطا فرمانے پر ساری تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ طرح طرح کی لاتعداد نعمتوں سے نوازنے پر اس اللہ کا بے حد شکر ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں یہ بھی گواہی ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے تمام دنیاوالوں پر رحم فرمایا ہے۔ اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور سلامتیاں نازل ہوں آپ ﷺ پر، آپ کی سردار آل اور پاکیزہ اولاد پر، معزز صحابہ کرام پر، تابعین پر اور اس دنیا کے نظام کے خاتمے تک تمام ان کے نقش قدم پر چلنے والوں پر، ان کی اتباع کرنے والوں پر اور ان کی سنتوں پر عمل کرنے والوں پر۔

بعد ازاں! اے مسلمانو!

ملک کو ہلا کر رکھ دینے والی اور افراتفری پھیلا دینے والی خبریں پھیلانے والوں میں کچھ نیک سیرت، سچے اور غیرت مند بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ اپنے تئیں وہ ایسی خبریں پھیلا کر بھلائی، اصلاح اور نیکی کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح لوگوں کو برائیوں سے خبردار کیا جاسکتا ہے اور ان میں آگاہی پھیلائی جاسکتی ہے، لیکن در حقیقت انہوں نے بھلے اور برے نتائج کا تقابل نہیں کیا ہوتا اور مثبت اور منفی پہلوؤں پر غور ہی نہیں کیا ہوتا۔

اس میں کیا شک ہے کہ ایسی افواہیں لوگوں میں مایوسی پیدا کرتی ہیں۔ ان کے ذریعے سے معاشرے میں فساد برپا ہوتا ہے، اخلاقی بیماریاں پھیلتی ہیں، لوگوں کے حوصلے پست ہوتے ہیں اور ہمتیں گھٹ کے رہ جاتی ہیں۔

چنانچہ ضرورت اس چیز کی ہے کہ افواہ سازی، نصیحت اور مذمت میں موجود فرق کو مد نظر رکھا جائے۔ نصیحت تو ضرور ہی کرنا چاہیے، برائی کی مذمت بھی ضرور ہونی چاہیے اور بھلائی کا حکم بھی دینا چاہیے کیونکہ یہ اہم ترین شے ہے۔

لیکن یہ تو واضح ہے کہ افواہ سازی لوگوں میں شکست خوردگی پیدا کر کے ان پر مایوسی طاری کر دیتی ہے۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے یہ کہا کہ لوگ برباد ہو گئے، در اصل اسی نے انہیں ہلاک کیا ہوتا ہے۔'' (صحیح مسلم:2625)

مسلمانوں میں شریعت کی مخالفت یا دیگر خرابیوں پر یقیناً انہیں نصیحت کی جاتی ہے اور انہیں خبردار کیا جاتا ہے، تاہم یہ کام ممکنہ حد تک مثبت اور موزوں ترین گفتگو کے ذریعے اور لوگوں کے حالات اور ان کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے حکمت اور بہترین نصیحت سے کیا جانا چاہیے، مریض کی مذمت کے بجائے علاج پر توجہ مرکوز رکھی جانی چاہیے اور تنقید برائے تنقید کے بجائے نفع بخش حل بھی پیش کیے جانے چاہئیں۔

اصلاح کی غرض سے نصیحت کرنے والا پہلے تو بیماری کی تشخیص کرتا ہے تاکہ اس کا علاج ممکن ہو، پھر برائی کو پہچانتا ہے اور کسی شخص میں موجود بھلائیوں اور برائیوں کے تناسب کو بھی مد نظر رکھتا ہے۔

اے مسلمانو!

افواہ سازی اور افواہ سازوں کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کو پریشان کرنا چاہیے ہیں، کسی بھی بات کو لے کر مسلمانوں میں انتشار اور افراتفری پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ہمارے اسلام کے اس حسین تعلق کو نشانہ بناتے ہیں کہ جس سے بڑھ کر کوئی تعلق نہیں اور وہ اسلامی بھائی چارہ پر حملہ کرتے ہیں کہ جس سے بڑھ کر کوئی جوڑنے والی چیز نہیں ہے۔

ایسا کام وہ بطور خاص اس وقت کرتے ہیں کہ جب مسلمان حج، عمرہ اور زیارت کرنے کے لیے مقدس مقامات کا رخ کرتے ہیں اور تمام اختلافات کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنی وحدت اور یک جہتی کا مظاہرہ کر رہے ہوتے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

”ان مقرر مہینوں میں جو حج کی نیت کرے، اُسے خبر دار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بد عملی اور کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو۔“

(سورۃ البقرۃ:197)

جب مسلمان ان مقامات کا رخ کرتے ہیں تو وہ اس یقین کے ساتھ آتے ہیں کہ ان پاکیزہ مقامات پر اختلاف اور انتقام قطعی درست نہیں ہوسکتے، تاہم دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلنے والے یہ افواہ ساز حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کی توجہ ان مسائل سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں جو انہیں اپنے اپنے ملکوں میں درپیش ہیں۔ پھر وہ افواہوں کے ذریعے مقامات عبادت، اجتماعات اسلام اور مشاعر مقدسہ کو اپنے بدترین مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں حد درجہ شور وغل

مچایا جائے اور لوگوں میں افراتفری پیدا کی جائے تاکہ لوگوں میں لڑائیوں اور فرقہ واریت کو فروغ ملے اور فتنے پھیل جائیں۔

مسلمانو!

مظاہروں، مارچوں اور اجتماعات میں ایسے نعرے، ایسے جملے اور ایسے الفاظ بولنا کہ جن کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور ان کے ذریعے مسلمانوں کو بدنظمی کی طرف گھسیٹنا تو سیدھا سیدھا شعائر مقدسہ کے مقاصد پر حملہ ہے۔ یہ مہمانان خدا کو امن وامان سے محروم کرنے کی مذموم سازش ہے۔ یہ عبادت گاہوں کا سکون ختم کرنے کی کوشش ہے اور مقامات مقدسہ کی حرمت پامال کرنے کی کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے کاموں کی نہ تو قرآن کریم میں اجازت دی ہے اور نہ اللہ کے رسول ﷺ نے سنت مطہرہ میں دی ہے، نہ کسی ثقہ عالم نے اس کا فتویٰ دیا ہے اور نہ کسی عالم نے آج تک ایسا کام ہی کیا ہے۔

حرمین شریفین کی خدمت، حفاظت اور نگہداشت کرنے والی سعودی حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ کسی بھی فرد یا ادارے کو مقدسات اسلامیہ کا ماحول خراب کرنے یا حاجیوں کے امن وامان سے کھیلنے کی اجازت نہ دی جائے۔

سعودی عرب اپنے عوام، اللہ کے گھر کے زائرین، معتکفین اور باہر سے آنے والے لوگوں کی حفاظت کے لیے سخت رویے اپنانے اور بڑے قدم اٹھانے کے لیے تیار ہے کیونکہ ان لوگوں کی حفاظت اس کی ذمہ داری ہے اور وہ ذمہ داری بہترین انداز میں نبھا رہی ہے۔

یقیناً خادم حرمین شریفین، اس کے نائب، حکومتی افسر اور تمام متعلقہ افراد حرمین شریفین اور حرمین شریفین کے حاجیوں کی خدمت کے لیے اپنی خاص وعام چیز داؤ پر لگانے کے لیے تیار ہیں تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو اور ان پر واجب ذمہ داری ادا ہو سکے۔ اس کا عملی مظاہرہ یہ ہے کہ سعودی حکومت نے اللہ کے مہمانوں کی خدمت

کے لیے ایسے بڑے پراجیکٹ شروع کر رکھے ہیں، جن میں سے بہت سے مکمل بھی ہو چکے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر ہر مسلمان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں اور جنہیں ہر حاجی با آسانی دیکھ سکتا ہے۔ ان شاء اللہ ابھی اس سے،، بہت زیادہ کچھ دیکھنے کو ملنے والا ہے۔

سنو! اللہ آپ پر رحم فرمائے! اللہ سے ڈرتے رہو۔ باہمی مدد اور رواداری کا مظاہرہ کرو۔ اخلاص کے ساتھ بھلائی کی نصیحت کرتے رہو۔ رحم کی تلقین کرتے رہو۔ مسلمانوں کو اختلاف اور بری افواہوں سے بچانے کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کرو۔ امت اسلامیہ کو عزت دینے والے، مسلمانوں کے دین کی حفاظت کرنے والے اور اسلامی ممالک میں امن وامان قائم رکھنے والے کام سرانجام دو۔

میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ نبی مصطفیٰ، رسول مجتبیٰ ﷺ پر درود وسلام بھیج کر اپنے رب کی اور رسول اکرم ﷺ کی قربت حاصل کرو کیونکہ درود پڑھنا در اصل اللہ کی حکم کی تعمیل ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا موجب ہے۔

درود کے ذریعے درجات بلند ہوتے ہیں، خطائیں معاف ہو جاتی ہیں، نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، دعائیں قبول ہوتی ہیں اور مسلمانوں کے دکھ اور پریشانیاں کافور ہو جاتی ہیں۔

درود کے ذریعے پاکیزگی اور طہارت نصیب ہوتی ہے، جنت کا راستہ نظر آتا ہے، پل صراط پر نور ہو جاتا ہے، قدم جم جاتے ہیں، اللہ کی خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے، اللہ کی رحمت مل جاتی ہے اور رسول ﷺ کی محبت لازم ہو جاتی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

”اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو۔“ (سورۃ الاحزاب:56)

2

ہماری جنگی اخلاقیات

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن عبد اللہ بن حمید حفظہ اللہ

28 ذو القعدۃ 1434ھ بمطابق 04 اکتوبر 2013ء

7

پہلا خطبہ

ہر طرح کی حمد و ستائش اللہ کیلئے ہے۔ ہمارا پروردگار صاحبِ برکت اور بلندی والا ہے۔ اس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے جس نے مخلوق کے حالات کو اونچا نیچا کرنے اور بلدنے کی تقدیریں بنائیں، میں اس کے عطا کردہ انعامات پر اس کا ثناخواں ہوں اور اس نے اپنے فضل و کرم اور احسان سے جو کچھ عطا کیا، اس پر اس کا شکر گزار ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ایسی خالص گواہی جو کہنے والے کیلئے دنیا و آخرت اور حال و مستقبل میں کار آمد ہو۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور ہمارے سردار محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اندھی آنکھوں، بند دلوں اور بہرے کانوں کو بھی کھول دیا اور گمراہوں کو ہدایت بخشی۔ اللہ آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی طیب و طاہر آل پر، آپ ﷺ کی ازواج یعنی امہات المومنین پر، آپ ﷺ کے روشن پیشانیوں والے، راست گفتار اور نیکی شعار صحابہ کرام پر، تابعین پر اور تا قیامت ان کی پیروی کرنے والے تمام لوگوں پر رحمتوں، برکتوں اور تسلسل کے ساتھ جاری رہنے والی بے پناہ سلامتی نازل فرمائے۔

حمد و ثناء کے بعد!

لوگو! میں تمہیں اور خود کو اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں، چنانچہ اللہ کا تقویٰ اپناؤ، تم پر اللہ کی رحمت ہو گی۔ جو شخص دنیا کو پہچان لیتا ہے، وہ اس کی آسانی سے خوش اور اس کی آزمائش سے غمزدہ نہیں ہوتا، جو شخص حالات کی مسلسل گردش میں آجائے وہ ہلاک ہو جاتا ہے، اسے ہلاک کر ڈالتی ہے اور جس شخص کو موت کے حوالے کر دیا جائے، وہ اس کے ہاتھوں فنا کے گھاٹ، اتر جاتا ہے۔ گزرتی گھڑیاں عمر میں مسلسل کمی کر

رہی ہیں۔ صحت مختلف آفتوں کا ہدف ہے، بندے کو ایک دن گزار کر ہی اگلے دن کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے اور سب سے بڑی مصیبت امید کا ٹوٹ جانا ہے۔

چنانچہ اے رحمتِ الٰہی کے آرزومندو!

اس دن کیلئے تیاری کر رکھو جس میں تمہیں اللہ کی جانب لوٹنا ہے، اللہ کی پکڑ سے بچنے کیلئے بھی بس اسی کی پناہ کام آتی ہے۔ کس قدر خوش بخت ہیں وہ آنکھیں جو معرفت حاصل کر کے چھلک پڑیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

"آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتشِ دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے رہی یہ دنیا، تو یہ محض ایک ظاہری فریب چیز ہے۔" (سورۃ آل عمران:185)

اے مسلمانو! اے بیت اللہ کے حاجیو!

اسبابِ راحت کی فراوانی کے باوجود انسانیت درد سے دوچار ہے، قومیں آگہی کی ٹیکنالوجی کے باوجود معرضِ ہلاکت میں پڑی ہیں اور اتحاد و یگانگی کے ذرائع کی کثرت کے باوجود ممالک بکھرے ہوئے ہیں۔

آج انسانیت اس بات کی شدید ضرورت مند ہے کہ باہمی محبت، رحمت اور عفو و درگزر کا راستہ اپنائے۔ آج کی دنیا کو اپنے بیشتر دائروں، زاویوں اور معاملات میں بے رحمی کا سامنا ہے۔ سختی، سنگدلی اور ظلم و جور جیسی صفات موجودہ زندگی کی نمایاں ترین علامتیں بن چکی ہیں۔

اے برادرانِ ایمان!

اگرچہ یہ صورت حال بہت سارے سیاسی لیڈروں، ماہرینِ اقتصادیات، جنگی سپہ سالاروں اور زندگی کے دیگر دائروں میں کام کرنے والے لوگوں کے ہاں حقیقی مشکل اور نہ سلجھنے والا معاملہ ہے کہ وہ اپنے معاملات کو اخلاقی بنیادوں اور انسانی ضابطوں پر استوار

کریں لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ہمارے دین اور ہمارے اسلام کیلئے یہ مشکل کبھی مشکل نہیں رہی۔ بلکہ ہمارے دین کا جوہر، اصل اور بنیادی مقصد ان فرامینِ الٰہیہ سے بخوبی عیاں ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

"اے محمد ﷺ، ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔"(سورۃ الانبیاء:107)

اور فرمایا:

"(اے پیغمبر ﷺ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم اِن لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔"(سورۃ آل عمران:159)

نیز فرمایا:

"میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔"(سورۃ الاعراف:156)

ہمارے دین نے تاریخ میں پیش آنے والے تمام واقعات کا عمدہ، بہترین، منفرد اور خوبصورت طریقے سے سامنا کیا ہے، جس سے باہمی معاملات کے ایسے روشن آداب سامنے آئے ہیں کہ جن کا دوست سے ہی پہلے دشمن نے اعتراف کیا۔ حتی کہ کوئی بھی واقعہ، کوئی بھی مثال، کوئی بھی عمل اور کوئی بھی ردعمل ان بلند پایہ اصولوں اور گراں مایہ آداب سے عاری نہیں ہے۔ خواہ جنگ یا سیاست کے امور ہوں، ظالموں، فاسقوں اور برسرِ جنگ گروہ کے ساتھ معاملہ بندی کی بات ہو یا عورتوں، بچوں اور دیگر شہریوں کے ساتھ برتاؤ کا معاملہ ہو۔

میرے دینی بھائیو! اے رحمن کے مہمانو!

باتیں بہت ساری ہیں لیکن آج کی یہ گفتگو ہمارے دین میں موجود رحم اور عفو ودرگزر کی خوبی سے متعلق ہے، آج اس بات کا تذکرہ ہے کہ جنگی حالات، مخدوش تعلقات اور مسلح جنگوں میں ہم مسلمان کس قدر عمدہ برتاؤ کرتے ہیں۔

اے مستحقینِ رحمت الٰہی!

ہمدردی اور رحم دنیا کے امن و امان، اقوام کی خوش بختی اور لوگوں کے اطمینان کی بنیاد ہے۔ ہمارے دین کی رحم والی صفت کسی جگہ، کسی وقت، کسی دین یا کسی جنس کیلئے خاص نہیں ہے بلکہ یہ بعثتِ محمدی ﷺ سے قیامت تک آنے والی تمام دنیا کیلئے ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

"اے محمد ﷺ! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔" (سورۃ الانبیاء:107)

اے احباب واخوان! اے حُجاج کرام!

صفتِ رحم کا ذکر کرتے وقت جنگ کا تذکرہ ناگزیر ہوتا ہے کیونکہ بعض اوقات رحم کا تقاضا ہوتا ہے کہ لوگوں کو ایسی مصلحتیں اور فائدے پہنچائے جائیں جو ناسمجھی کی وجہ سے عام لوگوں کیلئے ناپسندیدہ اور ان کی طبیعتوں کیلئے بوجھ ہوتے ہیں لیکن یہ رحم کی سب سے اہم صورت ہوتی ہے، مثلاً باپ کے دل میں موجود اپنے بیٹے کیلئے وہ رحم جو اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو علم و ادب سکھائے، خواہ بیٹے کیلئے یہ چیز باعثِ مشقت ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح مریض کے ساتھ کیا جانے والا وہ رحم کہ جب اس کو کڑوی دوا پلائی جاتی ہے۔ بالکل یہی صورتحال اس ناپسندیدہ جنگ کی ہے جس کا حالات و اسباب تقاضا کریں، کیونکہ ایسی جنگ کے احکام، آداب اور اخلاقیات میں بھی صفتِ رحم ہی پوشیدہ ہوتی ہے۔

جی ہاں! ہمارے دین کی رحمت جنگی حالات اور لڑائیوں میں بھی جلوہ گر ہوتی ہے حالانکہ جنگوں کی تباہ کاریاں کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، ان کے نتائج انتہائی ہلاکت خیز اور تباہ کن ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہمارا دین جنگوں کی حوصلہ افزائی کرنے والا دین نہیں ہے اور نہ مسلح لڑائی کا حامی ہے، بلکہ وہ تو حتی المقدور جنگ کو روکتا اور لڑائی کا دروازہ بند کرتا ہے، وہ

جنگ کی جانب نہیں بلاتا اور نہ جلدی سے اس میں کود پڑنے کا حامی ہے بلکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

"تم دشمن سے مڈ بھیڑ کی آرزو مت کرو اور اللہ سے عافیت کے طلبگار رہو۔"

(صحیح بخاری:2966)

اللہ کی کتاب میں جہاں "حرب" یعنی جنگ کا لفظ آیا ہے، وہاں صلح اور سلامتی کا لفظ آیا ہے۔ غور و فکر کرنے والے کیلئے دونوں اعداد میں پائی جانے والی نسبت بہت کچھ سمجھانے کو کافی ہے۔ اسلام میں لڑائی صرف اسی گروہ سے لڑی جاتی ہے جو لڑنے پر تلا ہوا ہو۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"اور اے نبی ﷺ! اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو، یقیناً وہی سننے اور جاننے والا ہے۔ اور اگر وہ دھوکے کی نیت رکھتے ہوں تو تمہارے لیے اللہ کافی ہے وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعہ سے تمہاری تائید کی۔" (سورۃ الانفال:62،61)

اللہ جانتا ہے اور اہل ایمان و انصاف بھی آگاہ ہیں کہ مسلمانوں کی لڑائیاں، جنگیں، جہاد اور غزوات وسرا یا دنیا کے حصول، مال جمع کرنے، برتری کی خواہش یا اپنی ملکیتوں کو توسیع دینے کیلئے نہیں تھیں بلکہ ان تمام کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کی ہدایت کا بندوبست کیا جائے، بندوں کو بندوں کی غلامی سے آزاد کروا کے ایک اللہ کی بندگی میں دیا جائے جو تمام لوگوں کا تنہا پروردگار ہے۔ ظلم کا خاتمہ ہو اور مظلوموں کی دستگیری ہو اور یہ سب کچھ رحمت، عفت، اخلاق اور عمدگی کے اعلیٰ طریقے پر چلتے ہوئے کیا جائے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے اور اس سلسلے میں دوسری قوموں کی جنگوں کے ساتھ موازنہ ایک بڑی دلیل ہے۔

اے احبابِ گرامی! اے حجاجِ بیت اللہ!

جب ہمارے دور میں نرم قوت (Soft Pow) کی اصطلاح عام ہو چکی ہے تو ہم پورے اعتماد، وثوق اور افتخار سے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اسلام کے جنگی قوانین ہی نرم قوت ہیں۔

دورِ نبوت کے سر سری جائزے سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ 23 سال میں سے جنگوں کی اجمالی مدت صرف 5 سال تک محدود ہے، ان سالوں اور جنگوں میں مقتولین کی مجموعی تعداد ایک ہزار اڑتالیس 1048 سے زیادہ نہیں ہے جن میں ایک بھی عام شہری شامل نہیں، بلکہ بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق یہ تعداد چند سو سے متجاوز نہیں ہے۔

اب آپ اس اعداد و شمار کا موازنہ دو سابقہ عالمی جنگوں کے ساتھ کر لیجئے۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم میں مقتولین کی تعداد سترہ ملین ہے، جن میں فوجی اور شہری دونوں شامل ہیں اور دوسری عالمی جنگ میں ساٹھ ملین لوگ مارے گئے، یوں صرف دو جنگوں کے دوران قتل ہونے والوں کی تعداد ستتر (77) ملین یعنی 7 کروڑ 70 لاکھ بنتی ہے اور اس کے بعد کی تعداد کو شمار کرنے والے بھی شمار نہیں کر سکتے۔

یہ اتنا زیادہ فرق کیوں ہے؟ اس لئے کہ ہمارا دین جنگ کو پسند نہیں کرتا، بلکہ حسبِ امکان اس سے اجتناب کرتا ہے اور سوائے اضطراری حالت کے جنگ کا راستہ نہیں اپناتا اور اس میں بھی اس کے مقرر کردہ آداب، شروط اور اخلاق ہیں، ارشادِ ربانی ہے:

”جہاد کی اجازت دے دی گئی اُن لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔“ (سورۃ الحج:39)

مزید فرمایا:

”اور تم اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو، جو تم سے لڑتے ہیں۔“ (سورۃ البقرۃ:190)

پھر فرمایا:

”تم چاہتے تھے کہ کمزور گروہ تمہیں ملے۔“ (سورۃ الانفال:7)

تو بات یہ ہے کہ مسلمان صرف لڑائی پر اتر آنے والوں سے لڑتے ہیں اور پیٹھ پھیر کر جانے والے پر کبھی حملہ نہیں کرتے۔

مسلمانوں کے جہاد میں قوت ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس میں ہمدردی، رحم، عفو و درگزر اور عفت بھی ہے۔ جنگ بھڑک اٹھنے اور لڑائی کے ناگزیر ہو جانے کی صورت میں بھی اسلام چاہتا ہے کہ جنگ کی مدت طویل نہ ہو اور مسلح نبرد آزمائی کو جلد سے جلد انجام تک پہنچایا جائے۔

ارشادِ ربانی ہے:

"پس جب اِن کافروں سے تمہاری مڈ بھیڑ ہو تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو، تب قیدیوں کو مضبوط باندھو، اس کے بعد (تمہیں اختیار ہے) احسان کرو یا فدیے کا معاملہ کر لو، تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔"

(سورۃ محمد:4)

مسلمانوں نے ہمیشہ ہمیشہ ہمدردی کے ساتھ لڑائی کی ہے، عفو و درگزر کو ذریعۂ نصرت بنایا ہے اور سنگدلانہ برابری کی بنیاد پر جواب نہ دینے میں کامیاب رہے ہیں، ہماری جہادی تعلیمات ہیں کہ بد عہدی نہ کرو، خیانت نہ کرو، مُثلہ نہ کرو، بوڑھوں، بچوں اور خانقاہوں میں رہنے والے لوگوں کو قتل نہ کرو اور کوئی درخت نہ اکھاڑو۔

اے حجاجِ کرام! اے اہل اسلام!

ہمارے نبی ﷺ کی شفقت، عفو و درگزر اور ہمدردی کو دیکھو، تمہارا تعجب دو چند ہو جائے گا، بات یہ ہے کہ وہی ہمارے لئے نمونۂ عمل اور اسوہ ہیں۔ آپ ﷺ کو اذیت دینے والے اور آپ ﷺ پر ظلم و زیادتی کرنے والے شخص کے متعلق آپ ﷺ کا عفو و درگزر ملاحظہ کیجئے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آتا ہے کہ ایک بدّو رسول اللہ ﷺ پر تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا جبکہ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے آرام فرما تھے۔ وہ کہنے

لگا کہ اے محمد! تجھے میرے ہاتھوں سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ!" (یہ سن کر) اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی، پھر آپ ﷺ نے بڑھ کر اسے اٹھالیا اور فرمایا: اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ تو بدّو کہنے لگا کہ آپ نرمی کا سلوک فرمائیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں؟ اس نے کہا "نہیں" لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ نہیں لڑوں گا اور نہ ہی اس قوم کی ساتھ دوں گا جو آپ کے ساتھ لڑے۔ آپ ﷺ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ میں لوگوں میں سے ایک بہترین ہستی کے پاس سے ہو کر آرہا ہوں۔ (مسند احمد: 14512، اس واقعہ کا مختصر ذکر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی آتا ہے۔ صحیح بخاری: 2910، صحیح مسلم: 844)

اسی طرح جب آپ ﷺ کو کہا گیا کہ مشرکین کے خلاف بددعا فرمائیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مجھے لعن طعن کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔" (شعب الایمان للبیہقی: 1445)

اسی طرح آپ ﷺ کو کہا گیا کہ "بنو ثقیف کے خلاف بددعا کریں۔" تو آپ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! بنو ثقیف کو ہدایت عطا فرما یوں آپ ﷺ نے ان کیلئے بددعا کی بجائے دعا کی۔ (جامع ترمذی: 3942)

عدل اگرچہ بڑا عظیم درجہ ہے لیکن رحمت اور عفو ودرگزر اس سے بھی بڑا درجہ ہے۔

اللہ کے بندو!

رحمت، عفو و درگزر اور بلند اخلاق کی ایک بہت بڑی مثال یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے منافقین کے نام تک فاش نہیں کئے، چہ جائیکہ آپ ﷺ انہیں قتل کرتے یا سزا دیتے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ کا طرزِ گفتگو نام لینے کے بجائے یوں کہنا تھا کہ

"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟" اسلامی حکومت کی بنیادیں محبت، شفقت، بھائی چارے اور باہمی تعاون پر اٹھائی گئیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

"اس دن کی رسوائی و مصیبت سے بچو، جبکہ تم اللہ کی طرف واپس ہو گے، وہاں ہر شخص کو اس کی کمائی ہوئی نیکی یا بدی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر ظلم ہر گز نہ ہو گا۔"

(سورۃ البقرۃ:281)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو قرآن عظیم سے اور نبی کریم ﷺ کی سیرت سے فائدہ پہنچائے۔ میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ میں اللہ سے اپنے لئے، آپ کیلئے اور تمام مسلمانوں کیلئے ہر گناہ اور خطا سے بخشش کا طلبگار ہوں، تم بھی اسی سے بخشش مانگو، یقیناوہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

ساری تعریفیں رزق عطا کرنے والے اللہ کریم کیلئے ہیں، میں اس کی تعریف و توصیف کرتا ہوں اور اس کا شکر گزار ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، ہر چیز اس کی وحدانیت کی گواہی دے رہی ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور ہمارے نبی محمد ﷺ اللہ کے بندے اور صادق و امین رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، پروردگار پر ایمان لانے والے، پیغمبر ﷺ کی تصدیق کرنے والے اور خواہشات سے تعلق توڑ لینے والے صحابہ کرام پر، تابعین پر اور تا قیامت ان کے نقش قدم پر چلنے والے تمام لوگوں پر اس دن تک رحمتوں، برکتوں اور سلامتی کا نزول جاری رکھے جب تمام مخلوق کو اکٹھا ہونا ہے۔

حمد و ثناء کے بعد:

اے اہل اسلام! اے حجاج بیت اللہ!

ہمارا دین، دینِ رحمت ہے اور ہمارے نبی محمد ﷺ نبیٔ رحمت ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے اور ایک صاحبِ ایمان کیلئے پریشانی کا موجب ہے کہ عصر حاضر کی تہذیب اور ذرائع ابلاغ کی منفی طاقتیں مختلف ویڈیو کلپس میں جب اسے بگاڑ کر پیش کرتی ہیں حالانکہ یہ اہل اسلام کی عادات واطوار اور شریعت کے احکام نہیں ہیں۔ یہ تو ایسے لوگوں کے افعال ہیں جنہیں لڑائی کے مواقع اور جنگی حالات کی کوئی سوجھ بوجھ نہیں ہے۔ پھر ان میں اس قدر شدت اور سختی دکھائی دیتی ہے جو نہ تو ہمارے دین کا حصہ ہے اور نہ لڑائیوں کے بارے میں حضور ﷺ کے ایسے ارشادات ہیں۔ آپ کو نعشوں کا مثلہ اور کٹے ہوئے سر دکھائی دیں گے پھر بعض ویڈیو کلپس میں تو سنگدلی کی انتہاء ہوتی ہے اور پھر اس سارے مواد کو ذرائع ابلاغ پر خوشی کے ساتھ پھیلایا اور نشر بھی کیا جاتا ہے۔

اگرچہ ان مقتولوں میں کچھ واقعی ایسے ہوتے ہیں جو قتل کیے جانے کے مستحق ہوتے ہیں لیکن ہمارے دین میں مثلہ کرنے یا میت پر غصے کا اظہار کرنے کی کوئی اجازت نہیں۔ یہ سنگدلی اور شقاوت کے ایسے مظاہر ہیں جن کے اثرات انتہائی خطرناک ہیں اور یہ نوجوانوں، ناپختہ ذہن کے لوگوں اور فہم سے عاری افراد کے چال چلن اور تربیت پر انتہائی برے اثرات چھوڑتے ہیں۔

احباب گرامی!

ہمارے دین کی رو سے کوئی بدبخت ہی رحم اور ہمدردی کے جذبے سے محروم ہو سکتا ہے۔ جذبۂ رحم دل کی رقت کا نام ہے جیسا کہ اہل علم کا کہنا ہے کہ "دل کی رقت ایمان کی علامت ہے"۔ چنانچہ جو شخص رحمت کا طلبگار ہو، اسے چاہئے کہ لوگوں کے ساتھ نرمی اپنائے، اللہ کے بندوں سے حسن سلوک کرے، کیونکہ اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

"رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔" (جامع ترمذی:1924، سنن ابی داؤد:4941)

امام قُرطُبیؒ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”آپ ﷺ نے عموم کا لفظ استعمال کیا تاکہ مخلوق کی تمام اصناف اس میں آجائیں خواہ نیک ہو یا گناہ گار، بولنے والا ہو یا بے زبان، جنگلی درندے ہوں یا پرندے۔

اس لئے اے رحمت الٰہی کے آرزومندو!

اللہ سے ڈرو، اہل ایمان کی شان ایک دوسرے کو ہمدردی کی تلقین کرنا ہے، اگر صبر انسانی نفوس کو لگام دیتا ہے۔ باہمی رحم میں انسانوں اور ملکوں کی صلاح ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

”پھر (اس کے ساتھ یہ کہ) آدمی اُن لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (خلق خدا پر) رحم کی تلقین کی، یہ لوگ ہیں دائیں بازو والے۔“(سورۃ البلد:17-18)

تحفے میں ملی ہوئی رحمت و نعمت یعنی اپنے نبی محمد ﷺ پر درود و سلام پڑھو۔ تمہارے پروردگار نے اپنی کتاب میں تمہیں اس کا حکم دیتے ہوئے نہایت عمدہ بات ارشاد فرمائی:

”اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔“(سورۃ الاحزاب:56)

3

کرب اور
بے چینیوں کا علاج

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید حفظہ اللہ

29 جمادی اولی 1436ھ بمطابق 20 مارچ 2015ء

8

پہلا خطبہ

ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو اپنی عظمت، کبریائی اور بادشاہت میں بلند ہے اور عزت و سربلندی اور بزرگی میں تنہا ہے، اس نے ہم پر بے پایاں فضل و کرم اور نعمتیں برسائی ہیں۔ میں اسی کا ثناخواں اور شکر گزار ہوں اور اس سے مزید فضل اور نعمتیں مانگتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، یہ ایسی گواہی ہے جس کے ذریعے میں اس کی ملاقات والے دن کامیابی کی امید کرتا ہوں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور نبی محمد ﷺ اللہ کے بندے اور پیغمبر ہیں جو اس کے افضل ترین رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ بے پایاں رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل کرے آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل، صحابہ اور دوستوں پر، تابعین پر اور ہر اس شخص پر جو ان کے نقش قدم پر چلے۔

حمد و ثناء کے بعد

لوگو! میں تمھیں اور اپنے آپ کو اللہ سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ اللہ تم پر رحم فرمائے، اس سے ڈرتے رہو، اس سے اپنی بساط کے مطابق ڈرتے رہو، اس کی تم پر اتنی نعمتیں اور کرم ہے کہ تم اس کے شکر سے عاجز ہو اور اس نے ایک ڈرانے والا تمہارے پاس بھیجا ہے جس نے، اگر تم سنتے ہو تو، ڈرانے کا حق ادا کیا ہے۔

اس لیے اللہ سے ڈرو، اس کا ڈر ہی بہترین محافظ ہے اور اسی میں مقابلہ اور دوڑ ہونی چاہیے۔ یاد رکھو! ہر شے کی مدت مقرر ہے ہر غائب چیز کو پلٹنا ہے اور ہر عمل کی جزاء اور ثواب ہے، تم اپنے پروردگار کی طرف رواں دواں ہو اور اگلے لوگوں کی راہ پر چلتے جا رہے ہو اور جلد ہی اس ذات پر پیش کیے جانے والے ہو جس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”لوگوں کے لیے ان کا حساب بہت قریب آگیا اور وہ بڑی غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔“(سورۃ الانبیاء:1)

اے اہلِ اسلام! اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو ایک جان سے پیدا کیا ہے۔ فرمایا:

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا۔“(سورۃ النساء:1)

ایک جان اللہ کی حکمت اور قدرت کے تحت کئی ایک اوصاف حاصل کرتی ہے، بہت سی عادتیں اپناتی ہے اور بہت سی کیفیتوں میں زندگی گزارتی ہے جو ہمیشہ شہوات و شبہات اور محبوبات و مکروہات سے متاثر ہوتی رہتی ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

”اور نفسِ انسانی کی اور اُس ذات کی قسم جس نے اُسے ہموار کیا۔ پھر اُس کی بدی اور اُس کی پرہیز گاری اس پر الہام کر دی، یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اُس کو دبا دیا۔“(سورۃ الشمس:7-10)

اور فرمایا: ”کیا ہم نے اُسے دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے؟ اور دونوں نمایاں راستے اُسے (نہیں) دکھا دیے؟“(سورۃ البلد:8-10)

اے بندگانِ الٰہی!

قرآن کریم نے اس انسانی جان کو بے پناہ اہمیت دی ہے کیونکہ انسان ہی پابندی کا ہدف ہے اور ہدایت، رہنمائی اور اصلاح اسی کی مقصود ہے۔ جس آدمی کا سینہ اللہ اسلام کے لیے کھول دے اور اس کے دل کو ایمان سے آباد کر دے تو اس کا نفس اطمینان پا جاتا ہے۔ اس کا سینہ باغ و بہار ہو جاتا ہے، اس پر سکینت اترتی ہے اور اس کا دل رضا سے معمور ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

”وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل فرمائی تاکہ اپنے ایمان کے ساتھ وہ ایک ایمان اور بڑھا لیں۔“(سورۃ الفتح:4)

اور فرمایا:

”جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا۔“(سورۃ البقرہ:38)

اور حدیث میں آتا ہے کہ ایمان ظلم کے راستے کی رکاوٹ ہے، اس لیے مومن ظلم نہیں کر سکتا۔

اللہ اکبر! اللہ کے بندو! کتنے ہی مسلمانوں کی مثالیں موجود ہیں جن پر غم ٹوٹ پڑتے ہیں، وہ وضو اور صفائی ستھرائی کے بعد گھر کے کسی کونے میں بیٹھ جاتے ہیں یا مسجد جاتے ہیں اور حسب توفیق قرآن کی تلاوت کرتے ہیں یا جتنی مقدر میں ہو، نماز پڑھتے ہیں تو اس عمل سے ان کے دکھ یوں چھٹ جاتے ہیں جیسے زنجیروں کی جکڑ بندی سے آزادی مل گئی ہو۔

کتنے ہی مسلمان ہیں جو سوتے وقت دائیں پہلو پر لیٹتے ہیں اور کچھ آیات یا وظائف پڑھ لیتے ہیں تو چین کی نیند سوتے ہیں اور اللہ کی حفاظت میں آجاتے ہیں۔

کتنے ہی مسلمان ہیں جنھیں کرب اور بے چینی آگھیرتی ہے، وہ کتابِ پروردگار کی کچھ آیات میں اپنا چین ڈھونڈتے ہیں جو انھیں مل جاتا ہے چنانچہ کیا ہی عمدہ ساتھ ہے اور کس قدر اعلیٰ ساتھی! کتنے ہی مسلمان ہیں جنھیں تنگدستی اور بھوک آلیتی ہے لیکن انھیں اللہ کی کتاب میں اپنی تونگری اور سیری کا سامان مل جاتا ہے۔

کتنے ہی دولت مند ہیں جنھیں دولت مندی سرکشی کی راہ پر ڈالنے ہی لگتی ہے کہ ان کا مالک انھیں اپنی کتاب کی کچھ آیتوں کے سبب بچا لیتا ہے، چنانچہ ان کی آنکھوں سے پردہ ہٹ جاتا ہے، وہ نعمتیں یاد کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے، اسے حاصل کرنے کی تگ و دو کرتے ہیں۔

نیک سیرت، پاکباز، نیکوکار اور مسجدوں کی طرف کثرت سے جانے والے ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ذکر کے ذریعے شادمان رہتے ہیں، زندگی کی مصیبتوں اور نشیب و فراز کو جھیلنے کی سب سے زیادہ قدرت و طاقت انھی میں ہوتی ہے، اتار چڑھاؤ ان کے سکون کو گدلا نہیں سکتے اور کٹھنائیاں ان کا چین چھین نہیں سکتیں۔

اے اہل اسلام!

ایمان اور نیکی سے بہرہ مند لوگوں کی یہی کیفیت ہوتی ہے جبکہ دوسری طرف لاکھوں ایسے لوگ ہیں جو سکون اور نیند کی دواؤں کے پیچھے ہانپتے رہتے ہیں، اسپتالوں اور دواخانوں کے چکر لگاتے ہیں اور مضامین، کتابوں اور تحریروں میں چین کا نسخہ کھوجتے رہتے ہیں، کرب کا ان پر تسلط ہے، دل سکون سے خالی ہیں، موت سے گھبرائے ہوئے، ناکامی سے خوفزدہ، افلاس سے ہراساں اور بیماری سے ہیبت زدہ اور یہی حال دوسری تمام تقدیروں میں ہوتا ہے جو ساری مخلوق پر جاری و ساری رہتی ہیں۔

اللہ آپ کو حفاظت و سلامتی عطا کرے، یاد رکھیے کہ کرب دراصل انسان کے اندر سے پھوٹنے والی بے چینی اور بے قراری ہے جس میں انسان تب مبتلا ہوتا ہے جب حال یا مستقبل کے متعلق کسی خوف یا خطرے کا شکار ہو۔

بے قرار انسان اندھیروں بھری زندگی گزارتا ہے، آس پاس کے لوگوں اور ماحول کے متعلق بدگمان رہتا ہے، اس پر بے چینی، بدشگونی، عدم اعتماد، اضطراب اور کڑھن کے احساسات مسلط رہتے ہیں اور وہ دوسرے لوگوں کو حاسد، بدطینت اور دشمن سمجھتا رہتا ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ مجرم کے اندر در اصل ایک کرب ہوتا ہے جو اسے جرم پر ابھارتا ہے یا تو موت کے خوف سے وہ ایسا کرتا ہے یا بھوک کے خوف سے یا تنگدستی کے خوف سے یا بیماری کے خوف سے یا ناکامی کے خوف سے یا اس نوعیت کے دیگر محرکات اور خوف جن سے زندگی بھری پڑی ہے۔

ایسے مضطرب اور بے چین انسان پر دنیا غالب آجاتی ہے، پھر یہی اس کی سب سے بڑی پریشانی بن جاتی ہے، اس کا دکھ بڑھ جاتا ہے اور نیند اڑ جاتی ہے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"جس کی پریشانی دنیا بن جاتی ہے، اللہ تنگدستی کو اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور پھر دنیا تو اسے اتنی ہی ملتی ہے جتنی لکھی ہوتی ہے۔"(جامع ترمذی:2465)

اللہ آپ کو حفاظت اور رحمت عطا کرے، اس دعا پر بھی غور کیجیے کہ

"اے اللہ! دنیا کو ہماری سب سے بڑی پریشانی نہ بنا۔"(المستدرک علی الصحیحین:1/528)

اگر دنیا ہی آدمی کی منتہائے نگاہ ہو تو راحت کہاں؟ اور اگر دنیا ہی کوششوں کا محور ہو تو اطمینان کیسا؟!

اے بندگانِ الٰہی!

خوشحالی اور اطمینان اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں، ان کی قیمت وہی جانتا ہے جو ان سے محروم ہو، جس آدمی کی نیند جاتی رہے یا پریشانی اس پر مسلط ہو جائے تو اسے ان نعمتوں کی پہچان ہو جاتی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

"اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن کو سونا اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے۔"(سورۃ الروم:23)

جو آدمی اطمینان کھو بیٹھے، اس کے سامنے دکھوں کا اندھیر چھا جاتا ہے اور اس کے سینے میں پریشانیوں کا تسلط ہو جاتا ہے پھر اس کی نیند اڑ جاتی ہے، سکون برباد ہو جاتا ہے اور دنیا اس کی نگاہوں میں اندھیر ہو جاتی ہے۔

اے اہل اسلام!

اس دور کے لوگ بے چارے ہیں جو نفس انسان کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ایک ایسے نفس کا جس کا ناتا اپنے خالق و مالک سے یا اپنے دستگیر اور کارساز سے ٹوٹ چکا ہوتا ہے تو تجزیہ

کرتے وقت یہ لوگ ماحول، خاندان اور معیشت کے اثرات پر تو بات کرتے ہیں لیکن ہدایت اور گمراہی، کفر اور ایمان اور بندگی و فرمانبرداری پر کوئی بات نہیں کرتے۔

یوں ان کے معیارات ہی منقلب ہو چکے ہیں، ان کے پیمانے ہی بدل گئے ہیں، خوبیاں اٹھ گئیں، اعلیٰ اقدار کا وجود ختم ہو گیا اور اخلاقیات مٹ گئیں یوں ان کے تجزیئے، جائزے اور تحقیقیں انھیں اس گمراہی اور انحراف سے نہ بچا سکیں کہ یہ خواہشوں پر قابو پانے کو گھٹن کا نام دینے لگے اور احساس گناہ کو پیچیدگی سے تعبیر کرنے لگے بلکہ ان کے خیال میں اگر کسی عورت کا کوئی آشنا نہ ہو جس کے ساتھ وہ ناجائز تعلقات بنائے تو ان لوگوں کے خیال میں وہ نفسیاتی مریضہ ہے۔ اللہ کی پناہ کہ فطرتیں اس قدر ٹیڑھی ہو جائیں۔

انسان اور نفس انسانی کے متعلق اس تہذیب کے اصول و نظریات میں یہ جو مہلک بگاڑ در آیا ہے، اس پر انھی مفکرین میں سے کچھ دانشمندوں نے انصاف سے کام لیتے ہوئے تنقید کی ہے۔ چنانچہ ایک کے الفاظ ہیں کہ

"ہمارے اور اللہ کے درمیان ایک نہ ٹوٹنے والا تعلق ہے، اگر ہم اللہ کے حضور جھک جائیں گے تو ہماری خواہشات اور مرادیں بر آئیں گی اور وہ ہمیں سکھ اور چین سے نواز دے گا۔" ایک اور کا کہنا ہے: "بے چینی کا سب سے بڑا علاج ایمان ہے۔"

اسی طرح انھوں نے لکھا ہے:

"ایمان اور نیک مزاجی دو ایسے عناصر ہیں جو اضطراب اور پریشانی سے نجات پانے اور بحکم خدا نفسیاتی امراض سے چھٹکارا حاصل کرنے کے ضامن ہیں۔"

اسی طرح کہتے ہیں:

"نماز دلوں میں اطمینان اور اعصاب میں سکون پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔"

ہاں اے اللہ کے بندو!

نفس کی پاسبانی اور معاشرے کی حفاظت کا اس سے بڑا کارگر اور موثر ترین وسیلہ کوئی نہیں کہ آدمی اللہ پر ایمان رکھے اور اس کی راہ پر چلے، ایمان امن پھیلاتا ہے اور امید ابھارتا ہے، امید سکون کا ذریعہ بنتی ہے اور سکون سعادت کی بنیاد ثابت ہوتا ہے، اس لیے سکون کے بغیر سعادت نہیں اور ایمان کے بغیر سکون نہیں، ایمان ہی غذا ہے، یہی دوا ہے اور یہی ضیاء ہے۔

صاحب ایمان آدمی راسخ العقیدہ، بہترین بندگی کرنے والا، متوکل اور گوشہ نشین ہوتا ہے، وہ بے پناہ خشوع و خضوع اپنانے والا، ہمیشہ ذکر کرنے والا، باقاعدگی کے ساتھ نیک اعمال کرنے والا، پختہ فکر، وسیع الظرف، اور بے پایاں امید اور نیک شگون رکھنے والا ہوتا ہے، وہ اپنے ماضی پر کڑھتا اور روتا نہیں ہے، حال پر بے چین نہیں ہوتا اور مستقبل کا انتظار دہشت اور خوف کے ساتھ نہیں کرتا۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”اپنی خوشی کو بے چینی سے اور اپنی عقل کو بدشگونی سے برباد نہ کرو، اگر تم اپنے آپ پر نگاہ ڈالوگے تو تمھیں پتا چلے گا کہ اللہ نے بہت ساری چیزیں تمھیں بن مانگے ہی عطا کر رکھی ہیں، اس لیے یقین رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمھاری پسند کی کوئی چیز تم سے روکے گا تو اس کے روکنے ہی میں کوئی خیر ہوگی جس کا تمھیں علم نہیں ہوگا۔“

اے احباب گرامی!

مومن اللہ کی تقدیروں اور فیصلوں پر ایمان رکھنے والا ہوتا ہے، اسے پتا ہوتا ہے کہ جو اللہ چاہے گا، ہوگا اور جو نہیں چاہے گا، نہیں ہوگا۔

”کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں یا تمہارے اپنے نفس پر نازل ہوتی ہو اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھ نہ رکھا ہو۔ ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت

آسان کام ہے۔ (یہ سب کچھ اس لیے ہے) تا کہ جو کچھ بھی نقصان تمہیں ہو اس پر تم دل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ اللہ تمہیں عطا فرمائے اس پر پھول نہ جاؤ۔ اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں۔" (سورۃ الحدید: 22-23)

اللہ ہی بے پناہ رزق عطا کرنے والا ہے، اللہ کا رزق کوئی حریص اپنی حرص سے لے نہیں سکتا اور کوئی ناپسند کرنے والا اپنی ناپسندیدگی سے لوٹا نہیں سکتا۔ مسلمان توکل بھی کرتا ہے اور اسباب بھی اپناتا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے۔

"آسمان ہی میں ہے تمہارا رزق بھی اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ پس قسم ہے آسمان اور زمین کے مالک کی، یہ بات حق ہے، ایسی ہی یقینی جیسے تم بول رہے ہو۔" (سورۃ الذاریات: 22-23)

اس لیے:

"اللہ سے ڈرو اور حصول کا عمدہ طریقہ اپناؤ کیونکہ کوئی بھی جان اپنا رزق اور اپنی مدت پوری کیے بغیر مرنے کی نہیں۔" (سنن ابن ماجہ: 1244)

مومن اس حال میں جیتا ہے کہ اللہ کا ذکر اس کا اوڑھنا تو اللہ پر توکل اس کا بچھونا ہوتا ہے، لذت گیروں کو جتنی لذت اللہ کی یاد میں ملتی ہے، اور کسی شے میں نہیں ملتی۔ تعجب ہے اس آدمی پر جو غم میں مبتلا ہو اور پھر بھی اسے یہ کلمات بھولے رہیں۔

«لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ» (سورة الانبياء: 87)

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا "مجھے تعجب آتا ہے اس آدمی پر جو مغموم ہو اور اللہ کے اس فرمان کی جانب نہ لپکے۔

«لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ »

یعنی مچھلی والے حضرت یونس علیہ السلام کی دعا کی جانب کیونکہ میں نے اللہ کو اس کے بعد یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ

”تب ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور غم سے اس کو نجات بخشی، اور اِسی طرح ہم مومنوں کو بچالیا کرتے ہیں۔“(سورۃ الانبیاء:88)

مجھے اس شخص پر بھی تعجب آتا ہے جو مبتلائے غم ہو اور اللہ کے اس فرمان کی جانب نہ لپکے۔

حسبنا الله ونعم الوكيل

کیونکہ اس کے بعد میں نے اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ

”آخر کار وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کے ساتھ پلٹ آئے، ان کو کسی قسم کا ضرر بھی نہ پہنچا۔“(سورۃ آل عمران:174)

اسی طرح مجھے اس آدمی پر بھی تعجب ہے جو سازشوں میں گھرا ہوا ہو اور پھر بھی یہ کلمات نہ دہرائے۔

﴿وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللهِ إِنَّ اللهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ﴾ (سورة غافر: 45)

کیونکہ میں نے اللہ کو اس کے بعد یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ:

”اللہ نے اُن سب سے اُس کو بچالیا۔“

ہمارے نبی محمد ﷺ کی یہ حدیث اسی بات کی تصدیق و توضیح کرتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

”مچھلی والے یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے پروردگار کو جن الفاظ سے پکارا تھا:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ»

ان الفاظ کے ساتھ کوئی بھی مسلمان دعا کرے تو اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔“

(جامع ترمذی:3505)

اے بندگانِ الٰہی!

قابل غور بات یہ ہے کہ پریشانیوں کی تمام دعائیں توحید کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ نبی کریم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ

”اے اللہ! میں تیری ہی رحمت کا امیدوار ہوں اس لیے مجھے ایک لحہ بھر کے لیے بھی میرے سپرد نہ کر، میری ساری حالت سدھار دے، تیرے سوا کوئی بھی الہ نہیں ہے۔“(سنن ابی داؤد:5090)

اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت اسماء بنت عمیس ؓ کو فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسے کلمات نہ سکھاؤں جو تو پریشانی میں پڑھا کرے:

«الله الله رَبِّي لاَ أُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً »

یعنی ”اللہ، اللہ میرا پروردگار ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتی۔“

(سنن ابی داؤد:1525، ابن ماجہ:3882)

اے اہل اسلام!

اللہ کے حضور التجاء کرنا، اس پر توکل کرنا اور اس کے ساتھ اچھا گمان رکھنا غموں کا سب سے موئثر علاج ہے، پریشانیوں کی سب سے کارگر دوا ہے اور کرب ختم کرنے کا اعلیٰ ترین راستہ ہے اللہ کا فرمان ہے۔

”جو اللہ پر بھروسہ کرے اُس کے لیے وہ کافی ہے۔ اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔“(سورۃ الطلاق:3)

اور فرمایا:

”آسمانوں اور زمین میں جو کچھ چھُپا ہوا ہے سب اللہ کے قبضہ و قدرت میں ہے اور سارا معاملہ اسی کی طرف رُجوع کیا جاتا ہے۔ پس اے نبی ﷺ، تو اُسی کی بندگی کر اور اُسی پر بھروسا رکھ، جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو تیرا ربّ اس سے بے خبر نہیں ہے۔“

(سورۃ ہود:123)

اسی طرح اللہ کے ساتھ تعلق اور اس کے حضور دعا کرنا بھی بے چینی دور کرنے کا عمدہ ترین ذریعہ ہے۔ کیوں نہ ہو کہ جب خود نبی کریم ﷺ جب کسی پریشانی میں مبتلا ہوتے تو یہ الفاظ دہراتے۔

«يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ»

"اے ہمیشہ زندہ رہنے والے! اے ہمیشہ قائم رہنے والے! میں صرف تیری ہی رحمت کی فریاد مانگتا ہوں۔"(جامع ترمذی:3524)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کسی بھی مسلمان کو دکھ، پریشانی یا تکلیف پہنچے اور وہ یہ الفاظ کہے تو اللہ اس کی پریشانی ضرور ٹال دے گا کہ "اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، میرے اوپر تیرا حکم چلتا ہے اور میرے متعلق تیرا فیصلہ مبنی برعدل ہوتا ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے اللہ! تیرے ہر اس نام کے ساتھ جو صرف تیرا ہی ہے۔ تو نے اپنا وہ نام خود اختیار کیا یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا یا اپنی کتاب میں نازل فرمایا یا اپنے علم غیب میں محفوظ رکھا کہ اے اللہ! قرآن کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے غم کی نجات اور میری پریشانی اور دکھ کا مداوا بنادے۔"(مسند احمد:3704، 4306)

اے بندگانِ الٰہی!

المختصر یہ کہ ساری پریشانیوں کا علاج اللہ کی کتاب میں موجود ہے، یہ سینوں کی بیماریوں کی شفا ہے اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی اور بدنی و نفسیاتی امراض کی بھی دوا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

"ہم اِس قرآن کے سلسلہ تنزیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔"(سورۃ الاسراء:82)

اور فرمایا:

”لوگو، تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے نصیحت آگئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کر لیں ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے۔“(سورۃ یونس:57)

اس کی تلاوت ہی سے دل اس طرح چین پاتے ہیں کہ کوئی دکھ نہیں رہتا۔ اس کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے ہی سے یوں سکون ملتا ہے کہ پریشانی کا نام بھی نہیں رہتا اور اس پر غور و خوض کرنے ہی سے اس طرح اطمینان میسر آتا ہے کہ وسوسہ نام کو نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی کتاب اور اپنے پیغمبر ﷺ کی ہدایت سے فائدہ پہنچائے اور اپنی کتاب کو، ہمارے دلوں کی دوا، ہماری آنکھوں کا نور، اور ہماری بیماریوں کی شفاء بنادے۔ اے اللہ! قبول فرما، اے ہمارے رب! اے اللہ! ہماری پکار قبول فرما اور ہمیں بخش دے یقیناً تو بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور تمام مخلوقات کو فیصلے کے لیے جمع کرنے والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، یہ ایسی گواہی ہے جس کو ادا کرنے والا قیامت کے دن سرخرو ہو گا میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار محمد ﷺ اس کے بندے، اس کے پیغمبر، سید المرسلین اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ بے پایاں رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل فرمائے آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی برگزیدہ، معزز اور سادات آل پر، آپ ﷺ کے منتخب اور روشن پیکر صحابہ کرام پر تابعین پر اور ہر اس شخص پر جو ان کے نقش قدم پر چلے۔

حمد و ثناء کے بعد:

اے اہل اسلام! ایسی پریشانی جو خیر کی طرف لے آئے اور نیک عمل پر ابھارے تو وہ قابل تعریف پریشانی ہے بلکہ وہ تو خیر، فضل اور نعمت ہے۔ اگر چاہو تو اللہ کا یہ فرمان پڑھ لو:

"اور جن کا حال یہ ہے کہ دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں اور دل ان کے اس خیال سے کانپتے رہتے ہیں کہ ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے، وہی بھلائیوں کی طرف دوڑنے والے اور سبقت کر کے انہیں پالینے والے ہیں۔" (سورۃ المومنون 61-60)

یعنی اپنے گناہوں کے خوف سے بے چین ہونا اور اپنا احتساب کرنا مخلص اور مومن لوگوں کی صفت ہے۔ جبکہ بے پرواہ رہنا اور کوئی پریشانی نہ لینا منافقوں کی نشانی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مومن عمل میں سب سے اچھا اور ڈر میں سب سے آگے ہوتا ہے، مومن جوں جوں نیکی، عبادت اور اچھائی میں آگے بڑھتا ہے، توں توں اس کا خوف بھی بڑھتا چلا جاتا ہے اور وہ جی میں سوچتا ہے کہ "میں نہیں بچوں گا۔" یعنی اسے قبول نہ ہونے کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔"

مومن اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا، وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں اللہ کے حق میں کوتاہی نہ کر بیٹھا ہو اور کہیں اس کی مخلوق پر زیادتی نہ کر چکا ہو۔ جیسا کہ ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

"اور آخر میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں جبکہ تم اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو خدائی میں شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے جن کے لیے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی ہے؟ ہم دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ بے خوفی و اطمینان کا مستحق ہے؟ بتاؤ اگر تم کچھ علم رکھتے ہو۔" (سورۃ الانعام:81)

اس لیے اللہ آپ پر رحم فرمائے، اللہ سے ڈرو، ڈرتے ہوئے نیکی کرو، ڈرتے ہوئے ہی کوشش جاری رکھو اور اللہ کے مومن بندوں کی یہ بات ہر دم اپنے ذہن میں تازہ رکھو:

”کہیں گے کہ ہم پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے۔“

(سورۃ الطور:26)

ارمغان رحمت اور گراں مایہ نعمت یعنی اپنے نبی محمد ﷺ پر درود و سلام پڑھو، تمہارے پروردگار نے تمہیں اپنی کتاب مبین میں اس کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

”اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔“ (سورۃ الاحزاب:56)

4

رزق کے اسباب

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید حفظہ اللہ

21 ربیع الثانی 1435ھ بمطابق 21 فروری 2014ء

9

پہلا خطبہ

الحمدللہ! ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کے جلال کے سامنے ساری گردنیں خم ہیں، اس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے، عقلیں اس کی حقیقت پانے سے قاصر ہیں اور دلائل بتاتے ہیں کہ اس کی کوئی مثال اور نظیر موجود نہیں ہے۔ میں اس کا ثناخواں اور شکر گزار ہوں۔ خیر اور کرم اسی کے ہاتھوں میں ہیں اور اسی سے امید اور آس لگائی جاتی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اپنی حکمت سے مخلوق کے معاملات چلاتا ہے اور اس پر اپنی رحمت اور نوازش کا سایہ تانے رکھتا ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اس نے ایمان کی جانب پکارنے والے اور اپنی جنت اور رضا کی طرف بلانے والے بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں، برکتیں اور سلامتی ہو آپ ﷺ کی ذات گرامی پر، کوئی خیر ایسی نہیں جو آپ ﷺ نے نہ بتائی ہو اور کوئی شر ایسا نہیں جس سے آپ ﷺ نے خبردار نہ کیا ہو۔ رحمتیں اور سلامتی ہو آپ ﷺ کی آل پر، آپ ﷺ کے ساتھیوں کی اس جماعت پر جو بہترین ساتھی اور بہترین آل تھے۔ تابعین پر اور تاقیامت ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہر آدمی پر بے پناہ رحمت وسلامتی نازل ہو۔

حمد وثناء کے بعد

لوگو! میں تمہیں اور اپنے آپ کو اللہ کے ڈر کی نصیحت کرتا ہوں اس لیے اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ تمہارے علم کی ایک حد ہے اس لیے وہیں رک جاؤ اور تمہاری صلاحیت کی بھی ایک انتہا ہے، اس سے آگے جانے کی کوشش نہ کرو۔

زندگی کے شب و روز چند گنے چنے مرحلوں کا نام ہے جن کا انجام پہلے سے متعین ہے۔ تمام جانوں کی میعادیں مقرر ہیں اور جو اپنی انتہاؤں کی جانب بڑھ رہی ہیں۔ زندگیوں کی آرزوئیں اور انتہائیں مقرر ہو چکیں، اب نہ کوئی زیادتی ہونے والی ہے نہ کمی اور نہ ہی کوئی جائے پناہ ہے۔ مدتیں مقرر ہیں اور سانسیں گنی جا چکی ہیں۔ بقاء اللہ کے لیے ہے اور فنا مخلوق کے لیے۔ ارشادِ ربانی ہے:

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے، اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناً تمہارے اُن سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے اُنہیں خود اپنا نفس بھلا دیا، یہی لوگ فاسق ہیں۔“ (الحشر:19،18)

اے اہل اسلام!

عمل کرتے رہو، ہر آدمی اس کام کے لیے آزاد ہے جس کے لیے اسے تخلیق کیا گیا ہے۔ ذرا تصور کرو کہ اگر لوگوں کی روزیاں انسانوں کے اختیار میں ہوتیں تو ظلم، چھینا جھپٹی، سرکشی اور فساد کا کتنا طوفان بپا ہوتا۔ اللہ کی قسم! اگر یہ معاملہ انسانوں کے سپرد کر دیا جاتا تو یہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے، ایک دوسرے پر چڑھائی کرتے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر آپس کے ناتوں کو بھول جاتے اور ایک دوسرے کو فراموش کر دیتے۔

چنانچہ پاک ہے وہ رزق عطا کرنے والا، نوازنے والا، بے پناہ طاقت اور قوت والا جو نہ ظلم کرتا ہے، نہ کسی کو دباتا ہے، نہ کسی کو بھولتا ہے اور نہ کسی سے غافل ہے بلکہ نوازتا ہے، انعام کرتا ہے اور احسان اور رحم کرتا ہے، وہی ہے جو باریک بین اور باخبر ہے۔

جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: ”اور خود تمہارے اپنے وجود میں نشانیاں ہیں، کیا تم دیکھتے نہیں؟ آسمان ہی میں ہے تمہارا رزق بھی اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ پس قسم ہے آسمان اور زمین کے مالک کی، یہ بات حق ہے، ایسی ہی یقینی جیسے تم بول رہے ہو۔“ (سورۃ الذاریات:21۔23)

مسلمانو!

بلاشبہ روزی کی فکر میں دل گھلے جا رہے ہیں اور عقلوں کو اندیشوں سے فرصت نہیں۔ لوگ جب معاشی تبدیلیوں، مالی ناہمواریوں اور امورِ معیشت میں مشکلات کا شور سنتے ہیں تو کلبلانے اور فریاد کرنے لگتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ اللہ نے اپنی ساری مخلوق کے لیے رزق کا ذمہ لیا ہوا ہے خواہ انسان ہو یا جانور، مومن ہو یا کافر، توانا ہو یا کمزور اور چھوٹا ہو یا بڑا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو اور جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ کہاں وہ رہتا ہے اور کہاں وہ سونپا جاتا ہے، سب کچھ ایک صاف دفتر میں درج ہے۔" (سورۃ ہود: 6)

نیز فرمایا:

"کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ اُن کو رزق دیتا ہے اور تمہارا رازق بھی وہی ہے، وہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔" (سورۃ العنکبوت: 60)

اللہ کے بندو!

کسی آدمی کو رزق کی تاخیر سے پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ کوئی بھی اس دنیا سے اس وقت تک ہرگز نہ جائے گا جب تک اپنا رزق اور زندگی مکمل نہ کرلے۔ اس لیے اللہ سے ڈرو اور چیزوں کے حصول کا اچھا طریقہ اختیار کرو۔

اللہ نے ابن آدم کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی اس کا رزق طے کر دیا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں صادق ومصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے، فرمایا:

"ماں کے پیٹ میں آدمی چالیس دن تک نطفے کی صورت میں رہتا ہے۔ پھر خون کا لوتھڑا بنتا ہے، پھر گوشت کی ایک بوٹی ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی جانب ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے، جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار حکم دیئے جاتے ہیں کہ اس کا رزق

لکھا جائے، اس کی زندگی تحریر کی جائے اور یہ لکھا جائے کہ وہ خوش نصیب ہے یا بدنصیب۔" (صحیح بخاری:3207؛ صحیح مسلم:2645)

اے اہل اسلام! اے احبابِ گرامی!

یہاں رزق کے کچھ اسباب کا ذکر کیا جارہا ہے، جو پروردگار نے بتائے ہیں اور جن پر شریعت دلالت کرتی ہے۔

ان میں سے اولین سبب اللہ کا ڈر ہے۔ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی رضا مندی پر چلتا ہے، اللہ اسے وہاں سے رزق دیتا ہے کہ جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کا پکا وعدہ ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اُس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اُس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔" (سورۃ الطلاق:2،3)

وہ آدمی کو ایسی جگہ سے رزق بہم پہنچاتا ہے کہ اس طرف کبھی آدمی کا دھیان بھی نہیں گیا ہوتا اور جہاں سے اسے کوئی امید اور آس بھی نہیں ہوتی۔

ارشاد باری ہے:

"اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔" (سورۃ الاعراف:96)

اس لیے آدمی کو خلوت اور جلوت میں اپنے رب سے ڈرنا چاہیے۔ اسے چاہئے کہ اپنی جان، اپنے اہل و عیال، مال، عمل اور اپنے تمام معاملات میں اللہ سے ڈرتا رہے۔

اسی طرح کثرت سے استغفار کرنا اور اسے ہمیشہ کا عمل بنانا بھی رزق کے اسباب میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی نوح علیہ السلام کی بات اس طرح بیان کی:

”میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا۔ تمہیں مال اور اولاد سے نوازے گا، تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔“(سورۃ نوح:10-12)

اور ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو کچھ کہا، اس کے بارے میں اس طرح بتایا کہ

”اور اے میری قوم کے لوگو، اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹو، وہ تم پر آسمان کے دہانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا، مجرموں کی طرح منہ نہ پھیرو۔“(سورۃ ہود:52)

جبکہ حدیث میں آتا ہے:

”جو آدمی بکثرت استغفار کرتا ہے، اللہ اسے ہر پریشانی سے نجات عطا کرتا ہے، ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق پہنچاتا ہے کہ جہاں سے اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔“(سنن ابی داؤد:1518، سنن ابن ماجہ:3819)

امام قُرطُبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ استغفار کے ذریعے رزق اور بارش مانگی جا سکتی ہے۔ لیکن استغفار اس طریقے سے کرنا چاہئے کہ زبان اور دل ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔ گناہ کو چھوڑ دیا جائے اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کیا جائے۔“

اللہ کے بندو!

رزق کا ایک اہم ذریعہ یہ ہے کہ اللہ پر بھروسا رکھا جائے، آدمی کا دل اپنے مالک کی جانب متوجہ رہے اور وہ اپنا معاملہ اسی کو سونپ دے۔ کیونکہ جو آدمی اللہ پر بھروسا کر لے، اللہ اس کی پریشانیوں کے مقابلے میں اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے، اسے ہر اس چیز سے نجات دے دیتا ہے جو اسے تکلیف پہنچائے یا غمگین کرے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ جہاں اس کا گمان بھی نہیں جاتا۔

حدیث میں آتا ہے:

"اگر تم اللہ پر یوں توکل کرو جیسے اس پر توکل کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں ایسے رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے جو صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔" (جامع ترمذی: 2344، سنن ابن ماجہ: 4164)

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ حدیث توکل کی بنیاد ہے اور بتاتی ہے کہ توکل حصولِ رزق کا اہم ترین سبب ہے۔"

سلف صالحین میں سے ایک امام رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "توکل کر لو، رزق بغیر کسی مشقت اور تکلف کے تمہاری جانب کھنچا چلا آئے گا۔"

اے بندگانِ الٰہی!

یہاں اس بات کو بھی سمجھ لینا چاہئے کہ توکل اسباب اختیار کرنے اور محنت کرنے کے لیے منافی نہیں ہے۔ بلکہ اہلِ علم کا کہنا ہے کہ "اپنے اعضاء کے ذریعے محنت کرنا اور اسباب اپنانا اللہ کی فرمانبرداری ہے جبکہ دل سے توکل کرنا اس پر ایمان لانے کے مترادف ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اسباب اپنانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع کر رکھا ہے، چلو اُس کی چھاتی پر اور کھاؤ خدا کا رزق۔" (سورۃ الملک: 15)

اور فرمایا:

"کچھ دوسرے لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کرتے ہیں۔" (سورۃ المزمل: 20)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو اور ان لوگوں کو ایک ہی درجے میں رکھا ہے جو اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کے لیے اور نوازش اور حسنِ سلوک کرنے

کے لیے حلال مال کماتے ہیں۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کمانا جہاد کے برابر ہے کیونکہ اللہ نے دونوں کو جمع کیا ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

”کسی آدمی کو یوں نہیں کرنا چاہئے کہ رزق کی تلاش سے علیحدہ ہو کر بیٹھ جائے اور کہنے لگے کہ اے اللہ! مجھے رزق دے، کیونکہ آسمان کبھی سونے یا چاندی کی بارش نہیں برساتا۔“

توکل کا مقام دل ہے اور محنت کرنا اعضاء کا کام ہے۔ کوئی بھی کام اللہ کی تقدیر ہی سے مشکل بنتا ہے اور اسی کے آسان کرنے سے آسان ہوتا ہے۔ جب ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ ”کیا میں اپنی اونٹنی کھلی چھوڑ کر توکل کر سکتا ہوں؟“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نہیں) پہلے اسے باندھو اور پھر توکل کرو۔“ (جامع ترمذی:2517)

اسی طرح رزق کا سبب بننے والا اور رزق میں برکت ڈالنے والا ایک عمل وہ ہے جسے حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے:

”جو آدمی چاہے کہ اس کا رزق کشادہ کر دیا جائے اور اس کی عمر میں برکت ہو، اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔“ (صحیح بخاری:2067)

اسی طرح مسند احمد کی ایک حدیث ہے:

”اپنے نسب ناموں کا علم حاصل کرو جس سے تم صلہ رحمی کر سکو کیونکہ صلہ رحمی سے جہاں اپنوں میں محبت بڑھتی ہے، وہاں مال میں اضافہ ہوتا اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔“ (جامع ترمذی:1979)

رزق کی فراوانی اور عمر میں اضافے کے سلسلے میں صلہ رحمی کے بڑے عجیب اثرات ہیں اور بری موت سے بچاؤ اور محبت بڑھانے کے لیے بھی اس کے ثمرات مشاہدے میں آ چکے ہیں۔

ایک حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ایسا عمل جس کا ثواب بہت جلد ملنے لگتا ہے، صلہ رحمی ہے، حتی کہ ایک ہی گھر کے افراد بعض اوقات گناہ گار ہوتے ہیں لیکن صلہ رحمی کی وجہ سے ان کے مال بڑھنے لگتے ہیں اور ان کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے، ایسا کوئی خاندان نہیں جو صلہ رحمی کرتا ہو اور محتاج ہو جائے۔" (صحیح ابن حبان:440)

اے اہل اسلام!

یہ بھی اللہ کی عجیب حکمت اور اس کا فضل ہے کہ اس نے اللہ کی رضا کی راہ میں خرچ کرنے کو رزق کی فراوانی کا ذریعہ بنا دیا ہے، چنانچہ جو خرچ کرے گا، اللہ اسے اس کا بدل عطا کرے گا اور اس کے مال میں برکت ڈال دے گا۔ اس کا فرمان ہے: "جو کچھ تم خرچ کر دیتے ہو اُس کی جگہ وہی تم کو اور دیتا ہے، وہ سب رازقوں سے بہتر رازق ہے۔" (سورۃ سبا:39)

اللہ ایسے آدمی کو دنیا میں عوض اور برکت سے نوازتا ہے اور آخرت میں بہترین جزاء اور عظیم ثواب عطا کرتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

"شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور شرمناک طرز عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے، مگر اللہ تمہیں اپنی بخشش اور فضل کی امید دلاتا ہے اللہ بڑا فراخ دست اور دانا ہے۔" (سورۃ البقرۃ:268)

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"دو چیزیں اللہ کی طرف سے ہیں اور دو چیزیں شیطان کی جانب سے ہیں۔ شیطان آدمی کو غربت سے ڈراتا ہے اور کہتا ہے کہ خرچ نہ کرو، اسے اپنے پاس روکے رکھو کیونکہ تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی اور بے حیائی پر ابھارتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے کہ وہ گناہ اور خطائیں معاف کرے گا اور رزق میں فراوانی سے نوازے گا۔"

ایک حدیثِ قدسی میں آتا ہے:

"اے ابن آدم! تو خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔" (صحیح بخاری:4352؛ مسلم:995)

اسی طرح حدیث میں آتا ہے:

”ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے اترتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ ”اے اللہ! خرچ کرنے والے کو عوض عطا فرما۔“ جبکہ دوسرا کہتا ہے: ”اے اللہ! ہاتھ روکنے والے کو احتیاج سے دوچار کر۔“ (صحیح بخاری:1442)

اس لیے اللہ کے بندو!

خرچ کیا کرو اور خاطر جمع رکھو کہ اللہ اپنے فضل سے بہت زیادہ بدلہ عطا کرے گا۔ بلکہ اللہ کا فرمان ہے:

”خوشحال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق نفقہ دے، اور جس کو رزق کم دیا گیا ہو وہ اُسی مال میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے اللہ نے جس کو جتنا کچھ دیا ہے اس سے زیادہ کا وہ اُسے پابند نہیں کرتا، بعید نہیں کہ اللہ تنگ دستی کے بعد فراخ دستی بھی عطا فرمادے۔“ (سورۃ الطلاق:7)

مسلمانو!

ناتوانوں اور محتاجوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اور ضرورتمندوں کی خبر گیری کرتے رہنا بھی رزق کی فراوانی کے اسباب میں سے ایک ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

”اگر تمہاری مدد کی جاتی ہے یا تمہیں رزق دیا جاتا ہے تو صرف ان لوگوں کی وجہ سے جو تم میں سے کمزور ہیں۔“ (جامع ترمذی:1702، سنن ابی داؤد:2594)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

”مجھے اپنے کمزور لوگوں میں ڈھونڈو، تمہیں رزق دیا جاتا ہے یا تمہاری مدد کی جاتی ہے تو صرف تمہارے کمزور لوگوں کی وجہ سے۔“ (جامع ترمذی:1702، سنن ابی داؤد:2594)

اس حدیث میں آنے والا ”کمزور“ کا لفظ تمام ضرورتمندوں پر محیط ہے خواہ وہ غریب ہوں یا مسکین یا بیمار یا پردیسی یا وہ کہ جن کی کفالت کرنے والا کوئی نہیں۔“

امت پر ٹوٹنے والے حالات اور المیوں نے ہمارے بہت سارے بھائیوں اور پڑوسیوں کو مشکلات اور پریشانیوں میں الجھا دیا ہے۔ اس لیے ان کی خبر گیری کرو، انکے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان پر خرچ کرو، اللہ تمہیں اس کا بدل عطا کرے گا اور تمہیں برکت سے نوازے گا بلکہ اس عمل سے تمہیں اللہ کی نصرت، تائید اور پشت پناہی بھی مل جائے گی۔

اے اہل اسلام!

اللہ نے جو رزق لکھ دیا ہے، اسے کسی لالچی کا لالچ اور کسی بدخواہ کی بدخواہی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس لیے اللہ سے ڈرو اور حصول کا عمدہ طریقہ اختیار کرو۔ بندۂ مومن کو جب یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا رزق طے کیا جا چکا ہے تو اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے، پھر وہ اپنی غربت پر یا اپنے مال پر آنے والی کسی آفت پر واویلا نہیں مچاتا اور نہ آخرت کو بھول کر صرف دنیا ہی کا ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسے صرف وہی ملے گا جو اس کے لیے لکھا جا چکا ہے۔

وہ نہ تو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے، نہ ان کے خزانوں کی جانب للچائی نگاہوں سے دیکھتا ہے، نہ اس کا ہاتھ حرام کی جانب لپکتا ہے، وہ اپنے رب کی جانب متوجہ رہتا ہے اور جانتا ہے کہ مخلوق تو خود اپنے رزق کا اختیار نہیں رکھتی چہ جائیکہ دوسروں کے رزق کی مختار ہو۔

ابو حازم رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ کی روزی کیا ہے؟ وہ فرمانے لگے:

"اللہ کے دیئے پر راضی رہنا اور لوگوں سے بے پروائی اختیار کرنا ہی میری روزی ہے۔"

ارشادِ ربانی ہے:

"اللہ جس رحمت کا دروازہ بھی لوگوں کے لیے کھول دے، اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے، اسے اللہ کے بعد پھر کوئی دوسرا کھولنے والا نہیں، وہ زبردست اور حکیم ہے۔ لوگو، تم پر اللہ کے جو احسانات ہیں انہیں یاد رکھو، کیا اللہ کے سوا کوئی اور

خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتاہو؟ کوئی معبود اُس کے سوا نہیں، آخر تم کہاں سے دھوکا کھارہے ہو؟۔“(سورۃ فاطر:3،2)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو قرآن عظیم اور نبی کریم ﷺ کی سیرت سے فائدہ پہنچائے۔ میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے، آپ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہر گناہ اور خطا سے بخشش کا طلبگار ہوں۔ تم بھی اسی سے بخشش مانگو، یقیناوہ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

الحمدللہ! ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے سعادت مندوں کے دل نور ایمان سے منور کردیئے اور وہ پوری فرمانبرداری سے اپنے رب کی اطاعت میں مشغول ہو گئے۔ میں اس کا ثناخواں اور شکر گزار ہوں کہ اس نے شکر کرنے والے کو اور زیادہ عطا کرنے کی خبر دی۔ میں گواہی دیتا ہوں اور کس قدر عظیم ہے یہ گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور نبی محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں جنہیں عالم گیر رسالت اور فضل اور مرتبے کے کمال سے نوازا گیا۔ اللہ تعالی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل کرے آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، آپ کے سادات صحابہ کرام پر، تابعین پر اور ہر اس شخص پر جس نے ان کی پیروی کی اور اللہ کی راہ میں کوشش کی اور کوشش کا حق ادا کیا۔

حمد وثناء کے بعد:

اے اہل اسلام!

رزق کی فراوانی اور برکت کا سب سے اہم سبب بلکہ ایسا سبب جس میں دوسرے سارے اسباب جمع ہو جاتے ہیں، یہ ہے کہ اللہ کے دین پر ثابت قدمی اپنائی جائے۔ اس

کی فرمانبرداری پر چلا جائے اور اس کی نافرمانیوں سے اور منع کیے ہوئے کاموں سے بچا جائے۔ کیونکہ نیکیوں سے رزق ملتا ہے اور گناہوں اور خطاؤں سے چھین لیا جاتا ہے۔ آدمی کو کسی گناہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

گناہ اور نافرمانیاں ہی وہ دروازے ہیں جن سے کسی فرد کا یا امت کا رزق بند کر دیا جاتا ہے، گناہوں اور خطاؤں ہی سے اسباب میں تنگی آتی ہے، دروازے بند ہوتے ہیں اور برکتیں اٹھالی جاتی ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

"اور (اے نبی ﷺ! کہو، مجھ پر یہ وحی بھی کی گئی ہے کہ) لوگ اگر راہ راست پر ثابت قدمی سے چلتے تو ہم اُنہیں خوب سیر اب کرتے تاکہ اس نعمت سے ان کی آزمائش کریں۔" (سورۃ الجن: 16، 17)

میسر نعمتوں کی حفاظت کا سب سے اہم ذریعہ بھی فرمانبرداری ہے اور غیر میسر نعمتوں کے حصول کا اہم ترین ذریعہ بھی فرمانبرداری! اللہ کے پاس جو کچھ ہے، صرف فرمانبرداری سے حاصل کیا جا سکتا ہے، اس لیے جو شخص رزق کی فراوانی، خوشحالی اور مال کی برکت چاہتا ہو، اسے چاہیے کہ اپنے آپ کو گناہ سے بچائے، اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کرے، اس کی نافرمانیوں سے بچے اور خود کو اللہ کی ناراضی کے کاموں سے بچائے۔

اس لیے اللہ سے ڈرو، اپنے نبی محمد ﷺ کا یہ فرمان ذہن نشین رکھو اور اس پر غور کرو:

"روح القدس علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات القاء کی ہے کہ کوئی جان اپنا رزق مکمل کیے بغیر فوت ہونے والی نہیں۔ چنانچہ اللہ سے ڈرو اور حصول کا اچھا طریقہ اپناؤ۔ رزق میں تاخیر تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم اسے اللہ کی نافرمانی سے حاصل کرنے کی کوشش کرو، اللہ کے پاس جو کچھ ہے، محض اس کی فرمانبرداری سے مل سکتا ہے۔"

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے:

”جو شخص عفت اپنائے، اللہ اسے عفت عطا کر دیتا ہے اور جو غناء اختیار کرے اللہ اسے غنی کر دیتا ہے۔“

آپ ﷺ کا ایک اور فرمان ہے کہ

”اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا آج تک کسی نے نہیں کھایا۔“

ارمغانِ رحمت اور گراں مایہ نعمت اپنے نبی محمد رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام پڑھو۔ تمہارے پروردگار نے اپنی کتاب میں تمہیں اس کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ اس کا فرمان ہے:

”اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔“(سورۃ الاحزاب:56)

فضیلۃ الشیخ

ڈاکٹر سعود بن ابراہیم شریم حفظہ اللہ

آپ سعودی شہر 'شکرا' کے امیر محمد کے پوتے، سعودی سپریم کورٹ کے جج اورام القراء یونیورسٹی میں دو فیکلٹیز کے بانی ڈین ہیں۔ 1386ھ کو ریاض میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم "عرین شہر" میں حاصل کی۔1404ھ میں یرموک شہر میں ایف اے اور 1409ھ محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض سے بیچلر کیا اور یہی سے 1413ھ میں ماسٹرز کیا۔1416 میں "المسالک فی المناسک" یعنی مناسکِ حج میں فقہی مسلکوں کے اختلافات کے عنوان پر مقالہ لکھ کر ام القراء یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی۔1410ھ میں ہائر جوڈیشل انسٹی ٹیوٹ سے بطور پروفیسر عملی زندگی کا آغاز کیا۔ 1412ھ میں بیت اللہ کی امامت و خطابت سر سرفراز ہوگئے۔ 1413ھ میں مکہ مکرمہ میں سپریم کورٹ کے جج بنے۔1432ھ میں ام القراء یونیورسٹی کی فیکلٹی آف شریعہ لا کی بنیاد رکھی اور ڈین مقرر ہوئے۔ فکیلٹی آف شریعہ لا کے دو ڈیپارٹمنس جوڈیشل ڈیپارٹمنٹ اور "اسلامی اقتصادیات و مالیات" کے ڈیپارٹمنٹ کو مکمل فیکلٹیز کا درجہ دلوایا اور یہ ان فیکلٹیز کے بھی بانی ٹھہرے۔ جوانی میں قرآن حفظ کر لیا اور مشہور ہے کہ سورۃ نساء ٹریفک کے اشاروں پر رکنے کے دوران حفظ کی۔ تلاوت بڑی پر سوز اور پوری دنیا میں حرم مکی کے مقبول ترین ائمہ میں سے ہیں۔

1

ثقافتِ اسلام اور معاصر عالمی ثقافت

فضیلۃ الشیخ السعود الشریم حفظہ اللہ

28 جمادی الاولی 1433ھ بمطابق 20 اپریل 2021ء

10

پہلا خطبہ

امابعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، جلوت میں بھی اور خلوت میں بھی۔ غم و غصے میں بھی اور خوشی و سرور میں بھی، جان لو کہ اچھا انجام اہل تقویٰ ہی کے لیے ہے۔ ارشاد باری ہے:

"جو بھی پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کسی نیکو کار کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

(سورۃ یوسف:90)

اللہ کے بندو! ایک دن رسول مکرم ﷺ صحابہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

"میری اور جو مجھے دے کر بھیجا گیا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے، جس نے اپنی قوم کو آ کے خبر دار کیا، لوگو! میں تمھارے خلاف آتا ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں اور میں تمھیں اس سے واضح طور پر خبر دار کر رہا ہوں کہ بچنے کی تدبیر کر لو، لوگوں میں سے ایک گروہ نے اس کی بات مان لی اور وہ رات ہی کو چل پڑے اور بچ نکلے۔ دوسرے گروہ نے اسے جھوٹا کہا اور وہیں پڑے رہے، چنانچہ صبح دم لشکر حملہ آور ہوا اور اس نے انھیں تہس نہس کر دیا۔ یہ مثال ہے مجھے اور میری تعلیمات ماننے والوں کی اور ان کی جنھوں نے مجھے نہ مانا اور میرے لائے ہوئے حق کو جھٹلایا۔

(صحیح بخاری:6482)

مشکوٰۃ نبوت کی برحق ضیاپاشیوں میں سے یہ ایک صحیح اور صریح حدیث ہے، جس شخص نے خلوص دل اور فہم سلیم کے ساتھ اس پر منصفانہ غور و خوض کیا، اسے یقین ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذکر کردہ علامات ظاہر ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ ایک ایسے زمانے میں کہ جب دین اور علم حقیقی کو باعثِ اعزاز و افتخار سمجھنے کا جذبہ ماند پڑ چکا ہے اور ایسے دور میں کہ جب معلومات، انکشافات اور ثقافتی یلغار نے غیر معمولی چھلانگ لگائی ہے،

آج کی ثقافت کو ایک ہی سانچے میں ڈھالا جا رہا ہے یعنی پوری دنیا کو بلا امتیاز ایک ہی بلاک میں ڈھالنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

ان کوششوں میں سادہ لوح مسلمانوں کا بھی برابر کا حصہ ہے۔ ان کوششوں کا ہدف یہ ہے کہ اسلام کا شعور نہ رکھنے والے بعض سادہ لوح مسلمانوں کی مدد سے اسلام و شریعت اور اس کی ثقافت و آداب سے مسلمانوں کا تعلق کمزور کیا جائے اور ان کا یہ اعتماد متزلزل کیا جائے کہ دین اسلام دین و دنیا کو ایک ساتھ لے کر چلنے کی صلاحیت رکھتا ہے، جس کے نتیجہ میں وہ اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت پر مشتمل کامل دین کی بجائے اس کی جزوی تعلیمات پر اکتفا کر کے بیٹھ جائیں۔

دشمنانِ اسلام کی طرف سے کوششیں جاری ہیں دراصل وہ مسلمانوں کو ایک نامکمل، ٹوٹی ہوئی کڑیوں والے اور ادھوری قسم کے اسلام پر عمل پیرا دیکھنا چاہتے ہیں کہ جو مکمل قانون سازی میں دخل اندازی میں نہ کرے۔ وہ عام زندگی کو اعلیٰ اقدار سے محروم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے مثالی کردار کو ختم کر کے چاہتے ہیں کہ اسلام کا صرف نام باقی رہے یا کم از کم ایسی شکل میں باقی رہے جو مَرُورِ ایام سے خود بخود زائل ہو جائے یا ان کے معانی یکسر تبدیل ہو کر رہ جائیں اور آئندہ نسلیں اسلام کی اسی مسخ شدہ صورت قبول کرنے کو پہلے ہی سے تیار ہوں۔ ان میں سے کچھ نسلیں تو انصاف سے ویسے ہی دور ہو چکی ہوں اور وہ مُسَلّمات سے آنکھیں چرائیں اور نقل صحیح اور عقل صریح کو تسلیم ہی نہ کریں۔

ان کی کوشش یہ بھی ہے کہ انصاف سے عاری بعض ایسے حملے تسلیم کر لیے جائیں جو شریعت صحیح اور عقل سلیم کی رو سے واضح کامیابی سے دور ہیں۔ معاصر عالمی ثقافت نے عصر حاضر میں ایک ہمہ گیر غلبہ حاصل کر لیا ہے، میڈیا اور انٹرنیٹ کے طوفان نے جسے اور زیادہ تقویت دی ہے۔ یہ کئی راستوں سے ہمارے اندر گھس آئی ہے اور ہر اس جگہ پہنچ گئی ہے جہاں سورج کی روشنی پہنچتی ہے۔

اس ثقافت نے زندگی کے مظاہر اور اسالیب کو یوں بدل کے رکھ دیا ہے کہ بہت سوں کے نزدیک تو اب اس سے چھٹکارہ پانا ممکن ہی نہیں۔ اگرچہ اس کے نتیجے میں اپنے دین حنیف اور اعلیٰ اقدار سے ہی ہاتھ دھونا پڑیں۔ ہم انکار نہیں کرتے کہ موجودہ ثقافت میں کچھ مفید اور عقلی طور پر نفع بخش اشیاء بھی ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں ہمیں اللہ کی مقرر کردہ شریعت کو ایک طرف نہ رکھنا پڑے یا ہمیں اس پر عمل کرتے ہوئے کسی قسم کا کھٹکا یا خجالت طاری نہ ہونے لگے۔ اس لیے کہ اہل اسلام کی بدترین کیفیت یہی ہو سکتی ہے کہ ان کا اپنی شریعت و ثقافت پر اعتماد نہ رہے، یا ان کے اس اعتماد کو ٹھیس لگ چکی ہو اور ان سے کوئی بھی وہ بات نہ کہہ سکے جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔

ہم وہ قوم ہیں جسے اللہ نے اسلام کے ذریعے سے عزت عطا کی ہے، اگر ہم نے اس کے علاوہ کہیں سے عزت کی جستجو کی تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کر دے گا۔ اس پر تعجب نہیں کہ آج ہم عالمی ثقافت پر مائل لوگوں کے تصورات دیکھ رہے ہیں، جن میں مسلمان بھی شامل ہیں۔ وہ اس کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں، اگرچہ یہ ثقافت شریعت اور ثقافت اسلامیہ کے ساتھ کتنا ہی تعارض و تضاد رکھتی ہے۔

اس کشش کے دو اسباب ہیں:

پہلی وجہ یہ کہ آج مادی اور معنوی دونوں قوتیں غیر مسلموں کے پاس ہیں، جس کا اثر زندگی کے تمام شعبوں پر پڑا ہے۔ عسکری، اقتصادی اور سیاسی تینوں قوتوں کا تثلیثی مجموعہ ان کے ہاتھ میں ہے۔

دوسری وجہ اعتماد میں کمی اور اصل اسلامی ثقافت کے فہم میں کمزوری اور اسے کماحقُّہ صحیح طریقے سے واضح نہ کر سکنا ہے۔

پھر اس کے محاسن اور کائنات اور عام زندگی میں اس کے تعمیری اثرات بیان کرنے میں اعتماد جرات اور پختگی کا فقدان اور یہ بیان کرنے میں کمزوری و ناکامی کہ یہ رب تعالیٰ

کی طرف سے ہے اور اللہ کا رنگ ہے اور اللہ کے عطا کردہ رنگ سے اچھا رنگ کون سا ہے۔

اگر ایسی بعض چیزوں پر تقابلی نگاہ ڈالیں جن پر عالمی ثقافت والے تکیہ کیے بیٹھے ہیں اور جن کے مسلم و غیر مسلم دونوں دلدادہ ہیں تو ہم صحیح اسلامی ثقافت اور معاصر عالمی ثقافت میں کئی اعتبار سے تفاوت پاتے ہیں، جس کی ہم چند مثالیں بیان کرتے ہیں:

پہلا نکتہ: اسلام اللہ کی طرف سے حق ہے، اس کے قوانین ہر زمانے اور ہر عہد کے لیے موزوں ہیں۔ جس میں کسی تبدیلی و تحریف کے امکانات نہیں۔ اس کے اصول اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے محفوظ اور ثابت ہیں۔ ایک مسلمان اپنے نبی کے متعلق اس کے باوجود بھی دقیق تفصیلات سے بخوبی آگاہ ہے کہ اس مدت کو صدیوں سے زائد زمانہ بیت چکا ہے۔ مسلمان کبھی تو اپنے ہمسائے، اپنے چچا اور چچازاد سے بھی زیادہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق جانتے ہوتے ہیں۔

اسلام کے برعکس دوسرے ادیان میں یہ ناممکن ہے، اس لیے کہ یا تو وہ ایسے مذاہب ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان ہی نہیں رکھتے یا اگر ایمان رکھتے بھی ہیں تو اس کی بنیاد کسی واضح تسلی بخش دلیل پر نہیں۔ بلکہ انسانی صناعی کے اثرات ان پر نمایاں ہیں۔ سچ فرمایا اللہ رب العالمین نے "اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔" (سورۃ النساء:82)

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے سوا دیگر اقوام و مذہب کے پاس اصلی آسمانی نسخہ موجود نہیں، جو موجود ہے اس میں انسانی تحریفات اور انسانی خیالات جگہ پا گئے ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ جو ان کے پاس ہے وہ اللہ کی جانب سے نہیں ہے۔ اس کے برعکس اسلام میں کتاب اللہ کا ایسا اصلی نسخہ موجود ہے جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ کئی صدیاں

گزر جانے کے باوجود بھی جو عصری حالات اور انسانی فہم کے عین مطابق ہے، کسی بھی تعارض سے پاک!

ابو القاسم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ حدیثِ رسول کے متعلق کہہ چکے ہیں کہ اگر راویانِ حدیث کے ہجوم میں کوئی ایسا شخص داخل ہو جائے جس کے متعلق حدیث میں غلطی کرنے کی نشان دہی کی گئی ہے تو وہ کبار محدثین اور سرکردہ علماء کے ہاں مُرَوَّج نہیں ہو سکتا۔ محدثین تو راویوں کی حدیث کے متن اور سند میں کی گئی غلطیاں بھی گن چکے ہیں بلکہ وہ تو یہ بھی گن چکے ہیں کہ کس راوی نے کتنی احادیث میں کتنی غلطیاں کی ہیں، کتنے حروف انھوں نے بدلے ہیں یا کیا دیگر غلطیاں کی ہیں اور کتنوں میں وہ صحیح ہیں!

اللہ کے بندو! اگر کوئی صاحب انصاف ان قوانین بنانے والوں کے قوانین میں سے ان کے اپنے تراشے ہوئے تضادات اور تنازعات ملاحظہ کرے تو یہ بھی ایک مکمل دلیل ہے، جو ثابت کرتی ہے انسانی عقل محدود ہے، فرمایا:

"وہ جانتا ہے جو اس کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔" (سورۃ البقرۃ:255)

جبکہ اصلی ثقافت اسلامیہ والے کسی معاملے میں اختلاف ہو جانے پر اللہ کے اس فرمان کی طرف لوٹتے ہیں:

"پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تمھیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔" (سورۃ النساء:59)

...اللہ تم پر نظر عنایت فرمائے...

<u>**دوسرا نکتہ**</u> تو وہ نقطۂ عدل ہے، جو خیرہ کن چمک رکھتی عالمی ثقافت میں دوسری اخلاقی اقدار کی طرح محدود اور دہرے معیار کا حامل ہے۔ حسبِ مصلحت اس کے الگ الگ

پیمانے ہیں۔ جب مسلمان فریق نہ ہوں تو ان کا پیمانہ عدل مختلف ہوتا ہے اور جب مسلمان فریق ہوں تو تب وہ اپنا معیار عدل ان پر لاگو نہ کرنے پر متفق ہو جاتے ہیں جیسا کہ انھوں نے ہم مسلمانوں سے ڈرتے ہوئے شام میں ہمارے بھائیوں کے ساتھ کیا اور اگر ہم اسلام کی اصلی ثقافت اور اسلحہ سے لیس عالمی ثقافت کا عسکری میدان میں موازنہ کریں تو ہمیں اسلام میں ظاہر و باہر عدل کار فرما نظر آتا ہے۔ اہل اسلام کے لشکر روانہ ہوتے تو ان پر یہ فرض ہوتا کہ وہ درخت نہ کاٹیں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کریں اور لشکریانِ اسلام نے ایک بھی دن ان احکامات کی خلاف ورزی نہیں کی۔

معاصر عالمی ثقافت کے بڑے بڑے غیر مسلم مورخین نے گواہی دی ہے کہ تاریخ نے مسلمان فاتحین سے زیادہ رحم دل لوگ نہیں دیکھے۔ اس صدی اور پچھلی صدی میں کسی عربی یا اسلامی ملک نے کسی ملک پر چڑھائی نہیں کی بلکہ سامراجی طاقتوں ہی نے اپنی پیادہ اور سوار فوجوں کے ذریعے سے زیادتی کی ہے۔ بلکہ ہمارے زمانے کے ثقافت و تہذیب کے بعض علمبرداروں نے پچھلے سو سال میں دوسرے ممالک پر سو کے قریب حملے کیے اور اس دوران لاکھوں انسانوں کو قتل کر دیا ہے۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو یہ سب سے زیادہ مظلوم اور ستم رسیدہ قوم ہیں، انھی کی زمینیں، انھی کے ملک اور انھی کی جائیدادیں ایسی ہیں کہ وہاں گدھ بھی شاہین بن جاتا ہے۔ معاصر عالمی ثقافت کے ادارے آج اصلی مالک کو دہشت گرد قرار دے کر کہتے ہیں کہ اس کا بھی کوئی حق نہیں۔ یہ ثقافت مقدس مقامات اور ملکوں پر غالب آ جانے والے چور کو گھر کا محترم مالک قرار دے دیتی ہے۔

بین الاقوامی تعلقات کے ماہرین فرماتے ہیں کہ اس طرح کے تصرفات ممالک اور تنظیموں کے مفادات کی روشنی میں جانچے جاتے ہیں۔ یہ تو بالکل ویسا ہی جواز ہے جو راہزن رکھتے ہیں یا جیسے جنگل کے درندے چیر پھاڑ کے لیے جواز رکھتے ہیں۔

موجودہ عالمی ثقافت کو اس حوالے سے جاننے والا ضرور دیکھے گا کہ یہاں صحرا میں لوٹنے والا ایک ڈاکو تو مجرم اور دہشت گرد ہے مگر دوسری جگہ پر جب شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجادی جاتی ہے اور شہریوں کو قیدی بنالیا جاتا ہے تو وحشیانہ جرم کے خلاف کوئی بات کرنے والا نہیں ہوتا کیوں کہ اس کام کے اور اُس کام کے کرنیوالوں میں فرق ہے، سو پہلے فعل کا مرتکب انتہا پسند، اجڈ اور گمراہ ہے جبکہ دوسرے فعل کا مرتکب مہذب، متمدن اور ترقی یافتہ ہے۔

یہ وہ عدل و انصاف ہے جو معاصر عالمی تہذیب و ثقافت کے پاس ہے اور اس کے مقابلے میں یہ وہ عدل ہے جو ہم مسلمانوں کے پاس ہے۔ سو فیصلہ کر لو۔ فرمایا:

"ان دو جماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے؟ اگر تم خبر رکھتے ہو۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔" (سورۃ الانعام: 81-82)

دوسرا خطبہ

اما بعد!

اسلام کے تمام مشکلات کے حل پر مشتمل دینِ حق کے اور موجود عالمی ثقافت کے درمیان فرق کرنے والے نکات میں تیسرے نکتے کا تعلق عالمی معیشت سے ہے۔ ہمارے زمانے کی عالمی ثقافت نے جو ڈھیروں برکات دنیا کو عطا کی ہیں، ان میں سے ایک، موجودہ بینکاری نظام کے تباہ کن اثرات ہیں، جن کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی اور عالمی اقتصادی بحران ہم سے کوئی دور کی بات بھی نہیں۔

اس پر فریب خیرہ کن تہذیب کی طرف خود کو منسوب کرنے والے بھی یہ گواہی دینے پر مجبور ہیں کہ موجودہ نظام معیشت نے، جسے بین الاقوامی اقتصادیات کا نام دیا جاتا

ہے۔ عالمی معیشت کو تباہ کن نقصانات پہنچائے ہیں۔ اس لیے کہ اس کے نتیجے میں تہ در تہ قرضوں کے پہاڑ کھڑے ہو گئے ہیں۔ جس کے نتیجے میں بہت سے اقتصادی منصوبے شطرنج کی بساط کی مانند ہو کر رہ گئے ہیں، جن میں اصلی منصوبوں کی نسبت ایک فیصد بھی نہیں ہے۔

اس کے بر خلاف اسلامی معیشت تین بڑے کامیاب اصولوں پر مبنی ہے:

پہلا: یہ ہے کہ مال سب لوگوں کے قیام کا ذریعہ ہے۔

دوسرا: غریبوں کو نظر انداز کرتے ہوئے مال و دولت کی گردش صرف امراء کے درمیان محدود و محصور نہیں کی جاسکتی۔

تیسرا: باہمی معاملات میں حقیقی عدل وانصاف کا قیام

یہی وجہ ہے کہ عالمی اقتصادی ماہرین اس وقت دہشت زدہ ہو کر رہ گئے جب انھوں نے دیکھا کہ اشتراکی نظام معیشت ستر سال کے تجربے کے بعد دھڑام سے نیچے آگرا، سرمایہ دارانہ نظام کا مستقبل بھی اس سے مختلف نہیں، کیونکہ یہ شخصی اور انفرادی مفادات کے گرد گھومتا ہے اور بے مقصد دائروں میں سفر کے دوران مسلسل اقتصادی ارتکاز پر قابض بھیڑیئے اسے نوچ رہے ہیں۔ اس لیے کہ یہ نظام ان حقیقی بنیادوں پر استوار نہیں۔

چنانچہ اس کے نزدیک مال تمام لوگوں کے قیام کا ذریعہ نہیں بلکہ چند لوگوں کی ملکیت ہے۔ دوسرے یہ نظام عدل و انصاف سے بالکل عاری ہے۔ تیسرے اس کے نتیجہ میں دولت امراء کے گھر کی باندی بن کر رہ گئی ہے جبکہ اسلام فیصلہ فرماتا ہے:

"اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے صدقہ کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گنہگار سے محبت نہیں کرتا۔" (سورۃ البقرۃ:)

تو کیا خیال ہے، حق ان آندھیوں کے نتیجے میں ضائع ہو کر رہ جائے گا؟ مسلمانوں کا مستقبل اپنے وطنوں سے بے دخلی، اپنی دولت سے محرومی ہی سے عبارت رہے گا؟ اور اس نام نہاد تہذیب کے ٹکڑوں پر پلنے والے اور ان کے سامنے پیشہ ور گداگروں کی طرح ہاتھ پھیلانے والے ہی پھلتے پھولتے رہیں گے؟ یا اس غفلت کے بعد بیداری بھی آئے گی۔ ان زنجیروں سے آزادی کا بھی کوئی لمحہ میسر آئے گا! اور اس غلامی سے نجات پانے کا جذبہ انگڑائی لے گا؟ جس کا سایہ اہل اسلام کی عقلوں تک دراز ہو چکا ہے۔ اچھے مستقبل کی امید ہماری منزل اور یقین محکم، حقانیتِ اسلام پر غیر متزلزل ایمان اس تک پہنچنے کا زینہ ہے اور یہی اسلام پر کامل اعتماد ہے اور بغیر کسی تردد کے امکانات کی حفاظت ہے۔ اور ہاں درود پڑھو، مخلوق میں سب سے بہتر اور انسانوں میں سے سب سے پاک ذات پر جو کہ محمد ﷺ ہیں جو صاحب حوضِ کوثر اور صاحبِ شفاعت ہیں۔ سو اللہ نے تمھیں وہ حکم دیا ہے جس کا آغاز خود کیا اور اس کی پاکی کی تسبیح کرنے والے فرشتوں نے لیا اور اے مومنو! خصوصی طور پر تمھیں کہا ہے:

”اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو“ (سورۃ الاحزاب:56)

2

مومن کے نزدیک
حق اور عدل کا معیار

فضیلۃ الشیخ السعود الشریم حفظہ اللہ

20 شوال 1433ھ بمطابق 7 ستمبر 2012ء

11

پہلا خطبہ

جمیع تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں، ہم اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے استغفار کرتے ہیں، اپنے نفسوں کے شر اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو اللہ بھٹکا دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر، آپ کی آل اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر درود و سلام اور برکات نازل فرمائے۔

حمد وثناء کے بعد!

فرمایا: "مومنو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔" (سورۃ آل عمران:102)

اور فرمایا:

"لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا کیا، اس نے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے بکثرت مرد و عورت پیدا کر کے روئے زمین پر پھیلا دیئے اور اللہ سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور رشتے داروں سے تعلقات توڑنے سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔" (سورۃ النساء:101)

نیز فرمایا:

"مومنو! اللہ سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو۔ وہ تمہارے سب اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بیشک بڑی مراد پائے گا۔" (سورۃ الاحزاب:70-71)

کچھ شک نہیں کہ سب سے سچی بات، اللہ کی بات ہے اور بہترین ہدایت محمد کریم ﷺ کی فراہم کردہ رہنمائی ہے اور دین میں بدترین امور نئے ایجاد کردہ معاملات ہیں۔ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور تم پر لازم ہے کہ مسلمانوں کی جماعت سے منسلک رہو کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

لوگو! حقیقت اور حکمت ہر منصف و عادل مومن کی گمشدہ میراث ہے۔ ہر وہ شخص جو اپنے مولا اور اپنے خالق پر اعتقاد رکھتا ہے۔ وہ جو خالق کی رضا کا متلاشی ہے، مخلوق کی خوشنودی کا طالب نہیں اور وہ جو حکمت و علم اور باریک بین و باخبر اللہ کی ہدایت سے رہنمائی چاہتا ہے۔ حق یہ ہے کہ صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی وہ ذاتِ بابرکات ہے جو حق کی رہنمائی فراہم کر سکتی ہے۔ فرمایا:

"بھلا جو حق کا راستہ دکھائے وہ اس قابل ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ کہ جب تک کوئی اسے راستہ نہ بتائے، وہ راستہ ہی نہ پائے؟ تو تم کو کیا ہوا ہے کیسا انصاف کرتے ہو؟" (سورۃ یونس:35)

ایک مخلص، مطیع اور متبع مومن کے ہاں حق و عدل کا یہی معیار ہوتا ہے اور اس کے نزدیک اپنے ہم عقیدہ لوگوں کا یہ قول روشنی کا مینار ہوتا ہے۔ اور فرمایا:

"اے پروردگار جو کچھ تو نے نازل فرمایا ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم (تیرے) پیغمبر کے متبع ہو چکے سو تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ لے۔" (سورۃ آل عمران:53)

یہ ہے وہ صاحبِ بصیرت مومن جس کی نظر انتخاب کو نہ تو رونق و رعنائی کے مناظر بہکا سکتے ہیں اور نہ پر فریب صحرا کے سراب بھٹکا سکتے ہیں۔ اس کے دل زندہ کو نہ تو پر کشش اشیاء کی ترغیب لبھا سکتی ہے اور نہ جھوٹ کی جعلی چکا چوند متوجہ کر سکتی ہے۔ اس کا دل ایک سچے مومن کا دل ہوتا ہے، جو اللہ کے عطا کردہ نور سے اشیاء کی حقیقت کو دیکھتا ہے۔ وہ ادراک رکھتا ہے کہ گناہ وہ ہے جو دلِ مومن میں کھٹکا پیدا کر دے اور اسے لوگوں

کا اس سے مطلع ہونا ناگوار گزرے۔ اس کا رب سے سلوک ایسا مخلصانہ ہوتا ہے کہ گویا وہ اپنے رب کو دیکھ رہا ہے کیونکہ اسے کامل ادراک ہے کہ اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔

پھر اس معاملے میں اس کے نزدیک قلت و کثرت چنداں اہمیت نہیں رکھتے۔ ہجوم اور کثرت اگر حق سے دور ہو تو یہ اس سے دھوکا نہیں کھاتا اور انتہائی قلت سے وہ وحشت زدہ نہیں ہوتا کہ جب وہ حق پر ہو۔ ایسے صاحبِ بصیرت اور دانا شخص کو رب کی طرف سے سیاہ و سفید میں تمیز کی توفیق ارزاں ہو جاتی ہے، وجہ یہ کہ اسے یقینی علم مل جاتا ہے۔ اسے حق الیقین مہیا اور عین الیقین میسر آجاتا ہے اور معاملات تو اللہ ہی کے اختیار میں ہوتے ہیں، اول کیا، آخر کیا؟ اسے معلوم ہے کہ انجام کار تو اسی کا ہے جو اللہ کی رضا کا موجب ہے۔ جہاں تک کثرت کا تعلق ہے تو یہ اس شخص کے لیے کچھ مفید ثابت نہیں ہو سکتی کہ زندگی کی شام میں جس پر گمراہی غالب آجائے۔

اور یہ جو معروف مقولہ ہے کہ "سب کے ساتھ تو موت بھی رحمت ہے" کچھ فائدہ مند نہیں کیونکہ ایک صاحبِ ایمان امتوں میں ستون کی حیثیت رکھتی شخصیات، ان کی اشرافیہ اور ان کے سرکشوں کو جہنم میں ڈال دینے کے بارے، رب کے اس فرمان سے آگہی رکھتا ہے۔ فرمایا:

"اور جب تم زندگی میں ظلم کرتے رہے تو آج تمہیں یہ بات فائدہ نہیں دے سکتی کہ آج تم (سب) عذاب میں شریک ہو۔" (سورۃ الزخرف:37)

بعض کم علم سمجھ بیٹھے کہ کثرت ہی حق اور سچ کا معیار ہے اور قلت باطل اور غلط ہونے کی علامت ہے۔ یہ گمان نرا مغالطہ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ حق! اگرچہ اس کے پیروکار کم ہی کیوں نہ ہوں اپنی حجت کی بنا پر غالب اور کثیر ہوتا ہے نہ کہ اپنے پیروکاروں کی بنا پر اور کثرت کبھی تقویت حق میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتی اور نہ قلت اس کی حقانیت میں ذرا سی بھی کمی کر سکتی ہے۔ حق کبھی لوگوں کی قلت و کثرت سے نہیں تولا

جاتا بلکہ لوگوں کو حق کے معیار پر پرکھا اور جانچا جاتا ہے۔ جسے خواہشِ تحقیق ہو وہ قرآن کی یہ آیت پڑھ لے۔ فرمایا:

”اور اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں (گمراہ ہیں) اگر تم ان کا کہا مان لوگے تو وہ تمہیں اللہ کا راستہ بھلا دیں گے۔ یہ تو محض خیال کے پیچھے چلتے اور نرے اٹکل کے تیر چلاتے ہیں۔“(سورۃ الانعام:116)

رسول اللہ ﷺ کا کیا ہی خوب فرمان ہے: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں۔ کسی نبی کو میں نے ایک پیروکار کے ساتھ دیکھا، کسی نبی کے ساتھ دو ماننے والے تھے، کسی نبی کے ساتھ گروہ تھا اور کسی نبی کے ساتھ ایک بھی ماننے والا نہ تھا۔“(صحیح مسلم:221)

تو اے لوگو! یہ ہیں انبیاء کرام کی مقدس ہستیاں، جن میں سے کئی ایک انتہائی کم پیروکاروں کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں، بلکہ کچھ کے ساتھ تو ایک بھی ماننے والا نہیں، نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی زندگی گزاری اور اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں بتاتے ہیں:

”اور انکے ساتھ ایمان بہت ہی کم لوگ لائے تھے۔“(سورۃ ہود:40)

تو یہ قلت ان پیغمبروں کی نبوت و رسالت کے حق ہونے میں کسی کمی یا نقص کی دلیل نہیں۔ جیسا کہ انبیاء کے مخالفین کا بڑے گروہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ حق پر تھے اور ان کی کثرت ان کے باطل ہونے میں قطعاً رکاوٹ نہیں بنتی۔ بایں سبب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے پیروکاروں کے بارے میں فرمایا:

”وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا اور انکو دوزخ میں جا اتارے گا اور جس مقام پر وہ اتارے جائیں گے وہ برا ہے۔“(سورۃ ہود:98)

افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ آج اللہ کے معاملے میں ہر افراط و تفریط کرنے والے شخص کی یہی دلیل بن گئی ہے کہ اکثر لوگ ایسا ہی کر رہے ہیں۔ لوگ ایسا کہہ رہے ہیں یا

لوگ اسی کو بہتر خیال کرتے ہیں۔ حق و باطل کی تمیز و تفریق میں حق اور دلیل کی بجائے ان کا واحد معیار لوگوں کی کثرت ہے۔

یہ فرعونی دلیل ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جسے باطل قرار دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے اس مکالمے میں، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کو اس کے خالق کی توحید اپنانے کی دعوت دے رہے تھے۔ فرعون نے کہا تھا:

"تو پہلی جماعتوں کا کیا حال ہے؟" (سورۃ طٰہٰ:51)

یعنی پہلی لاتعداد اور بے شمار امتوں کا کیا ہو گا؟ یعنی کیا وہ سب گمراہی پر تھیں اور صرف آپ ہدایت پر ہیں؟ پھر کہنے لگا:

"موسیٰ تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ اپنے جادو (کے زور) سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو۔" (سورۃ طٰہٰ:57)

یہ رویہ ایسے غیر معتبر اور بے وزن شخص کا ہے کہ جس کی اپنی کوئی رائے نہیں، وہ ہوا کے رخ پر چلتا ہے۔ ہر وہ شخص فریب خوردہ نادان ہے جس نے اپنی مہار کسی راہنما کو نہیں دشمن کو سونپ رکھی ہے اور اس کی نظر مقدار پر ہے معیار پر نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، تم میں سے کوئی ایسا بے وزن اور بے حیثیت نہ ہو کہ یوں کہنے لگے کہ "میں لوگوں کے ساتھ ہوں" جیسے وہ کریں گے میں بھی ویسے ہی کروں گا، وہ ہدایت پر ہیں تو میں بھی ہدایت پر، وہ گمراہ ہیں تو میں بھی ان کے ساتھ گمراہ، اس کا دستور العمل ہو کے رہ جائے۔ آگاہ رہیے! تمھارا اپنے آپ پر اتنا تو قابو رہنا چاہیے کہ اگر لوگ کفر پر آمادہ ہوں تو تم اس سے باز رہ سکو۔

ایک مخلص مومن کو لوگوں کی کثرت کبھی دھوکے میں نہیں ڈال سکتی اور نہ اسے معیارِ حق سمجھنے کا لوگوں کا رواج دھکا دے سکتا ہے اور نہ یہ دعویٰ کہ جس پر زیادہ لوگ عمل پیرا ہیں وہی صحیح اور جس موقف کے حاملین تعداد میں کم ہیں وہی باطل ہے۔ ابن

قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضمن میں کیا ہی خوب کہا ہے، فرمایا، لوگ تو پرندوں کے جھنڈ ہوتے ہیں، ایک دوسرے کے پیچھے چلنے والے، اگر یہ جاننے کے باوجود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں ان کے سامنے کوئی جھوٹا مدعیٔ نبوت آ جائے بلکہ اگر کوئی رب ہونے کا بھی دعویٰ کر دے تو وہ بھی پیروکاروں کا ہجوم اکٹھا کر لے گا۔

اللہ کے بندو! اس لیے اگر ہم اپنے رب کی کتاب پر نظر ڈالیں تو اس میں مذکور حقائق سے کھلتا ہے کہ 'کثرت!' دین کے بہت سے معاملات میں ثبوتِ حق کے لیے قابلِ اعتماد معیار نہیں ہے۔ ایمان کے پہلو سے دیکھیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اور انسانوں کی اکثریت اگرچہ تمھیں خواہش ہو ایمان لانے والی نہیں ہے۔"

(سورۃ یوسف:103)

حق اور قبول حق کے سلسلے میں فرمایا:

"ہم تمہارے پاس حق لے کر پہنچے لیکن تم اکثر حق سے ناخوش ہوتے رہے۔"

(سورۃ الزخرف:78)

جہاد و قتال اور مسلمانوں کے دفاع کے معاملے میں فرمایا:

"اور تمہاری جماعت خواہ کتنی ہی کثیر ہو تمہارے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور اللہ تو مومنوں کے ساتھ ہے۔" (سورۃ الانفال:19)

اور فرمایا:

"(جنگ) حنین کے دن جبکہ تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر غرّہ تھا تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی۔" (سورۃ التوبۃ:25)

شکر ادا کرنے کے معاملے میں فرمایا:

"اے داؤد کی اولاد میرا (شکر) کرو اور میرے بندوں میں شکر گزار تھوڑے ہیں۔"

(سورۃ سبا:13)

مالی معاملات کے متعلق ارشاد فرمایا:

”اور اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی ہی کیا کرتے ہیں، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔“(سورۃ ص:24)

درست عقیدے کے بارے میں فرمایا:

”اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر (اس کے ساتھ) شرک کرتے ہیں۔“(سورۃ یوسف:106)

اور جہاں تک دلائل و براہین اور بڑی بڑی نشانیوں سے عبرت و موعظت حاصل کرنے کی بات ہے تو فرمایا:

”کچھ شک نہیں کہ اس میں (اللہ کی قدرت کی) نشانی ہے مگر یہ اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں اور تمہارا پروردگار غالب (اور) مہربان ہے۔“(سورۃ الشعراء:8-9)

اللہ کے بندو! ان آیات میں ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ بہت سے پہلوؤں میں کثرت کو اسلام تحسین کی نظر سے نہیں دیکھتا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ کثرت کبھی اعتبار و اعتماد کی بنیاد نہیں ہو سکتی کیونکہ اس پر گمراہ کن اور راہِ راست سے ہٹے ہوئے نتائج مرتب ہوتے ہیں اور اس قاعدے میں حق کو دلائل کے بجائے لوگوں پر منحصر کر دیا گیا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تعداد میں کم ہونا اسلام کی نگاہ میں عیب نہیں بلکہ کئی مقامات پر اس کی توصیف بیان ہوئی ہے اور عددی اعتبار سے قلت رکھنے والوں کی اللہ کی کتاب میں تعریف بیان ہوئی ہے۔ اس بیان کے باعث کہ اے مومن تو اگرچہ اکیلا ہے لیکن اپنے ایمان کے باعث کم نہیں، بیش بہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”بیشک ابراہیم (لوگوں کے) امام (اور) اللہ کے فرمانبردار تھے۔ جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔“(سورۃ النحل:120)

اہل جنت کے بارے فرمایا: "وہ بہت سے تو اگلے لوگوں میں سے ہوں گے اور تھوڑے سے پچھلوں میں سے۔" (سورۃ الواقعہ:13-14)

دفاع و قتال کے حوالے سے فرمایا:

"بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے۔" (سورۃ البقرۃ:249)

اللہ کے بندو! کلامِ گزشتہ کے حاصل سے واضح ہوا کہ کثرت کبھی حق اور حقیقت کے لیے پیمانہ نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ کبھی آدمی کی روحانی اور ایمانی قدر و قیمت متعین کرنے کا وسیلہ ہے۔ کبھی کثرت قابلِ تعریف بھی ہوتی ہے جب یہ شرعی حدود سے متجاوز ہونے سے باز رہے اور کبھی شریعت کے مقرر کردہ مقصد کے موافق ہونے کی بدولت کثرت بھی قابلِ تعریف ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اللہ کے راستے میں، فقراء و مساکین کے لیے اور یتیموں اور مسافروں کے لیے بکثرت خرچ کرتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ کئی مقامات پر قلت بھی قابلِ تعریف ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے اس قلت نے اکثریت کے پیچھے چلنے سے انکار کر دیا ہے جو کثرت کو بھی حق کی دلیل بنائے ہوئے ہے۔ اس لیے پیروکاروں کی قلت تعداد اور یا قلتِ مال انبیاء کو ان کے کثیر التعداد دشمنوں کے مقابلے میں اہل حق اور نصرت کے مستحق قرار دینے میں مانع نہیں ہوئی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کچھ ضرر نہیں ہوا کہ مرتدین سے قتال کے متعلق حق ان کے ساتھ تھا اور وہ تنہا ہونے کے باوجود حق پر ہونے کے ناتے کثیر تھے۔

امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کا کیا بگڑا جب فتنۂ خلق قرآن کے موقع پر حق ان کے ساتھ تھا، وہ تنہا ہوتے ہوئے حق پر ہونے کے باعث کثیر تھے۔

عربی شعر کا مفہوم ہے:

”کتنے زیادہ لوگ ہیں، نہیں بلکہ بہت ہی کم ہیں لوگ، اور اللہ جانتا ہے کہ یہ کہنے میں قطعاً فاتر العقل نہیں ہوں، جب میں آنکھیں کھولتا ہوں تو بے شمار لوگ نظر آتے ہیں لیکن جب معقول لوگ ڈھونڈوں تو بخدا ایک بھی رجل رشید نہیں ملتا۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لوگ تو ان سو اونٹوں کی مانند ہوتے ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی سواری کے لائق نہیں ہوتا۔“ (صحیح بخاری:6498، صحیح مسلم:2549)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن کو بابرکت کرے اور اس کی آیات و ذکر کو ہمارے لیے نفع بخش بنائے، لوگو! میں نے وہی کہا جو تم نے سنا، درست ہے تو رب کی توفیق سے ہے اور اگر کوئی خطا ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ ہی سے معافی کا طلبگار ہوں اور وہی معافی دینے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

حمد و ثناء کے بعد! لوگو! اللہ سے ڈرو! اور جان لو کہ یہ حق ہی ہے جس کی بدولت زمین و آسمان قائم ہیں۔ حق اور اہل حق کی پیروی کرو، وہ جہاں بھی ہوں اور حضرت علی کا قول یاد رکھا کرو، میرے گرد لوگوں کا ہجوم میری قدر و منزلت میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتا اور نہ ان کا مجھے چھوڑ جانا ہی وحشت میں ڈالتا ہے۔

قلت کی بنا پر ہدایت کے راستے پر چلنے والے کو اجنبی نہ گردانو، پھر یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اکثریت کا حال خوب کھول دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ (سورۃ الاعراف:187)

فرمایا: ”اور یہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔“ (سورۃ المائدۃ:103)

ایک اور مقام پر فرمایا:

"اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔"(سورۃ البقرۃ:243)

اور فرمایا:"اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔"(سورۃ الرعد:1)

نیز فرمایا:"اکثر لوگ تو نافرمان ہیں۔"(سورۃ المائدۃ:49)

اللہ کے بندو! یہ اس لیے ہے کہ علم عقل کی اتباع کرتا ہے۔ فرمایا:

"اور حق کو تو اہل دانش ہی سمجھتے ہیں۔"(سورۃ العنکبوت:43)

جو جان گیا، عقلمند ہو گیا، جو عقلمند ہوا شکر گزار ہو گیا اور اس نے اپنے آپ کو نافرمانی اور انحراف سے بچا لیا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے تو مذکورہ امور میں سے کسی ایک کے نقص کی وجہ سے ایسا کرتا ہے یا تو عدم علم کی وجہ سے، یا عدم عقل کے باعث، یا عدمِ ایمان کی وجہ سے یا عدم شکر کے سبب سے اور یہ سارے ہی معاملات ثابت قدمی اور خیر و فلاح سے محروم کر دینے والے ہیں۔ امتیں اسی لیے ہلاکت کا شکار ہوئیں کہ وہ علم و عقل اور ایمان و شکر سے محروم ہو گئیں، فرمایا:

"اور جب ہمارا ارادہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے آسودہ لوگوں کو (فواحش) پر مامور کر دیا، تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے، پھر اس پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو گیا اور ہم نے اسے ہلاک کر ڈالا۔"(سورۃ الاسراء:16)

کچھ شک نہیں علم و عقل اور ایمان و شکر کی کا زیادہ ہونا معاشرے میں ایسی قیمتی اقدار کو جنم دیتے ہیں جن سے جسدِ امت کی خوب حفاظت و صیانت اور کمال اصلاح و خیر خواہی ہوتی ہے۔ فرمایا:

"اور تمہارا پروردگار ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو جبکہ وہاں کے باشندے نیکوکار ہوں ازراہ ظلم تباہ کر دے۔"(سورۃ ہود:117)

دوسرے مقام پر فرمایا:

”جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے کیا ان کو ہم انکی طرح کر دیں گے جو ملک میں فساد کرتے ہیں یا پرہیز گاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے۔ (یہ) کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں۔“(سورۃ ص:29)

اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، کائنات کے سب سے بہترین، انسانوں میں سب سے پاکیزہ صاحبِ حوضِ کوثر اور شفاعت کرنے والے محمد بن عبد اللہ ﷺ پر درود بھیجو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسے کام کا حکم دیا ہے جس کی ابتدا اللہ نے خود کی ہے اور اپنے فرشتوں کے ساتھ اپنے پیغمبر کی تعریف کی ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا:

”اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں مومنو! تم بھی پیغمبر پر درود اور سلام بھیجا کرو۔“(سورۃ الاحزاب:56)

3

اللہ سے یقین مانگیے

فضیلۃ الشیخ السعود الشریم حفظہ اللہ

01 صفر 1434ھ بمطابق 14 دسمبر 2012ء

12

پہلا خطبہ

تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اسی سے مدد مانگتے ہیں، اسی سے معافی چاہتے ہیں اور ہم اللہ سے اپنے نفسوں اور برے اعمال کے شر سے پناہ چاہتے ہیں۔ جسے اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا اور جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی لائق عبادت نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”مومنو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔“

(سورۃ آل عمران:102)

اور فرمایا:

”لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اس نے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے اور اللہ سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت بر آری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور رشتے ناتے توڑنے سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔“ (سورۃ النساء:1)

نیز فرمایا:

”مومنو! اللہ سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو وہ تمہارے سب اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بیشک بڑی مراد پائے گا۔“ (سورۃ الاحزاب:70-71)

حمد و ثناء اور درود و سلام کے بعد!

مسلمانو! ایک بہترین وصف جس کا حصول گراں مایہ ہے اور وہ ہر صاحبِ عقل و دانش کا مطمح نظر ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ وہ راہِ پرخار بھی ہے کہ جس پر چلنے کا حوصلہ کم ہی لوگوں کو ہوتا ہے، اہمیت و فضیلت کے اعتبار سے اس کی کوئی مثال نہیں۔ وحشت و تنہائی میں یہ مونس و غمخوار اور لاچاری اور ضعف میں یہ قوتِ سدا بہار ہے۔ بے انتہا تشنگی میں یہ موجب سیر ابی ہے۔ تو گھٹاٹوپ اندھیروں میں یہ روشنی کی کرن ہے قلتوں میں موجبِ کثرت ہے۔ جو اس صفت سے متصف ہو گیا خواہ وہ اپنے بستر پر ہی کیوں نہ لیٹا ہو، آسمان کی بلندیوں تک جا پہنچا۔ یہ وہ ہے کہ گڈری پوشوں کو بھی ہیبت و وقار اور رفعت و سربلندی سے ہمکنار کرتی ہے اور کچھ اس شانِ استغنا کے ساتھ کہ پھر حسب و نسب یا مادی جاہ و جلال کی حاجت نہیں رہتی اور یہ وہ نادر و نایاب چیز ہے جو نہ مال و منال سے خریدی جا سکتی ہے اور نہ زورِ بازو سے کمائی جا سکتی ہے۔

یہ وہی صفتِ عالیہ اور خصلتِ ثمینہ ہے جس کی ترغیب ہمارے رہبر اور محبوب نبی ﷺ نے دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر درود و سلام اور برکتیں نازل فرمائے، ہمارے لیے سراپا خیر نبی ﷺ نے ہمیشہ ہماری بہترین معاملے کی طرف رہنمائی فرمائی۔ مسندِ احمد میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ایمان اور عافیت مانگا کرو کہ ایمان کے بعد عافیت سے بہتر آج تک کسی کو کچھ نہیں دیا گیا۔

اللہ کے بندو! وہ خوبی، وہ صفت اور ہر مشکل میں کام آنے والی وہ قوت 'ایمان' ہے۔ یقین جس کی معیت میں اللہ عزوجل کی صحیح معرفت دل میں جاگزیں ہوتی ہے یہ نہ تو کبھی گردش کا شکار ہوتا ہے اور نہ زوال سے ہمکنار۔ 'ایمان' وہ ولولہ ہے جو صاحبِ یقین کے دل میں کبھی متغیر نہیں ہوتا بلکہ وہ ہمیشہ اشیاء کی حقیقت کا صحیح رخ دکھا کے دل کو طمانیت و اطمینان سے بھرپور کر دیتا ہے۔ ایمان ہی ہے جو انسانی قلب و ذہن کو ماضی و

مستقبل اور موجود و حاضر کے متعلق اللہ تعالیٰ کے بارے ہر شک و شبے سے بالاتر کر کے نورِ یقین سے منور کر دیتا ہے۔

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین آدمی یقین کے ان تینوں مشہور مراحل و درجات میں سے ہر ایک کو ثابت کر دکھاتا ہے۔ ایمان کے لیے یقین وہی مقام و منزلت رکھتا ہے جو جسم میں روح کی قدر و منزلت ہے جو شخص بے یقین جی رہا ہے گویا وہ محض ایک میت اور مردہ کی سی زندگی بسر کر رہا ہے۔ مومن کے لیے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بتائی ہر چیز پر یقین رکھے اور اسے سچا جانے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ہر حکم اور ہر ممانعت پر ایمان لائے۔ پھر اسے اس قابلِ رشک اور رفیع الشان مقام تک پہنچنے کا ہمیشہ شعور و احساس دامن گیر رہے، رسول اللہ ﷺ کے بعد امت کے بہترین شخص جس مقام کی طرف سب سے پہلے سبقت لے جا چکے۔

سبقت لے جانے والی وہ بہترین شخصیت ہیں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ! وہ صدیق کہ جن کو تین مواقع پر یقین نے اتنا مستحکم و مضبوط کر دیا کہ تاریخ ان کا تذکرہ دائم سنہرے اور نورانی حروف میں کرتی رہے گی۔ اس سلسلے کا پہلا موقع وہ تھا جب کفارِ قریش انھیں ان کے دین اور ان کے نبی و رفیق کی دی گئی معراج کی خبروں کے متعلق شک و شبہ میں مبتلا کر کے متزلزل کرنے آئے۔ قریش بڑے طمطراق سے کہنے لگے، سنتے ہو؟ تمھارے دوست کا خیال ہے کہ اسے نا صرف بیت المقدس کی سیر کروائی گئی بلکہ وہ آسمان کی بلندیوں تک بھی لے جایا گیا۔ یہ سنا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اتنا بھی توقف نہ کیا کہ وہ جا کے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ ہی لیتے کہ آیا انھوں نے ایسا فرمایا بھی تھا یا نہیں، بلکہ صدیق نے یہ کیا کہ اس صادق و مصدوق کی دی گئی خبر پر یقین کامل کا اظہار کرتے ہوئے فوراً اپنا مشہور و معروف مقولہ ارشاد فرمایا: کہنے لگے:

”اگر یہ انھوں نے فرمایا ہے تو یقیناً سچ فرمایا ہے۔“

دوسرا مرحلہ وہ تھا جب آپ رضی اللہ عنہ وفاتِ رسول کے موقع پر منبر پر چڑھے اور تب سر دارانِ قوم وفاتِ رسول کی ہلا دینے والی خبر سے انکاری ہو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: سنو! جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، وہ دیکھ لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں اور اس کے برعکس جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے وہ کبھی وفات نہ پائے گا۔ تیسرا موقع امتحان وفاتِ رسول کے بعد مرتدین سے قتال کا مرحلہ تھا، اس موقع پر وہ تن تنہا ایک امت کی سی مضبوطی سے اپنے موقف پر ڈٹ گئے، یہاں بھی آپ نے اپنا مشہورِ زمانہ جملہ کہا، فرمایا:

”اللہ کی قسم! نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرنے والوں سے میں لڑوں گا اور اگر کسی شخص نے زکوٰۃ کی مد میں ایک رسی بھی دینے سے انکار کیا، جو وہ عہدِ رسول میں دیا کرتا تھا، تو میں اس کے خلاف قتال کروں گا۔“

یقین صرف عقل کے قائل ہو جانے کا نام نہیں، کہ اگر معاملہ یوں ہوتا تو بعثت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از روئے عقل و دانش معاشرے کے مکمل اور ممتاز ترین فرد تھے، چنانچہ اگر عقل ہی پر اس کا مدار ہوتا تو انھیں ایمان کی احتیاج ہی نہ رہتی لیکن اس کے برعکس اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے:

”اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعے (سے قرآن) بھیجا ہے تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بیشک (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم سیدھا راستہ دکھاتے ہو (یعنی) اللہ کا راستہ جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کا مالک ہے دیکھو سب کام اللہ کی طرف رجوع ہوں گے (اور وہی ان میں فیصلہ کرے گا۔)“ (سورۃ الشوریٰ:52-53)

اسی کی ایک تائید اور دلیل یہ بھی ہے کہ جب ہِرَ قُل نے قبول اسلام سے پہلے ابو سفیان سے پوچھا تھا کہ کیا کسی نے قبول کر لینے کے بعد اسلام کو چھوڑا بھی ہے؟ تو ابوسفیان نے کہا تھا، نہیں، اس پر ہر قل کہنے لگا، ایمان ایسا ہی ہوتا ہے۔ جب اس کی بشاشت کسی دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے، تو پھر وہ کبھی اس سے الگ نہیں ہو سکتا۔

اور اے اللہ کے بندو! یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ جب ایمان کی بشاشت دل کو چھو لے تو صاحب دل یقین کے اس بلند درجے پر فائز ہو جاتا ہے کہ پھر اللہ کے دین کی کوئی بات بھی ناگوار نہیں لگتی۔ ایک صاحبِ ایمان شخص جب اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے زندگی بسر کرتا ہے تو اسے علم ہوتا ہے کہ یہ ساری دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے ایک پر جتنی بھی قدر و وقعت نہیں رکھتی، اور اس کی حیثیت یہ ہے کہ کوئی بھی اس سے کچھ چھین نہیں سکتا، سوائے اس کے کہ جو اللہ نے چھننا اس کے مقدر میں لکھ دیا ہو۔ وجہ یہ ہے کہ صاحبِ ایمان کا مقصود و مدعا دوسروں کی غرض و غایت سے بلند تر ہو جاتا ہے، قصہ یہ ہے کہ جو ایمان کا شیریں ذائقہ چکھتا ہے، دراصل وہی اس کی اصلی و حقیقی حلاوت محسوس کر سکتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے، دیکھا ہوا کبھی سنے جیسا نہیں ہوتا۔ وجہ یہ بھی ہے کہ یہ بندے اور اس کے رب کے درمیان خالصاً دل کا معاملہ ہے۔ صاحبانِ بصیرت اور دیدۂ بینا رکھنے والوں کے علاوہ عام لوگ جس کے اثرات دیکھ نہیں پاتے۔

خلوت و جلوت میں خشیت الٰہی سے معمور رہنا، حالتِ غضب و رضا میں معقول و موزوں بات کہنا اور خوشگوار اور ناگوار ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے حضور سرِ تسلیم خم کیے رکھنا، یہ ایمان کے بالخصوص ثمرات و نتائج ہیں۔ ایسے صاحبِ یقین و ایمان کا اللہ پر حق ہے کہ وہ بندے کو بصیرت، ہدایت اور رحمت سے نواز دے اور صحیح دینی زندگی کے استحکام و استمرار کے لیے یہی تین صفات کلیدی حیثیت کی حامل ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ”یہ قرآن لوگوں کے لئے دانائی کی باتیں ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لئے ہدایت ورحمت ہے۔“ (سورۃ الجاثیہ:20)

اے بندگانِ الٰہ! حقیقی صاحب یقین وہ ہے جو اپنے رب کے سوا کسی کو پہچانتا نہیں، رب کے سوا سب سے خوف وامید کے رشتے منقطع کر دے، لوگ بھلے اونٹ، گھوڑے، درہم ودینار اور دنیاوی حسب وجاہ لے جائیں اور اسے صرف رب ملے تو وہ اسے گھاٹے کا سودا نہیں، بلکہ حقیقی کامیابی سمجھے۔ واقعہ یہ ہے کہ جسے معرفتِ الٰہی حاصل ہو جائے، اسے ذاتِ باری سے بے بہرہ شخص کی ذرہ بھر پروا نہیں ہوتی اور حق کو پہچاننے والے کا، باطل کے متوالے بال بھی بیکا نہیں کرسکتے۔ اے بندگانِ الٰہ! یہ بڑی بنیادی بات ہے، کہ جس کو رب مل گیا اسے کیا نہیں ملا اور جس کو رب تعالیٰ ہی نہ ملا تو اسے کیا ملا؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس نعمتِ یقین سے کیا خوب عزت دی، فرمایا:

”اور اس طرح ہم ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے تاکہ وہ خوب یقین کرنے والوں میں ہو جائیں۔“ (سورۃ الانعام:75)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رب پر ایسا مضبوط یقین تھا کہ وہ ہر آن ان کے ایمان میں اضافے ہی کا سبب بنا۔ ان کا موقف واضح حق پر مبنی تھا، چنانچہ قوم کی راہِ حق سے گمراہی اور انحراف نے ہر دم ان کے رب پر اعتقاد واعتماد میں اضافہ ہی کیا، وہ کہ جنھوں نے جھوٹے الٰہ بنا رکھے تھے اور جو اللہ کے راستے سے روکتے تھے جبکہ دانا وبینا تھے۔

اللہ کے بندو!

یہ اللہ کے ساتھ یقین ہی تھا جس نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا بیٹے اسماعیل ذبح کرنے کے حکم کی تعمیل کرنے پر تیار کر دیا اور یہ یقین ہی تھا کہ وقتِ ذبح اسمٰعیل نے اپنے باپ سے کہا:

”ابا جو آپ کو حکم ہوا ہے وہی کیجئے، اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پایئے گا۔“

(سورۃ الصافات:102)

مسندِ احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے نزدیک پسندیدہ ترین عمل وہ ایمان ہے، جس میں کوئی شک وشبہ نہ ہو۔''

اور یہی وہ مشہور درجہ ہے۔ جسے علم الیقین کہتے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

''صبر نصف ایمان ہے اور یقین پورا ایمان۔''

کسی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ گھر یا بازار کا رہنما ہو یا وہ معاشرے و امت کا قائد تو ہو مگر وہ اللہ پر یقین کے بنیادی معاملات سے کورا ہو، اللہ جل وعلا نے فرمایا:

''اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے جب وہ صبر کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔''(سورۃ السجدہ:24)

واضح رہے یہاں شکر کرنے والے، عقل والے اور سننے والے نہیں فرمایا گیا کیونکہ ان صفات کے حاملین بے شمار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چونکہ دین میں امامت بڑی گراں چیز ہے سو اللہ تعالیٰ نے دلوں کی گراں چیز سے اسے منسلک فرما دیا اور وہ ہے یقین باللہ ! یقین کی حقیقت اور اس کے ثمرات کا شیریں ذائقہ صرف وہی محسوس کر سکتا ہے جو زندگی اور موت کو ایک عالم اور عارف کی نظر سے دیکھ سکے۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کمال اختصار و ایجاز سے معاملاتِ موت و حیات کی تصویر کشی کی ہے جو کہ دونوں اللہ پر ایمان کے اہم ترین مواقع ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:۔ بھلا دو میں سے کس دن موت سے مفر ہے اس دن جس دن یہ مقدر نہیں یا اس دن جس دن یہ مقدر کر دی گئی ہے؟ جس دن یہ مقدر نہیں میں اس سے کیوں بھاگوں؟ اور جس دن یہ مقدر ہے اس دن اس سے بھاگنا بھی باعثِ نجات نہ ہو گا۔'' سو یہ ہے وہ یقین جس میں ہر وہ لمحہ سمٹ آیا ہے، جس میں انسان کا نفس دنیا کی چکاچوند کے باوجود اپنے خالق و مالک کے فیصلے کے حضور مکمل طور پر آمادۂ تسلیم و رضا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"کیا تم آخرت کی نعمتوں کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابل بہت ہی کم ہیں۔" (سورۃ التوبہ:38)

دوسرے مقام پر فرمایا:

"(لوگو!) تم کو (مال کی) بہت سی طلب نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا پھر دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا، دیکھو! اگر تم جانتے (یعنی) یقین (رکھتے تو غفلت نہ کرتے) تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے پھر اس کو (ایسا) دیکھو گے (کہ) عین الیقین (آجائے گا) پھر اس روز تم سے نعمت کے بارے میں پرسش ہوگی۔" (سورۃ التکاثر:1-8)

دوسرا خطبہ

تمام تر تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام امور کے لیے کافی ہے۔ درود و سلام ہوں اس کے برگزیدہ پیغمبر ﷺ، ان کی آل، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی پیروی کرنے والوں پر۔

حمد و ثناء اللہ وحدہ لا شریک کے لیے ہے اور درود و سلام اس شخصیت بے مثال و بے نظیر پر کہ جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔ سو جان رکھو! اللہ تمھاری حفاظت فرمائے، اللہ پر یقین کامل کی بدولت راسخ فی العلم علماء علم کی اس منزل تک رسائی پاتے ہیں جہاں وہ دین کے متعلق اور احکامات و ممنوعات کے متعلق کہتے ہیں۔ فرمایا:

"ہم ان پر ایمان لائے۔ یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو عقلمند ہی قبول کرتے ہیں۔" (سورۃ آل عمران:7)

وہ اس بارے میں کوئی بحث و مباحثہ نہیں کرتے، اور نہ اس کی حقیقت کے متعلق جھگڑتے ہیں، اور نہ وہ کبھی اس سے انکار کرتے ہیں، نہ وہ یوں کرتے ہیں کہ کچھ مان لیں اور کچھ کا انکار کر دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور اگر (معاملہ) حق (ہو اور) ان کو (پہنچتا) ہو تو ان کی طرف مطیع ہو کر چلے آتے ہیں کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا (یہ) شک میں ہیں یا ان کو یہ خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے حق میں ظلم کریں گے؟ (نہیں) بلکہ یہ خود ظالم ہیں۔" (سورۃ النور:49-50)

جان لیجیے کہ اللہ کی شریعت پر بہ کمال و تمام راضی ہو جانا ہی یقین و ایمان کی اساس و بنیاد ہے، یقین ناقابل تقسیم اکائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"کیا یہ زمانہ جاہلیت کے حکم کے خواہشمند ہیں؟ اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لیے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟" (سورۃ المائدۃ:50)

حدیث کے مطابق آپ کی دعا کا حصہ ہے:

"اے اللہ! ہمیں وہ یقین و ایمان عطا فرما، جس سے مصائبِ دنیا آسان ہو جائیں۔"

(جامع ترمذی:3502)

مطلب یہ کہ ہمیں ایسا یقین عطا فرما، جس سے ہم پر جو بھی مصیبت و آزمائش آئے ہم یہ سوچ کر راضی رہیں کہ یہ خالی از حکمت نہیں تاکہ ہم قضاء و قدر پر ذرہ بھر بھی چیں بہ جبیں نہ ہوں اور تاکہ ہم قوانینِ اسلام کے متعلق جھگڑنے سے بچ سکیں۔

مومن کا ایمان تو نور علی نور کے مانند ہے، جو ہر آن اس کے آسمان پر چمکتا رہتا ہے۔ چونکہ صاحبِ ایمان جانتا ہے کہ اللہ اس کے ہر مکان و مقام سے بخوبی آگاہ ہے۔ وہ اس کی سرگوشیوں تک کو سنتا ہے اس کے ابتلاء اور اس کی یقین سے معمور دل کی آہ وزاری کو جانتا ہے وہ جانتا ہے کہ جو اسے ملنا ہے، کبھی چھوٹ نہیں سکتا، اور جو نہیں ملنا اسے کسی صورت پا نہیں سکتا۔ وہ اسے آزمائش سے دوچار کرتا ہے تو محض عافیت کے لیے، اس سے کچھ لیتا ہے تو زیادہ عطا کرنے کے لیے، اسے کسی نقصان سے دوچار کرتا ہے تو اور زیادہ دینے کے لیے مشکلات میں اس کی دستگیری فرماتا ہے اور جب چلنا مشکل ہو تو اس کے

لیے راستہ اور فاصلہ آسان اور مختصر کر دیتا ہے اور تاریک سرنگ کے سرے پر اس کی رحمت روشنی کی طرح جگمگاتی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ بھاری بھر کم تالوں کی کشائش کے لے کنجیاں اور پیاسے کی سیرابی کے لیے پنگھٹ ضرور موجود ہوتا ہے مشکلات میں ہی نعمتیں میسر آتی ہیں، غم کے بعد ہی خوشی کا سامان پیدا ہوتا ہے اور جھاگ کے نیچے خالص دودھ ہوتا ہے۔

دنیا کی مثال تو ایک سراب کی ہے اور ہم سب اللہ کی طرف پلٹنا ہے اور آخرت بھی دائمی پڑاؤ کی جگہ ہے۔

جو شخص حقیقی اور آزاد زندگی چاہتا ہے اور دین اور دنیا دونوں اعتبار سے آخرت کی تمنا رکھتا ہے۔ اسے چاہیے کہ عافیت کی امید رکھے اور اپنے ایمان کو یقین کی آب دیکر محفوظ کرلے۔

اللہ کے بندو! مخلوق میں سے بہترین، انسانوں میں سب سے پاک باز جناب محمد بن عبداللہ پر درودوسلام بھیجو جو کہ صاحب حوض اور شفاعت ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں وہ حکم دیا ہے جس کی ابتداء خود کی اور تسبیح بیان کرنے والے پاک باز فرشتوں نے کی اور مومنوں کو خصوصی حکم فرمایا:

"مومنو! تم بھی پیغمبر پر درود اور سلام بھیجا کرو۔" (سورۃ الاحزاب:56)

4

غمخواری کی صفت

فضیلۃ الشیخ السعود الشریم حفظہ اللہ

17 رجب 1435ھ بمطابق 16 مئی 2014ء

13

پہلا خطبہ

ساری تعریفیں اس اللہ کو زیبا ہیں جو اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے، جس کے سوا کوئی برحق الہ نہیں ہے، ہر شے کو پیدا کرنے والا ہے اور ہر چیز کا نگہبان ہے، آنکھیں اسے نہیں پا سکتیں لیکن وہ آنکھوں کو پا رہا ہے اور وہ بہت ہی باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے، اس کے پیغمبر، اس کے برگزیدہ، اس کے خلیل اور اس کی مخلوق میں سب سے برتر ہیں۔ جنہوں نے پیغام پہنچا دیا، امانت ادا کر دی، امت کی خیر خواہی کا حق ادا کیا اور ہمیں ایک ایسی روشن شاہراہ پر چھوڑ گئے جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، اس سے وہی بھٹکتا ہے جو ہلاک ہونے والا ہو۔ اللہ کی رحمتیں اور بے پناہ سلامتی ہو آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی پاک اور طاہر آل پر، آپ ﷺ کے تابندہ وجود صحابہ پر، تابعین پر اور روز قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہر آدمی پر۔

حمد و ثناء کے بعد:

میرے اور آپ سب کے لیے کار آمد نصیحت یہی ہے کہ خلوت ہو یا جلوت، غصہ ہو یا رضامندی، ہر حال میں اللہ کا ڈر اپنایا جائے، یہ ایسی عمدہ بات ہے جو اندھیرے میں نور، پیاس میں سیرابی، تنہائی میں اُنس اور سفر میں حدی خواں کا درجہ رکھتی ہے بلکہ یہ ہر طرح کے ڈر اور غم سے بھی امان کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”جس دن نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد۔ بجز اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم لیے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو۔“(سورۃ الشعراء:88-89)

مزید فرمایا:

"سُنو! جو اللہ کے دوست ہیں، جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا، ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔" (سورۃ یونس:62-63)

لوگو!

زندگانی کے گہرے سمندروں میں تھپیڑوں کا سامنا کرنے والے اور دنیا کے حقیر اور بے توقیر سامان کو جمع کرنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے والے لوگ اس بات کے بہت ہی ضرورت مند ہیں کہ دوری کی راہیں چھوڑ کر ایک دوسرے کے قریب آئیں، لاتعلقی کی روش ترک کر کے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور حالات کے رحم و کرم پر چھوڑنے کے بجائے ایک دوسرے کی مدد کریں۔

عصر حاضر کے لوگ اس بات کے بہت ضرورت مند ہیں کہ مفادات کے بجائے اخلاق کی بنیاد پر اکٹھے ہوں اور خالی باتوں کے بجائے مالی اور عملی تعاون کی بنیاد پر ایک دوسرے کے قریب آئیں، وہ ضرورت مند ہیں کہ رنگ، جنس، زبان اور ملک کا فرق کیے بغیر ایک دوسرے سے دلی تعلق اور محبت کا ناتا استوار کریں۔

زیادہ واضح لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس بات کی بے پناہ ضرورت ہے کہ اگر مشرق میں بسنے والے کسی آدمی کو چھینک آئے تو مغرب میں رہنے والا اس کی چھینک کا جواب دے، اگر کوئی غریب بیمار ہو تو امیر اس کی تیمارداری کو جائے اور اگر کسی ناتواں پر ظلم ہو تو توانا اس کی مدد کے لیے آگے بڑھے۔

اللہ کے بندو!

یہی وہ غمخواری ہے جسے ہر وہ قوم ناگزیر قرار دیتی ہے جو اس کی قدر و قیمت سے واقف ہو، اپنی بنیاد کو مضبوط رکھنا چاہتی ہو اور ایک ایسی قوم بننا چاہتی ہو جس کا کوئی بھی حصہ دوسرے سے علیحدہ نہ ہو۔

ہمدردی و غمخواری ایک نہایت ہی گراں قدر احساس ہے جس سے کسی آدمی کے عالی نسب ہونے کا پتا چلتا ہے اور جس معاشرے میں یہ احساس موجود ہو، وہ ایک ہی جسم کی صورت اختیار کرلیتا ہے، جس میں باہمی ہمدردی، رحمدلی اور محبت کا چلن عام ہوتا ہے اور وہ معاشرہ خود غرضی اور نفس پروری کی ان عاداتِ بد سے محفوظ ہو جاتا ہے جو اس ایک جسم کو کئی ٹکڑوں میں بکھیر دیتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کا یہی مفہوم ہے کہ

”باہمی محبت، ہمدردی اور الفت میں اہل ایمان کی مثال ایک بدن جیسی ہے کہ جس کا ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہو تو سارا بدن بے خوابی اور بخار کا شکار ہو جاتا ہے۔“

(صحیح بخاری:6011)

ایسی قوم جو غمخواری کے وصف سے ناآشنا ہو، کبھی ایک جسم کی حیثیت اختیار نہیں کر سکتی، وہ کبھی رفعت، سربلندی اور کامرانی کو نہیں چھو سکتی جب صورتِ حال یہ ہو کہ وہ خوشی منانے میں مصروف ہو جب کہ اس کے کچھ افراد اپنی محرومی پر آنسو بہا رہے ہوں، وہ پیٹ بھر رہی ہو لیکن ہمسایہ بھوک سے بلک رہا ہے، وہ سیر اب ہو رہی ہو لیکن اس کے قریبی پیاسے ہوں اور وہ خود لباس میں ملبوس ہو لیکن اس کے دینی بھائی لباس سے محروم ہوں۔ صادق و مصدوق ﷺ کا فرمان ہے:

”وہ مومن نہیں جو خود تو شکم سیر ہو لے جبکہ اس کے پہلو میں اس کا ہمسایہ بھوکا ہو۔“

(مستدرک علی الصحیحین:12/2)

دلوں کا احساس درد سے عاری ہو جانا ایسی مصیبت ہے جس کی بھڑکتی ہوئی آگ میں اچھی صفات بھسم ہو جاتی ہے اور باہمی ہمدردی اور محبت کی عادتیں زندہ در گور ہو جاتی ہیں جس کا خمیازہ بلاشبہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر پوری قوم کو بھگتنا پڑتا ہے۔

کیونکہ مثبت معاشرہ وہی ہے جس میں غمخواری کا شجر تناور ہو، ورنہ وہ منفی بنیادوں پر قائم ایک جامد معاشرہ ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آدمی کے لیے اپنے نفس کو عمدہ صفات میں ڈھالنے اور دوسروں کا دکھ درد محسوس کرنے کا عادی بنانے میں رکاوٹ کیا ہے۔ کیا امر مانع ہے کہ وہ کسی کی ضرورت پوری کرے، لغزش پر پردہ ڈالے، عذر قبول کرے، اپنی جانب دست تعاون بڑھانے والے کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے، سوال کرنے والے کو عطا کرے اور سوال سے بچنے والے پاکباز کو بغیر مانگے دے دے؟!

اے بندگانِ الٰہی!

کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ایک مسلمان جب مال سے محروم ہو تو دوسروں کی غمخواری کیسے کر سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ غمخواری کے مفہوم کو مال پر یا مالی مدد پر منحصر قرار دینا سنگین غلطی ہے۔ غمخواری تو مالی مدد سے پہلے دلی احساس اور اعضاء کی حرکت سے قبل اندرونی طور پر متحرک جذبے کا نام ہے۔

اور ہاں! غمخواری کی کچھ صورتیں ایسی بھی ہیں جن کے لیے سرے سے مال کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی، مثلاً یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے کے لیے مال کی کوئی ضرورت نہیں، نماز جنازہ میں شرکت پر کوئی خرچ نہیں اٹھتا، بیمار کی عیادت پر کوئی خرچ نہیں آتا، مسلمان بھائی کے سامنے مسکرانے کے لیے کوئی مال خرچ نہیں کرنا پڑتا اور کسی مصیبت زدہ کو تسلی دینے کے لیے بھی مال خرچ نہیں کرنا پڑتا۔ اس طرح غمخواری کی بہت ساری صورتیں ہیں جن میں دوسروں کا درد محسوس کرنے کے لیے صرف ایک ایسے بیدار اور دھڑکنے والے دل کی ضرورت ہوتی ہے جس میں یہ شعور موجود ہو کہ غمخواری کا انجام

بہت اعلیٰ ہے اور اس سے وہ باغات اور نہریں ملنے والی ہیں جو ایک بڑے قدر والے بادشاہ کے پاس سچ کے مقام میں ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ہر طلوع ہونے والے دن میں ابن آدم کے ذمے ایک صدقہ ہے۔ پوچھا گیا، اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! ہمارے لیے کس طرح ممکن ہے کہ ہم یہ صدقہ ادا کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "نیکی کی صورتیں بے شمار ہیں، تسبیح، تحمید اور تکبیر کرنا، لا إله إلا الله کہنا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا، راستے سے کسی تکلیف دہ شے کو ہٹانا، بہرے کو بات سنانا، اندھے کو راہ دکھانا، ضرورت مند کی رہنمائی کرنا، بے کس ولاچار کی مدد کے لیے اپنے بدن کی ساری توانائی لگا دینا اور ناتواں کی اعانت کے لیے اپنی مکمل قوت کھپا دینا، یہ تمام صدقے کی مختلف صورتیں ہیں۔ (صحیح ابن حبان: 3377)

اللہ کے بندو!

یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ رحمت کی نمائندہ امت میں ایسے سنگدل ہوں جنہوں نے اپنی ڈکشنری سے غمخواری کا لفظ ہی مٹا دیا ہو اور ان کے دل اس قدر مردہ ہو چکے ہوں کہ نہ کسی پریشان کو دیکھ کر بے چین ہوں، نہ کسی فریاد خواہ کا درد محسوس کریں اور نہ کسی مفلوک الحال پر ترس کھائیں، جن کے دل سخت اور جگر پتھر ہو چکے ہوں۔

حالانکہ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ دنیا کی اور اس کے ٹکوں اور دمڑیوں کی پرستش نہ کرے اور یتیموں اور بے کسوں کے حال سے غافل نہ ہو تاکہ یہ امت مال، زندگی اور جذبات کے بگڑے ہوئے نظریات کی غلام نہ بن جائے، کیونکہ اگر ایسا ہوا تو اس کی مثال یہی ہو گی کہ امیر مال سمیٹتا رہے گا اور فقیر کے سینے میں دشمنی پنپتی رہے گی، ایسے میں طاقتور کمزور کا ہاتھ نہیں تھامے گا اور قوت والا ناتواں کا بوجھ نہیں بٹائے گا، یوں

کمزور اور نادار لوگ بھیڑ میں کچلے جائیں گے، پھر انہیں سنگدلی اور بے پروائی کے قدم روند ڈالیں گے۔

جس قوم کی یہ صورت حال ہو، وہ کبھی بھی اپنے دشمن کو زیر نہیں کر سکتی، کیونکہ اس سے پہلے وہ اپنی نفسانی خواہشات پر غلبہ پانے میں ناکام رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔“(سورۃ الاعلیٰ:16-17)

نبی کریم ﷺ نے ایک دن اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ آج تم میں سے کون شخص روزے سے ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”میں اے اللہ کے پیغمبر ﷺ!“ آپ ﷺ نے پھر پوچھا کہ آج تم میں سے کسی جنازے میں شرکت کس نے کی ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پھر جواب دیا کہ ”میں نے اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! “آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ آج تم میں سے کس آدمی نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر گویا ہوئے کہ میں نے اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ آج کسی بیمار کی عیادت کس نے کی ہے! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پھر جواب دیا کہ اے اللہ! کے پیغمبر ﷺ! یہ کام بھی آج میں نے کیا ہے۔ تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یہ کام جس آدمی میں جمع ہو گئے، وہ جنت میں چلا گیا۔“ (صحیح مسلم: 1028) اس لیے اے بندگانِ الٰہی!

اللہ سے ڈرو اور غمخواری کی روش کو عام کرنے کے لیے ایک دوسرے کو اس کی تلقین کرو، انفرادی اور اجتماعی سطح پر فلاحی اور رضاکارانہ کاموں کی مثالیں قائم کرو اور اوقاف اور امداد باہمی کی تنظیموں کا ہاتھ بٹاؤ، دنیا کا ساز و سامان ہمارے دلوں میں نہیں بلکہ ہمارے ہاتھوں میں ہونا چاہیے اور ہمیں ہر لمحہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جس نے

مسکراہٹ عطا کی ہے، وہ چھین بھی سکتا ہے اور جس نے مال دیا ہے، وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اس سے برکت اٹھادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یہ دنیا تو محض ایک ظاہر فریب چیز ہے۔" (سورۃ آل عمران:185)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ سب کے لیے قرآن و سنت میں برکت دے اور مجھے اور آپ سب کو اس کی آیات و حکمت سے فائدہ پہنچائے۔ میں اپنی بات کہہ چکا ہوں اگر درست ہے تو اللہ کی جانب سے ہے اور اگر کوئی غلطی ہے تو میرے نفس کا قصور اور شیطان کا وسوسہ ہے۔ میں اللہ سے اپنے لیے، آپ کے لیے اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے ہر گناہ اور خطا سے بخشش کا طلبگار ہوں، تم بھی اسی سے بخشش مانگو، یقینا وہ بہت بخشنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

اللہ کے احسان پر اس کی تعریف ہے اور اس کی توفیق و رحمت پر اس کا شکر ہے۔

حمد و ثناء کے بعد:

اے بندگانِ الٰہی! اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ نے انسان کو اس طرح بنایا ہے کہ اس کی زندگی مشقتوں سے گھری ہوئی ہے اور اسے اپنے رب سے ملنے کے لیے خوب محنت کرنی ہے۔ تب کہیں جا کر وہ اس سے ملے گا، زندگی کی ڈور سے بندھا کوئی بھی آدمی مصیبت سے خالی نہیں ہے، کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کو کوئی غیر معمولی صورت حال در پیش نہ ہو۔ اس لیے غمخواری کی روش مصائب سے نمٹنے، آنسو پونچھنے اور ناگوار صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لیے بہترین راستہ ہے جس سے نہ صرف معاشرے کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے بلکہ اس کے خلا پر ہوتے ہیں اور اس میں باہمی ہمدردی، تعاون اور اتحاد کا رشتہ مزید مضبوط ہو جاتا ہے۔

کوئی بھی آدمی اپنی زندگی میں پریشانی سے پاک نہیں ہے کیونکہ یہ زندگی کا لازمہ ہے البتہ پریشانی کے لیے کوئی ایسا بامروت آدمی درکار ہوتا ہے جو پریشان حال کی غمخواری کرے، اسے تسلی دے اور اس کا درد محسوس کرے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اے مبتلائے مصیبت انسان! تو بھی اس بات کا پابند ہے کہ جب کوئی غمخوار نہ ملے تو اللہ پر اعتماد رکھ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، وہی ہے جو غمخواروں کا رب ہے اور سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے، وہ بعض اوقات تجھ سے چھینتا اس لیے ہے تاکہ تجھے عطا کرے اور تجھے کسی چیز سے محروم اس لیے کرتا ہے تاکہ تجھے اس کے شر سے بچادے۔

اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو پھر یہ پریشانی درجات کی بلندی اور گناہوں کا کفارہ تو ضرور ہی بن جاتی ہے۔ اسی طرح مصیبت میں گھرے آدمی کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جو شخص اپنے مال سے اس کی مدد نہیں کر سکا، اس نے اپنی زبان کے بارے میں بخل سے کام نہیں لیا اور تسلی کے کلمات ضرور کہہ دیئے ہیں یا اس نے اس کے درد کو اپنے دل میں محسوس کیا ہے جس سے اس کو تسلی ہوئی ہے کہ یہ غم میں اکیلا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ رونے والے اور اس کے غم پر غمگین ہونے والے لوگ بھی موجود ہیں۔

جب تجھے محسوس ہو کہ میرا مددگار کوئی نہیں ہے تو یاد کر لیا کر کہ صبر کرنے پر ایسے عمدہ انعام ملنے والے ہیں جو شہد سے بڑھ کر لذیذ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔“ (سورۃ الزمر:10)

ایک بار انصار کے کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے مانگا، آپ ﷺ نے انہیں عطا کر دیا، انہوں نے پھر مانگا، آپ ﷺ نے پھر دے دیا، حتیٰ کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا، ختم ہو گیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس جو کچھ ہوگا، میں اسے تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا۔“ لیکن جو شخص قناعت اختیار کرے گا، اللہ اسے قانع بنا دیتا ہے۔ جو استغناء اختیار کرے، اللہ اسے غنی کر دیتا ہے اور جو صبر کرے، اللہ اسے صبر کی توفیق

دے کر اس کے اجر کو حاصل کرنے والا بنا دیتا ہے، صبر سے بڑی اور بہتری نوازش کبھی کسی کو نہیں دی گئی۔ (صحیح بخاری:1496)

خیر الخلائق، انسانیت کی پاکیزہ ترین ہستی اور صاحب حوض وشفاعت محمد بن عبد اللہ پر درود و سلام پڑھو۔ اللہ نے اس سلسلے میں تمہیں ایک ایسا حکم دیا جس پر پہلے اس نے خود عمل کیا، پھر اس کی تسبیح کرنے والے فرشتے اس پر عمل پیرا ہوئے اور پھر اس نے تمہیں اس پر عمل کے لیے پکارا اور فرمایا:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔" (سورۃ الاحزاب:56)

5

دوسروں پر
نکتہ چینی کرنے سے انتباہ

فضیلۃ الشیخ السعود الشریم حفظہ اللہ

03 ذوالقعدہ 1435ھ بمطابق 29 اگست 2014ء

14

پہلا خطبہ

تمام حمد اللہ کے لیے ہے ہم اس کی تعریف کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں، اور اسی کی طرف جھکتے ہیں، ہم اپنے نفسوں اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، جس کو وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی میں ڈال دے اس کو کوئی راہ راست پہ نہیں لا سکتا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔"(سورۃ آل عمران:102)

اور فرمایا:

"لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے اُس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔"(سورۃ النساء:1)

نیز فرمایا:

"اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اُس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔"(سورۃ الاحزاب:70، 71)

اے لوگو!

امت اسلامیہ پر مسلسل اور پے درپے اترنے والی آفات و مصائب کسی صاحب عقل سے مخفی نہیں باوجود اس کے کہ عقل مند لاپرواہ ہیں اکثر تو یہ سمجھتے ہیں کہ ان مصائب کا آنا کوئی نئی بات نہیں بلکہ ایک معمول ہے۔ اور یہ مصائب بغیر تنبیہ کے اچانک نہیں آتے اور نہ ہی بغیر کسی سبب کے ہم میں پر یا ہمارے گھر کے قریب اترتے ہیں۔

یہ مصائب جس انداز سے بھی ہوں ہم میں سے کوئی بھی اس سے مبرا نہیں بلکہ ہر کوئی دور یا قریب سے ان مصائب کے آنے کا سبب ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”تم پر جو مصیبت بھی آئی ہے، تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آئی ہے، اور بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی در گزر کر جاتا ہے۔“(سورۃالشوریٰ:30)

عقل مند اور توفیق سے بہرہ مند قومیں ان مصائب کا بڑے غور سے جائزہ لیتی ہیں۔ ان کے اسباب تلاش کرتی ہیں، ان کا علاج دریافت کرتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ خطرناک بیماری سے بچاؤ کی تدابیر بھی کرتی ہیں جو ان مصیبتوں میں اضافہ کا موجب ہو اور اس کا علاج سے دور دور کا تعلق نہ ہو۔

یہ وہ بیماری ہے جس میں معاشرے مصائب اور مسلسل آفتوں کے آنے سے مبتلا ہو جاتے ہیں، وہ ہے ”باہم الزام تراشی کی بیماری“ہاں ایسی تنقید اور باہمی الزام تراشی جو تکلیف کو ابھارتی ہے مدھم نہیں کرتی، یہ باہمی تنقید ہر ناکامی، خسارے اور تکلیف کے بعد ہوتی ہے اس لیے نہیں کہ ناکامی کو ختم کیا جائے اور غلطی کا اعتراف کر کے اس پر شرمندگی کا اظہار کیا جائے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عزم کیا جائے۔

جی ہاں! یہ طعن و ملامت ایسی ہے جو ان تمام چیزوں کو نابود کر دیتی ہے۔

جبکہ اس وقت کے لیے نبی ﷺ نے ایسا طریقہ بتا دیا جس سے یہ بیماری آگے بڑھنے سے رک جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”ہر ابن آدم خطاکار ہے اور بہترین خطاء کار وہ ہیں جو توبہ کر لیں۔“ (جامع ترمذی:2499)

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں ختم کر دے اور ایسی قوم پیدا کر دے جو گناہ کریں پھر اللہ سے استغفار کریں اور وہ ان کو معاف کر دے۔“ (صحیح مسلم:2751)

بندگانِ الٰہی!

باہم الزام تراشی برائی کو برا کہنے کی منفی شکل ہے کیونکہ وہ مثبت تنبیہ نہیں اور نہ ہی قابل تعریف اظہار ناراضی ہے بلکہ یہ توانا نیت اور تکبر کا حصہ ہے، چنانچہ ہر کوئی دوسرے کو موردِ الزام ٹھہراتا ہے حالانکہ وہ دونوں برابر کے خطاوار ہیں لیکن ضد اور خود کو ذمہ داری سے بچانے اور اصلاح سے پہلو تہی اختیار کرنے کا یہ انداز ہے۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی نے کہا تھا کہ ”مجھے اپنی بیماری لگا کر چلتا بنا۔“

اللہ کے بندو!

الزام تراشی خیر خواہی اور اصلاح کے بجائے جھگڑے سے قریب تر ہے کیونکہ آفات علاج اور حل کے تلاش کا سبب ہونے چاہئیں جبکہ الزام تراشی اس تلاش کو شروع میں ہی دفن کر دیتی ہے، یہ آفات و مصائب کے وقت ایک دوسرے سے تعاون کے جذبے سے عاری معاشروں کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے جس کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ ہر کوئی اس کام کا الزام دوسرے پر دھرتا ہے جو در حقیقت خود کر رہا ہوتا ہے۔

اسی لیے کتاب اللہ میں ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنا قابل تعریف نہیں قرار دیا گیا، یہ نصیحت کی طرح نہیں کیونکہ نصیحت تو خیر خواہ کی طرف سے خطاء کار کو کی جاتی ہے

جبکہ الزام تراشی یہ ہے خطاوار دونوں ہی ہیں لیکن ہر ایک دوسرے پر الزام لگاتا ہے، اوراپنی اصلاح سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہوتا ہے۔

گھات لگانے والے دشمن کی سب سے بڑی مدد یہ ہے کہ وہ اپنے مد مقابل کو قابل رحم حالت میں پائے، اس الزام تراشی کا نشہ معاشرے کو متحد کرنے والی زنجیر کے ایک ایک حلقے کو توڑ دیتا ہے اور ان کی باہم الزام تراشی اسے سرشار کر دیتی ہے۔ اسی لیے معاشروں کے عقل مندوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بری خصلت سے بچیں جو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔ کئی دفعہ تو نشانہ آنکھ میں تو لگ جاتا ہے لیکن شکار کو نہیں مارتا، جبکہ ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنا، اختلافی دراڑ کو بڑھا دیتا ہے حتی کہ دین، امانت اور اخلاق میں بد دیانتی تک پہنچا دیتا ہے، یہ الزام تراشی اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ ایک دوسرے سے ملنا، محبت کرنا اور رحم کرنا مشکل ہو جاتا ہے، ایک مسلم معاشرے کے لیے اپنی ذمہ داری کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔

امت مسلمہ کے اتحاد کے لیے نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ

"اور وہ غیروں کے خلاف ایک ہاتھ کی طرح ہیں۔" (سنن ابی داؤد: 2751)

اللہ کے بندو!

الزام تراشی کی مذمت کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ اخلاص کے سایہ کے نیچے رہتے ہوئے اصلاح اور خیر خواہی ترک کر دی جائے اور دین حقہ کے لیے نرمی، شفقت کو چھوڑ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور اے محمد ﷺ! میرے بندوں سے کہہ دو کہ زبان سے وہ بات نکالا کریں جو بہترین ہو دراصل یہ شیطان ہے جو انسانوں کے درمیان فساد ڈلوانے کی کوشش کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔" (سورۃ الاسراء: 53)

اللہ کے بندو!

جس نے اس کو سمجھ لیا تو وہ طوفانوں اور فتنوں کے دوران اپنے کندھوں پر عائد ہونے والی ذمہ داری کا ادراک کر لے گا۔ ایسے فتنے جو اس امت پر پتھروں کی طرح برس رہے ہیں یا ان سے بھی بڑھ کر۔ اسی لیے الزام تراشی اس حالت میں اور زیادہ نقصان دہ ہے اور غلطی کا اعتراف کرنے سے فرار ہے اور کوشش ہے چھوٹے کو بڑا اور بڑے کو چھوٹا مقام دینا ہے جیسے کوئی شخص پھوڑے کا تو علاج کرے اور سوزش کی پرواہ نہ کرے جبکہ ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ مشکلات کے اسباب پر غور کرے کیا وہ اخلاقی ہیں یا دینی یا ثقافتی یا تربیتی یا پھر ان سب کا مجموعہ؟

اس کے بعد اس کا علاج تلاش کیا جائے اور اس مرض کی تشخیص کے مطابق دوا دی جائے ورنہ ہم سب الزام تراشی میں شامل ہیں جس کی وجہ سے فائدہ مند علاج ضائع ہو جائے گا، اور ذمہ داری بھی جاتی رہے گی، سو اس کے بعد صرف بدبختی ہے جس کا کوئی چارہ نہیں۔

مالک بن دینار پر اللہ رحم فرمائے جب وہ اپنے حلقۂ درس میں بیٹھے اور لوگوں کو وعظ کیا تو لوگ رونے لگے پھر اپنے نسخۂ مصحف کو دیکھا تو موجود نہ تھا تو انہوں نے کہا "تم سب تو رو رہے ہو تو میرا صحیفہ کس نے چرایا ہے۔"؟

اللہ کے بندو! الزام تراشی کرنے والوں کا یہی حال ہے کہ ان کی اس حرکت کی وجہ سے ذمہ داری شعور اور غلطی کے اعتراف کرنے کا احساس ہی ختم ہو جاتا ہے اسی طرح رفتہ رفتہ معاشرے بے لگام ہو جاتے ہیں۔

فرمان الٰہی ہے:

"اور یہ تمہارا کیا حال ہے کہ جب تم پر مصیبت آ پڑی تو تم کہنے لگے یہ کہاں سے آئی؟ حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دوگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں (فریق مخالف پر) پڑ

چکی ہے اے نبی ﷺ! اِن سے کہو، یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے، اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (سورۃ آل عمران:165)

اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے لیے قران عظیم باعث برکت بنائے اور اس میں موجود آیات اور ذکر حکیم میرے اور تمہارے لیے فائدہ مند بنائے، میں نے اتنا ہی کہنا تھا اگر میں نے درست کہا تو یہ اللہ کی توفیق ہے اگر کہنے میں کوئی غلطی ہوئی ہے تو وہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے، میں اپنے لیے تمہارے لیے اور تمام مسلمان مردوں، عورتوں کے لیے اللہ سے ہر غلطی اور گناہ کی بخشش کا طلبگار ہوں تم بھی اسی سے معافی مانگو اور اس سے توبہ کرو کیونکہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریف اللہ کی ہے کہ اس نے احسان کیا اور اس کی توفیق و احسان مندی پر اس کے شکر گزار ہیں۔

وبعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور یقین جانو امت اسلام کے بڑے بڑے اہم امور اور مشترک مصلحتیں اس الزام تراشی میں ہی چھپ نہیں جانی چاہیے کیونکہ بڑے معاملات کا بوجھ بھی بڑے لوگ ہی اٹھاتے ہیں، نبی ﷺ نے معاذ بن جبل اور موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کو یمن کی طرف اللہ کا داعی بنا کر بھیجتے ہوئے وصیت کی اور فرمایا:

"تم دونوں ایک دوسرے کی بات ماننا اور اختلاف نہ کرنا۔" (صحیح بخاری:3038)

اللہ کے بندو!

الزام تراشی سے ایک دوسرے کی اطاعت اور اتفاق نہیں ہوتا بلکہ لڑائی جھگڑا ہوتا ہے جس میں کبھی خیر نہیں ہوتی۔

اللہ کے بندو! اسی لیے بظاہر یہ الزام تراشی اس سے پہلے ہمارے اسلاف میں نہ تھی کیونکہ انانیت ایک دوسرے پر تکبر، لاپرواہی اس کے اسباب ہیں۔

ان سلف میں ان کی جڑیں نہ تھیں، ان کے نفس صاف اور دل عاجزی والے تھے، کسی بھی کوتاہی کا ہر ایک کو احساس تھا ذاتی مصلحتوں کی بجائے لوگوں کی مصلحتوں کو مقدم رکھنا ان کا شیوہ تھا۔

ان کا مقصد تو اللہ کی رضا تلاش کرنا اور اس کی ناراضگی سے بچنا تھا۔ ان کے حالات بھی اچھے تھے اور اللہ نے ان کی حالت کو اور اچھا کر دیا چنانچہ ان کو جو بھی تنگی آئی وہ اس سے اس طرح نکل گئے جس طرح بال آٹے سے نکل جاتا ہے وہ فرشتے تو نہیں تھے اور نہ ہی معصوم عن الخطاء تھے بلکہ غلطی بھی کرتے تھے اور درست بھی، جب وہ غلطی کرتے تو توبہ کر لیتے اور جب ٹھیک کام کرتے تو اللہ کا شکر بجالاتے۔

لیکن ہم نے ان کے منہج کی مخالفت کی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہم پر منطبق ہو گیا وہ فرماتے ہیں: "لوگوں پر ایسا وقت آئے گا کہ ان کا سب سے افضل کام باہم الزام تراشی ہو گا۔" اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

اللہ کے بندو!

ان کی تو یہ حالت تھی اور ہماری حالت کیا ہے جب کسی دن قوموں پر آفات آجائیں تو ان آفات کا بہترین علاج یہ ہے کہ فیصلہ کروالیا جائے اپنے مولیٰ کے کلام (قرآن) اور سنت احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اس کے مقابلے میں غلط کاروں کا مجوزہ علاج تو باہی الزام تراشی ہے اور یہ بدترین علاج ہے۔

اللہ کے بندو! کائنات کی بہترین شخصیت انسانوں میں سب سے پاکیزہ صاحب حوض اور صاحب شفاعت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھو جس کا اللہ نے بھی تمہیں حکم دیا ہے اور اس کا آغاز خود سے اور تسبیح کرنے والے مقدس فرشتوں سے کیا ہے۔ فرمایا:

> "اللہ اور اس کے ملائکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔" (سورۃ الاحزاب:56)

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

”جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔“

(صحیح بخاری:387)

6

توکل اور تن آسانی میں فرق

فضیلۃ الشیخ السعود الشریم حفظہ اللہ

20 صفر 1436ھ بمطابق 12 دسمبر 2014ء

15

پہلا خطبہ

بلاشبہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی ثناء بیان کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں، اس سے بخشش چاہتے ہیں اور ہدایت مانگتے ہیں اور اسی کے حضور توبہ کرتے ہیں۔ اپنے نفسوں کے شر سے اور برے اعمال سے اس کی پناہ میں آتے ہیں، جسے اللہ ہدایت دے دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دے، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور پیغمبر ہیں۔

ارشاد باری ہے:

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔“(سورۃ آل عمران:102)

اور فرمایا:

”لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے اُس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔“(سورۃ النساء:1)

نیز فرمایا:

”اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اُس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔“(سورۃ الاحزاب:70-71)

حمد و ثناء کے بعد

اے لوگو! یہ بات معلوم ہے کہ مال زندگی کا حسن اور اہم ضرورت ہے۔ جب دن چڑھتا ہے تو لوگوں کے دل و دماغ پر روزی کے معاملات چھائے ہوئے ہوتے ہیں، غریب کی تمنا فراخی کی ہوتی ہے اور امیر کی تمنا ہوتی ہے کہ اور ملے، مالدار لالچ کرتا ہے اور فقیر پریشان ہوتا ہے اور کچھ تھوڑے سے لوگ ایسے ہیں جو ان دو کیفیتوں کے درمیان میں ہوتے ہیں۔

زندگی میں لوگ رزق کے لیے مختلف وسیلے اور ذرائع اپناتے ہیں، ہر شخص رزق اور اور اس کی طلب کے لیے جس قسم کا ذہن رکھتا ہے، ویسا ہی ذریعہ اپناتا ہے۔ فرمایا:

"قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھا جائے۔ اور دن کی جبکہ وہ روشن ہو۔ اور اُس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔ در حقیقت تم لوگوں کی کوششیں مختلف قسم کی ہیں۔"

(سورۃ اللیل:1-4)

چنانچہ کچھ لوگ انتہائی کرب اور اندیشے میں ہوتے ہیں، نیند میں انہیں سکون نہیں ملتا بھلے ہی آنکھیں بند ہوں، پانی کے گھونٹ بھرتے ہیں یا کھانا نگلتے ہیں تو حلق سے نیچے نہیں اترتا کیونکہ رزق کی فکر ان کے دل و دماغ پر حاوی ہوتی ہے، نہ کسی وعدے پر اعتبار کرتے ہیں، نہ اللہ کی تقدیر کو دھیان میں رکھتے ہیں اور نہ کسی راہ کو محفوظ سمجھتے ہیں۔ اگر تمام جکڑ بندیوں سے آزاد ہو کر رزق کے لیے مارے مارے نہ پھریں تو اپنی جان موت و حیات کی کشمکش میں دکھائی دیتی ہے بلکہ جب تک ان کے من کی مراد پوری ہوتی رہے، اس وقت تک حصول رزق کے ذرائع خواہ حلال ہوں یا حرام، ان کے لیے برابر ہیں۔

اللہ کے بندو! یہی وہ لوگ ہیں جو رزق کا پہلا لقمہ دیکھ لیں تو آخری لقمے کے لیے ان کے منہ سے پانی بہنے لگتا ہے، پھر کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے، پیتے ہیں اور پیاس نہیں مٹتی۔ اس طرح نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ان پر صادق آجاتا ہے کہ

"اگر ابن آدم کے پاس مال و دولت کی دو وادیاں ہوں تو یہ تیسری ڈھونڈے گا، اس کے پیٹ کو سوائے مٹی کے کوئی شے نہیں بھر سکتی جبکہ اللہ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہے۔" (صحیح بخاری:6436)

جس آدمی کا یہ حال ہو، حرص اور ہوس اس پر چھا جاتی ہے، پھر وہ تھوڑے کو کافی نہیں جانتا اور زیادہ سے سیر نہیں ہوتا، اپنی جمع پونجی اس کے لیے کافی نہیں ہوتی تو وہ دوسرے کی جانب لپکتا ہے اور خزانہ جمع کر کے اپنے لیے آگ اکٹھی کرتا ہے، نبی کریم ﷺ نے توروک رکھنے اور مانگنے سے منع فرمایا ہے لیکن ایسے لوگوں کا چلن مانگنا اور مانگتے ہی چلے جانا ہوتا ہے۔

کچھ لوگ اس کے بالکل برعکس ہیں جن پر تن آسانی اور راحت کا غلبہ ہوتا ہے، گھر کے آنگن میں دراز رہتے ہیں، نہ ہاتھ پاؤں ہلائیں، نہ حرکت کریں اور اس انتظار میں رہیں کہ آسمان سے سونے یا چاندی کی بارش ہوگی، یہ سمجھتے ہیں کہ بیٹھ رہنا اور کوشش کرنا ایک برابر ہے بلکہ کوشش کرنے سے زیادہ بہتر ہے اور حصول رزق کے لیے دوڑ دھوپ کرنا ایک رائیگاں کوشش ہے اور توکل اور قناعت کے منافی ہے۔ جبکہ اے بندگانِ الٰہی! حقیقت یہ ہے کہ یہ توکل نہیں، لا ابالی پن ہے، قناعت نہیں، بے فکری ہے، ان میں سب سے زیادہ خود فریب وہ ہے جس سے اگر بات کرو تو وہ جواب میں فوراً کہے گا کہ کیا تم نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ

"اگر تم اللہ پر یوں توکل کر لو جیسے توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اسی طرح رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے جو صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔" (جامع ترمذی:2344)

چنانچہ دیکھو کہ ان تن آسان متوکلین نے حدیث سے پرندوں کا توکل تو لے لیا لیکن ان کا صبح اور شام کا آنا جانا نہ سمجھ سکے۔ ایسے لوگ قناعت کے مفہوم پر ظلم کرتے ہوئے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس کا مطلب حقیر شے پر راضی رہنا ہے، انہیں اس کا کوئی دوسرا مفہوم دکھائی ہی نہیں دیتا اور نہ یہ اپنی سوچ کو درست کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں میں بلندیوں تک پہنچنے کی ہمت نہیں ہوتی تو افلاس اور بھوک ہی کو برتر سمجھ

لیتے ہیں۔ ایسے لوگ اگرچہ ہر دور اور ہر قوم میں تھوڑے ہوتے ہیں لیکن اپنے اس نظریے کو اکثر بلند آہنگی سے پیش کرتے ہیں۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نماز جمعہ کے بعد کچھ لوگوں کو مسجد کے ایک گوشے میں گھسے ہوئے دیکھا تو پوچھا کے کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا اللہ پر توکل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ان پر اپنا درہ لہرایا اور انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا:

کسی آدمی کو یوں ہرگز نہیں کرنا چاہیے کہ رزق کی تلاش سے علیحدہ ہو کر بیٹھ جائے اور دعا کرے کہ اے اللہ! مجھے رزق عطا فرما کیونکہ آسمان کبھی سونے یا چاندی کی بارش نہیں برساتا جبکہ اللہ کا فرمان ہے:

"پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔"

(سورۃ الجمعہ:10)

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جب مسجد حرام میں کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھتے تو ان سے سوال کرتے کہ کس لیے بیٹھے ہو؟ وہ کہتے کہ ہم کیا کام کریں؟ تو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ

"جاؤ، اللہ کا فضل تلاش کرو اور مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو۔"

خوش بخت مسلمان وہ ہے جو زندگی میں حصولِ رزق کے لیے اعتدال کی راہ اپنائے، کام کرے تو اس طرح کہ اس کا پسینہ ٹپکے اور اسے تن آسانی اور سستی کے جراثیم سے پاک کردے اور اس طرح وہ اپنے لیے پاک اور حلال روزی کمائے کیونکہ مسلمان کسی خانقاہ کے اس راہب کی طرح نہیں جس کے پاس نہ کرنے کو کوئی کام ہوتا ہے اور نہ کمانے کو کچھ۔ اسلام کے نزدیک مومن کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں محنت کش ہوتا اور سرگرمِ کار رہتا ہے، زندگی سے لیتا بھی ہے اور زندگی کو دیتا بھی۔ فرمایا:

"وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع کر رکھا ہے، چلو اُس کی چھاتی پر اور کھاؤ خدا کا رزق، اُسی کے حضور تمہیں دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔" (سورۃ الملک: 15)

نبی کریم ﷺ نے افلاس سے خود بھی پناہ مانگی اور اس سے پناہ مانگنے کا حکم بھی دیا۔ کیونکہ اسلام مسلمانوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ ثروت مند اور توانا ہوں، کمزور اور بے توقیر نہ ہوں۔ ثروت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس طرح کنگال نہ ہوں کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے رکھیں۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو نہ تو ذلت آمیز تنگدستی میں دیکھنا چاہتا ہے اور نہ آپے سے باہر کر دینے والی خوشحالی میں، یہ نہ تو اس کاہل کے ساتھ ہے جو کمائی کے نام پر حیلہ بازی کرتا ہے اور نہ مال و دولت کے ان پجاریوں کے ساتھ ہے جو لوگوں کا مال اس طرح اندھے ہو کر کھاتے ہیں کہ نہ انہیں دین یاد رہتا ہے اور نہ اخلاق۔

اے بندگانِ الٰہی!

یہ بھی یاد رہے کہ دولت آنے جانے والی اور گھٹنے بڑھنے والی شے ہے، کچھ لوگ اس کے ہونے سے خوشحال ہوتے ہیں تو کچھ نہ ہونے سے بے حال۔ فرمایا:

"اور دیکھو، اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عطا کی ہے پھر جن لوگوں کو یہ فضیلت دی گئی ہے وہ ایسے نہیں ہیں کہ اپنا رزق اپنے غلاموں کی طرف پھیر دیا کرتے ہوں تاکہ دونوں اس رزق میں برابر کے حصہ دار بن جائیں۔"

(سورۃ النحل:71)

مومن بندے کی ذمہ داری یہی ہے کہ وسائل اپنائے اور اللہ کے پاس رزق ڈھونڈے کیونکہ اسے کچھ خبر نہیں کہ اللہ نے اس کا رزق کہاں چھپا رکھا ہے، رزق کے تمام وسائل برابر نہیں ہیں، لوگ زندگی کے وسائل میں اوپر تلے ہوتے رہتے ہیں اور ان کو آگے پیچھے حاصل کرتے ہیں، ان وسائل پر مکمل اختیار صرف اللہ کا ہے۔ فرمایا:

"کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں اِن کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے اِن کے درمیان تقسیم کیے ہیں، اور اِن میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت

لیں اور تیرے رب کی رحمت اُس دولت سے زیادہ قیمتی ہے جو (اِن کے رئیس) سمیٹ رہے ہیں۔" (سورۃ الزخرف:32)

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے زمین کو ٹھکانا بنایا ہے تاکہ ان کے لیے وسائل رزق زیادہ سے زیادہ ہوں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"ہم نے تمھیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور تمہارے لیے یہاں سامان زیست فراہم کیا، مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔" (سورۃ الاعراف:10)

چنانچہ اللہ ہی ہے جس نے معاش کی تقسیم کی ہے اور رزق کی تقدیر بنائی ہے۔ اے مرد دانا! یاد رکھ کہ تمام لوگ مل کر بھی تجھے کچھ دینے یا کسی چیز سے محروم کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لوگ صرف ایک واسطہ ہیں، اگر تجھے کچھ دیتے ہیں تو اللہ کی تقدیر سے اور اگر کسی چیز سے محروم کرتے ہیں تو وہ بھی اللہ ہی کی تقدیر سے، جو تیرا ہے وہ تیری کمزوری کے باوجود تجھے مل کر رہے گا اور جو دوسرے کا ہے وہ تیری طاقت کے باوجود تجھے نہیں مل سکتا۔ فرمایا:

"اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اسے چھڑا بھی نہیں سکتے مدد چاہنے والے بھی کمزور اور جن سے مدد چاہی جاتی ہے وہ بھی کمزور۔" (سورۃ الحج:73)

اے مسلمان! تیری ذمہ داری صرف اس قدر ہے کہ محنت کرے، کام کرے، زمین کے مختلف گوشوں کو ٹٹولے اور اسباب رزق کو اختیار کرے کیونکہ جو کوشش کرے، پالیتا ہے اور جو بوئے، کاٹ لیتا ہے، کام کے بغیر کوئی کمائی نہیں اور بوائی کے بغیر کوئی کٹائی نہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ دو صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کسی کام کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ بٹایا۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصروف تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر انہیں فرمایا: "جب تک تمہارے بدن میں حرکت باقی رہے، رزق سے مایوس

مت ہونا، انسان کو اس کی ماں یوں جنم دیتی ہے کہ اس کے بدن پر ایک تنکا بھی نہیں ہوتا لیکن پھر اللہ تعالیٰ اسے رزق عطا فرماتا ہے۔" (سنن ابن ماجہ:4165)

اے بندگانِ الٰہی!

رزق کا معاملہ اس قدر پیچیدہ ہے کہ لوگ اس کی تہہ تک نہیں پہنچ پاتے اور اس معاملے میں اللہ کی حکمتوں کا ادراک نہیں کر پاتے، اللہ ہی رازق، بے پناہ قوت والا اور طاقتور ہے، اگر ہم رزق کے مفاہیم پر غور وفکر کریں اور باریک بین اور دانا ہستی کی حکمت کو سمجھنے کی کوشش کریں تو ہمیں پتا چلے گا کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا رزق صرف سمندروں کی گہرائیوں میں رکھا گیا ہے۔ مثلاً غوطہ خور وغیرہ اور کچھ ایسے ہیں جن کا رزق زمین و آسمان کے درمیان ہوا میں۔ مثلاً ہوا باز اور ملاح وغیرہ اور کچھ ایسے ہیں جو کسی سخت چٹان کو توڑ کر زمین کی تہہ سے اپنی زندگی کا نوالہ اٹھاتے ہیں۔ بلکہ تعجب تو اس آدمی پر آتا ہے جس کا رزق شیر کے جبڑوں میں پنہاں ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ شیروں کو سُدھاتا ہے یا ہاتھی کی سونڈ اور لمبے دانتوں میں ہوتا ہے چنانچہ وہ ہاتھیوں کو سکھاتا ہے یا اس بازی گر کی حالت بھی باعث تعجب ہے جو ہوا میں تنی ہوئی رسی پر اس خطرناک طریقے سے چلتا ہے کہ عقلیں دنگ رہ جائیں اور بدن پر کپکپی طاری ہو جائے، صرف اس لیے کہ اس رسی پر چل کر وہ اپنا لقمۂ حیات حاصل کر سکے۔

اے بندگانِ الٰہی!

کیا ہم تصور کر سکتے ہیں کہ کچھ لوگوں کا رزق سرطان جیسی خطرناک بیماری سے وابستہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بیماری سے بچاتے اور اس میں مبتلا آدمی کو عافیت دے، کیا سرطان کا کوئی معالج نہیں ہوتا؟ کیا اس کی کوئی دوا نہیں ہوتی؟ کیا اس معالج کو اس دوا سے رزق نہیں ملتا؟ اس معالج کا رزق اسی مہلک بیماری ہی سے تو وابستہ ہوتا ہے۔

کیا ہم جانتے نہیں کہ کچھ لوگوں کا رزق سخت سردی سے وابستہ ہے اور وہ آتش دان اور لحاف بیچتے ہیں اور کچھ لوگوں کی روزی سخت گرمی سے بندھی ہوتی ہے اور وہ برف یا ٹھنڈک پیدا کرنے والے آلات فروخت کرتے ہیں۔

کیا کچھ ایسے لوگ نہیں ہیں جن کی روزی میاں بیوی کی خوشی سے جڑی ہوتی ہے اور وہ ان کے لیے خوشی کے وسائل اجرت پر مہیا کرتے ہیں؟!

کیا کچھ ایسے لوگ نہیں ہیں جن کا رزق لوگوں کی خوشی یا غمی سے وابستہ ہے اور وہ گورکنی کرتے یا کفن بیچتے ہیں۔

کچھ اسی قسم کا معاملہ جلاد کا، جیلر کا، قصاص نافذ کرنے والوں کا اور چور کے ہاتھ کاٹنے والے کا ہے جن کا رزق انہیں کاموں میں رکھا گیا ہے۔

یہی اللہ کی حکمت و دانائی اور عظمت ہے، وہی بندوں کو ایک دوسرے کے لیے مسخر کر دیتا ہے بلاشبہ اللہ جو چاہتا ہے، فیصلہ فرماتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے رکھا گیا ہے۔" (مسند احمد: 5093)

اس لیے اللہ رحم فرمائے اس بندے پر جو پاکیزہ رزق کمائے، میانہ روی اور اعتدال پر چلے، اپنے رب کو یاد کرے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھولے۔

اور کس قدر بدنصیب ہے وہ آدمی جس کا مال اور رزق اسے سرکشی پر ابھارے اور وہ اپنے دین اور وقار کو گنوا دے اور ان لوگوں میں سے ہو جائے جن کے بارے اللہ نے فرمایا:

"اور جب انہوں نے تجارت اور کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا۔" (سورۃ الجمعہ: 11)

نبی کریم ﷺ نے آخری زمانے کے کچھ لوگوں کے متعلق خبر دی ہے:

"وہ اپنے دین کو دنیا کے حقیر سے سامان کے بدلے میں بیچ دیں گے۔" (صحیح مسلم: 120)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

"ہم نے وہ آدمی دیکھے ہیں جو اپنا دین ایک درہم کے بدلے میں بیچ دیتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عافیت میں رکھے۔

اے بندگانِ الٰہی!

سچا مومن اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر راضی رہتا ہے اور اللہ نے اپنی حکمت کے تحت جس طرح رزق تقسیم کیا ہے، اس کے متعلق اسے عدل کا پورا یقین ہوتا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے

"اُس کی معلومات میں سے کوئی چیز اُن کی گرفت ادراک میں نہیں آسکتی سوائے اس کے کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی اُن کو دینا چاہے۔" (سورۃ البقرۃ:255)

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے گمراہ ابن راوندی کا ایک واقعہ بیان کیا ہے جو تیسری صدی ہجری میں ذہانت کے اعتبار سے مشہور تھا کہ ایک بار اسے سخت بھوک لگی چنانچہ وہ ایک پل پر جا بیٹھا جبکہ بھوک کی شدت سے وہ نڈھال تھا۔ پاس سے حریر و ریشم سے مزین کچھ گھوڑے گزرے تو اس نے پوچھا کہ یہ کس کے ہیں۔ جواب ملا کہ یہ علی بن بلتق کے ہیں جو خلیفہ کا خادم ہے۔ پھر کچھ خوبصورت لونڈیاں گزریں تو اس نے پوچھا کہ "یہ کس کی ہیں؟" بتایا گیا کہ علی بن بلتق کی۔ پھر ایک اور آدمی گزرا جس نے اسے پریشان حالی میں دیکھا تو اسے دو روٹیاں کھانے کو دیں۔ ابن راوندی نے یہ روٹیاں لے کر پھینک دیں اور کہنے لگا: "وہ ساری چیزیں تو علی بن بلتق کے لیے ہوں اور یہ دو روٹیاں میرے حصے میں آئیں۔"

اس گمراہ کو اتنی بھی سمجھ نہ آئی کہ اس اعتراض کے ساتھ وہ اسی بھوک کا مستحق تھا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اللہ ایمان سے عاری ذہانت پر لعنت کرے اور تقویٰ سے مزین کند ذہنی پر رحم فرمائے۔"

اس لیے اے اللہ کے بندو!

رزق کا انحصار آدمی کی دانائی اور عقل پر نہیں ہے۔ بعض اوقات ہم ایک ایسے آدمی کو دیکھتے ہیں جو داناترین ہوتا ہے اور اپنی ساری عمر کمانے میں کھپا دیتا ہے لیکن علم و دانش اور ذہانت میں اس سے کم درجہ رکھنے والا مال و دولت میں اس سے آگے ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے:

"عقلمند کی تنگدستی اور احمق کی خوشحالی بھی تقدیر کی ایک دلیل ہے۔"

اللہ کے بندو! اس لیے یاد رکھو کہ نہ ذہانت خوشحالی کا سبب ہے اور نہ کند ذہنی فقر کا باعث۔"

فرمایا:

"اے نبی ﷺ، اِن سے کہو میرا رب جسے چاہتا ہے کشادہ رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا عطا کرتا ہے، مگر اکثر لوگ اس کی حقیقت نہیں جانتے۔" (سورۃ سبا:36)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن عظیم میں برکت دے اور مجھے اور آپ سب کو اس کی آیات اور ذکر حکیم سے فائدہ پہنچائے۔ میں نے اپنی بات کہہ دی ہے، اگر درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میرے نفس اور شیطان کا قصور ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے، آپ کے لیے اور تمام مسلمان مردوں عورتوں کے لیے اللہ سے بخشش کا طلبگار ہوں۔ تم بھی اسی سے بخشش مانگو اور اسی کے حضور توبہ کرو یقیناوہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں تنہا اللہ کے لیے ہیں اور درود و سلام اس ہستی کے لیے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حمد و ثناء کے بعد:

اے بندگانِ الٰہی!

اللہ سے ڈرتے رہو اور یاد رکھو کہ اسلام افراط و تفریط اور غلو اور دوری کی دونوں انتہاؤں کے درمیان میں ہے چنانچہ وہ تلاش معاش کا حکم دیتا ہے اور اس کے لیے دوڑ دھوپ کی تلقین کرتا ہے جبکہ تن آسانی، کاہلی اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی مذمت کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔" (صحیح بخاری:1428)

ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اوپر والے ہاتھ سے مراد دینے والا ہے۔ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جو کہتے ہیں کہ اوپر والے سے مراد لینے والا ہاتھ ہے، ان لوگوں کے بارے میں میرا یہی خیال ہے کہ یہ مانگنے کو اچھا سمجھتے ہیں۔"

اے بندگانِ الٰہی! کام خواہ کتنا ہی حقیر ہو، وہ بے کاری سے بہتر ہے کیونکہ بغیر سوال کے ملنے والی عزت سوال کے ساتھ ملنے والی ذلت سے بہتر ہے۔

اسلام نے آدمی کو کام کے مختلف میدانوں میں اترنے کی دعوت دی ہے کہ وہ مزدوری کرے یا آزاد کام کرے یا حصہ دار بنے۔

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا تھا کہ کون سی کمائی زیادہ بہتر یا پاکیزہ ہے! تو آپ ﷺ نے جواب دیا:

"آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر جائز تجارت" (مسند احمد:16814)

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی نے نہیں کھایا، اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔" (صحیح بخاری:2072)

اے بندگانِ الٰہی!

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلمان پر واجب ہے کہ وہ رزق کے لیے تگ ودو کرے، اپنی توانائی صرف کرے اور ساتھ ہی ساتھ اللہ کی تقسیم پر راضی رہے اور فراوانی اور تنگدستی کو دو سواریاں سمجھیں، اسے کوئی پرواہ نہ ہو کہ اس کے حصے میں کون سی سواری آئی ہے۔ اگر تنگدستی ہو تو بعض اوقات تنگدستی بھی اعلیٰ ہوتی ہے۔ جس طرح جناب مصطفیٰ ﷺ کی تنگدستی اعلیٰ تھی کیونکہ اس سے صبر کرنے اور اجر پانے کا موقع ملتا ہے اور اگر فراوانی ہو تو بعض اوقات فراوانی بھی پستی کا سبب بنتی ہے جیسے قارون کی فراوانی اس کے لیے پستی کا باعث بنی جبکہ دوسری طرف اسی فراوانی کے سبب اللہ کے دیئے ہوئے مال کو خرچ کرنے کا بھی موقع ملتا ہے۔ ان ساری باتوں کا خلاصہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان میں موجود ہے۔

"روح القدس علیہ السلام نے میرے جی میں یہ بات القاء کی کہ کوئی بھی جان اپنے وقت سے پہلے اور اپنا رزق پورا کیے بغیر فوت نہ ہو گی، اس لیے تلاش معاش میں عمدگی اپناؤ اور رزق کی تاخیر کسی آدمی کو اس بات پر ہرگز آمادہ نہ کرے کہ وہ اسے گناہ کے راستے سے پانے کی کوشش کرے کیونکہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے، وہ صرف اس کی فرمانبرداری سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔" (حلیۃ الاولیاء لأبی نعیم: 14958)

7

لوگوں کی غلطیوں سے اعراض برتنا اچھی عادت ہے

فضیلۃ الشیخ السعود الشریم حفظہ اللہ

08 شوال 1436ھ بمطابق 26 جولائی 2015ء

16

پہلا خطبہ

سب تعریفات اللہ کیلئے ہیں۔ ہم اسی کی حمد و ثناء کرتے ہیں، اس سے مدد کے طلبگار ہیں اس سے بخشش مانگتے ہیں اور اس کے حضور توبہ بجالاتے ہیں۔ اپنے نفس کے شر اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ راہِ ہدایت پر چلادے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ اندھیروں میں دھکیل دے اسے کوئی راہ ہدایت پر نہیں لا سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ فرمایا:

”اے ایمان والو! خدا سے اس طرح ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور ہر گز نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔“(سورۃ آل عمران:102)

اور فرمایا:

”(اے انسانو!) اپنے اس پروردگار سے ڈرو۔ جس نے تمہیں ایک متنفس سے پیدا کیا اور اس کا جوڑا بھی اسی سے (اس کی جنس سے) پیدا کیا اور پھر انہی دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا۔ اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ اور رشتہ قرابت کے بارے میں بھی ڈرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر حاضر و ناظر ہے۔“(سورۃ النساء:1)

نیز فرمایا:”اے ایمان والو! اللہ (کی نافرمانی) سے ڈرو اور درستی و راستی کی بات کہا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح کرے گا۔“(سورۃ الاحزاب:70-71)

امابعد!

اے لوگو! عقل مند وہ ہے جو ہمیشہ یہ سمجھتا ہے کہ اس دور میں کامل انسان کوئی نہیں، وہ یہ جانتا ہے کہ لوگوں میں کوتاہیاں ہیں۔ انسان اور اس کی زندگی میں کمی کوتاہی رہتی

ہے اور اگر کوئی چیز خوش کن ہے تو کافی اشیاء پریشان کن بھی ہیں ہر ایک کی لغزشیں بھی ہیں اور مصیبتیں بھی ہیں کیا کوئی ایسا ہے جس کی ہر عادت اچھی ہو اور اس نے کبھی کوئی غلطی نہ کی ہو۔

اسی لیے ہر انسان کی کچھ فطری عادات ہوتی ہیں جنہیں کوئی چیز تبدیل نہیں کر سکتی۔ یہ حتمی بات ہے کہ لوگ ثابت قدمی، بردباری، سنجیدگی اور خلوص میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ خاص طور پر ایسے حملوں اور سازشوں کے سامنے جو کم عقل لوگوں کو حماقت اور جلد بازی کی طرف دھکیل دیتے ہیں اور ان کی وجہ سے انسان کی خود اعتمادی، متانت و سنجیدگی اپنے آپ کے ساتھ اور لوگوں کے ساتھ مختلف ہوتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ ایسے اسباب سے ہوتا ہے جنہیں اکثر لوگ سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں لیکن دانشوروں نے ان اسباب کو لایعنی اور بے مقصد چیزوں سے اجتناب کرنے میں جمع کیا ہے۔ ایسی بے مقصد اور لایعنی چیزوں سے اجتناب کرنے میں جمع کیا ہے۔ ایسی بے مقصد اور لایعنی عادات عام و خاص کی زندگی، قوموں اور ان کے سربراہوں، خاندانوں اور معاشرے کے افراد کو داغدار کرتی ہیں۔

جی ہاں! بے مقصد چیزوں سے بے توجہی برتنا قوت ہے ضعف نہیں، بردباری ہے کمزوری نہیں، صبر ہے لاچاری نہیں۔ ہر سنی سنائی بات پر کان دھرنا اور ہر چیز کی تہہ میں جانا یہ دونوں عادتیں شکوک وشبہات، بغض و کینہ اور نفرتوں کی تند و تیز آندھیوں کے موسم میں خلوص کو پراگندہ کرنے اور اجتماعیت کو پاش پاش کرنے، دلوں میں بدگمانی کے خیمے نصب کرنے میں کافی ہے۔

بعض اوقات لایعنی، بے مقصد اور فضول چیزوں سے اجتناب کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا تاکہ امن و امان کا قافلہ جاری رہے۔ اگر منزل دور ہو تو سفر طے کرنے کیلئے ہر طرف متوجہ ہونا نقصان دہ ہوتا ہے۔ کثرت سے ہر طرف متوجہ ہونا جلد سفر طے

کرنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے اور جو ہر ایک کی ہر چھوٹی بڑی غلطی کا مواخذہ کرے اس دنیا میں نہ اس کے پاس اس کی بیوی رہتی ہے اور نہ کوئی دوست نہ بھائی اور نہ ہی کوئی ہمسایہ (وہ اکیلا رہ جاتا ہے۔) عقلمند کو یقین ہوتا ہے کہ فضول اشیاء کی طرف توجہ نہ دینا انتہائی خوبصورت ادب میں شامل ہے اور یہ انسان کو بے مقصد کاموں سے دور رکھنے میں معاون ہے، ایسا انسان یہ سب کچھ مصلحت کو رائج کرنے اور فساد کو ختم کرنے کیلئے کرتا ہے اور یہی نبی کریم ﷺ کا اخلاق ہے۔

حسن بصری ﷺ نے فرمایا: "کوئی نبی کبھی کسی کی ٹوہ میں نہیں رہا۔" جب بعض ازواج نے خطا کی، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے متعلق فرمایا:

"(وہ وقت یاد رکھنے کے لائق ہے) جب نبی ﷺ نے اپنی بعض بیویوں سے راز کی ایک بات کہی اور جب اس نے وہ بات (کسی اور کو) بتادی اور اللہ نے آپ ﷺ کو اس (خیانت کاری) سے آگاہ کر دیا تو آپ ﷺ نے اس (بیوی) کو کچھ بات جتا دی اور کچھ سے اعراض کیا (چشم پوشی کی)۔" (سورۃ التحریم:3)

ہر معاملہ کی ٹوہ میں نہ جانا، لوگوں کے عیب نہ ڈھونڈنا اور دوسروں کے متعلق اپنے دل کو صاف رکھنا اور کسی کا عیب اپنے کانوں تک پہنچنے کو ناپسند کرنا منہج نبوی ہے۔ مسند احمد، ابوداؤد اور ترمذی کی مرفوع حدیث ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"کوئی بھی کسی صحابی کے متعلق مجھے کچھ نہ بتلائے میں چاہتا ہوں جب میں تمہارے پاس آؤں تو تمہارے متعلق میرا دل صاف ہو۔" (جامع ترمذی:3896)

بندگانِ الٰہی! قابلِ تعریف وہ انسان ہے جو لوگوں کے عیبوں سے بے توجہی برتے اور ذہین و فطین ہو، نہ کہ نام نہاد دانشور اور غافل انسان ہو۔ کیونکہ پہلی خوبی ذہانت اور عقلمندی ہے اور دوسری عادت، جہالت اور حماقت ہے۔ زمانہ قدیم میں کہا گیا ہے، کوئی

بے وقوف قوم کا سربراہ نہیں بن سکتا لیکن قوم کا سربراہ وہ ہے جو بے مقصد امور سے غفلت برتے۔

ابن الوردی کی لامیہ میں اس کا دانش سے بھرپور قول ہے:

"فضول کاموں سے اجتناب برتو کیونکہ بھلائیاں صرف وہی خوش بخت سمیٹتا ہے جو فضول کاموں سے اجتناب کرے۔"

بندگانِ الٰہی! خلاصہ یہ کہ ناپسندیدہ کاموں سے غفلت اور عدم توجہ جو قابل تعریف ہے وہ اپنے دامن میں معافی، نرمی، جھکاؤ سمیٹے ہوئے ہے۔ جب غفلت برتنا اس معنی سے خالی ہو تو وہ مشکلات کا حصہ بن جاتی ہے نہ کہ آسانیوں کا اور یہ بہت سے جھگڑوں، نفرتوں اور دوسروں کے درپے ہونے کا سبب ہے۔ مروءت و خوش بختی دوسروں کی لغزشوں میں کھو جانے، انہیں تلاش کرنے اور ڈھونڈنے میں خوشی محسوس کرنے اور ان کی نیت کو کھوجنے اور انہیں بڑھا چڑھا کر بیان کرنے میں نہیں ہے بلکہ یہ عادات تو عذر و معذرت قبول کرنے سے روکیں گی اور کسی کی چھوٹی سی غلطی اور لغزش کو تمہارے ہاں بدگمانی میں بدل دیں گی اور نیتوں میں بگاڑ پیدا کر دیں گی اور دلوں کو جدا جدا کر دیں گی۔

اللہ تمہیں اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ عافیت لانے کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے تو عافیت جاتی رہتی ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا، عافیت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو (بے مقصد امور) سے بے توجہی برتنے میں ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا:

"عافیت کے دس حصے ہیں اور یہ تمام ان امور سے بے توجہی میں ہیں۔"

امام ابو محمد ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"کوشش کیا کرو کہ اپنا دامن اعتراضات سے بچا کر رکھو اور اس بات سے بچو کہ آپ کو چالباز کہا جائے اور تمہارے مخالفین زیادہ ہو جائیں۔ اس کی وجہ سے بعض اوقات وہ

آپ کیلئے نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ وہ آپ کی جان ہی لے لیں۔
اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: (بے مقصد امور سے) بے توجہی بہت سے شر کو مٹا دیتی ہے۔"
بندگانِ الٰہی! بے مقصد کاموں کی طرف کان نہ دھرنے والا اپنے مخالف کو خاموش کرا دیتا ہے۔ اس کی تکلیف میں اضافے کا سبب بنتا ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ کسی بد خصلت کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ گالیاں بکتا ہے اور یہ ایسے گزرتا ہے گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں اور یہ زبان حال سے کہہ دیتا ہے کہ اس نے کسی اور کو گالی دی ہے۔ میں ایک بد خصلت کے قریب سے گزرا تو اس نے گالیاں بکنا شروع کر دیں۔ میں وہاں سے ایسے گزرا جیسے یہ کسی اور کو گالیاں بک رہا ہے۔

اس بے توجہی سے جھگڑے کم ہوتے ہیں، دل بامقصد امور کی طرف راغب ہوتا ہے اور بے فائدہ کاموں سے ہٹ جاتا ہے، جو آدمی ان امور سے بے توجہی نہیں برت رہا وہ لوگوں کی ڈانٹ ڈپٹ کا مرکز بن جاتا ہے۔ اس کے اہل وعیال، پڑوسی، دوست واحباب اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔

اور کسی نے بہت خوب کہا ہے:

"جب ہر معاملے میں تو اپنے دوست کو ڈانٹے گا تو ہر ملنے والا تجھے بھی ڈانٹے گا۔"

تو اکیلا رہے یا بھائی کے ساتھ رہے، اگر کبھی اس سے غلطی ہوتی ہے تو کبھی وہ غلطی چھوڑ بھی دیتا ہے۔ جب تو بار بار آلودہ پانی نہ پیئے تو پیاسا رہے گا اور ایسے کون لوگ ہیں جن کے مشروبات صاف ہیں۔

بادِ نسیم بھی ہمیشہ ایک ہی طرح کی نرمی اور خوشگواری سے نہیں چلتی بلکہ لازمی طور پر اس کے جھونکوں میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے۔ کبھی تو آپ اس کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتے ہیں تو کبھی اس کی شدت سے بچنے کیلئے پناہ ڈھونڈتے ہیں، بالکل یہی معاملہ زندگی کا بھی ہے، دوسرے لوگوں کی حالت بھی ہمیشہ یکساں نہیں رہتی، چنانچہ جو شخص

دوسروں کی لغزشوں اور غلطیوں کے پیچھے پڑ گیا اور پھر ان کا کڑا محاسبہ اور انتقام لینے لگ گیا اور چشم پوشی سے اکثر غافل رہا تو وہ ایک دن خود کو بالکل تنہا پائے گا کہ لوگوں کی اکثریت جس سے بچنے کی کوشش کرے گی۔ بڑی مصلحت کے مقابلے میں بہت ہی گھٹیا چیز کے حصول کیلئے اس نے جو اپنا قیمتی وقت برباد کیا، وہ اس کے علاوہ ہے، جو وقت ضائع ہو گیا اس کی تلافی اور ازالہ ممکن نہیں کیونکہ اب تو سوائے اجزاء اور باقی ماندہ چند جزئیات کے کچھ بچا ہی نہیں ہوتا۔ اور یہ تو معلوم ہے کہ جو ساری محنت بچھو مارنے پر کر دے وہ قافلہ زندگی میں پیچھے رہ جائے گا اور ہمیشہ شکار کے تعاقب میں رہے وہ باقی امور زندگی سے غافل رہتا ہے۔

انہی باتوں پر اکتفا کرتا ہوں، اپنے لئے، آپ کیلئے اور تمام مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ سے ہر غلطی اور گناہ کی معافی کا طلبگار ہوں۔ تم بھی اسی رب سے بخشش مانگو اور اس کے سامنے توبہ کرو کیونکہ میرا رب بڑا ہی بخشنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

ہر قسم کی تعریف کے لائق اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ہمیں احسانات، انعامات اور توفیق سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کی تعظیم بجالاتے ہوئے میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کی خوشنودی کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر، ان کی آل اولاد پر، ان کے صحابہ کرام اور بھائیوں پر اپنی رحمت اور سلامتی نازل فرمائے۔

امابعد!

سب سے بہترین بات اللہ تعالیٰ کا کلام مجید ہے اور سب سے بہترین طریقہ سنت نبوی ہے، برے ترین کاموں میں ایک یہ بھی ہے کہ دین میں کوئی نیا عمل جاری کیا جائے اور ایجاد کردہ ہر نیا عمل بدعت ہے اور ہر قسم کی بدعت گمراہی ہے۔

ازاں بعد!

اے بندگانِ خدا! اللہ سے ڈر جاؤ اور جان لو کہ بعض معاملات میں قصداً بے توجہی اور غفلت برتنا ایک ایسی کشادہ صفت ہے کہ جو ہر طبقے کو اپنے اندر شامل کرتی ہے۔ بعض افراد کو چھوڑ کر معاشرے کے بعض مخصوص افراد کے ساتھ ہی صرف اس کا تعلق نہیں ہے بلکہ اس میں معزز، کم رتبے والا، حاکم، محکوم، رئیس، عوام، استاذ، شاگرد، باپ، اولاد، شوہر اور بیوی ہر کوئی شامل ہے۔ دنیاوی زندگی میں جو کوئی بھی اپنے آپ کو دیگر لوگوں اور خود کے ساتھ ہم آہنگ کرنا چاہتا ہے اس کے لیے اس صفت سے راہِ فرار ممکن نہیں ہے۔

قصداً اعراض برتنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، قصداً غفلت برتے بغیر اتفاق و اتحاد اور وحدت کا حصول ممکن نہیں اور نہ ہی عمداً بے توجہی برتے بغیر جذبۂ ایثار و قربانی پروان پا سکتا ہے۔ دانائی اور عمدہ سیاست پر مبنی یہ ایسی اچھی عادت ہے جس سے لوگوں کو گرویدہ کیا جا سکتا ہے، اس کے ذریعے تکلیف دہ بات کی حدت بھی کم ہو جاتی ہے، ادب کی بلندی حاصل ہوتی ہے، مقام و مرتبے میں اضافہ ہوتا ہے اور قصداً نا سمجھ بننے والا ادب کے بلند زینے طے کر لیتا ہے۔

اسی لیے جان بوجھ کر غفلت برتنے اور اعراض کرنے کا بہترین ڈھنگ وہی لوگ جانتے ہیں جن کے دماغ روشن اور دل فراخ ہوں، جبکہ ان کے علاوہ لوگوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہاس صفتِ حسنہ اور ان کے درمیان مشرق و مغرب جتنی دوری ہوتی ہے۔ کیا ہی برے دل پائے ہیں ان لوگوں نے!! اور کیا ہی بری عقلیں ان کے حصے میں آئی ہیں!!

ان کی عادت یہ ہو چکی ہے کہ لوگوں کی لغزشوں کو شمار کرتے اور انہیں گنتے رہتے ہیں۔ بات کا بتنگڑ بناتے اور پہلے سے موجود مصیبت میں اضافہ کرتے رہتے ہیں، لوگوں کی غلطیاں گنتے گنتے اور ان پر طعنہ زنی کرتے کرتے ان کی طبیعتوں میں اشتعال آ چکا ہے اور ان کی عقلوں پر پردے پڑ چکے ہیں۔

صحیح معنوں میں غور و فکر کرنے والا عقل مند انسان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قول بیان فرمایا ہے کہ

"ان لوگوں (برادرانِ یوسف علیہ السلام) نے کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو اس پر کیا تعجب اس سے پہلے اس کے ایک حقیقی بھائی نے بھی چوری کی تھی یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور ان پر ظاہر نہیں کیا)۔" (سورۃ یوسف:77)

اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کرے، اچھی طرح جان لو کہ مومن بڑا ہی دانا اور زیرک ہوتا ہے، نصیحت و خیر خواہی کرنا اس کا شیوہ ہوتا ہے اور بڑا ہی تیز نگاہ ہوتا ہے کہ وہ کند ذہنی اور قصداً بے توجہی کے درمیان فرق کو ملحوظِ خاطر رکھتا ہے کیونکہ قصداً بے توجہی ایک اعلیٰ صفت جبکہ غفلت ایک حقیر اور گھٹیا عادت ہے۔

یہاں پر بہت سے لوگوں کو معیارِ تغافل (قصداً بے توجہی) برتنے میں غلطی لگی، وہ اچھی چیز سے بے توجہی برتنے اور قبیح چیز کا اظہار کرنے لگے، حق بات کو حق اور باطل کو باطل کہنے کو بھی انہوں نے قصداً بے توجہی جیسی پسندیدہ صفت میں شمار کر لیا۔ یہاں تک کہ صفتِ تغافل (قصداً بے توجہی اختیار کرنا) ان کے ہاں ایک فضول سی چیز بن گیا کیونکہ اس میں وہ اعلیٰ چیز کے بدلے ادنیٰ اور گھٹیا چیز کا انتخاب کر بیٹھتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الادب المفرد" میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو سلمہ کا قول نقل کیا ہے کہ

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ تو راہِ راست سے انحراف کرنے والے تھے اور نہ ہی زندہ ہوتے ہوئے خود کو مردہ ظاہر کرتے تھے، بلکہ اپنی مجلسوں اور محفلوں میں اشعار پڑھتے اور

اپنے دورِ جاہلیت کی کئی باتوں کو یاد کیا کرتے تھے، البتہ اگر اللہ تعالیٰ کے دین کی کوئی بات آتی اور اس کے خلاف کوئی ان سے امید کرتا تو وہ اسے گھور کر دیکھتے۔"

قصداً بے توجہی اختیار کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان فتنے میں پڑ جائے اور اپنے آپ کو دھوکے اور سازشوں کا شکار بننے سے نہ روک پائے اور ایک ہی معاملے میں ایک سے زائد مرتبہ دھوکہ کھا جائے، کیونکہ غافل اور کند ذہن انسان دھوکہ کھا جاتا ہے اور قصداً بے توجہی اختیار کرنے والا انسان دھوکے والے معاملے سے بچ نکلتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے کہ

"مومن انسان ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔" (صحیح بخاری:6133)

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، مخلوق کی افضل ترین اور انسانیت کی بہترین ہستی رسولِ خدا، حوض اور شفاعت والے نبی، حضرت محمد ﷺ بن عبد اللہ پر درود و سلام پڑھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا حکم دیتے ہوئے اپنی ذاتِ بابرکات سے آغاز کیا، پھر فرشتوں کا تذکرہ کیا اور اس کے بعد اپنے مومن بندوں کو اس کا حکم ارشاد فرمایا۔

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو جس طرح بھیجنے کا حق ہے۔" (سورۃ الاحزاب:56)

فضیلۃ الشیخ

جسٹس ڈاکٹر صالح آل طالب حفظہ اللہ

جسٹس ڈاکٹر صالح بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن ناصر آل طالب عرب کے معروف قبیلے بنوطے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے سلجھے ہوئے علمی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی قرآن کریم حفظ کر لیا۔ پرائمری، مڈل اور ہائی سکول کی تعلیم ریاض کے سکولوں سے حاصل کی۔ ریاض ہی کی شریعہ فیکلٹی سے 1994ء میں بیچلرز کیا۔ 1997ء میں تقابلی فقہ میں ماسٹرز کیا۔ جسٹس مقرر ہوئے۔ بطور جج انٹرنیشل لا پڑھنے حکومت نے برطانیہ بھیجا۔ اسی دوران امام حرم لگا دیئے گئے۔ امامت حرم کو ترجیح دیتے ہوئے آپ برطانیہ سے چند دیگر مختصر کورسز کر کے وطن لوٹ آئے۔ 5 نومبر 2002ء سے اب تک امام اور خطیبِ حرم ہیں۔ آپ سعودیہ کے مختلف شہروں میں قاضی بھی رہ چکے ہیں اور 1999ء سے لے کر اب تک مکہ مکرمہ کی ہائی کورٹ میں جسٹس بھی ہیں۔ آپ نے دینی علم شیخ ابن باز اور ابن جبرین جیسے جید ترین علما سے حاصل کیا۔ قرآن اور علم قراءات بھی محمود عمر عسکر جیسے نامی قراء سے سیکھا۔ سعودی شہر رابغ میں جمعیت تحفیظ القرآن کے سربراہ رہ چکے ہیں۔ کئی آرگنائزیشنز کے ممبر ہیں اور پاکستان سمیت دنیا کے متعدد ممالک کے دعوتی دورے کر چکے ہیں۔

1

قرآنی قصوں کے اسباق

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن محمد بن ابراہیم آل طالب حفظہ اللہ

20 شعبان 1437ھ بمطابق 27 مئی 2016ء

17

پہلا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنے برے اعمال سے پناہ مانگتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت دے دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ **محمد** ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ درود و برکات نازل فرمائے **محمد** ﷺ پر اور آپ کی پاکیزہ آل پر اور آپ کے صحابہ اور تابعین پر اور قیامت تک بحسن و خوبی ان کی پیروی کرنے والوں پر۔

امابعد!

لوگو! میں اپنے آپ کو اور تمھیں اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ تقویٰ ہی نجات کا ذریعہ اور فتنوں سے رکاوٹ ہے، سختیوں اور تکلیفوں کے وقت اسی کے ذریعے مدد نازل ہوتی ہے، ارشاد ربانی ہے:

> ”سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ (یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گار رہے ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔ خدا کی باتیں بدلتی نہیں۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔“
>
> (سورة یونس:62-64)

مسلمانو! صبر کرنے والو! استقامت شعارو! مصیبتیں جھیلنے والو! ظلم کی رات کی طویل رات اور زخموں کی سنگینی کے باوجود امیدِ بہار رکھنا ہی بہترین طریقہ ہے، یہی رویہ غموں کی گھڑیوں میں بہترین تسلی ہے اور اسی سے تکلیفوں کے باوجود امیدیں جنم لیتی ہیں اور

جب تکلیفیں سخت ہو جائیں اور آرزوئیں دم توڑ جائیں اور فاجر لوگ مسلط ہو جائیں اور مدد گار ناپید ہو جائیں تو قرآن کریم میں بیان کردہ اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ مدد سے پہلے کچھ واقعات کے ذریعے اعمال کی ترغیب دلائی جاتی ہے جس سے دلوں کو زندگی ملتی ہے اور ایمان کو جلا ملتی ہے۔

مومن کو جب بھی کوئی زخم پہنچتا ہے یا تکلیف آتی ہے تو یہ وہ سنت ہے جو اللہ کے چنیدہ اور متقی لوگوں پر اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے۔ اس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں اور ان کی برائیاں مٹادی جاتی ہیں اور ان کے دلوں کو صاف کر دیا جاتا ہے اور یوں امتِ ایمان گناہوں سے پاک صاف اور شفاف ہوتی ہے۔

اور ہمارے نبی ﷺ کی سیرت میں بھی ہمارے لیے بڑی نشانیاں اور نصیحت کے مقامات ہیں مثلاً جب مکہ میں آپ ﷺ پر سخت ترین اوقات آئے، ہجرت سے تین سال قبل حضرت خدیجہ فوت ہو گئیں، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جو اسلام کی سچی ہمدرد و غمخوار تھیں، جن سے نبی ﷺ اپنی مشکلات شیئر کر لیتے تھے، جن پر آپ بھرپور اعتماد کرتے تھے، پھر آپ کے چچا ابو طالب بھی فوت ہو گئے جو آپ کے محافظ اور اپنی قوم کے خلاف آپ کا دفاع کرنے والے تھے۔

پھر واقعۂ معراج کا موقع دیکھئے کہ جب لوگوں نے واقعۂ معراج کو عجیب کہہ کر جھٹلایا۔ کچھ مسلمان بھی مرتد ہو گئے اور دعوتِ اسلام رک گئی یہاں تک کہ ان دنوں کوئی اسلام قبول نہیں کرتا تھا۔ نبی ﷺ نے اس سال کا نام ہی "عام الحزن" یعنی غم کا سال رکھ دیا۔ قریشِ مکہ آپ کے خلاف جری ہو گئے اور یوں لڑائی اپنے عروج کو پہنچ گئی اور اس وقت نبی ﷺ کو تنہائی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ مسلمان صحابہ بھی اسی سختی کا سامنا کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ اسراء اور سورۂ فرقان نازل فرمائی پھر سورۂ یونس اتری اور سورۂ ہود نازل ہوئی جن میں ثابت قدمی کی تلقین اور تسلی تھی اور سابقہ انبیاء اور ان کی

قوموں کے واقعات اور ان کے گزرے ہوئے ایام کا تذکرہ تھا، پھر حق والوں کی مدد کا ذکر تھا کہ جس سے نبی ﷺ کا عزم مضبوط ہوا اور مومنوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔ سورۂ ہود کے اختتام پر اللہ نے فرمایا:

"(اے محمد ﷺ) پیغمبروں کے وہ سب حالات جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں ان سے ہم تمہارے دل کو قائم رکھتے ہیں۔"(سورۃ ہود:120)

ان سورتوں کے ساتھ ساتھ غموں سے لبریز اس مرحلے میں پھر سورۂ یوسف نازل ہوئی، جو تلقین اور تسلی سے معمور ہے۔ سورۂ یوسف میں مومنین کی تکلیف کے عملی مناظر ہیں، اس میں جدائی کی کڑواہٹ اور ملاقات کی مٹھاس ہے اس میں یقین وناامیدی، ظلم و جبر اور صبر و آزمائش کا بیان ہے، پھر کامیابی و فتح کا ذکر ہے اور انتقام، معافی اور درگزر کا بیان ہے۔ امید و دعا، آزمائش کے بعد اقتدار، متقین وصابرین کے لیے حسن انجام کا ذکر ہے، جس کے ذریعے اللہ کی حکمت و قدرت اور تدابیر و اسرار واضح ہوتے ہیں۔ ایسے منظم انداز میں واقعات رونما ہوتے ہیں کہ جن کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو (اے پیغمبر ﷺ!) ہم اس قرآن کے ذریعے سے جو ہم نے تمہاری طرف بھیجا ہے تمہیں ایک نہایت اچھا قصہ سناتے ہیں۔ اور تم اس سے پہلے اس قصہ سے بے خبر تھے۔"(یوسف:1-3)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر "احسن القصص" بیان فرمایا ہے۔ جناب یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ۔ دیکھئے انہوں نے کس طرح طرح طرح کی آزمائشوں و تکلیفوں کا سامنا کیا، بھائیوں کی قید کی تکلیف، کنویں کی تکلیف، خوف ڈر کی تکلیف، دیکھئے کس طرح غلامی کی تکلیف یوسف علیہ السلام مجبور و لاچار سامان کی طرح ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ منتقل ہوتے رہے۔ پھر دیکھئے عزیزِ مصر کی

بیوی کی سازش، قید اور عورتوں کے ہاتھ کاٹنے کا مکر اور اس سے قبل برائی کی دعوت کے ذریعہ گمراہ کرنے کی کوشش کا فتنہ، عزیزِ مصر کے محل میں عیش و آرام کی زندگی کے بعد قید و بند کی صعوبتیں، پھر بادشاہت اور سکون والی زندگی کے ذریعے سے ان کا نیا امتحان شروع ہوا، یعنی جب آپ کے ہاتھوں میں لوگوں میں غلہ تقسیم کرنے کے اختیارات آئے تو اس طرح وہ لوگوں کے آقا بن گئے کہ جب اناج ان کی صوابدید پر تھا، یہ سب انسانی جذبات کی آزمائش ہی تھی۔

پھر ایسے حالات میں یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں سے ملاقات کرنا ان سے کہ جنھوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک ڈالا تھا اور وہی بھائی کہ ان تمام مصائب کا ظاہری سبب بھی تھے۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں کہ یہ ایک نبی کریم کے واقعات اور ان پر تبصروں پر مشتمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان صحابہ پر مکہ میں نازل ہوئی۔ خاص طور پر اس "عام الحزن" کے موقع پر ٹھیک اسی قسم کے حالات میں گھرے ہوئے لوگوں کی تسلی و اطمینان کے لیے۔ پھر اس سورت میں مکہ سے کسی دوسرے شہر کی طرف ہجرت کا اشارہ بھی تھا، یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ مکہ سے اخراج جبراً اور دھمکا کر ہوگا اور یہ بھی کہ انھیں بھی اللہ کی نصرت سے خود مختار حکومت میسر آئے گی۔

بالکل ویسے ہی، جیسے کہ یوسف علیہ السلام کو باپ کی گود سے نکالا گیا تاکہ وہ ان آزمائشوں کا سامنا کریں اور پھر نصرت و اقتدار کی منزل تک پہنچیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> "اس طرح ہم نے یوسف کو سرزمینِ (مصر) میں جگہ دی اور اس سے ہماری غرض یہ تھی کہ ہم ان کو (خواب کی) باتوں کی تعبیر سکھائیں اور خدا اپنے کام پر غالب ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (سورۃ یوسف:21)

غور کیجئے تو سورۂ یوسف اور قصے کے تمام مراحل میں رب العالمین پر ایمان و یقین کی بڑی تاکید آئی ہے اور اچھا انجام متقین کے لیے بتایا گیا ہے، غور کیجئے کہ یوسف علیہ السلام

کو کنویں میں ڈالنے کے وقت، ان کے فروخت ہونے اور ان کے متعلق برے منصوبوں کی تشکیل کے موقعوں کے تذکرے کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (سورۃ یوسف: 21)

اللہ اپنے معاملات میں غالب ہے جبکہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ایک "منصوبے پر عمل کرنے" کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایک منصوبے پر عمل کا ارادہ کیا۔ جب اللہ اپنے "امر" پر غالب تھا تو اس کا "امر" نافذ ہو کر رہا، سو یوسف کے بھائی اپنے امر پر غالب نہیں تھے تو اس کو نافذ بھی نہ کر سکے، حضرت یوسف علیہ السلام ان کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ یہی مراد ہے قرآن کی اس آیت سے کہ اکثر لوگ نہیں جانتے۔ وہ نہیں جانتے کہ اللہ کی سنت جاری ہے اور اسی کا "امر" ہی غالب ہو کر رہے گا۔

اور جب یوسف علیہ السلام ایک انسان کا سہارا لینا چاہا کہ وہ ان پر ڈھائے گئے ظلم کا تذکرہ بادشاہ سے کرے تو اس کے باوجود بھی کئی سال جیل کاٹنا پڑی۔ اللہ تعالیٰ کی منشاء یوسف علیہ السلام کو یہ سکھانا تھی کہ کیسے تمام اسباب کو چھوڑ کر ایک سبب کو تھامنا چاہیے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کا کام کسی بندے کے ہاتھ میں نہیں دیا اور نہ کسی ایسے سبب کے ساتھ منسلک کیا جو کسی بندے سے متعلق ہو اور یہ اس کا کرم اور انتخاب ہے۔ اللہ کے مخلص بندوں کو چاہیے کہ خالص اللہ ہی کو پکاریں اور اپنا معاملہ اسی کے سپرد کر دیں اور اپنے ایک ایک اقدام کو بھی اس کو سونپ دیں۔

جب انسان بشری کمزوری کے تحت شروع میں اس طریقے کو اختیار کرنے سے عاجز آجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرتا ہے اور ان کو ایسے حالات سے دوچار کر دیتا ہے کہ پھر وہ جن سے گزرنے کے بعد بڑی محبت و شوق سے اس کی اطاعت و رضا کو تھام لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنا فضل پورا کر دیتا ہے۔

یقین اور ایمان، اللہ کی بندگی کو اعزاز جاننے اور اس پر توکل کرنے اور اس کے فیصلوں پر مطمئن ہونے کا نام ہے اور یقین خالص اللہ کے ہو جانے اور زمین کی تمام قوتوں

کی قید سے بلند تر ہونے اور اس کے پھندوں سے آزاد ہونے کا نام ہے۔ اور پھر اس کے نتیجہ میں دنیا میں حکمران تمام قوتوں کو کمزور اور حقیر باور کرنے کا نام ہے۔ سو ایمان دار، یقین کرنے والے نبی یعقوب علیہ السلام ہر جدائی کی گھڑی میں فرماتے:

”اور میں خدا کی تقدیر تو تم سے روک نہیں سکتا۔ (بیشک) حکم اسی کا ہے۔ میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اہل توکل کو اسی پر بھروسار کھنا چاہئے۔“ (سورۃ یوسف:67)

اور پھر جب یعقوب نبی کے تینوں بیٹے گم ہو گئے اور غم اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صبر ہی بہتر ہے، عجب نہیں کہ خدا ان سب کو میرے پاس لے آئے۔ بیشک وہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔“ (سورۃ یوسف:83)

اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

”میں تو اپنے غم واندوہ کا اظہار خدا ہی سے کرتا ہوں۔ اور خدا کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔“ (سورۃ یوسف:86)

یہ انبیاء کا ایمان ہے اور یہ ابراہیمی دینِ حنیف کے پیروکاروں کا یقین ہے۔ اے غموں کے مارو! اللہ سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے اور سو اللہ کی مدد سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ سخت آندھیوں کے سامنے ڈٹ جانے والو! اے وہ مومنو! کہ جن کے دل اللہ سے ملے ہوئے ہیں جن روحیں اللہ کی مرضی کے مطابق ہیں۔ ایسے لوگ کبھی مایوس نہیں ہوتے اگرچہ ان کو غم گھیر لیں، تنگیاں مزید سخت ہو جائیں۔ مومن اپنے ایمان کے سائے میں اللہ سے پُر امید ہوتا ہے اپنے رب سے تعلق بر قرار رکھتا ہے، اپنے مولا پر اعتماد رکھ کے مطمئن رہتا ہے، چاہے تنگ گھاٹیوں میں ہو یا سخت ترین غموں میں۔

اے مومنو! یہ تکالیف و آزمائش اللہ کے لطف و تدبیر سے ہی ہیں اور اسی کے علم و رحمت سے ہیں، دیکھئے انہی تکالیف کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو ٹھکانا دیا تو وہ بادشاہ بن گئے پھر انہی کے پاس مصر کے خزانے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو ملک (مصر) میں جگہ دی اور وہ اس ملک میں جہاں چاہتے تھے رہتے تھے۔“(سورۃ یوسف:56)

یعنی اب عالم یہ تھا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام جہاں دل چاہے گھر بنائیں، جس جگہ چاہیں جائیں۔ یہ سب کنویں اور خوف اور پھر قید و بند کی صعوبتوں کے بدلے میں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت عطا کرتے ہیں، ہم تنگی کو آسانی سے بدل دیتے ہیں اور تنگی کے بعد کشادگی دیتے ہیں۔

خوف کو امن میں بدل دیتے ہیں، قید سے آزادی عطا کر دیتے ہیں اور رسوائی کے بدلے عزت و مقام اور بلند درجہ عطا کرتے ہیں۔

”ہم اپنی رحمت جس پر چاہتے ہیں کرتے ہیں اور نیکو کاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔“(سورۃ یوسف:56)

وہ کہ جو اللہ پر اچھا یقین رکھتے ہیں اور اس پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں اور اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور عمل و سلوک اچھا کرتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں:

”اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے ان کے لئے آخرت کا اجر بہت بہتر ہے۔“

(سورۃ یوسف:57)

اور ایسے ہی یوسف علیہ السلام کو امتحان کا یہ بدلہ دیا گیا کہ ان کو دنیا میں بلند مقام ملا اور آخرت میں بشارت ملی تو یہ پورا بدلہ تھا ایمان، صبر اور احسان کا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے تکرار وصف کا راز ہے کہ وہی علیم و حکیم ہے، وہی حالات کو جانتا ہے، ان مصیبتوں اور حادثات کے پیچھے چھپے حالات کو بھی جانتا ہے۔ اور اس کا ”امر“ اپنے مناسب وقت پر ہی بروئے کار آتا ہے جب اس کی حکمت کا اثر انداز ہونا مناسب ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

”عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور خدا اس میں سے بہت سی بھلائی پیدا کر دے۔“(سورۃ النساء:19)

سورۃ کے اختتام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور ہم نے تم سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ کیا ان لوگوں نے ملک میں سیر (وسیاحت) نہیں کی کہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا؟ اور متقیوں کے لئے آخرت کا گھر بہت اچھا ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں۔ یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہوگئے اور انہوں نے خیال کیا کہ (اپنی نصرت) کے بارے میں جو بات انہوں نے کہی تھی اس میں وہ سچے نہ نکلے تو ان کے پاس ہماری مدد آپہنچی۔ پھر جسے ہم نے چاہا بچادیا اور ہمارا عذاب (اتر کر) گنہگاروں سے ٹلا نہیں کرتا۔ ان کے قصے میں عقلمندوں کے لئے عبرت ہے۔ یہ (قرآن) ایسی بات نہیں ہے۔ جو (اپنے دل سے) بنائی گئی ہو بلکہ جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق (کرنے والا) ہے اور ہر چیز کی تفصیل (بیان کرنے والا) اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔" (سورۃ یوسف:109-111)

یہاں اللہ کی سنت اور طریقہ کار بتا کے پر ثابت قدمی اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جب رسول بھی مایوس ہو جائے اور مکروہ راستے کی طرف اشارہ ہے کہ جس کے ساتھ مرغوب و فراخی جڑی ہوتی ہے جس کو مومنوں کے دل بھانپ لیتے ہیں اور ایمان و یقین، صبر و ثبات اس کو ڈھانپ لیتا ہے۔

یہی اللہ کا طریقہ ہے۔ غم اور سختیاں ضرور آتی ہیں، لیکن ظاہری اسباب جو لوگوں سے متعلق ہیں ان سے مایوسی کے بعد مدد بھی ضرور نازل ہوتی ہے، جب اللہ کی طرف سے مدد نازل ہوتی ہے تو وہی نجات پاتے ہیں جو نجات کے مستحق ہوتے ہیں۔ وہ ظالموں کی گرفت سے ہونے والی ہلاکت سے نجات پاتے ہیں۔ جابروں کی مسلط کی ہوئی سختی سے نجات پاتے ہیں اور پھر مجرموں پہ اللہ کا تباہ و برباد کر دینے والا عذاب نازل ہوتا ہے۔ جس کو ان کا کوئی حلیف اور مددگار بھی پھر روک نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ان کے قصے میں عقلمندوں کے لئے عبرت ہے۔ یہ (قرآن) ایسی بات نہیں ہے۔ جو (اپنے دل سے) بنائی گئی ہو بلکہ جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی

تصدیق (کرنے والا) ہے اور ہر چیز کی تفصیل (کرنے والا) اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔" (سورۃ یوسف:111)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے اس قرآن وسنت کو باعث برکت بنائے اور جو اس میں حکمت و ذکر ہے اس کو ہمارے لیے فائدہ مند بنائے، میں نے جو بھی کہا اس پر اپنے اور تمھارے لیے اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔

دوسرا خطبہ

ہر قسم کی تعریفیں تمام جہانوں کے پروردگار کیلئے ہیں جو رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے جزا کے دن کا مالک ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جو کہ حق سچ مالک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے رسول صادق وامین بندے ہیں۔ اللہ آپ ﷺ پر درود وسلام اور برکات نازل فرمائے اور آپ کی آل اور تمام صحابہ پر بھی۔

اللہ کے بندو! ہمیشہ حق وانصاف کی بات کہنی چاہیے اور معذرت و مداہنت کے بغیر بغاوت اور سرکشی کا انکار کرنا چاہیے۔ سعودی سفارتکار کا یمن میں اغوا اور ظلم وزیادتی ایسا جرم ہے جسے کوئی مذہب اور معاشرہ درست قرار نہیں دیتا، نہ تو یہ دین ہے نہ جہاد کا یہ طریقہ ہے اور یہ صرف ایک مسلمان سے دشمنی نہیں بلکہ ان ممالک کے جو بھی نمائندے ہیں ان سے دشمنی ہے اور ان سے عداوت ولڑائی کا اعلان ہے اور ہمارے ملک اس کا جواب چھینا چھپٹی والا نہیں دیں گے۔

توبہ کا دروازہ کھلا ہے واپس لوٹنے کی گنجائش اب بھی ان کے ہاتھ میں ہے۔ سو اسلام اور مسلمانوں کے متعلق اللہ سے ڈرو! دیکھو کہ ان کے برے تصرفات اور غلطیوں کی وجہ سے کتنے مسلمانوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اللہ قیدیوں کو آزاد کرے اور باغیوں کے منصوبوں کو انہی پہ لوٹادے (اے مسلمانو! تم) نبی المصطفیٰ ﷺ پر درود وسلام بھیجو۔

2

قصۂ یونس

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن محمد بن ابراہیم آل طالب حفظہ اللہ

12 شوال المکرم 1435ھ بمطابق 8 اگست 2014ء

18

پہلا خطبہ

الحمدللہ! ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو بادشاہی اور کامل اختیار والا ہے، مخلوق پر اسی کی مشیت جاری ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے، وہ قدرت، مرتبے اور قوت کے اعتبار سے اپنی مخلوق پر فوقیت رکھتا ہے، اسی نے اپنے خلیل کو آگ سے بچایا اور یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، اس سے نہ تو کوئی چیز مخفی ہے اور نہ کوئی شے اس کی دسترس سے باہر۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ جنہیں ان کے پروردگار نے اعلیٰ ترین صفات اور خوبیوں سے مزین کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام پر روزِ قیامت تک بے پناہ رحمت و سلامتی نازل کرے۔

حمد و ثناء کے بعد:

بلاشہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، سب سے برے امور وہ ہیں جو دین میں ایجاد کیے جائیں۔ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ سب سے بہترین وصیت اللہ کے ڈر کی تلقین ہے، اس لیے اللہ سے ڈرو اور اپنا عمل سنوار لو۔

"تو جو کوئی نافرمانی سے بچے گا اور اپنے رویہ کی اصلاح کر لے گا اس کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔" (سورۃ الأعراف:35)

جو شخص اللہ سے ڈر جاتا ہے، اللہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور جو لوگوں سے ڈرتا ہے تو لوگ اللہ کے مقابلے اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔

اے اہل اسلام!

انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں میں کئی ایک نصیحتیں اور اسباق پنہاں ہیں۔

"اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جارہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں انہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔"(سورۃ یوسف:111)

قرآن مجید کے یہ قصے رسول اللہ ﷺ پر مکہ میں نازل ہوا کرتے تھے جب مومنوں کی تھوڑی سی تعداد آپ ﷺ کے ساتھ مکہ کی گھاٹیوں میں محصور تھی۔ راستہ بہت دشوار اور طویل تھا اور مسلمانوں کو محسوس ہوتا تھا کہ شاید مشکلات کا یہ سفر ختم نہ ہو گا چنانچہ ایسے میں یہ قصے انہیں سفر کا اختتام دکھاتے تھے۔ ان کی نگاہوں میں سنگ ہائے میل نمایاں کرتے، انہیں جادہ پیمائی پر آمادہ کرتے اور ان کا حوصلہ بڑھاتے۔

اسی طرح یہ قصے نبی کریم ﷺ کے دل کو بھی مضبوط کرتے۔ اللہ کا فرمان ہے:

"اور اے محمد ﷺ! یہ پیغمبروں کے قصے جو ہم تمہیں سناتے ہیں، وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے سے ہم تمہارے دل کو مضبوط کرتے ہیں ان کے اندر تم کو حقیقت کا علم ملا اور ایمان لانے والوں کو نصیحت اور بیداری نصیب ہوئی۔"(سورۃ ہود:120)

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دیتا کہ تنہا آپ ہی کو اس راستے پر نہیں چلنا پڑا، اس لیے جیسے دوسرے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا، آپ ﷺ بھی صبر کیجئے۔

اے اہل اسلام!

آج ہم اللہ کے انبیاء میں سے ایک نبی کے قصے پر غور کریں گے، وہ قصہ جس کے ذریعے ہمارے نبی محمد ﷺ کو سبق دیا جاتا تھا کہ دعوت کے اس مشن اور رسالت کی ذمہ داریوں سے ہر گز دستبردار نہ ہوں، یہ قصہ آپ ﷺ کو تلقین کرتا کہ

"پس اپنے رب کا فیصلہ صادر ہونے تک صبر کرو اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہو جاؤ، جب اُس نے پکارا تھا اور وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔"(سورۃ القلم:48)

یہ یونس علیہ السلام کا قصہ ہے جنہیں اللہ نے سرزمین موصل میں اہل نینویٰ کی جانب بھیجا تھا۔ چنانچہ انہوں نے لوگوں کو اللہ کی توحید اور عبادت کی جانب بلایا لیکن انہوں نے ان کو جھٹلایا اور اپنے کفر اور سرکشی پر اڑے رہے۔ جب اسی حالت میں ایک لمبا عرصہ بیت گیا تو وہ غصے میں آکر انہیں چھوڑ کر چل نکلے اور وعید سنائی کہ تین دن کے بعد ان پر عذاب آنے والا ہے۔

وہ غصے میں یہ سوچ کر نکلے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان پر زمین کو تنگ نہیں کرے گا، کیونکہ زمین بڑی کشادہ ہے، یہاں بے شمار بستیاں ہیں اور کئی ایک اقوام ہیں۔ اگر یہ لوگ دعوت کو ٹھکرا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو کسی دوسری قوم کی جانب بھیج دے گا۔ قرآن مجید کے ان الفاظ کا یہی مفہوم ہے کہ

"یونس علیہ السلام نے گمان کیا کہ ہم اس پر زمین تنگ نہیں کریں گے۔"

دوسری جانب حضرت یونس علیہ السلام جب اپنی قوم کو چھوڑ کر نکلے اور ان پر عذاب کا وقوع یقینی ہو گیا تو اسی دوران اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں توبہ اور انابت کا جذبہ پیدا فرما دیا۔ اپنے نبی کے ساتھ انہوں نے جو سلوک روا رکھا تھا، اس پر پشیمان ہوئے۔ اللہ کے حضور گڑ گڑائے اور اس کے سامنے آہ وزاری کی۔ یہ بڑی عظیم گھڑی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت و طاقت سے اور اپنی رحمت اور مہربانی سے انہیں اس عذاب سے جو خاص طور پر انہی کے لیے تیار ہو چکا تھا، بچا لیا۔

چنانچہ ایسی کوئی قوم نہیں جس نے اپنے پیغمبر کو جھٹلا دیا ہو اور اس پر عذاب کا اترنا یقینی ہو چکا ہو لیکن پھر عذاب کے وقت وہ قوم ایمان لے آئے اور اسی ایمان کے باعث وہ عذاب سے محفوظ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ یونس میں ارشاد فرمایا:

"پھر کیا ایسی کوئی مثال ہے کہ ایک بستی عذاب دیکھ کر ایمان لائی ہو اور اس کا ایمان اس کے لیے نفع بخش ثابت ہوا ہو؟ یونس علیہ السلام کی قوم کے سوا (اس کی کوئی نظیر نہیں)

وہ قوم جب ایمان لے آئی تھی تو ہم نے اس پر سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ٹال دیا تھا اور اس کو ایک مدت تک زندگی سے بہرہ مند ہونے کا موقع دے دیا تھا۔"

(سورۃ یونس:98)

اے بندگانِ الٰہی!

یونس علیہ السلام غصے میں سمندر کے کنارے پہنچے اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے جو لوگوں سے اور سامان سے بھری ہوئی تھی لیکن وہ کشتی ہواؤں اور موجوں میں گھر کر گرداب میں پھنس گئی جس کا ان لوگوں کے نزدیک یہ مطلب تھا کہ مسافروں میں کوئی ایسا مسافر بھی ہے جس پر اس کا مالک ناراض ہے اور اس نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اس مسافر کو پانی میں پھینکنا ضروری ہے تاکہ کشتی پانی میں غرق ہونے سے بچ جائے۔ یا شاید ان کا مقصد یہ تھا کہ کشتی کا وزن کچھ کم کر دیا جائے تاکہ وہ غرق نہ ہو سکے۔ چنانچہ انہوں نے قرعہ اندازی کی اور قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ لیکن ان کا جی حضرت یونس علیہ السلام کو سمندر میں پھینکنے پر آمادہ نہ ہوا لیکن یکے بعد دیگرے قرعہ حضرت یونس علیہ السلام ہی کے نام نکلتا رہا۔

"اور یقیناً یونس علیہ السلام بھی رسولوں میں سے تھا۔ یاد کرو جب وہ ایک بھری کشتی کی طرف بھاگ نکلا۔" (سورۃ الصافات:139-140)

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے خروج کو بھاگ نکلنے سے تعبیر فرمایا ہے جیسے ایک غلام اپنے آقا سے بھاگ جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر نکلے تھے۔

"پھر قرعہ اندازی میں شریک ہوا اور اس میں مات کھائی۔" (سورۃ الصافات:141)

چنانچہ انہیں سمندر میں ڈال دیا گیا۔

"آخر کار مچھلی نے اسے نگل لیا اور وہ ملامت زدہ تھا۔" (سورۃ الصافات:142)

ملامت کا مستحق تھا کیونکہ انہوں نے اس مشن سے کنارہ کشی تھی جس پر انہیں اللہ نے بھیجا تھا اور اللہ کی اجازت کے بغیر حالتِ غضب میں اپنی قو کو چھوڑ کر چل نکلے تھے۔ پھر مچھلی نے انہیں نگل لیا لیکن نہ ان کے جسم کو کوئی نقصان پہنچایا اور نہ ہی ان کی کوئی ہڈی توڑی۔

چنانچہ وہ اللہ کی تقدیر کے مطابق مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرے رہے جہاں مچھلی کے پیٹ کا، سمندر کا اور رات کا اندھیرا تھا، اسی حالت میں انہوں نے اپنے رب کو پکارا اور کہا:

"نہیں ہے کوئی خدا مگر تُو، پاک ہے تیری ذات، بے شک میں نے قصور کیا۔"

(سورۃ الانبیاء:87)

بیان کیا جاتا ہے کہ جب فرشتوں نے یہ دعا سنی تو کہا:

"اے ہمارے پروردگار! یہ ایک جانی پہچانی اور نحیف سی آواز ہے جو کسی اجنبی جگہ سے آرہی ہے۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں غم سے نجات دے دی۔

"اور اِسی طرح ہم مومنوں کو بچا لیا کرتے ہیں۔"(سورۃ الانبیاء:88)

"اب اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو روز قیامت تک اسی مچھلی کے پیٹ میں رہتا۔"(سورۃ الصافات:143-144)

یعنی مچھلی کے پیٹ میں جانے سے قبل خوشحالی میں اگر وہ نماز پڑھنے والے، ذکر کرنے والے اور فرمانبرداری اختیار کرنے والے نہ ہوتے تو روزِ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی ٹھہرے رہتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی اسی مفہوم کو واضح کرتا ہے کہ

"تم اللہ کی پاسداری کرو، اللہ تمہاری پاسداری کرے گا، تم اللہ کی پاسداری کروگے تو اسے اپنے سامنے پاؤگے۔"(جامع ترمذی:2516)

یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تسبیح اور دعا کے جس عمل میں مصروف رہے وہ اس سے پہلے بھی اس عمل کے عادی تھے۔ یونس علیہ السلام کو مچھلی نے ساحل سمندر کے ایک حصے پر اگل دیا جہاں کوئی درخت اور سایہ نہ تھا اور ان کا بدن انتہائی ناتواں ہو چکا تھا۔

"آخر کار ہم نے اسے بڑی سقیم حالت میں ایک چٹیل زمین پر پھینک دیا اور اُس پر ایک بیل دار درخت اگا دیا۔" (سورۃ الصافات:145-146)

اس سے مراد کدو کی بیل ہے جو اپنے چوڑے پتوں کے ساتھ انہیں سایہ فراہم کرتی اور انہیں مکھیوں سے بچاتی کیونکہ کہا جاتا ہے کہ مکھیاں اس بیل کے قریب نہیں آتیں، ہر ایسا پودا جس کا تنا نہ ہو، عرب اسے "یقطین" ہی کہتے ہیں۔ حدیث میں یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم کدو پسند فرمایا کرتے تھے اور برتن کے کناروں سے اسے ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھایا کرتے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ ان کی قوم کی طرف لوٹنے کا حکم دیا۔ چنانچہ پھر پوری قوم نے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لے آئی، ان کی تعداد ایک لاکھ سے کسی طرح کم نہ تھی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی کو عزت و فضیلت عطا کی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار تمام انبیاء کی بہ نسبت زیادہ ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"ہر نبی کو کوئی معجزہ عطا کیا گیا جس پر لوگ ایمان لاتے لیکن مجھے جو کچھ عطا کیا گیا ہے، وہ وحی ہے جو اللہ نے میری جانب اتاری ہے اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔" (صحیح بخاری:4981)

اے بندگانِ الٰہی!

یہ تھے یونس علیہ السلام، ایک برگزیدہ نبی، جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کوئی آدمی یوں نہ کہے کہ میں یونس بن متیٰ سے افضل ہوں۔" (صحیح بخاری:3396)

اللہ کے ان برگزیدہ انبیاء میں سے ایک نبی جن کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء اور سورۂ انعام میں ارشاد فرمایا:

"اے محمد ﷺ! وہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے، انہی کے راستہ پر تم چلو۔" (سورۃ الأنعام:90)

اس قصے کا سب سے بڑا سبق وہ ہے جس کی تلقین اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو فرمائی:

"پس اپنے رب کا فیصلہ صادر ہونے تک صبر کرو اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہو جاؤ، جب اُس نے پکارا تھا اور وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔" (سورۃ القلم:48)

دعوت کا فریضہ ادا کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس راستے کی تکلیفیں برداشت کریں اور تکذیب اور ایذاء پر صبر کریں، ایک سچے آدمی کا جھٹلایا جانا نفس پر بہت گراں گزرتا ہے لیکن دعوت کے راستے میں یہ آزمائشیں آتی ہی ہیں۔ اس لیے پیغمبروں کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ صبر کریں اور برداشت سے کام لیں۔ جمے رہیں اور ثابت قدمی اپنائیں۔ اپنی دعوت کو مسلسل دہراتے رہیں، دلوں کے سدھار اور نفسوں کی اصلاح سے ناامید نہ ہوں۔ خواہ انہیں کتنی ہی تکذیب، سرکشی اور انکار کا سانا کرنا پڑے۔ مصلحین کے لیے غصے میں آجانا بہت آسان ہے کیونکہ لوگ بات مانتے نہیں تو وہ لوگوں ہی سے علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں لیکن اس سے حق کی مدد نہیں ہوتی۔ مومن تو غصے کو پی کر اپنے کام میں لگا رہتا ہے، صبر کرنا اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اچھا انجام صرف پرہیز گاروں کا حصہ ہے۔

"ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ تم پر بناتے ہیں ان سے تمہارے دل کو سخت کوفت ہوتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، اس کی جناب میں سجدہ بجالاؤ اور اُس آخری گھڑی تک اپنے رب کی بندگی کرتے رہو جس کا آنا یقینی ہے۔" (سورۃ الحجر:97-99)

اے بندگانِ الٰہی! اے مبتلائے کرب و آزمائش اور مغموم انسان! انبیاء کرام علیہم السلام کی دعا میں تیرے لیے بہترین نمونہ ہے۔ امام احمد اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں جن الفاظ کے ساتھ اللہ کو پکارا تھا، کوئی بھی مسلمان جب بھی ان الفاظ کے ساتھ اللہ کو پکارے گا اللہ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔“

”لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين“(جامع ترمذی:3505)

اس عظیم دعا پر غور کیجئے کہ اس میں توحید، تنزیہ اور اعتراف تینوں خوبیاں موجود ہیں۔ اے اللہ! تیرے سوا کوئی مشکل کشا نہیں۔ تو پاک ہے۔ بلاشبہ میں ہی ظالموں میں سے تھا۔“

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”کسی بندے کو جب کبھی کوئی غم یا پریشانی پہنچے تو یوں دعا کرے کہ اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور لونڈی کا بیٹا ہوں، میرے اندر تیرا حکم جاری و ساری ہے، میرے متعلق تیرا ہر فیصلہ عدل ہے، میں ہر اس نام کے وسیلے سے تجھ سے مانگتا ہوں جو تیرا ہے، جسے تو نے اپنی کتاب میں اتارا ہے، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا اپنے علم غیب میں رکھا ہے کہ قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے غم کا خاتمہ اور میری پریشانی کا حل بنا دے۔ اس دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ ضرور اس کی پریشانی ختم کر دے گا اور غم کی جگہ اسے خوشی عطا کرے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں یہ کلمات سیکھ لینے چاہئیں؟ تو

آپ ﷺ فرمایا: "ہر اس آدمی کو سیکھ لینے چاہئیں جو انہیں سن لے۔" سیکھ لینے میں یاد کرلینا، سمجھنا اور انکے ساتھ دعا کرنا ہر چیز شامل ہے۔ (مسند احمد: 3704)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہی بھی آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ پریشانی کے وقت ان کلمات کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے:

«لا إله إلا الله العليم الحليم. لا إله إلا الله رب العرش العظيم. لا إله إلا الله رب السماوات و رب الأرض رب العرش الكريم.»

(صحیح بخاری: 7426)

چنانچہ یہ دعائیں غموں اور پریشانیوں کا نبوی علاج ہیں جو شخص یقین کے ساتھ ان دعاؤں کو اپنالے، اللہ اس کا سینہ کھول دیتا ہے اور اس کی پریشانی ختم ہو جاتی ہے۔

اور اگر تجھے توفیق مل جائے اور تو دو رکعتیں پڑھ کر اللہ کے حضور آہ و زاری کرے تو یہ اور بھی اچھی بات ہے۔

اپنے پروردگار سے توفیق مانگ اور جب سوال کرے تو پورے اخلاص کے ساتھ کر۔

اور جب تو اس کے حضور سجدہ ریز ہو تو وہی دعا پڑھ جو یونس علیہ السلام بن متیٰ نے پڑھی تھی۔ اس کی چوکھٹ کے ساتھ چمٹا رہ، اگر تو اس کا دروازہ کھٹکھٹائے گا تو وہ ضرور تیرے لیے اپنا دروازہ کھولے گا۔

تو زمین پر ہمیشہ اسے یاد کرتا رہ تاکہ جب تو اسے یاد کرے تو وہ آسمان پر تجھے یاد کرے۔

اے اللہ! ہمارے لیے قرآن و سنت میں برکت دے اور ہمیں ان کی آیات اور حکمت سے فائدہ پہنچا۔ میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے اور آپ کے لیے بخشش کا طلبگار ہوں۔

دوسرا خطبہ

ساری تعریفیں تنہا اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے کی مدد کی، اپنے لشکر کو سر بلند کیا اور جس نے اکیلے ہی تمام لشکروں کو شکست سے دوچار کیا۔ ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو یکتا اور تنہا ہے، اکیلا اور بے نیاز ہے، جس نے نہ کسی کو جنم دیا اور نہ وہ خود جنا گیا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، آپ ﷺ کے صحابہ اور تابعین پر اور تا قیامت ان کے نقش قدم پر چلنے والوں پر رحمتیں اور سلامتی نازل کرے۔

حمد و ثناء کے بعد

اے اہل اسلام! فلسطین اور قدس کی مقبوضہ سرزمین اور اپنے اہل وعیال اور بھائیوں کے درمیان ستم سہتے ہوئے لوگ۔ یہ ساری صورت حال عالم عرب کی کمزوری، سیاسی سودے بازی اور ایک ملک کی دہشتگردی کا کھلا ثبوت ہے۔ خواہ دوسرے ممالک اس کی دہشتگردی اور جرائم پر پردہ ڈالنے کی کتنی ہی کوشش کریں لیکن بالآخر پردہ کبھی نہ کبھی ضرور اٹھتا ہے اور اندھیرا ضرور ختم ہو کر رہتا ہے۔

اگرچہ شہداء کی شہادتیں، خاندانوں کی تباہ حالی اور لوگوں کی پریشانی ہمارے لیے انتہائی المناک ہے۔ لیکن ظلم و ستم کی اس سیاہ رات میں روشن امید کے بھی کئی ایک پہلو موجود ہیں۔ جن مین سے ایک یہ ہے کہ بہت ساری اقوام اب غاصب و قابض، قاتل اور خائن گروہ کے جرائم کی قائل ہو چکی ہیں۔ فلسطینیوں کے حق میں مجرموں کے جرائم پر پردہ ڈالنے کی سازشیں کی جاتی تھیں، اب بے نقاب ہو چکی ہیں اور اس کے ساتھ اور

بھی بہت ساری سازشوں سے پردہ اٹھ چکا ہے، ان کے جرائم کو چھپانے اور جواز بخشنے والا ہر چہرہ بے نقاب ہو چکا ہے۔

”اللہ نے کفار کا منہ پھیر دیا، وہ کوئی فائدہ حاصل کیے بغیر اپنے دل کی جلن لیے یونہی پلٹ گئے۔“(سورۃ الاحزاب:25)

ان لوگوں نے بچوں اور بے گناہ شہریوں کو قتل کیا، مسجدیں اور گھر منہدم کیے اور انسانیت کے خلاف بغیر کسی جواز کے جرائم کا ارتکاب کیا اور یہ سب کچھ اقوام متحدہ کی خاموش نگاہوں کے سامنے ہوتا رہا۔ سرزمین غزہ پر جو آخری چڑھائی کی گئی، اس میں نئی بات یہ ہے کہ زور آور کی ترازو مظلوموں کے فائدے کے لیے کچھ جھکی ہے، یہ وہ بات ہے جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔

چنانچہ اللہ شہداء فلسطین پر رحم فرمائے، زخمیوں کو شفا دے، انہیں ان کے مالوں اور گھروں کا نعم البدل عطا کرے اور انہیں نیک اور خیر خواہ قیادت مہیا کرے۔ ان اقوام کا شکریہ جنہوں نے بغیر کسی لسانی یا دینی رشتے کے فلسطینیوں کا ساتھ دیا اور اس ظلم کے خلاف قابل قدر مثالیں قائم کیں۔

”اللہ اپنا کام کر کے رہتا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔“(سورۃ یوسف:21)

3

معوذتین کے فضائل و آداب

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن محمد بن ابراہیم آل طالب حفظہ اللہ

03 جمادی الاولیٰ 1434ھ بمطابق 15 مارچ 2013ء

19

پہلا خطبہ

بلاشبہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اسی کی حمد کرتے، اسی سے مدد چاہتے اور اسی سے بخشش کے طلبگار ہوتے ہیں۔ اپنے نفسوں اور برے اعمال کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، جسے وہ ہدایت سے نواز دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت یاب نہیں کر سکتا، میں اقرار کرتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ لاشریک ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر صلوۃ وسلام اور برکتیں نازل فرمائے، آپ ﷺ کی آل پر، صحابہ کرام پر، تابعین عظام پر اور تاقیامت ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ اسی انعام سے سرفراز فرمائے۔

حمد وثنا کے بعد!

لوگو! میں تمہیں وہی نصیحت کرتا ہوں جو اللہ نے گزشتہ امتوں کے ساتھ ساتھ اس امت کو بھی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان کو بھی اور (اے محمد ﷺ) آپ کو بھی ہم نے تاکیدی حکم دیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ (سورۃ النساء:131)

جو چوکنا رہا وہ نجات پا گیا اور جو غافل ہوا اسے ندامت کا سامنا کرنا پڑا، جلد ہی لوگوں کو اٹھایا جائے گا اور ترازو نصب کر دیے جائیں گے، لہٰذا اس دن کے لیے اس کے شایان شان تیاری کر رکھو۔

"اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کے حضور لوٹ جاؤ گے۔" (سورۃ البقرۃ:281)

اے مسلمانو! جنت انسانِ اول کی قیام گاہ تھی، جنت ہی وہ خیر ہے جس میں شر کا کوئی شائبہ نہیں، جب کہ جہنم وہ شر ہے جس میں خیر کا کوئی شبہ نہیں، رہی دنیا تو اس میں خیر و شر دونوں موجود ہیں۔

چونکہ انسان کو زندگی میں ایسے ایسے مقامات پر مصائب سے سابقہ پڑتا ہے، جہاں اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا،اس لئے نادان انسان ایسی چیزوں سے امیدیں وابستہ کرلیتا ہے کہ جن کے بارے میں وہ آسمانی خبر اور انبیاء کی ہدایت کے بغیر ہی سمجھنے لگتا ہے کہ وہ چیزیں اس کے مصائب دور کر سکتی ہیں، اس سے شر دو چند ہو گیا اور ادیان ومذاہب بگاڑ کا شکار ہوگئے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے۔

"اور کچھ بنی آدم بعض جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے جس سے جنات کی سرکشی اور بڑھ گئی۔"(سورۃ الجن:6)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل واحسان سے مخلوق کے لیے شریعت اتاری اور انہیں بتایا کہ وہ کس سے تحفظ مانگیں اور کس کی پناہ چاہیں؟ تا کہ ان کا دین بھی درست رہے اور وہ خود بھی محفوظ ومامون ہو جائیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کیا تمہیں ان آیات کی خبر نہیں جو آج رات اتاری گئی ہیں، ان جیسی آیات پہلے کبھی نہیں آئیں، وہ آیات ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾، ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ کی سورتیں ہیں۔"(صحیح مسلم:815)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز سے ان عظیم سورتوں کی فضیلت واضح فرمائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کلمات سے دراصل مقصود یہ تھا کہ یہ آیات ایک بڑے ربانی راز کی امین اور اللہ کی طرف سے بے پناہ حفاظت پر مشتمل ہیں اور ایسا اسلحہ ہیں جس کے ذریعے بندۂ مومن جناتی اور انسانی شیطانوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ زندگانی کے پیہم تھپڑوں اور مصائب و شدائد سے نبرد آزما ہوتا ہے، حاسدین، بدخواہوں، جادوگروں اور شعبدہ بازوں سے تحفظ حاصل کرتا ہے اور ان تمام برائیوں سے محفوظ رہتا ہے جو اس کی زندگی پر اثرانداز ہوتی، اسے تکلیف دیتی اور اس کے لیے نقصان کا باعث بنتی ہیں۔ سورۃ الفلق

اور اس کی جڑواں سورۃ الناس دراصل واضح آیات ہیں، جن میں بیماری اور علاج دونوں کا تذکرہ ہے۔ نبی کریم ﷺ مسلسل ان دونوں سورتوں کو خاص اہمیت دیتے اور اللہ کے فرمان کے مطابق ان کے ذریعے اُس کی پناہ مانگتے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ جنوں سے اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے کہ اسی اثناء میں (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) نازل ہوئیں، چنانچہ ان کے نزول کے بعد نبی کریم ﷺ نے انہی سورتوں کو اپنا لیا اور دیگر کلمات کو چھوڑ دیا۔" (جامع ترمذی: 2058)

مسلمانو! ان دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے لیے اور تمام مومنوں کے لیے یہ ہدایت ہے کہ ہر مخفی و ظاہر اور اجمالی، تفصیلی ہر معلوم و نا معلوم، ہر چھوٹے اور بڑے غرضیکہ تمام خوفناک چیزوں سے صرف اللہ کی پناہ میں آئیں اور اسی سے حفاظت کا سوال کریں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے اپنی پناہ گاہ کھول رہا ہے اور ان کے لیے اپنی حفاظت کا سایہ پھیلا رہا ہے اور انتہائی شفقت و محبت سے انہیں پکار رہا ہے کہ آؤ میری پناہ گاہ میں داخل ہو جاؤ، آؤ حفاظت کی اس جگہ پر کہ جہاں تمہیں اطمینان میسر آئے گا، آجاؤ کیونکہ مجھے تمہاری کمزوری اور تمہارے گرد و پیش منڈلاتے ہوئے خطرات کا بخوبی علم ہے، مجھے تمہارے دشمن پر سب سے زیادہ قابو حاصل ہے۔

یہ طے ہے کہ صرف اللہ کی پناہ گاہ ہی میں امن و اطمینان اور سلامتی ہے۔ ان سورتوں پر غور کرنے والا جان لیتا ہے کہ یہ سورتیں ایک مضبوط قلعہ ہے، جو اگرچہ دکھائی نہ دینے والا مخفی، قلعہ ہے مگر وہ ایسے تمام خطرات سے حفاظت کا ذریعہ ہے جن کے بارے میں انسان کو اکثر اوقات پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ خطرات اور مصائب آتے

کہاں سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کے گرد و پیش منڈلانے والے تمام خطرات و آفات میں سے اللہ تعالیٰ نے، ان مصائب کا بالخصوص تذکرہ کیا ہے۔ رب کریم کا حکم ہے کہ تمام مشکلات کے لیے بالعموم اور ان مذکورہ مشکلات کے لیے بندے بالخصوص صرف اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں، اسی سے مدد مانگیں اور اسی سے تحفظ اور پناہ چاہیں۔

مقصود اس سے یہ ہے کہ توحید کو دلوں میں راسخ اور گہرا کر دیا جائے۔ اس لیے کہ لوگوں کو ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہے جو ان کی حفاظت کرے، ان کی قسما قسم کی تکالیف اور مصیبتیں دور کرے۔ چنانچہ ان دونوں سورتوں میں مختصر مگر جامع ترین، مفہوم پر زیادہ دلالت کرنے والے اور ہر طرح کی حفاظت کا مفہوم رکھنے والے کلمات کے ساتھ تمام مشکلات سے تحفظ کا سوال کیا گیا ہے۔

''اعوذ'' کا مطلب ہے کہ میں پناہ چاہتا ہوں، میں جائے پناہ میں آتا ہوں، میں اللہ کی حفاظت میں آتا ہوں اور اس کی حفاظت کا طلبگار ہوتا ہوں۔ لہٰذا استعاذہ عبادت ہے، جس کے ساتھ ہم اس ذات کی خوشنودی چاہتے ہیں جس کے حضور پناہ کی درخواست کرتے ہیں اور یہ اس بات کا یقین ہے کہ وہ اکیلا ہی خطرات و مشکلات کو رفع کرنے والا ہے۔

سورۃ الفلق میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو صبح کے رب سے پناہ مانگنے اور اس کی حفاظت میں آنے کا حکم دیا ہے، صبح جو رات کی تاریکیوں کا پردہ چاک کر دیتی ہے۔ یہاں صبح کا تذکرہ خاص طور پر اس لیے کیا گیا ہے کہ گہرے اندھیرے کے بعد صبح کی روشنی کی مثال بالکل ویسی ہی ہے جیسے تنگی کے بعد آسانی کا آجانا۔ یعنی جس طرح انسان طلوعِ سحر کا منتظر ہوتا ہے اسی طرح خوف زدہ شخص کشائش اور حفاظت کا منتظر ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور مومنوں کو حکم دیا ہے:

”کہو کہ میں صبح کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں. ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے بنائی ہے۔“(سورۃ الفلق:1-2)

یعنی میں اس کی پیدا کردہ تمام چیزوں سے علیحدہ علیحدہ بھی اور مجموعی طور پر بھی پناہ مانگتا ہوں اور یہ پناہ دنیا و آخرت کی تمام برائیوں، انسانوں، جنوں، شیطانوں، درندوں، زہریلے جانوروں آگ، گناہ، خواہشات نفس، نفس انسانی، برے عمل اور ہر بری چیز کی برائی کو محیط ہے۔

﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبْ﴾

”اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا اندھیرا اپھیل جائے“(سورۃ الفلق:3)

”الغسق “کا مطلب اندھیرے کی شدت ہے اور ”غاسق“ سے مراد یا تو رات ہے یا رات کو حرکت میں آنے والا ہر شخص اور ”وقب“کا مطلب ہے ”داخل ہونا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد رات ہے جب کہ وہ مکمل طور پر چھا جائے۔جب کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے غروب شمس کا وقت مراد ہے۔

مقصود یہ ہے کہ رات اور اس میں موجود ہر چیز کے شر سے پناہ مانگی جائے۔رات اپنی دہشت کے ساتھ جب زمین کو ڈھانپ لیتی ہے تو وہ بذات خود ہیبت ناک ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی تاریکی میں مہلک جانور اور وحشی درندے بھی حرکت میں آجاتے ہیں، مجرم اور مکار لوگ بھی سرگرم ہو جاتے ہیں، بری خواہشات اور تمنائیں بھی شدت پکڑ لیتی ہیں، پھر وہ وسوسے، اندیشے اور غم ورنج جیسے جذبات جو اس پر مستزاد ہیں رات کو بھڑک اٹھتے اور انسان کے شعور اور تحت الشعور کو متاثر کرتے ہیں۔

تاریکی شیطان کو بھی پھیلنے اور وسوسے ڈالنے کے لیے ساز گار ماحول فراہم کرتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو رات اور اس میں موجود ہر طرح کے شر سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے:

﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ﴾ (سورة الفلق: 3)

﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ﴾ (سورة الفلق:4)

اس سے مراد جادو گرنیاں ہیں، جو دھاگوں اور اس جیسی دیگر چیزوں پر اس شخص کے نام سے گرہیں لگاتی اور پھونکیں مارتی ہیں جس پر جادو کرنا مقصود ہو اور اس طرح وہ لوگوں کو تکلیف پہنچانے کے لیے کوشاں رہتی ہیں جس سے بسا اوقات جادو کیا گیا شخص تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔

"اور اللہ کے حکم کے سوا وہ اس (جادو) سے کسی کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے تھے۔"

(سورۃ البقرۃ:102)

نبی کریم ﷺ نے جادو کو ان بڑے اور تباہ کن گناہوں میں شمار کیا ہے جو امتوں اور افراد کو اجاڑ دیتے ہیں اور اپنے مرتکب افراد کے لیے آخرت کے بجائے صرف دنیا کی حقیر سی خوشی کا باعث بنتے ہیں۔

جو شخص بیماری یا جادو کا شکار ہو جائے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ جادو گروں اور شعبدہ بازوں کا سہارا لے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے والے سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے۔ اللہ نے ہمارے لیے اپنی ذات کی پناہ میں آنے، اسی کی طرف رجوع کرنے اور اسی سے مدد مانگنے کو جائز قرار دیا ہے۔

﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ (سورة الفلق:5)

"اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب حسد کرنے لگے۔"

حسد اخلاقاً اور شرعاً ایک معیوب صفت ہے، اس سے مراد محسود سے اس نعمت کے چھن جانے کی تمنا کرنا ہے جو اللہ نے اسے عطا کی ہے، حاسد کا شر اور ضرر اس وقت واقع

ہوتا ہے جب وہ اپنے حسد کو عملی جامہ پہنائے، یعنی یا تو اس کی نظر بد لگ جائے یا وہ محسود کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا اور فرمایا: ﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ (سورة الفلق:5)

"اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرنے لگے۔"

اگر لوگ اللہ پر بھروسہ کر لیں اور ان آیات کے ذریعے اپنی حفاظت کا بندوبست کر لیں تو یقیناً وہ حسد اور نظر بد جیسی چیزوں سے محفوظ رہیں۔ حسد کا شکار ہونے والے شخص کے لیے سورۃ الفلق سب سے بڑی دوا ہے۔ کیونکہ اس میں صرف اللہ پر توکل کرنے اور اسی کی طرف رجوع کرنے کا تذکرہ ہے اور حاسد کے شر سے اس ذات کی پناہ مانگی گئی ہے جو نعمتوں کا مالک اور پیہم نعمتیں عطا کرنے والا ہے۔ متواتر نعمتیں بخشنے والی ذات ہی کافی ہے ہر اس شخص کے لیے جو اس پر بھروسہ کرے اور کافی ہے ہر اس آدمی کے لیے جو اس کے سامنے آہ وزاری کرے۔

اے مسلمانو!

مُعَوِّذَۃ ثَانِیہ یعنی سورۃ الناس میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں پناہ مانگنی چاہیے اپنے اس رب کی جو حفاظت عطا کرتا ہے، اپنے اس مالک کی جو حکم دینے اور منع کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور اپنے اس الٰہ کی جسے وہ پوجتے ہیں، ان تمام شیطانوں کے شر سے جو ان کے اور عبادت کے درمیان رکاوٹ بن جاتے ہیں کیونکہ شیطان ہی ان تمام برائیوں کی بنیاد ہے جو بندوں سے صادر ہوں اور ان کے لیے وبال بن جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ﴿مَالِكِ النَّاسِ﴾ "لوگوں کا بادشاہ۔" اور ﴿إِلَٰهِ النَّاسِ﴾ "لوگوں کا معبود" کے الفاظ اس لیے کہے کیونکہ لوگوں میں بھی بادشاہ ہوتے ہیں تو بتایا کہ وہ اللہ ان کا بھی بادشاہ ہے، اسی طرح کچھ لوگ غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ ان سب کا الٰہ اور معبود برحق ہے۔ وہی ہے جس سے پناہ مانگنا اور التجاء کرنا ضروری ہے نہ کہ شاہوں او

ارباب اقتدار سے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا حقیقی رب ہے، سچا بادشاہ اور اکیلا معبود ہے، وہ اکیلا ہی عبادت کا استحقاق رکھتا ہے، اس کے علاوہ ہر کوئی رزق کا محتاج ہے نہ اپنے نفع کا مالک ہے نہ نقصان کا اور موت وحیات اور دوبارہ اٹھنے پر بھی کسی کا کوئی اختیار نہیں۔

﴿اَلْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ﴾ یعنی شیطان کے شر سے پناہ مانگنا ہر قسم کے شر سے پناہ مانگنے کو شامل ہے تاہم شیطان کی سب سے خطرناک صفت، سب سے بڑے شر اور تاثیرِ فساد کے اعتبار سے قوی ترین وصف کا تذکرہ خاص طور پر کیا گیا ہے اور وہ وسوسہ ہے۔

یہی برائی کے ارادے کی بنیاد ہے، کیونکہ دل برائی اور نافرمانی سے خالی ہوتا ہے، چنانچہ شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اور برائی کو مزین کر کے پیش کرتا ہے، برائی کے لیے اس کے ارادے کو حرکت دیتا ہے، اس کی نظروں میں نیکی کو برا بنا دیتا ہے اور اسے اس سے باز رکھتا ہے۔ اور شیطان ہمیشہ اسی طرح وسوسے پیدا کرتا رہتا ہے اور وہ ابن آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شیطان ابن آدم کے دل پر نشست جما کر بیٹھ رہتا ہے، جب وہ ذکر کرنا بھولتا اور غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنے لگتا ہے اور جب وہ بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو یہ دور دوڑ جاتا ہے۔

وسوسہ ڈالنے والے جس طرح جنوں میں سے ہوتے ہیں اسی طرح انسانوں میں سے بھی ہو سکتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ "جنوں اور انسانوں میں سے۔" اس آیت میں انسانی شیطانوں کے خطرے سے متنبہ کیا گیا ہے، حالانکہ ان کے شر سے چوکنا رہنے والے بہت کم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں اور جنوں دونوں کے شیاطین سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے۔

اللہ کے بندو! معوذتین کا پڑھنا ہر وقت جائز ہے اور ان مقامات پر ان کی قراءت کی اور بھی زیادہ اہمیت ہے جو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ہر فرض نماز کے بعد معوذتین پڑھنے کا حکم دیا۔

(سنن ابی داوٗد:1523)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر رات جب اپنے بستر پر جاتے تو اپنی ہتھلیاں اکٹھی کرتے پھر ان میں پھونک مارتے اور ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ، قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ تینوں سورتیں پڑھتے، پھر اپنے ہاتھ جہاں تک ہو سکتا جسم پر پھیر لیتے اور ایسا کرتے ہوئے سر، چہرے اور جسم کے سامنے والے حصے سے شروع کرتے اور اس طرح تین مرتبہ کرتے۔ (صحیح بخاری: 5018)

اسی طرح معوذتین کو صبح وشام کے اذکار میں تین تین مرتبہ پڑھنا بھی مسنون ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن خبیب کو حکم دیا ''کہو'' انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا کہوں؟ تو آپ نے فرمایا، قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ اور معوذتین، صبح وشام تین تین مرتبہ کہہ لیا کرو، یہ تمہارے لیے ہر چیز سے کافی ہیں۔ (جامع ترمذی:3575)

اللہ کے بندو!

معوذتین دم ہے، جس کے ساتھ مسلمان خود کو اور دوسروں کو دم کر سکتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب بیمار پڑتے تو خود کو معوذات پڑھ کر دم کر لیتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی تکلیف شدت پکڑ گئی تو میں آپ ﷺ کو معوذات پڑھ کر دم کرتی اور برکت کے لیے آپ ﷺ کا ہاتھ ہی آپ ﷺ کے جسم پر پھیرتی۔ (صحیح بخاری:5016)

نبی کریم ﷺ کے اہل خانہ میں سے جب کوئی بیمار ہو جاتا تو آپ اس کو معوذات کا دم کرتے۔(صحیح مسلم:1529)

بلکہ مصیبت آنے سے پہلے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے بھی معوذتین پڑھنی چاہیں۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم جنوں اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے، جب معوذتین نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کو معمول بنالیا اور دیگر چیزوں کو چھوڑ دیا۔(جامع ترمذی:2058)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ پانچوں فرض نماز کے بعد، سونے سے پہلے، صبح، شام کے وقت، دم اور حفاظت کی غرض سے معوذتین پڑھنی چاہیں۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں تمام مصیبتوں اور مشکلات سے محفوظ رکھے، تمام آزمائشوں اور بیماریوں سے بچائے۔

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن مجید کو بابرکت بنائے اور ہمیں سید المرسلین ﷺ کی سیرت سے فائدہ پہنچائے، مجھے یہی کہنا تھا میں اللہ سے اپنے اور تم سب کے لیے بخشش کا طلبگار ہوں۔

دوسرا خطبہ

تعریف کے پاکیزہ مبارک اور بے پناہ کلمات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، وہ پکارنے والے کی پکار سنتا ہے، اپنی پناہ میں آنے والے کو پناہ عطا کرتا ہے، اپنی حفاظت مانگنے والے کو حفاظت سے نوازتا ہے اور اسے محفوظ کر دیتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر درود و سلام اور برکات نازل کرے، آپ ﷺ کی آل اور تمام صحابہ کرام پر بھی۔

حمد وثناء کے بعد!

اے مسلمانو! سورۃ الفلق کی منفرد خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے شروع میں فلق کے رب سے پناہ مانگی گئی ہے اور فلق سے مراد صبح ہے بلکہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو بھلائی اور خوشخبری لے کر نمودار ہو۔ صبح کو خاص طور پر ذکر کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صبح طلوع کرنے اور رات کی تاریکیوں کو دنیا سے ختم کرنے پر قدرت رکھنے والی ہستی اس بات پر بھی قادر ہے کہ ہر طرح کے اندھیرے کو ختم کر دے اور ہر مظلوم پر ہونے والے ظلم کا ازالہ کر دے۔ لہذا طاقتور اور قدرت والی ہستی کے ہوتے ہوئے مایوسی اور ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں۔

صبح دراصل استعارہ ہے، امید سے جو غم کی کوکھ سے جنم لیتی ہے اور گھپ اندھیرے کے بعد صبح اور طلوع آفتاب کا منظر سامنے آتا ہے بالکل اسی طرح جیسے حالات میں شدت اور کٹھنائی کے انتہاء کو پہنچ جانے کے بعد آسائش وکشادگی آجاتی ہے تو گویا یہ اعلان ہے آسائش وکشائش کا۔

یہی وہ صورتِ حال ہے جس کے ہم ان دنوں آرزومند ہیں اور امید رکھتے ہیں۔ اہل شام پر ان کے دشمن کی سرکشی اور زیادتی کی وجہ سے حالات کتنے ہی کڑے کیوں نہ ہو جائیں اور ان کے دشمنوں کے معاونین کتنے ہی اکٹھے ہو کر کیوں نہ آجائیں۔ مومنوں کا صبر اور صرف اللہ سے امید وابستہ کرنا جب کہ کمزور کی مدد کے دعویدار جو صرف اپنے اغراض ومقاصد کے لیے ایسا کرتے ہیں، ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ آسانی اور کشائش قریب ہے کیونکہ تکلیف کے ساتھ خوشحالی، صبر کے ساتھ مدد اور تنگی کے ساتھ ہی آسانی ہوتی ہے۔

اصل مطلوب یہ ہے کہ سچے دل کے ساتھ اللہ سے التجاء کی جائے اور کثرت سے استغفار کیا جائے جو کہ کٹھنائیوں سے نجات کی اہم کنجیوں میں سے ایک ہے، اتحاد قائم

کیا جائے اور اختلاف کو ترک کر دیا جائے اصل بہادری مشکل کی گھڑی میں استقامت کا نام ہے۔

اصحاب استطاعت مسلمانوں! بالخصوص حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کریں کیونکہ لوگ ان کے تابع ہیں، امت میں بھلائی کا فراواں سامان موجود ہے اس لیے اسے چاہیے کہ ظلم روکنے اور فساد ختم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے، کیونکہ مشکل کی گھڑی میں مسلمانوں کا اپنے بھائی کو تنہا چھوڑ دینا خود اس کے لیے بہت جلد اسی قسم کی سزا کا موجب ہے۔ شام میں اپنے بھائیوں کا دفاع کرنا ہمارے لیے دنیا وآخرت میں آزمائش سے چھٹکارے کا سبب ہے۔ اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھ۔

اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھ، اے اللہ! اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ پر درود وسلام اور برکات نازل فرما اور آپ کی پاکباز آل پر بھی۔ اے اللہ! اپنے رسول تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے راضی ہو جا اور قیامت تک جو بھی ان کے نقش قدم پر چلے ان سے بھی راضی ہو جا۔

4

اخلاق نبوی، وفاداری

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن محمد بن ابراہیم آل طالب حفظہ اللہ

17 محرم الحرام 1437ھ بمطابق 30 اکتوبر 2015ء

20

پہلا خطبہ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد وثناء بیان کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے اور اسی سے گناہوں کی بخشش کے طلبگار ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے نفس کے شر اور اعمال کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی راہِ راست پر نہیں ڈال سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ آپ ﷺ کی پاکیزہ آل، بابرکت صحابہ کرام، تابعین عظام اور تاقیامت نیکی میں ان کے پیروکاروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

بعد ازاں!

یقیناً سب سے عمدہ گفتگو اللہ کی کتاب قرآن مجید کی ہے اور بہترین راہنمائی محمد ﷺ کی ہے۔ دین میں بدترین امور نئی ایجاد کردہ چیزیں ہیں اور دین میں ہر نئی ایجاد کی گئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اللہ سے ڈرو اور اس کے غضب سے خوف کھاؤ۔ اس کے احکامات کی پیروی کرو اور نافرمانی سے بچو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔“ (سورۃ آل عمران:102)

اے اللہ! گناہوں کو معاف کر دے، خطائیں بخش دے اور اپنی رحمت سے اس شخص سے درگزر فرما جسے تیرے سوا کسی کی امید نہیں۔ بلاشبہ تیری بخشش بڑی وسیع ہے۔ یقیناً ہر خطاکار کے لیے تیرے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔

اے اللہ کے بندو! اللہ کا رسول محمد (ﷺ) وہ منفرد ہستی ہیں جن کو ہر قسم کا شرف اور عظمت حاصل ہے۔ دنیا کے ہر عظیم شخص کی زندگی میں ضرور کچھ نہ کچھ عیب ہوتے ہیں جنہیں وہ دوسروں سے چھپاتا ہے۔ اسے ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کوئی شخص اس کے عیوب سے مطلع نہ ہو جائے۔ اس لیے وہ ہر دم انہیں چھپائے رکھنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ صرف محمد (ﷺ) وہ عظیم ہستی ہیں کہ جنہوں نے اپنی زندگی کے ہر گوشے کو عوام کے سامنے کھلا رکھ دیا ہے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کھلی کتاب کی مانند ہے۔ اس کا کوئی صفحہ بند نہیں ہے۔ کوئی سطر مٹی ہوئی نہیں ہے، ہر شخص جو چاہے پڑھ سکتا ہے۔ آپ ہی وہ منفرد آئیڈیل ہیں کہ جنہوں نے اپنے صحابہ کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ آپ کے ہر قول و عمل کی تبلیغ کریں۔ لہٰذا صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے ایک ایک عمل کو روایت کیا ہے۔

اللہ کے بندو!

آپ کے اخلاق حسنہ اور شمائل کریمہ میں سے ایک صفتِ مبارکہ وفاداری ہے۔ وفاداری کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔ حقوق کی ادائیگی، نیکی کا بدلہ نیکی سے دینا، محبت والفت کی پاسداری، معاہدوں کی حفاظت، یہ سبھی وفاداری میں شامل ہے۔ آپ وفاداری کے ان تمام معنوں میں عظیم ترین مقام پر پہنچے، ایسے مقام پر کہ اس سے آگے نہ کوئی مقام ہے اور نہ آپ جیسا اعلیٰ اخلاق کا کوئی صاحب ہے۔

آپ ﷺ کی وفاداری میں اپنے رب سے وفا بھی شامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے بڑے عبادت گزار تھے، آپ ﷺ نے اپنے رب کی عبادت کا حق ادا کر دیا۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے رب سے مکمل وفاداری کی تھی۔ ارشادِ باری ہے:

"اور اُس ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں جس نے وفا کا حق ادا کر دیا۔"

(سورۃ النجم:37)

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

"اللہ کی قسم میں تم سب سے بڑھ کر متقی اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔" (صحیح مسلم:1109)

رسول اللہ ﷺ طویل ترین نماز تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ حتی کہ آپ کے قدم مبارک سُوج جاتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول آپ اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی ہر قسم کی کوتاہی معاف فرمار کھی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے عائشہ رضی اللہ عنہا! کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟" (صحیح بخاری:1130)

"آپ ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتے اور اللہ سے توبہ کرتے تھے۔"

والدین کے حقوق کی ادائیگی، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور بڑھاپے میں ان کی خدمت کرنا والدین سے عظیم ترین وفاداری ہے۔ اس وفاداری کی ضرورت و اہمیت والدین کے بڑھاپے میں اور بڑھ جاتی ہے۔ ان کی موت کے بعد ان سے وفا یہ ہے کہ ان کے لیے دعا کی جائے اور ان کی طرف سے صدقہ کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے والدین سے وفاداری اس طرح کی۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ محترمہ کی قبر کی زیارت کی تو خوب روئے اور حاضرین کو بھی رلا دیا۔ فرمایا:

"میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے دے دی، پھر میں نے ان کے لیے دعائے مغفرت کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ تو قبرستانوں میں جایا کرو، ان کو دیکھ کر موت یاد آتی ہے۔" (صحیح مسلم:979)

نبی اکرم ﷺ سب سے بڑھ کر وفاداری کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ سے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ آپ نے اپنے چچا ابو طالب کا کیا بھلا کیا ہے؟ وہ

آپ کی مدد اور حفاظت کیا کرتے تھے اور آپ کے لیے دوسروں سے لڑا کرتے تھے۔
آپ ﷺ نے فرمایا:

"ہاں! وہ ہلکی آگ میں ہیں۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کی گہری کھائی میں ہوتے۔"

(صحیح بخاری: 6208)

آپ ﷺ نے اپنی وفاداری کو اپنی ازواج مطہرات کے معاملات میں بھی خوب نبھایا۔ آپ ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر اپنی ازواج مطہرات کے لیے خیر خواہ تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ کی کسی بیوی کے معاملے میں، مَیں نے اتنی غیرت محسوس نہیں کی جتنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں محسوس کرتی تھی، حالانکہ وہ میرے نکاح سے پہلے ہی وفات پا چکی تھیں لیکن میں آپ ﷺ کی زبان سے ان کا ذکر کثرت سے سنا کرتی تھی۔ بعض اوقات آپ بکرا ذبح کرتے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے گھر گوشت بھیجتے، بعض دفعہ میں کہہ دیتی:

"گویا دنیا میں خدیجہ کے علاوہ کوئی عورت ہی نہیں ہے۔" تو آپ ﷺ فرماتے:
"بلاشبہ وہ ان ان فضائل کی حامل خاتون تھی اور اللہ نے مجھے ان سے اولاد بھی دی تھی اور آپ ﷺ فرماتے تھے: مجھے ان کی محبت عطا کی گئی ہے۔" (صحیح بخاری: 3818)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں:

"سیدہ خدیجہ کی بہن سیدہ ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ ﷺ کے گھر آنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اجازت لینے کے انداز کو پہچان گئے۔ تو آپ ﷺ کو بڑی مسرت ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا: "ارے!! یہ تو ہالہ ہے۔" (صحیح بخاری: 3821)

جنگ بدر والے دن عاص بن ربیع بھی جنگی قیدیوں میں لائے گئے۔ پھر اہل مکہ نے اپنے قیدی کو چھڑانے کے لیے فدیہ بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

نے اپنے خاوند کی رہائی کے لیے کچھ مال اور ایک ہار بھیجا تھا۔ یہ ہار سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو اس کی شادی پر تحفہ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہار دیکھا تو آپ آبدیدہ ہو گئے۔ آپ کی ماضی کی یادیں تازہ ہو گئیں اور آپ کے دل میں جذبات کا سیلاب امڈ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

"اگر تم مناسب سمجھو تو زینب کا قیدی فدیہ لیے بغیر رہا کر دو اور اس کا ہار اور مال اسے لوٹا دو۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بخوشی آپ کی خواہش کی تعمیل کی۔ (سنن ابی داؤد: 2692)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس خوبی کو اپنے سسرال اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی خوب نبھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصری لوگوں کے بارے میں حسن سلوک کی نصیحت کی۔ صحیح مسلم میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم عنقریب مصر فتح کرو گے، جب تم فتحیاب ہو جاؤ تو اہل مصر سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ وہ نسبی اور سسرالی رشتہ دار ہیں۔" (صحیح مسلم:2545)

بنو ھوازن کے ساتھ جنگ کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاداری کا اظہار ہوا۔ بنو ھوازن کی قیدی عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاندان میں بچپن میں دودھ پیا تھا، لہٰذا بنو ہوازن کا وفد حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان قیدیوں میں آپ کی خالائیں اور مائیں ہیں۔ لہٰذا آپ ہم پر مہربانی فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر چھ ہزار بچے اور خواتین آزاد کر دیں۔ آپ کی رضاعی بہن شیماء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر بچھائی اور بہن کو اپنے ساتھ بٹھایا پھر انہیں خوب مال و دولت سے نوازا۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی وفا کی اور ان کی فضیلت و برتری کو بیان کیا اور انہیں برا بھلا کہنے سے منع کیا۔ آپ ﷺ نے ان کی عالی شان کو مزید بلندیاں عطا کیں اور خصوصاً سیدنا ابو بکر صدیق کو بڑا مقام عطا کیا کیونکہ وہ آپ کے یارِ غار ہیں۔

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی چادر کا پلو پکڑے (تیز تیز چلتے ہوئے) حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کا گھٹنا ننگا ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا:

"تمہارا یہ ساتھی جھگڑا کر کے آ رہا ہے۔" ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے، سلام کیا اور عرض کی: "میری عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کچھ تلخ کلامی ہو گئی ہے میں نے کچھ زیادہ کہہ دیا، پھر مجھے ندامت ہوئی تو میں نے اس سے معافی کی درخواست کی مگر وہ تو نہیں مانے۔ لہٰذا میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں (کہ آپ ہماری صلح کرا دیں۔) آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے، اے ابو بکر! اللہ آپ کی بخشش فرمائے، اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! اللہ آپ کی بخشش فرمائے۔" (صحیح بخاری: 3661)

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بھی شرمندگی ہوئی تو وہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور پوچھا: کیا ابو بکر گھر پر ہیں؟ عرض کی گئی: گھر پر نہیں ہیں۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آکر سلام کیا تو رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک پر ناراضگی کے آثار نمایاں ہو گئے۔

حتیٰ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور وہ آپ ﷺ کے سامنے دوزانوں بیٹھ گئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! زیادتی میری تھی، اللہ کی قسم میں نے زیادتی کی تھی۔ (لہٰذا آپ ﷺ عمر رضی اللہ عنہ کو معاف کر دیں۔)

اس پر نبی کریم ﷺ نے (سب لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے) فرمایا:

"اللہ نے مجھے تمہارے پاس نبی بنا کر بھیجا تو تم نے کہا "تو غلط کہتا ہے۔" اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: "آپ (ﷺ) سچ فرماتے ہیں۔" پھر اپنے مال اور جان سے میری مدد کی۔ تو کیا

تم میرے دوست کو معاف نہیں کر دیتے؟ کیا تم میرے دوست کو چھوڑ دو گے؟ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد سیدنا ابو بکر کو کسی نے تکلیف نہیں پہنچائی۔

(صحیح بخاری: 3661)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات میں منبر پر تشریف فرما ہوئے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک رومال سے باندھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر فرمایا:

"کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس نے ابو بکر بن اَبی قحافہ سے بڑھ کر اپنے مال اور جان کے ذریعے سے مجھ پر احسان کیا ہو۔ اگر میں لوگوں میں سے کسی کو دلی دوست بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن اسلام کا تعلق افضل ہے۔ مسجد کی طرف کھلنے والی سب کھڑکیاں بند کر دو سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے۔" (صحیح بخاری: 467)

علمائے کرام فرماتے ہیں: ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کھلی رکھنا آپ کی خلافت کی طرف اشارہ تھا تاکہ آپ رضی اللہ عنہ کا دروازہ مسجد کی طرف باقی رہے کیونکہ آپ مسلمانوں کے خلیفہ اور امام ہوں گے۔ غزوہ حنین کی غنیمتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کیں تو انصاری مجاہدین کو کچھ عطا نہ کیا۔ ان کے دلوں میں کچھ ملال آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے انصار کی جماعت! کیا دنیا کے اس حقیر مال کی وجہ سے تمہارے دلوں میں ملال آیا، میں نے یہ مال دے کر نئے مسلمانوں کو تسلی دی تھی اور تمہیں تمہارے مضبوط اسلام کی وجہ سے کچھ نہ دیا۔ اے انصاری جماعت! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے گھروں میں بکریاں اور اونٹ لے کر لوٹیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ کو لے کر لوٹو؟! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں ایک انصاری ہوتا، اگر لوگ ایک پہاڑی راستے پر چلیں اور انصار دوسرے پر چلیں تو میں انصار کے راستے پر چلوں گا۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما، ان کے بیٹوں اور پوتوں پر رحم فرما۔" یہ سن کر انصاری خوب روئے حتی کہ ان کی

داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور وہ بے اختیار پکار کہہ اٹھے: ”ہمیں ہمارے حصے میں رسول اللہ ﷺ قبول ہیں۔“(مسند احمد:11322)

آپ ﷺ نے اپنی امت سے بھی خوب وفا کی۔ انہیں سارا دین پہنچایا اور انہیں نہایت واضح دلائل کے ساتھ دنیا میں چھوڑا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔“(سورۃ التوبہ:128)

آپ بہت سارے عمل اس لیے چھوڑ دیتے تھے کہ میری امت کے لیے مشکل نہ ہو جائے۔ ارشادِ گرامی ہے:

”اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا خدشہ نہ ہوتا تو میں انہیں فلاں فلاں حکم دیتا اور میں یہ یہ کام بھی کر گزرتا۔“(صحیح بخاری:571)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اس فرمان باری تعالیٰ کی تلاوت کی:

”پروردگار، اِن بتوں نے بہتوں کو گمراہی میں ڈالا ہے (ممکن ہے کہ میری اولاد کو بھی یہ گمراہ کر دیں، لہٰذا اُن میں سے) جو میرے طریقے پر چلے وہ میرا ہے اور جو میرے خلاف طریقہ اختیار کرے تو یقیناً تو در گزر کرنے والا مہربان ہے۔“(سورۂ ابراہیم:36)

اور عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا:

”اب اگر آپ انہیں سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کر دیں تو آپ غالب اور دانا ہیں۔“(سورۃ المائدۃ:118)

یہ آیات تلاوت کر کے آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک دعا کے لیے اٹھائے اور روتے ہوئے التجا کی:

"اے اللہ! میری امت (کو بخش دے)، اے اللہ! میری امت (کو معاف کر دے۔)
اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور انہیں خوشخبری دو، بے شک ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے اور آپ کو دکھی نہ ہونے دیں گے۔" (صحیح بخاری:205)

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی اللہ کے معزز رسول پر ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
"دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔" (سورۃ التوبہ:128)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو قرآن و سنت سے برکت دے، اس کی آیات و حکمت سے ہمیں نفع پہنچائے۔ میں انہی کلمات پر بات ختم کرتا ہوں۔ میں اللہ سے اپنے اور تمہارے گناہوں کی بخشش کا سوال کرتا ہوں۔

دوسرا خطبہ

عظیم اللہ کے لیے ساری تعریف ہے۔ نبی کریم ﷺ پر بے شمار رحمتیں اور سلامتی نازل ہوتی رہتی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں، وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

بعد ازاں! اے مؤمنو! وفاداری ایک اعلیٰ خوبی اور کمال کی خصلت ہے، یہ ہر ابن آدم کو زیب دیتی ہے۔ یہ دراصل اخلاص کا دوسرا نام ہے جس میں کوئی غدر و خیانت نہیں پائی جاتی اور یہ فراخ دلی برتنے اور بہت زیادہ نوازنے کا عمل ہے۔ اس صفت کو دل و جان سے، بغیر کسی منافقت یا دھوکہ کے، مکمل سچائی کے ساتھ اپنانا شخصیت میں کمال درجہ کی

خوبصورتی پیدا کرتا ہے۔ حقیقی دوستی تو وہی ہوتی ہے کہ جس میں وفاداری پائی جاتی ہو، جس میں محبت تروتازہ رہے اور عہد کی پاسداری کی جاتی رہے۔

وفاداری، دیانت اور اعلیٰ ظرفی کا نام ہے۔ یہ نیک لوگوں کی صفت ہے، اخلاق عالیہ کا مرکز و محور ہے، پرہیز گاری اور وفاداری، صداقت اور فراخ دلی اور اعلیٰ ظرفی لازم وملزوم ہیں۔ یہ صفات چہرہ پر رونق کر دیتی، انسان کا ذکر بلند کرنے کا باعث بنتی اور اجر میں اضافے کا سبب اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں معاون بنتی ہیں۔

یقیناً! حقیقی وفاداری پاکیزہ دل ہی میں ہو سکتی ہے، وہ دل، کہ جو پاک ہو اور جس کی نیت صاف ہو، کیونکہ یہ صفت اللہ کی صفات میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے توراۃ میں، انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟“ (سورۃ التوبہ: 111)

وفاداری انبیاءِ کرام کی صفات میں سے ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

”اور اُس ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں جس نے وفا کا حق ادا کر دیا۔“

(سورۃ النجم: 37)

اسی طرح فرمایا:

”اور اس کتاب میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کرو وہ وعدے کا سچا تھا اور رسُول نبی تھا۔“

(سورۂ مریم: 54)

وفاداری اہل ایمان کی صفات میں سے ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

”اور نیک لوگ وہ ہیں کہ جب عہد کریں تو اُسے وفا کریں۔“ (سورۃ البقرۃ: 177)

وفاداری پرہیز گاروں کی صفت ہے اور وفاداری کے ذریعے سے ہی پرہیز گاری پائی جا سکتی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

"جو بھی اپنے عہد کو پورا کرے گا اور برائی سے بچ کر رہے گا وہ اللہ کا محبوب بنے گا، کیونکہ پرہیزگار لوگ اللہ کو پسند ہیں۔" (سورۃ آل عمران:76)

وفاداری اعلیٰ درجات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور جو اُس عہد کو وفا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے، اللہ عنقریب اس کو بڑا اجر عطا فرمائے گا۔" (سورۃ الفتح:10)

اللہ تعالیٰ نے موٴمنوں کی مدح کرتے ہوئے فرمایا:

"اور اُن کا طرز عمل یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں، اُسے مستحکم کرنے کے بعد توڑ نہیں ڈالتے۔" (سورۃ الرعد:20)

قرآن کریم میں بیس مرتبہ سے زائد مقامات پر وفاداری کا ذکر آیا ہے۔ قرآن کریم میں (عہد) اور (میثاق) کا لفظ اسی معنیٰ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

سب سے بڑی وفاداری اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"میرے ساتھ تمہارا جو عہد تھا اُسے تم پورا کرو، تو میرا جو عہد تمہارے ساتھ ہے میں اُسے پورا کروں گا۔" (سورۃ البقرۃ:40)

اسی طرح فرمایا: "اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔" (سورۃ الانعام:152)

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا عہد یہ ہے کہ اگر وہ یہ کام کر لیں گے تو وہ انہیں جنت میں داخل کرے گا۔ وفاداری کے سب سے بڑے حقدار والدین ہیں اور خاص طور پر جب وہ بڑھاپے میں ہوں یا ضعیف ہو چکے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اگر تمہارے پاس اُن میں سے کوئی ایک، یا دونوں، بوڑھے ہو رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی و

رحم کے ساتھ ان کے حضور جھک کر رہو، اور دعا کیا کرو کہ پروردگار، ان پر اسی طرح رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔"

(سورۃ الاسراء:23-24)

تمام انسانوں کے ساتھ وفاداری کرنا ضروری ہے۔

"اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، بند شوں کی پوری پابندی کرو۔"(سورۃ المائدۃ:1)

انسان کی گھریلو زندگی بھی وفاداری پر مبنی ہونی چاہیے، کیونکہ انسانی زندگی کا سب سے بڑا عہد و پیمان شادی ہے۔ آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

"ادائیگی کا سب سے زیادہ حق وہ شرائط رکھتی ہیں جن کے ذریعے سے تم نے اپنی بیویوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔"(صحیح بخاری:2721)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور آخر تم ان سے (عطیات) کس طرح لے لوگے جب کہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں؟"(سورۃ النساء:21)

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"آپس کے معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو۔"(سورۃ البقرۃ:237)

اللہ کے بندو! جیسے وفاداری، ایمان اور پرہیز گاری کی صفات ہیں، اسی طرح خیانت اور غداری، منافقت اور بد اخلاقی کی بھی صفات ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

"چار صفتیں اگر کسی بندے میں پائی جائیں تو وہ پکا منافق ہے اور اگر ان چاروں میں سے کسی میں کچھ صفات پائی جائیں تو جب تک وہ انہیں چھوڑ نہیں دیتا، تب تک اس میں اتنی منافقت پائی جاتی رہے گی جتنی صفات اس میں پائی جاتی ہیں۔ وہ عادتیں یہ ہیں:

"بات میں جھوٹ بولنا، وعدہ توڑ ڈالنا، عہد کرنے کے بعد غداری کرنا اور جھگڑے کے وقت گالی دینا۔"(صحیح بخاری:3178)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو کسی مسلمان کے ساتھ غداری کرتا ہے اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اللہ نہ اس کی فرض عبادت قبول فرمائے اور نہ نفل۔“(صحیح بخاری:1870)

بدترین غداری نمازیوں کو قتل کرنا اور پرامن لوگوں میں خوف وہراس پھیلانا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے ذکر سے روکے اور ان کی ویرانی کے درپے ہو؟ ایسے لوگ اس قابل ہیں کہ عبادت گاہوں میں قدم نہ رکھیں اور اگر وہاں جائیں بھی، تو ڈرتے ہوئے جائیں ان کے لیے تو دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں عذاب عظیم۔“(سورۃ البقرۃ:114)

ہم اللہ سے عدم توفیق اور شیطان کی پیروی سے پناہ مانگتے ہیں۔

سنو! اللہ سے ڈرتے رہو، اپنے آپ کو بہترین اخلاق اور اعلیٰ صفات کا عادی بناؤ جس کا حکم ہمارے دین نے دیا ہے۔

وفاداری کا تقاضا یہ ہے ہم کثرت سے اس ہستی پر درود وسلام بھیجیں جو ہمیں اندھیروں سے نور کی طرف اور گمراہی سے ہدایت کی طرف لے آئے ہیں۔

5

رسول اللہ ﷺ کا اپنے بیٹوں اور نواسوں کے ساتھ رویہ

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن محمد بن ابراہیم آل طالب حفظہ اللہ

15 جمادی الثانی 1437ھ بمطابق 25 مارچ 2016ء

21

پہلا خطبہ

حمد و ثنا اللہ ہی کے لیے ہے۔ تمام تر تعریف کریم و جلیل اور بلندی والے اللہ کے لیے ہے۔ اسی کے لیے بہترین تعریف اور بے انتہا شکر ہے۔ رب کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس کی عطاؤں کا بدلہ دیا جا سکتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی نے مال اور اولاد کو دنیا کی زینت اور نیک اعمال کو وفات کے بعد کام آنے والی متاع بنایا ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور چنیدہ پیغمبر ہیں، زمین پر قدم رکھنے والوں میں آپ سب سے افضل ہیں، بچوں کے لیے بہترین جذبات رکھنے والے باپ ہیں، بیٹے کی وفات پر آنسو بہا دینے والے نرم دل انسان ہیں۔ اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کے بیٹوں اور بیٹیوں پر، آپ کی پاکیزہ بیویوں پر، تابعین کرام پر اور قیامت تک آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والوں پر۔

بعد ازاں! اے مسلمانو!

تقویٰ کی نصیحت ہی بہترین نصیحت ہے اور تقویٰ بہترین خصلت ہے۔ انبیائے کرام نے بھی اسی کی نصیحت فرمائی ہے اور اللہ کے نیک بندوں نے بھی اسی کو اپنی زینت بنایا ہے۔ یقیناً رب کریم سے ملاقات کے روز یہ بہت قیمتی سامان ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

”تم سے پہلے جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی تھی انہیں بھی یہی ہدایت کی تھی اور اب تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو۔“ (سورۃ النساء: 131)

اسی طرح فرمایا:

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل قیامت کے لیے کیا سامان تیار کیا ہے، اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناً تمہارے اُن سب کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔“ (سورۃ الحشر: 18)

اے مسلمانو! آپ ﷺ کی ساری سیرت نور ہے، دعوت ہو یا تعلیم کا میدان، سیاست ہو یا جنگ، عبادت ہو یا اخلاق، غرض سیرت وہ جام ہے کہ جہاں سے پیو، سیر اب ہو جاؤ اور سیرت وہ چراغ ہے کہ جس جانب سے دیکھو، ہدایت پا جاؤ!

آج ہم نے سیرت نبوی ﷺ کے ایک ایسے پہلو کا انتخاب کیا ہے کہ جس میں آپ ﷺ کا بیٹوں اور نواسوں سے برتاؤ واضح ہوتا ہے۔ جس میں آپ ﷺ کی انسانیت، باپ کی شفقت اور مہربانی دکھائی دیتی ہے۔ جس سے ہر اس شخص کے دل کو ڈھارس ملتی ہے جسے بیٹوں کی جدائی کی آزمائش کا سامنا کرنا پڑا ہو، کیونکہ بہترین رسول اور بلند شان پیغمبر بھی اس آزمائش سے گزرے ہیں۔ اس پہلو سے سیرت کا جائزہ لینے سے ہر شخص کو متعدد احکام و مسائل اور شرعی نکات سیکھنے کو ملتے ہیں۔

سیرتِ رسول اللہ ﷺ تو مجلسوں کی زینت ہے، یہ بہترین موضوع گفتگو ہے۔ کون ہے جو آپ ﷺ کی مبارک سیرت سننا پسند نہ کرتا ہو! جسے آپ ﷺ کے ذکر سے سکون نہ ملتا ہو! تو آیئے ہم آپ ﷺ کی زندگی پر نظر دوڑاتے ہیں، آپ ﷺ کے گھر میں جاتے ہیں اور آپ ﷺ کو اپنی اولاد کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

اللہ کے بندو!

آپ ﷺ قریش کے ایک نوجوان تھے، آپ اپنے ہم عمروں میں سچائی اور پاک دامنی کیلئے معروف تھے۔ آپ کو "امین" کے لقب سے جانا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کا ذکر خوشبو اور روشنی کی طرح ہر طرف پھیل گیا تھا۔ چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شام کے علاقے میں اپنے تجارتی معاملات کی نگہداشت کے لیے آپ ﷺ کو منتخب کیا، اپنے غلام مَیْسَرَہ کو آپ ﷺ کے ساتھ روانہ کیا اور پھر آپ کے جو اخلاق سامنے آئے وہ سبھی کو معلوم ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات بہت پسند آئیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی درخواست کر دی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر 25 برس تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کافی بڑی تھیں۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پہلا سعادت اور ایمان سے مالا مال گھر بسایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اتنا پیار کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیویاں غیرت کھانے لگتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی خصوصی محبت سے نوازا ہے۔" (صحیح مسلم:2437)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پچیس برس گزارے اور جب تک وہ زندہ رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو بیٹے قاسم، عبد اللہ اور چار بیٹیاں، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ نصیب ہوئیں۔

قاسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی اولاد ہے۔ انہی کے نام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت "ابو القاسم" تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھ لیا کرو، لیکن میری کنیت نہ اپنایا کرو!"

(صحیح بخاری:110)

اکثر علماء کا خیال ہے کہ یہ حکم آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے خاص تھا، بعد ازاں، یہ منسوخ ہو گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنت البقیع میں کسی شخص نے آواز لگائی "اے ابو القاسم"، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا تو اس نے کہا: میں آپ کو نہیں بلکہ فلاں کو بلا رہا ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھ لیا کرو، تاہم میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔"

(صحیح بخاری:110)

حضرت قاسم، حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل ہی بچپن میں انتقال کر گئے تھے۔ حضرت قاسم کے بعد آپ ﷺ کو بیٹی نصیب ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کا نام زینب رکھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی آپ ﷺ نے عاص بن ربیع سے کی۔ حضرت زینت رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی، تاہم ان کے خاوند نے اس وقت اسلام قبول نہ کیا۔ فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل انہوں نے بھی ایمان قبول کیا تو آپ ﷺ نے انہیں پھر سے اپنی بیٹی کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا۔

غزوہ بدر کے موقع پر حضرت ابو عاص بن ربیع قیدیوں میں لائے گئے، قریش کے لوگ قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ دینے لگے، ہر شخص اپنے عزیز کا فدیہ دیتا اور اسے چھڑا لیجاتا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کچھ پیسے اور ایک ہار اپنے خاوند کے فدیہ کے طور پر رسول اللہ ﷺ کو بھیجا۔ یہ ہار وہ تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو شادی کے وقت پہنایا تھا۔ جب آپ ﷺ نے یہ ہار دیکھا تو آپ ﷺ کو اپنے محبت بھرے پرانے دن اور وفاشعار بیوی کی یاد نے آلیا اور آپ ﷺ پر رقت طاری ہو گئی۔ صحابہ سے فرمانے لگے:

"اگر چاہو تو اس کا قیدی آزاد کر دو اور اس کا مال بھی لوٹا دو۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: جی، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ!" (سنن ابی داؤد: 2692)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی امامہ عطا فرمائی۔ آپ ﷺ ان سے اتنی شفقت فرماتے کہ نماز پڑھاتے وقت بھی انہیں اُٹھائے رکھتے تھے اور جب سجدہ کرتے تو انہیں نیچے بٹھا دیتے۔ یہاں سے علمائے کرام یہ مسئلہ اخذ کرتے ہیں کہ حسب ضرورت نماز میں حرکت کرنا جائز ہے۔ (صحیح مسلم: 544)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شادی کی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا 8 ہجری میں انتقال کر گئیں۔ انہیں مسلمان عورتوں نے غسل دیا اور آپ ﷺ کے تہہ بند کا کفن پہنایا گیا۔

ہجرت مدینہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بہن یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اور بیٹی عطا فرمائی جس کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”رقیہ“ رکھا (ہجرت مدینہ کے بعد) ان کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کی۔ جنگ بدر کے موقع پر یہ سخت بیمار ہو گئیں۔ چنانچہ ان کی تیمارداری کی مصروفیات کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ اسی بیماری میں وہ وفات پا گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنگ میں شریک ہونے والے مجاہدین کے برابر مال غنیمت عطا کیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کرتے ہیں کہ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر کا ایک ہار تحفتہ دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں یہ ہار اپنے گھر والوں میں سے سب سے زیادہ محبوب فرد کو دوں گا“۔ آپ کی پاکیزہ بیویاں کہنے لگیں: ابو قحافہ کی بیٹی (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) یہ ہار لے گئی! تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو بلایا اور یہ ہار انہیں پہنایا۔“ (مسند احمد: 24182)

جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا انتقال کر گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کر دی۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ یعنی دو نوروں والے کے لقب سے معروف ہو گئے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کے دروازے پر ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”عثمان! جبریل نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شادی ام کلثوم کے ساتھ، رقیہ کے مثل حق مہر کے ساتھ اور ویسی ہی صحبت کی شرط پر کر دی ہے۔“ (سنن ابن ماجہ: 110)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اللہ اکبر، ذرا تصور کیجئے کہ یہ کس کی بیٹی ہے؟ کس کی بیوی ہے؟ کس کی والدہ؟ بھلا ان کے رتبے تک بھی کوئی پہنچ سکتا ہے؟

صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے قریب نماز ادا کر رہے تھے، ابو جہل اور اس کے دیگر ساتھی بھی قریب ہی بیٹھے تھے۔ یہاں گزشتہ روز ایک اونٹ ذبح کیا گیا تھا۔ ابو جہل نے کہا: کون ہے جو فلاں قبیلہ کی اونٹنی کی آنتیں اور آلودگی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر رکھے، جب کہ وہ سجدہ میں ہوں۔ چنانچہ ان میں سے بدترین شخص اٹھا اور اس نے یہ آلودگی لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر پر ڈھیر کی دی۔ یہ دیکھ کر وہ سب بدبخت ہنسی سے لوٹ پوٹ ہونے لگے اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں یہ سارا معاملہ دیکھ رہا تھا۔ اگر میرے پاس کوئی طاقت اور غلبہ ہوتا تو میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں سے ہٹا دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوجھ تلے سجدے میں پڑے رہے اور اپنا سر نہ اٹھا سکے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جا کے بتا دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت نو عمر بچی تھیں۔ وہ آئیں اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گندگی ہٹائی پھر قریشیوں کو برا بھلا کہنے لگیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل فرمائی تو بلند آواز سے ان سرکشوں کے لیے بددعا فرمائی۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی دعا کرتے تو دعا کو تین مرتبہ دہراتے، جب کچھ مانگتے تو تین مرتبہ مانگتے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا:

"اے اللہ! قریش کو ہلاک کر دے۔" جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سنی تو ان کی ہنسی اڑ گئی اور وہ سب بددعا سے لرزنے گئے۔" (صحیح مسلم:1795)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی 2 ہجری میں اپنے چچا زاد بھائی علی رضی اللہ عنہ سے کی۔ ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما نصیب ہوئے جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: "یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔" (صحیح بخاری:3753)

ایک روز رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سرخ رنگ کی قمیصیں پہنے ہوئے آئے، وہ چلتے چلتے گر پڑتے۔ آپ ﷺ منبر سے اترے، انہیں گود میں لیا اور پھر منبر پر تشریف فرما ہو گئے۔ پھر فرمایا:

"اللہ نے سچ فرمایا ہے: "تمہارے مال اور تمہاری اولاد بھی تمہاری آزمائش ہیں۔" (سورۃ التغابن:15) جب میں نے ان دونوں کو دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا۔" (سنن ابی داؤد:1109)

ایک روز آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے تو ایک سجدہ بہت طویل ہو گیا۔ نماز کے بعد صحابہ نے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"میرا بیٹا میرے اوپر بیٹھ گیا تھا، مجھے اچھا نہ لگا کہ میں اس کو جی بھر کے بیٹھنے سے پہلے ہی اتار دوں۔" (سنن نسائی:1141)

یہ ہے آپ ﷺ کا محبت بھرا دل اور یہ ہے بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کی رحمت وشفقت۔ آپ ﷺ نے بچوں کو نہ ڈانٹا اور نہ مارا اور نہ اس بچے کی باآواز بلند سرزنش کی، جو دوران نماز آپ ﷺ کی کمر پر بیٹھ گیا تھا، بلکہ انتظار کیا اور سجدہ طویل کر لیا اور فرمایا:

"میرا بیٹا میرے اوپر بیٹھ گیا تھا تو مجھے اچھا نہ لگا کہ میں اس کو جی بھر کے بیٹھنے سے پہلے اتار دوں۔" (سنن نسائی:1141)

حضرت اقرع بن حابس رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو چوم رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: میرے دس بچے ہیں۔ میں نے کبھی کسی کو نہیں چوما۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔" (صحیح بخاری:5997)

یہ ہے آپ ﷺ کا دل! یہ ہے بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کا رحمت بھرا برتاؤ! فرمان باری تعالیٰ ہے: "تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ زندگی ہے۔" (سورۃ الاحزاب:21)

اور یہ ہیں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر گوشہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فاطمہ میرا ایک حصہ ہے۔ جو چیز اسے ناگوار گزرتی ہے وہ مجھے بھی ناگوار گزرتی ہے۔" (صحیح بخاری:5230)

ایک روز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چکی پیسنے کی وجہ سے ہاتھ زخمی ہو جانے کی شکایت کرنے اور خادم کا سوال کرنے آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی مشکل کہہ دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، ہم بستر میں لیٹ چکے تھے۔ میں اٹھنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیٹے رہو۔" پھر آپ ہمارے درمیان اس طرح بیٹھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی ٹھنڈک مجھے اپنے سینے پر محسوس ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا:

"کیا میں تمہیں وہ چیز نہ سکھاؤں جو تمہارے لیے خدمتگار سے بہتر ہے؟ جب تم اپنے بستر پر جاؤ، یا جب لیٹنے لگو، تو 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔" (صحیح بخاری:3705)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص باقاعدگی کے ساتھ یہ ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اتنی طاقت عطا فرما دیتا ہے کہ اسے پھر خادم کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی چال چلتی ہوئی آئیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا: "میری بیٹی کو خوش آمدید!" پھر انہیں اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھا لیا۔ پھر

ان کے کان میں ایک بات کہی تو وہ رونے لگیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے کان میں کوئی دوسری بات کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے کہا: میں نے آج تک ہنسی اور رونے کو اتنا ساتھ نہیں دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ آپ ﷺ نے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا میں آپ ﷺ کا راز کبھی فاش نہ کروں گی۔ جب آپ ﷺ انتقال کر گئے تو میں نے پھر پوچھا تب انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ”جبریل علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ قرآن پاک کی ایک دہرائی کرتے تھے، تاہم اس سال انہوں نے دو مرتبہ دہرائی کی ہے۔ اس سے مجھے لگتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور تم میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے میرے ساتھ ملنے والی ہو۔“ یہ سن کر میں رونے لگی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

”کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار بن جاؤ یا مؤمن عورتوں کی سردار بن جاؤ! یہ سن کر میں ہنسنے لگی۔“ (صحیح بخاری:3624)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد انتقال کر گئی تھیں۔ اللہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہو جائے، ان کے خاوند، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راضی ہو جائے، ان کے بیٹوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے راضی ہو جائے۔

ہم اللہ کو گواہ ٹھہراتے ہیں کہ ان سب کے لیے ہمارے دل میں پیار اور محبت کے جذبات ہیں۔ ان سے محبت کو ہم تقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اس معاملے میں ہم افراط و تفریط سے دور ہیں۔

مسلمانو!

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی اولاد، حضرت عبد اللہ ہیں۔ انہیں طیب، یا طاہر کے لقب سے جانا جاتا ہے۔ یہ پیارے بیٹے بعثت نبوی سے قبل بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ جب فوت ہوئے تو عاص بن وائل نے نعوذ باللہ آپ ﷺ کے بارے میں کہا:

محمد ﷺ تو جڑ کٹا ہے۔ نعوذ باللہ جب فوت ہو جائے گا تو اس کا تذکرہ بھی باقی نہ رہے گا۔ اس کا تو کوئی بیٹا نہیں ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

"(اے نبی ﷺ) ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دیا۔ تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔"(سورۃ الکوثر:1-3)

ہمارے نبی ﷺ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

"اور ہم نے آپ کا تذکرہ بلند کر دیا۔"(سورۃ الشرح:4)

یہ ہیں نبی اکرم ﷺ کے بیٹے اور بیٹیاں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کو نصیب ہوئے تھے۔ قاسم، عبد اللہ، زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ۔ اللہ ان سب سے راضی ہو جائے۔ اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل ہو محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کے گھر والوں پر۔

اے اللہ! قرآن وسنت سے ہمیں برکت عطا فرما! اس کی آیات اور ذکر حکیم سے ہمیں نفع پہنچا۔ میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور اپنے لیے اور آپ کے لیے اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔

دوسرا خطبہ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کو پالنے والا ہے۔ جو بڑا رحم کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ جو جزا کے دن کا مالک ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ سچی اور صریح حکمرانی اسی کی ہے اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ آپ ﷺ پر، آپ کی آل اور تمام صحابہ کرام پر۔

بعد ازاں:

برادرانِ اسلام! ایک روز نبی کریم ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی، پھر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"آج رات اللہ نے مجھے بیٹا عطا کیا ہے، میں نے اس کا نام اپنے دادا جان کے نام پر ابراہیم رکھا ہے۔" (صحیح مسلم:2318)

آپ کی اس سنتِ مبارکہ سے علمائے کرام نے یہ مسئلہ اَخذ کیا ہے کہ بچے کا نام اس کی پیدائش کے دن بھی رکھا جاسکتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بچے کی پیدائش کے دن نام رکھے جانے والی احادیث ساتویں دن بچے کا نام رکھنے والی احادیث سے زیادہ صحیح ہیں۔"

آپ کے اس بیٹے کا نام ابراہیم ہے، ان کی والدہ ماریہ قبطیہ مصر سے ہیں۔ مصر کے فرمانروا مقوقس نے آپ کو بی بی ماریہ تحفے میں دی تھی، انہی سے آپ کا بیٹا ابراہیم پیدا ہوا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی اولاد پر رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مہربان اور رحم دل کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کا لختِ جگر ابراہیم مدینہ کے علاقے عوالی میں پرورش پا رہا تھا۔ آپ ہمیں ساتھ لے کر اپنے بیٹے سے ملنے جایا کرتے تھے۔ بچے کا رضاعی باپ لوہار تھا اور اس کے گھر میں دھواں بھرا رہتا تھا۔ آپ اس کے گھر تشریف لے جاتے اور اپنے لخت جگر کو گود میں لیتے، اسے چومتے، پیار کرتے اور پھر واپس آجاتے۔

اٹھارہ ماہ کی عمر پا کر ابراہیم ہجرت کے دسویں سال فوت ہوگئے اس کی وفات کے روز سورج گرہن لگا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج

گرہن لگا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی لگ گئی۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا:

”بلاشبہ آنکھ پر نم ہے، دل غمگین ہے، لیکن ہم زبان سے صرف وہی بات کریں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ اور اے ابراہیم یقیناً ہم تمہاری جدائی میں سخت غمگین ہیں۔“ (صحیح بخاری: 1303)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

”جنت میں اس کی دائی ہے جو اس کی دودھ پلانے کی مدت مکمل کرے گی۔“

(صحیح بخاری: 1382)

اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور سلامتی اللہ کے بندے اور رسول محمد (ﷺ) پر نازل ہو، آپ ﷺ کی آل، صحابہ کرام، ازواج مطہرات، آپ کی اولاد اور تا قیامت نیکی میں ان کے پیروکاروں پر بھی اللہ کی رحمتیں اور سلامتی نازل ہو۔

6

اللہ، رسول ﷺ اور دین پر رضامندی

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن محمد بن ابراہیم آل طالب حفظہ اللہ

8 جمادی اولیٰ 1436ھ بمطابق 27 فروری 2015ء

22

پہلا خطبہ

ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے پیدا کیا، قوانین بنائے، تقدیر لکھی، اپنے رسولوں کو محکم قوانین کے ساتھ مبعوث فرمایا، ان میں نور اور پاکیزہ ہدایت رکھ دی اور ان پر رضامندی کو اس شخص کی علامت قرار دیا جو اللہ کی عظمت اور کبریائی کا معترف ہے۔ لہٰذا بربادی اور تباہی ہے اس آدمی کے لیے جس نے اللہ کے دین سے منہ موڑا اور تکبر کیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ہر بڑے کے اوپر اللہ کی بڑائی ہے اور ہر توانا اور طاقتور کے اوپر اللہ کی طاقت اور قدرت ہے، میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ جنہوں نے تبلیغ کی، ڈرایا، خبردار کیا اور خوشخبریاں دیں، اللہ تعالیٰ رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل فرمائے آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل اور صحابہ پر اور تا قیامت ان کے پیروی کرنے والے ہر آدمی پر۔

حمد و ثناء کے بعد

اے اللہ اور اس کی ملاقات پر ایمان رکھنے والو!

اللہ سے ڈرو جیسے ڈرنے کا حق ہے، اپنے رب کی بخشش اور رضا کی جانب دوڑو اور اس کی عزتوں کے گھر اور جنتوں کی جانب بلانے والے کی پکار پر لبیک کہو کیونکہ زندگی کی گھڑیاں اور لمحات تیزی سے گزرتے چلے جا رہے ہیں۔

ہر فوت ہونے والا آدمی حسرت کرتا ہے، اگر نیک ہو تو اس کی حسرت ہوتی ہے کہ کاش! وہ کچھ اور نیکیاں کر لیتا اور اگر گناہ گار ہو تو حسرت کرتا ہے کہ کاش! وہ باز آجاتا۔

> ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناً تمہارے اُن سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔“ (سورۃ الحشر: 18)

اے اہل اسلام!

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے ابو سعید! جو شخص اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہو، اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔" تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس پر تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ اے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یہ بات دوبارہ سنایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عبارت دوبارہ دہرائی۔ (صحیح مسلم: 1884)

برادران اسلام!

رضا ایک قلبی عمل ہے جس میں قبولیت اور تسلیم کے عناصر ہوتے ہیں۔ رضا اسلام کی بنیاد، ایمان کی اساس اور کلمہ توحید کی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

"نہیں، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے نفسوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سربسر تسلیم کر لیں۔"

(سورۃ النساء: 65)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھائی ہے کہ وہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اللہ اور اس کے رسول کو حاکم نہ مان لیں، ان کے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی تنگی نہ ہو بلکہ یہ اسے پوری طرح تسلیم کر لیں۔ اللہ کے فیصلے اور قانون پر راضی ہو جانے کی حقیقت یہی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انقباض اور تسلیم کو ایک دقیق حکمت کے تحت دل کی طرف منسوب کرنے کے بجائے نفس کی طرف منسوب کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ دراصل نفس ہی خواہشات و اہواء، سرکشی اور سرتابی کا منبع ہے۔

اسی لیے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”اس آدمی نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا۔“ (صحیح مسلم:36)

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے:

”جس نے موذن کی آواز سن کر یہ کلمات کہے کہ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، میں اللہ کے رب ہونے پر، محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں۔ تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔“

(صحیح مسلم:389)

انہی دونوں حدیثوں پر، جیسا کہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا ہے، دین کے مراتب کا انحصار ہے اور انہی کے گرد سارے درجات گھومتے ہیں۔ ان دونوں احادیث میں اللہ کی ربوبیت و الوہیت، نبی کریم ﷺ کی رسالت و فرمانبرداری اور دین اسلام کی پیروی پر راضی رہنے کا ذکر ہے۔

جس آدمی میں یہ چاروں خصلتیں جمع ہو جائیں وہی سچا صدیق ہے، زبان سے اس کا دعویٰ کرنا آسان ہے لیکن آزمائش و امتحان کے موقع پر یہی مشکل ترین کام ہوتا ہے بالخصوص جبکہ کسی ایسے حکم پر عمل کرنا پڑے جو نفس کی خواہش اور مراد کے خلاف ہو۔

اللہ کی الوہیت پر راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تنہا اسی کی محبت، اسی کے خوف اور اسی کی امید پر راضی رہا جائے، صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اسی کے لیے اخلاص اپنایا جائے۔

اس کی ربوبیت پر راضی رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بندے کے لیے جو تدبیر کرتا ہے، اس پر راضی رہا جائے اور اعتماد کیا جائے، اس کا مالک اس کے ساتھ جو کچھ

کرے، اس پر خوش رہے۔ اس کے بھیجے ہوئے نبی کو رسول مان کر اس پر راضی رہنے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی مکمل فرمانبر داری اور پیروی کی جائے۔

اسی طرح اس کے دین پر راضی رہنے سے مراد یہ ہے کہ جب کبھی وہ کوئی فیصلہ کرے، حکم دے یا کسی بات سے روکے تو بندہ اس پر راضی رہے، فیصلے کے خلاف دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کرے اور مکمل طور پر فرمانبر داری اختیار کرے بھلے ہی وہ فیصلہ اس کے نفس اور اس کی خواہش کے خلاف ہو یا اس کے امام، استاد اور گروہ کے خلاف ہو۔

اللہ کی قسم! اللہ پر راضی رہنا ہی اصل عزت ہے، یہی اللہ اور اس کے رسول کا ساتھ ہے اور یہی اللہ کے ساتھ انس کی روح ہے۔ جو شخص اللہ کے رب ہونے پر، محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو جائے، توکل، خود سپردگی اور تفویض میں وہ انتہائی پختہ ہو جاتا ہے اور جو شخص اپنے رب سے راضی ہو جائے، اللہ بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

اسی لیے رضا اللہ کا سب سے بڑا دروازہ ہے، دنیا کی جنت ہے، عارفین کی راحت ہے، محبین کی زندگی ہے، عابدوں کا سرور ہے اور مشتاقوں کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

اے بندگانِ الٰہی! اے اہل سلام!

رضا کے مخالف اور مقابل رویہ یہ ہے کہ اللہ کے اتارے ہوئے احکام میں سے کچھ کو یا سب کو ناپسند کیا جائے اور برا جانا جائے یعنی رضا قبولیت، تسلیم اور فرمانبر داری کا نام ہے اور اس کے الٹ انکار، تردید اور اعتراض کی روش ہے۔ اعتراض و انکار کی اس روش کا منبع خواہش کی پیروی کرنا اور اللہ، پیغمبر اور وحی کو چھوڑ کر دوسرے ذرائع سے ہدایات حاصل کرنا ہے۔

کچھ لوگ عقل، خواہش اور خیال کو حاکمانہ حیثیت دیتے ہیں اور بہکے ہوئے فلسفیوں کے فلسفے ٹٹولتے رہتے ہیں، کچھ ایسے ہیں جو ذوق، وجدان اور کشف کو حاکم بنا لیتے ہیں اور

اس طرح شیطان ان کی عقلوں کے ساتھ کھیلتا ہے، جبکہ کچھ ایسے ہیں جو دنیوی مفادات کو دیکھتے اور زمینی رواجوں کی طرف مائل ہوتے ہیں اور اپنے خیالات و نظریات کے لبادے میں اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو جائز بناتے ہیں، حلال کو حرام کرتے ہیں، واجب کو ساقط کرتے ہیں اور باطل کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

اس ساری روش کے پیچھے دراصل خواہش کی پیروی کار فرما ہے یا اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس کے دین پر راضی نہ رہنا۔ اسی لیے قرآن کریم میں بار بار خواہش نفس سے خبردار رہنے کی تلقین کی گئی ہے بلکہ شریعت کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بندے کو خواہش کی پیروی سے نکال کر شریعت کا پیرو بنا دیا جائے۔ یہیں سے امتحان شروع ہوتا ہے، فرمانبردار اور نافرمان میں تمیز ہوتی ہے اور عابد اور فاسق کا پتا چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اور حق اگر کہیں اِن کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو زمین اور آسمان اور ان کی ساری آبادی کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔" (سورۃ المومنون: 71)

اور فرمایا:

"اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔"

(سورۃ ص: 26)

اے اہل ایمان! شریعت الٰہیہ کی پاسداری کرنا اور اللہ کی فرمانبرداری کرتے رہنا ایمانی اور بنیادی معاملہ ہے، فقہی فروع اور عملی احکام تو اسکے بعد آتے ہیں، ہماری زندگی میں در آنے والی ہر کج روی، ذلت و ہزیمت اور فرقہ پرستی کی بنیاد یہ ہے کہ ہم عقیدہ و سلوک، تدین اور راہِ اصلاح میں اہل سنت والجماعت کے منہج سے دور ہو جاتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ نیکیوں کے راستے سے گریزاں رہنا اور دیگر واجبات اور ذمہ داریوں سے راہِ فرار اختیار کرنا بھی اس ذلت اور پستی کا ایک اہم سبب ہے جس میں امت مبتلا ہے۔

شریعت انسان کی کوتاہیوں اور خامیوں کو جواز بخشنے کے لیے انسانی بے عملی کا ساتھ نہیں دیتی کیونکہ شریعت لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہیں کرتی بلکہ خود لوگوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اٹھا کر بندگی اور اطاعت کی بلندی تک لے آئیں۔

لیکن نفس انسانی بتدریج عمل سے پیچھے ہٹتا رہتا ہے، واجبات سے گریز پائی اختیار کرتا چلا جاتا ہے اور فرمانبرداری کی چوٹی سے لمحہ بہ لمحہ اترتا جاتا ہے تاکہ اپنے آپ کو اس مرحلے تک لے آئے جہاں اسے اپنی کوتاہی اور خامی کا ایک بہانہ میسر آجائے۔ یہ ایک جانی پہچانی نفسیاتی حقیقت ہے۔

اے بندگانِ الٰہی!

یاد رکھیے کہ اس جانب لے جانے والے فتنے کا سب سے بڑا دروازہ یہ ہے کہ فقہی اختلافات ڈھونڈے جائیں اور شاذ خیالات اور غیر معتبر اقوال سے استدلال کیا جائے۔ اختلاف ہی کو بہانہ بنا کر بہت سے احکام معطل کر دیئے گئے اور اختلاف ہی کے نام پر کئی حرمتیں پامال کی گئیں اور اسی بنیاد پر عبادت گزاروں کے حوصلے پست ہو گئے چنانچہ وہ نیکیوں کی راہ میں سست ہو گئے، بے فائدہ جائز کاموں میں مشغول ہو گئے اور مکروہ معاملات کے ارتکاب میں دلیر ہو گئے اور یہیں سے حرام امور کا دروازہ کھلتا ہے۔

بلکہ کچھ لوگ نص کے مقابلے میں اختلاف کا بہانہ بنا کر حیرت و اضطراب کی درماندگیوں میں بھٹکنے لگتے ہیں۔ ان کے سامنے جب بھی کوئی آیت یا حدیث پیش کی جائے، یا کوئی حکم ذکر کیا جائے تو وہ بہانہ بناتے ہیں کہ اس مسئلے میں اختلاف ہے گویا کہ انہیں یاد ہی نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ نے قران کو اسی لیے نازل فرمایا کہ ہم اختلافات میں اس کے ذریعے فیصلہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”ابتدا میں سب لوگ ایک ہی طریقہ پر تھے (پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رونما ہوئے) تب اللہ نے نبی بھیجے جو راست روی پر بشارت دینے والے اور کج روی کے

نتائج سے ڈرانے والے تھے، اور اُن کے ساتھ کتاب برحق نازل کی تاکہ حق کے بارے میں لوگوں کے درمیان جو اختلافات رونما ہو گئے تھے، ان کا فیصلہ کرے۔"

(سورۃ البقرۃ:213)

یعنی قرآن کا منصب ہی ہدایت دینا، اختلاف کو ختم کرنا اور حق کو بیان کرنا ہے۔

چنانچہ ہم اللہ کی بندگی کرتے ہوئے اختلاف میں وحی کو فیصلہ کن حیثیت دیتے ہیں، نہ کہ اختلاف کو وحی الٰہی کے مقابلے میں پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"تمہارے درمیان جس معاملہ میں بھی اختلاف ہو، اُس کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے۔"

(سورۃ الشوریٰ:10)

لیکن غیر سنجیدہ لوگوں نے اس مفہوم کو الٹ دیا اور خواہش پرستی کی وجہ سے اختلاف کو دلیل بنایا، پھر حرام فعل اس بنیاد پر ان کے لیے معمولی بن گیا کہ کوئی ایسا عالم بھی ہے جو اس کو حرام نہیں گردانتا! تو ایسے میں اللہ کو فیصل ماننے اور اس پر راضی رہنے کا جذبہ کہاں باقی رہا؟!

یہ عصر حاضر کے فتنوں میں سے ایک فتنہ ہے، جو آدمی اختلافات اور شاذ اقوال کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے، وہ اپنے لیے خواہشات سے لبریز ایک دین تیار کرتا ہے جو اللہ کی مراد اور نبی کریم ﷺ کی رہنمائی سے قطعاً خالی ہوتا ہے۔ اس طرح اختلاف کی پیروی کرنا دراصل خواہش نفس کی پیروی کے مترادف ہے اور راہِ رضا کے بالکل خلاف ہے۔

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر کوئی آدمی امت کے صرف اجماعی مسائل کو تسلیم کرے اور ایسے اختلافی مسائل کو نہ مانے جن کے متعلق نصوص بھی وارد ہوں تو ایسا آدمی بہ اتفاق امت گناہ گار ہے۔"

جبکہ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میرے علم کے مطابق کوئی بھی عالم اختلاف کو حجت نہیں مانتا۔"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہوئے، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔"

(سورۃ النساء:59)

امت کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کے احکام کو مضبوطی اور سنجیدگی کے ساتھ تھامے اور ان کے ذریعے سربلندیوں کے زینے طے کرے، احکام کو اس نظر سے نہ دیکھے کہ یہ ایسی ذمہ داریاں ہیں جن میں حیلوں کے ساتھ تخفیف کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ شریعت کے احکام خواہ کتنے بھی بڑے ہوں، یہ بوجھ ہرگز نہیں ہیں بلکہ قوت کے اسباب ہیں جیسے شاہین کو اونچی فضا میں پرواز کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے لیکن اس مقصد کے لیے اسے اپنے دو بڑے بڑے پروں کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"جو کتاب ہم تمہیں دے رہے ہیں اسے مضبوطی کے ساتھ تھامو۔" (سورۃ الاعراف:171)

"اے یحییٰ علیہ السلام! کتاب الٰہی کو مضبوط تھام لے۔" (سورۃ مریم:12)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن و سنت میں برکت دے اور ہمیں ان کی آیات اور حکمت سے فائدہ پہنچائے۔ میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور آپ کے لیے بخشش کا طلبگار ہوں۔

دوسرا خطبہ

ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اس کی تعریف ایک بیش بہا نعمت ہے، ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کا شکر ترقی پہلا زینہ ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ

نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل واصحاب پر رحمتیں اور سلامتی نازل فرمائے۔

حمد وثناء کے بعد:

لوگوں کو چاہیے کہ ایمان والی پکاروں اور قرآنی نصیحتوں کا علم حاصل کریں اور اپنے اندر عفت، تقویٰ، پرہیزگاری اور اللہ کے ڈر کی صفات پیدا کریں۔

حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ہم لڑکپن کی عمر میں نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہے، چنانچہ ہم نے قرآن سے پہلے ایمان کا علم حاصل کیا جس سے ہمارا قرآن پر ایمان مزید بڑھ گیا۔" (سنن ابن ماجہ:60)

اسی طرح صحیح بخاری میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"سب سے پہلے جو بڑی سورت نازل ہوئی، اس میں جنت دوزخ کا ذکر ہے، پھر جب لوگ اسلام سے مانوس ہو گئے تو حلال وحرام کے احکام نازل ہوئے۔ اگر سب سے پہلا حکم ہی یہ نازل ہوتا کہ "شراب نہ پیو" تو لوگ لازمی طور پر یہی کہتے کہ ہم شراب ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ اسی طرح اگر یہ حکم اترتا کہ "زنا نہ کرو" تو بھی لوگ یہی کہتے کہ "ہم زنا نہیں چھوڑ سکتے۔" محمد ﷺ پر مکہ میں جبکہ میں ابھی چھوٹی بچی تھی، یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

"اِن سے نمٹنے کے لیے اصل وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور وہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ساعت ہے۔" (سورۃ القمر:46)

جبکہ سورۃ البقرۃ اور سورۃ النساء جیسی سورتیں اس وقت نازل ہوئیں جب میں آپ ﷺ کے نکاح میں آچکی تھی۔ (صحیح بخاری:1050)

اس لیے اللہ پر، اس کے دین پر اور اس کے پیغمبر ﷺ پر راضی رہنا ہی ایمان کا کمال ہے جبکہ ایمان مکمل طور پر رضامند رہنے کا نام ہے۔

ایمان ایک یقین کا نام ہے جو دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہوتا ہے جبکہ اللہ کی معرفت ایک نہایت عمدہ ذائقہ رکھتی ہے جو نفسوں میں عمدگی اور پاکیزہ روی پیدا کرتی ہے اور انہیں کھوٹ سے پاک کر دیتی ہے۔

ایمان دل میں ایک نور پیدا کرتا ہے اور سینے کو سرور سے معمور کر دیتا ہے۔ اللہ کی جانب میلان رکھنا، دل میں صرف ایک اللہ کو بسالینا اور اللہ پر مطمئن رہنا، اس سے بڑھ کر کون سا ایمان ہو سکتا ہے؟! سب سے صحت مند، توانا، رقیق، نرم، صاف اور پاکیزہ دل وہ ہوتا ہے جو صرف ایک اللہ کو الٰہ اور معبود بنالے، اس کے لیے خالص ہو جائے اور اللہ کی خاطر اپنی خواہش کو تج دے۔

”اُس شخص سے بہتر اور کس کا طریق زندگی ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔“ (سورۃ النساء:125)

سر تسلیم خم کر دینے سے مراد یہ ہے کہ بندہ مکمل طور پر اس کی جانب رخ کرے، اس کے علاوہ ہر کسی سے منہ موڑ لے، اس کی عظمت و کبریائی اور منشاء کے سامنے جھک جائے اور اس کی وحدانیت و شریعت پر ایمان رکھے۔ اسی سے ایمان کی تکمیل اور اتمام ہوتا ہے۔ اللہ کا ڈر ایک چراغ ہے جو دل کی گہرائیوں میں فروزاں ہوتا ہے اور ایک ایسی مشعل ہے جس کے ذریعے آپ درست راہ ڈھونڈ سکتے ہیں۔ لغزشوں سے بچنا اور حرام امور سے گریزاں رہنا متقین کی خصلت اور مومنوں کا شعار ہے۔ دلوں کو سدھارنے ہی سے کبیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ جب بندہ گناہوں سے باز آنے کا پختہ ارادہ کر لے تو اسے کامیابیاں ملتی ہیں۔ جب بندہ اللہ کی جانب لپکتا ہے تو اللہ بھی اس کی جانب لپکتا اور لوگوں کے دل اس کی جانب موڑ دیتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”پرہیز گاری اپناؤ، اللہ تمہارے حساب میں تخفیف کر دے گا اور مشتبہ امور کو چھوڑ کر غیر مشتبہ امور اختیار کرو، اس سے تمہارا دین سلامت رہے گا۔“

جبکہ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میں نے اپنے زمانے کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ پرہیز گاری سیکھتے تھے لیکن آج کے لوگ بحث مباحثہ اور گفتگو بازی سیکھتے ہیں۔“

اس لیے اللہ کے رب، اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہو جاؤ، تم ایمان کا ذائقہ پالو گے اور اللہ تم سے راضی ہو جائے گا اور تمہیں بھی راضی کر دے گا۔

ساری مخلوق سے افضل اور انسانیت کی پاکیزہ ترین ہستی محمد بن عبد اللہ ہاشمی و قریشی پر درود و سلام پڑھو۔

7

اچھی بات اور عمدہ کلام

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن محمد بن ابراہیم آل طالب حفظہ اللہ

25 جمادی الثانی 1435ھ بمطابق 25 اپریل 2014ء

23

پہلا خطبہ

ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ حمد وثناء کے تمام کلمات اللہ کے لیے ہیں جو جلال، جمال اور کمال والا ہے۔ تمام ستائشیں اس اللہ کے لیے ہیں جو عظمت و کبریائی والا اور بلند ہے۔ میں اس کے لیے ایسی حمد بیان کرتا ہوں جو پاکیزہ، بابرکت اور صبح شام دہرائی جانے والی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا حلم بے پناہ ہے، اس کی حکمت کامل ہے اور اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔

"بادلوں کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور فرشتے اس کی ہیبت سے لرزتے ہوئے اُس کی تسبیح کرتے ہیں وہ کڑکتی ہوئی بجلیوں کو بھیجتا ہے اور (بسا اوقات) اُنہیں جس پر چاہتا ہے عین اس حالت میں گرادیتا ہے جبکہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں فی الواقع اس کی چال بڑی زبردست ہے۔"

(سورۃ الرعد:13)

میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور عمدہ اخلاق اور پاکیزہ اطوار سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل کرے آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل اور صحابہ کرام پر جو بہترین ساتھی اور بہترین آل تھے۔

حمد وثناء کے بعد:

لوگو! میں تمہیں اور خود کو اللہ کے ڈر کی نصیحت کرتا ہوں۔

"اے ایمان لانے والو، اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے قصوروں سے در گزر فرمائے گا جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اُس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔" (سورۃ الاحزاب:70-71)

اے پیروانِ اسلام!

لوگوں کی آراء اور خیالات مختلف ہوتی ہیں، انکی خواہشیں اور ان کی راہیں رنگارنگ ہیں اور یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے لیکن اس کا مطلب گفتار اور سوچ میں انتشار کی آزادی ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی اس کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص ہر چیز میں دخل اندازی کا حق رکھتا ہے۔

کیونکہ لوگوں کا علاج ایک طبیب ہی کر سکتا ہے ورنہ توعطائی انہیں ہلاک کر دے گا، اسی طرح ایک کامل رہبر ہی انہیں صحیح راہ بتا سکتا ہے اگر ایسا نہ ہوا تو انہیں کوئی اناڑی رہبر راہ سے بھٹکا دے گا، اللہ کے دین میں گفتگو کرنے کا حق اسی آدمی کو حاصل ہے جو اس کو جاننے والا ہو۔

چونکہ بولنے کی قدرت ہر شخص رکھتا ہے اور آج کے دور میں بغیر کوئی مشقت اٹھائے بات کو پھیلانا بھی کچھ مشکل نہیں چنانچہ ان حالات میں لوگ گفتگو کی جائز حدوں کو پھلانگ گئے ہیں اور بولنا ہی ان کا رات دن کا مشغلہ ہے۔ کچھ لوگ تو باقاعدہ اسی حیثیت سے نمایاں ہوئے ہیں کہ ہر معاملے میں دخل دیتے اور ہر کسی کے منہ آتے ہیں اور چشم زدن میں ان کی باتیں دنیا کے کونے کونے تک پہنچا دی جاتی ہیں۔

ان لوگوں سے پہلے بھی ایک آدمی گزر چکا ہے جس کے منہ سے نکلی ہوئی ایک بات کے جواب میں قرآن کی کچھ آیات نازل ہوئیں، ایسی آیات کہ اگر پہاڑوں پر نازل ہو جاتیں تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ غزوئہ تبوک میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ جانے والے کچھ لوگوں نے راہ میں یہ باتیں کہیں کہ

"ہم نے اپنے ان قاریوں جیسے قاری نہیں دیکھے جو پیٹ کے پجاری، زبان کے جھوٹے اور دشمن کے مقابلے میں بزدل ہیں۔"

نبی کریم ﷺ کے پاس یہ بات پہنچی تو وہ لوگ آپ ﷺ کے حضور آئے اور عذر تراشی کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے اور اپنا سفر باتوں سے کاٹ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

"اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے، تو جھٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے ان سے کہو، "کیا تمہاری ہنسی دل لگی اللہ اور اُس کی آیات اور اس کے رسول ہی کے ساتھ تھی؟ اب عذر نہ تراشو، تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے، اگر ہم نے تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیا تو دوسرے گروہ کو تو ہم ضرور سزا دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہے۔"(سورۃ التوبہ:65-66)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی پیٹی سے چمٹے ہوئے دیکھا، راہ کے پتھر اسے زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی میں مشغول تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ جواب دے رہے تھے کہ

"کیا تم اللہ کا، اس کی آیات کا اور اس کے پیغمبر کا مذاق اڑا رہے تھے؟ کیا تم اللہ کا، اس کی آیات کا اور اس کے پیغمبر کا مذاق اڑا رہے تھے!؟"(الفوائد المنتقاۃ لابی طاہر المخلص:48)

اے اہل اسلام!

یہ ایسی آیات ہیں جن سے دل دہل جاتا ہے اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر ایک مسلمان ان آیات پر غور کرے تو ان آیات کی دہشت سے اس کا وجدان لرز اٹھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔"

چنانچہ ان الفاظ میں اللہ نے ان کے سابقہ ایمان کی اور جہاد کے لیے نکلنے کی گواہی دی ہے اور ساتھ ہی بتایا کہ انہوں نے اس فعل کو وقت گزاری اور ہنسی مذاق کا عنوان دے

کر کفر کیا ہے۔ بظاہر ان کی بات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کھل کر اللہ اور اسکے پیغمبر ﷺ کے ساتھ مذاق نہیں کیا تھا بلکہ ان کی بات کا رخ ان لوگوں کی جانب تھا جو اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ کی آیات کے علمبردار تھے اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اور اس کے پیغام کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے کے لیے کوشاں تھے۔ اب ظاہر ہے کہ ایسی صورت حال میں بات کی اصل زد تو اسی شے پر پڑتی ہے جسے وہ لوگ اٹھائے ہوئے تھے یا جس کی وجہ سے وہ نمایاں ہوئے تھے۔ اسی لیے آیات میں کہا گیا کہ اس مذاق کا رخ در حقیقت اللہ، اس کی آیات اور اس کے پیغمبر کی جانب ہے نہ کہ مسلمان افراد اور اشخاص کی جانب۔

آج آپ کے سامنے ہے کہ لوگ مضامین لکھنے، عبارتیں نقل کرنے، حاشیے چڑھانے اور باتیں بنانے میں بے حد غیر محتاط ہیں حالانکہ ان کے دامن میں کتنے سنگین امور پنہاں ہوتے ہیں۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"بعض اوقات آدمی کوئی ایسی بات کہہ جاتا ہے جس کی اصل حقیقت کا اسے خود بھی علم نہیں ہوتا لیکن اس کلمے کی وجہ سے وہ مشرق اور مغرب کی درمیانی مسافت کے بقدر جہنم میں جا گرتا ہے۔" (صحیح بخاری:6477)

ایک حدیث میں الفاظ اس طرح ہیں کہ

"وہ لاپرواہی سے کوئی بات کہتا ہے۔" (صحیح بخاری:6478)

اس لیے تعجب ہے اس آدمی پر جو شریعت پر اور شریعت کے پاسبانوں پر حملے میں اپنی برتری اور اپنے دل کا اطمینان ڈھونڈتا ہے یا اِس ذریعے سے اپنے من کی مراد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیا ان لوگوں نے یہ سخت وعید نہیں سن رکھی۔

"کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگراں موجود نہ ہو۔" (سورۃ ق:18)

اور اگر ایک فرد کے منہ سے نکلی ہوئی بات پر یہ وعید ہے تو پھر اِس طرز عمل کو اُن رسائل و جرائد کے متعلق کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے جو لوگوں میں گردش کرتے ہیں یا ابلاغ سے متعلق بڑے بڑے اداروں کی جانب سے اس روش کو کیسے قبول کیا جاسکتا ہے؟

یاد رکھیے کہ بات کی ایک جوابدہی ہوتی ہے اور قول و فکر میں ہلکی سے چوک سے ایسی سزا کا آغاز ہوتا ہے جس میں سب سے ابتدائی درجے پر اختلاف، تفریق اور دلوں کی کدورت جیسی برائیاں ہیں جن سے صفوں میں دراڑ پڑتی ہے، وطن کی وحدت پارا پارا ہوتی ہے اور معاشرے میں انتشار در آتا ہے اور اس سے اگلے درجے کی برائیوں کا تو شمار بھی نہیں۔

اے بندگانِ الٰہی!

اس سلسلے میں مذمت اور وعید اس شخص پر وارد ہوتی ہے جو اپنے گناہ اور خواہش کے دفاع میں تکبر اور جھگڑے بازی کی روش اختیار کرے، اللہ کے حکم اور اس کی شریعت کو اپنی رائے اور عقل سے ٹھکرائے، اسلام کے حصار کو توڑنے اور اپنی خواہش پر پوری نہ اترنے والی ہر خوبی کے خلاف جنگ کو ہی اپنا ہدف ٹھہرائے، ہر اس شے کی جانب بلائے جو اس کے نفس اور خواہش کا تقاضا ہو، اپنی عقل کے ساتھ چیزوں کی خوبی اور خامی کا معیار متعین کرنے کے لیے سابقہ فلسفیوں کی راہ اپنائے حتی کہ خواہش کے خارزار اور گمراہی کی تاریکی میں حیران و پریشان ہو کر بھٹکتا رہے اور بالکل کالے اور الٹے برتن کی طرح ہو کر رہ جائے، نہ نیکی کو نیکی جانے، نہ برائی کو برائی سوائے اس کے جو اس کی خواہش پر پوری اترے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آپ ﷺ کا جو فرمان موجود ہے، وہ اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”جہنم کے دروازوں پر اپنی جانب بلانے والے کچھ لوگ ہیں، جو ان کی بات مان کر ان کی جانب بڑھے، وہ اسے لازمی طور پر جہنم میں گرا دیں گے۔“

آپ ﷺ کی یہ بات سن کر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! ہمیں ان کی پہچان کروادیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"وہ ہماری ہی نسل کے لوگ ہیں اور ہماری ہی زبان بولتے ہیں۔" (صحیح بخاری:7084)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میری امت میں کچھ لوگ ہوں گے جن کے رگ وپے میں خواہشیں یوں سرایت کر چکی ہوں گی جیسے باؤلے کتے کے جراثیم آدمی کی رگ رگ اور جوڑ جوڑ میں داخل ہو جاتے ہیں۔" (سنن ابی داؤد:4597)

نفس کو جب ایک بار خواہش کی چاٹ پڑ جائے تو پھر اسے اس سے دور رکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے جبکہ شریعت کے امور میں ضروری ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی جانب رجوع کیا جائے یا ان اہل علم کی جانب جو اللہ کا حکم اس کی وحی سے اخذ کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لوگوں کے اختلاف کا فیصلہ صرف اسی کتاب سے ممکن ہے جو آسمان سے اتری ہے۔ اگر وہ اپنی عقلوں کی جانب اسے لوٹائیں گے تو عقل تو ہر آدمی کے پاس جدا جدا ہے۔"

علمی مسائل میں اپنی جہالت سے دخل اندازی کرنا مذموم ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

"بعض اور لوگ ایسے ہیں جو کسی علم اور ہدایت اور روشنی بخشنے والی کتاب کے بغیر، گردن اکڑائے ہوئے۔ خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔" (سورۃ الحج:8)

جو آدمی اپنی مہارت سے ہٹ کر بات کرتا ہے، اس سے عجیب وغریب باتیں سرزد ہوتی ہیں۔ اللہ کی رحمت ہو اس آدمی پر جس نے دانشمندی کی یہ بات کہی ہے کہ

"اگر نہ جاننے والا خاموشی اختیار کرلے تو اختلاف برائے نام باقی بچے۔"

اے بندگانِ الٰہی!

چونکہ معاملے کا سارا انحصار زبان اور گویائی پر اور قلم و بیان کے ذریعے تعبیر کرنے پر ہے تو اس سلسلے میں آسمانی ہدایات اور نبوی نصیحتوں کی بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ یہ اس قدر وافر ہیں کہ کسی کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ گفتگو دلوں میں چھپی باتوں کی ترجمان ہوتی ہے اور سربستہ رازوں سے آگاہ کرتی ہے۔ اس کی کمان سے ایک بار نکل جانے والے تیروں کو لوٹانا اور واپس لانا ممکن ہے۔

اس لیے دانشمند آدمی کی ذمہ داری ہے کہ گفتگو سے باز رہ کر یا کم سے کم گفتگو پر انحصار کر کے اللہ کی پکڑ سے بچنے کا سامان کرے۔ سلامتی کے ساتھ خاموشی اپنانا ہی اصل بات ہے، خاموشی کے موقع پر خاموش رہنا ہی انسانوں کی پہچان ہے بالکل ویسے جس طرح گفتگو کے موقع پر بولنا بھی نمایاں ترین خوبی ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

”آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کر دے۔“

(صحیح مسلم:5)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”جو زیادہ بولے گا، زیادہ خطا کھائے گا اور زیادہ خطا کھانے والے کے گناہ بھی زیادہ ہوں گے اور جس کے گناہ زیادہ ہو گئے، وہ آگ میں جلنے کے لائق ہے۔“ (مسند شہاب:372)

جس آدمی کی خاموشی اور گفتگو خواہش نفس کے برعکس اللہ کی رضا کے تابع ہو جائیں تو ایسے آدمی کو اللہ کی جانب سے توفیق میسر آتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے خاموشی اور گفتگو دونوں صورتوں میں راہِ راست پر چلاتا ہے۔ جو آدمی اپنی بات اور اپنے عمل دونوں کو پیش نگاہ رکھتا ہے، وہ لایعنی اور غیر نفع مند چیزوں میں بہت کم بولتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”کوئی آدمی اللہ سے ڈرنے کا حق ادا نہیں کر سکتا جب تک اپنی زبان کے بارے میں محتاط نہ ہو جائے۔“ (شعب الایمان:4778)

زبان کی حفاظت کرنا اور بول چال میں محتاط ہونا ایمان کے کمال اور اسلام کی خوشنمائی کی دلیل ہے۔ اسی سے آدمی لغزش سے بچتا ہے، یہی وضع داری، حسنِ اخلاق اور پاکیزگیٔ نفس کی دلیل ہے۔ اسی سے اللہ کی محبت ملتی ہے، اسی خوبی سے آدمی کو لوگوں کی محبت ملتی ہے اور اس کی ہیبت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔ اگر کسی معاشرے کے افراد ان نصیحتوں پر عمل پیرا ہو جائیں تو اس سے بڑھ کر پاکیزہ اور برتر معاشرہ دوسرا کون سا ہو سکتا ہے؟ اس لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے کہ زبان کی حفاظت کرنے والے کو جنت کی ضمانت دی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دے دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“ (صحیح بخاری:4674)

بات سنگین اثرات رکھتی ہے اور اس کی جوابدہی بہت مشکل ہے خواہ زبان سے کہی جائے، کانوں سے سنی جائے، اخبارات یا رسائل میں لکھی جائے یا ویب سائٹوں اور مجلسوں میں نقل کی جائے، کتنی ہی باتیں ہیں جو خود اپنے بولنے والوں کو کہتی ہیں کہ ”ہمیں چھوڑ دو۔“

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آتا ہے:

”لوگوں کو جہنم میں اوندھے منہ زبانوں ہی کا کیا دھرا گرائے گا۔“ (جامع ترمذی:2616)

”حالانکہ تم پر نگراں مقرر ہیں۔ بڑے معزز لکھنے والے۔“ (سورۃ الانفطار:10-11)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا:

”اپنی زبان کو قابو میں رکھو، اپنے گھر کو اپنے لیے کافی سمجھو اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔“ (جامع ترمذی:2406)

اگر ہر مسلمان اپنی ذمہ داری نبھائے اور اپنے واجبات ادا کرتے ہوئے زندگی اور آخرت کو سنوارنے کی کوشش کرے، تو آدمی کی اپنی ذات پر اور معاشرے پر اس روش سے بہت دور رس اثرات مرتب ہوں گے۔

اے بندگانِ الٰہی! دوسروں کے بارے میں باتیں بنانا، ان کی غلطیاں ڈھونڈنا اور انہیں پھیلانا اور خوش ہونا، بڑی خطرناک برائی اور بہت بڑا گناہ ہے۔ ایسا کرنے والا اس وقت تک فوت نہیں ہوتا جب تک خود اسی صورت کا سامنا نہ کر لے جبکہ "ہر مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔" (صحیح مسلم:2565)

چنانچہ آپ خود اندازہ کر لیجئے کہ اگر بغیر رہنمائی کے محض خواہشوں کی بنیاد پر اور اپنی بالا دستی اور غلبے کے لیے اور دوسروں کو نیچا دکھانے کی نیت سے اختلافی مسائل کا بازار گرم کیا جائے تو صورت حال کس قدر دردناک ہو گی؟

اسی طرح جب نیک لوگوں کی غیبت کے مقصد سے اور علماء، طلباء اور پاکیزہ صفت لوگوں کے خلاف علانیہ اور پس پردہ نفرت پیدا کرنے کے لیے بغیر کسی دلیل اور بنیاد کے اختلافی مسائل اٹھائے جائیں، طنز و تعریض کے تیر چلائے جائیں، طعن و تشنیع کی جائے، مذاق اڑایا جائے اور عقائد اور نیتوں پر بہتان بازی کی جائے تو یہ بھی حد درجہ سنگین صورت حال ہے۔

ایسی خرابیوں سے محفوظ رہنے کے لیے صرف ایسے سچے جذبے کی ضرورت ہے جس کے ذریعے مومن تقویٰ اور عملِ صالح کی روش اپنا لے، اس کا دل نرم پڑ جائے، اور وہ اپنے پروردگار سے بہت زیادہ ڈرنے والا اور اس کے احکام کی پاسداری کرنے والا بن جائے۔ اپنے آپ کو لایعنی امور میں سوچ بچار سے اوپر اٹھا لینا عقل کے کمال کی دلیل ہے، اس سے آدمی کو دل کا نور ملتا ہے اور بصیرت عطا ہوتی ہے، اسے خوشحالی، دل کا

سکون اور نفس کی پاکیزگی میسر آتی ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ اسے راہِ راست پر چلاتا ہے، یہ راستہ روح کی پاکیزگی اور سینے کی طہارت کا راستہ ہے۔

جبکہ دوسری جانب بے مقصد باتوں میں مشغول رہنا، بہت زیادہ بولنا اور امور میں بلاوجہ دخل اندازی کرنا ایسا راستہ ہے جس سے آدمی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے، اس کی رائے بگڑ جاتی ہے، حق اس کے لیے واضح نہیں رہتا، دل بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے، وقت برباد ہوتا ہے، علم سے محرومی، دل کی سختی اور سینے کی تنگی جیسے صدمے سہنے پڑتے ہیں، پریشانی، دکھ اور مصیبت جھیلنی پڑتی ہے اور رزق اور عمر سے برکت جاتی رہتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"غیر متعلق باتوں کو چھوڑ دینا آدمی کے حُسنِ اسلام کی دلیل ہے۔" (جامع ترمذی:2317)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔" (صحیح بخاری:6018)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن و سنت میں برکت دے اور ہمیں اس کی آیات اور حکمت سے فائدہ پہنچائے۔ میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے اور آپ سب کے لیے بخشش مانگتا ہوں۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہر طرح کی توصیف و ثناء اس اللہ کے لیے ہے جو دلوں میں چھپی باتیں جانتا ہے، جسے سرگوشیوں کا بھی علم ہے اور سربستہ رازوں کا بھی اور جس کے لیے چھپی بات بھی ظاہر ہے۔

"تم میں سے کوئی شخص خواہ زور سے بات کرے یا آہستہ، اس کے لیے سب یکساں ہیں۔" (سورۃ الرعد:10)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ قوت والا اور بالا دست ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل، آپ ﷺ کے اصحاب اور ان کے پیروکاروں پر قیامت تک متصل رحمتیں اور سلامتی نازل کرتا رہے۔

حمد و ثناء کے بعد

اے اہل اسلام! سادگی اور وضاحت اسلامی عقیدے کی نمایاں خوبی ہے، یہاں کوئی بھی شے گمان، وہم اور شبہے کی بنیاد پر کھڑی نہیں رہ سکتی۔ قرآن کریم میں دوسری بے شمار نصیحتوں کی طرح ایک خوبصورت رہنمائی یہ بھی دی گئی ہے کہ

"کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔" (سورۃ الاسراء:36)

اے پیروان اسلام!

قرآن کریم کے یہ مختصر سے لیکن مکمل کلمات دل اور عقل کے لیے ایک ایسی روش متعین کرتے ہیں جو جدید علم کی رو سے متعین کی ہوئی روش پر فوقیت رکھتی ہے کیونکہ یہ دل کی اصلاح اور اللہ کے ڈر کو بھی اہمیت دیتی ہے۔

خشک عقلی مناہج کے مقابلے میں اسلام کی یہی خوبی ہے۔ کسی بھی خبر یا اطلاع کے مقابلے میں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے تحقیق کر لینا قرآن کا سبق اور اسلام کا دقیق منہج ہے۔ جب دل اور عقل اس منہج پر گامزن ہو جائیں تو عقیدے کے میدان میں وہم اور بے بنیاد بات کی، فیصلے اور قضا کی دنیا میں اندازے اور خیال کی اور تجربات، علوم اور تحقیق کے مقابل سطحی احکام اور مفروضوں کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔

لوگ آج جس علمی امانت کا شور و غوغا مچا رہے ہیں، وہ اسی عقلی اور قلبی امانت کا ایک حصہ ہے جس کے متعلق قرآن آگاہ کرتا ہے اور انسان کو اس کے مالک کے حضور

سماعت، بصارت اور دل کے حوالے سے جوابدہ قرار دیتا ہے۔ یہ دراصل اعضاء کی امانت ہے جس کے متعلق روز قیامت بندے سے پوچھا جائے گا، ایک ایسی امانت جس کی اہمیت اور گراں باری سے ایک زندہ وجدان کانپنے لگتا ہے، مسلمان کو چاہیے کہ جب کوئی بات کرے یا کسی کا قول دہرائے یا کوئی حرف لکھے یا کسی بھی واقعے یا شخص کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرے تو اس ذمہ داری اور امانت کا احساس کرے۔

سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے:

”حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔“

مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور انسانیت کی پاکیزہ ترین ہستی محمد بن عبد اللہ ہاشمی و قریشی پر درود و سلام پڑھو۔

8

اسراف کی مذمت

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن محمد بن ابراہیم آل طالب حفظہ اللہ

جمعۃ المبارک 2 ذوالقعدہ 1437ھ، بمطابق 5 اگست 2016ء

24

پہلا خطبہ

تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ تعریف ساری مخلوقات کو پیدا کرنے والے کے لیے ہے۔ وہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا اور خوب بنانے والا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

”مالک ہے اُن سب چیزوں کا جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور جو زمین و آسمان کے درمیان میں ہیں اور جو مٹی کے نیچے ہیں۔“(سورۃ طٰہٰ:6)

میں اس پاک ہستی کی حمد بجالاتا ہوں، اس کا شکر ادا کرتا ہوں، اس سے معافی مانگتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں کیونکہ اس کی نعمتوں کی کوئی حد نہیں اور اس کی نشانیوں کی کوئی انتہا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہی حق کی گواہی ہے اور میں بغیر کسی شک یا تردد کے مکمل یقین اور اخلاص کے ساتھ دیتا ہوں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ ام القریٰ میں مبعوث کیے گئے تھے۔ اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل ہو آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی پاکیزہ آل پر، نیک اطوار صحابہ کرام پر، امہات المؤمنین پر، خیر القرون کے لوگوں پر، تابعین پر، اور قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والوں پر۔

بعد ازاں! لوگو!

میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ اللہ آپ کی نگہبانی فرمائے، اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ کے یہاں برتری کا پیمانہ نہ مال ہے اور نہ طاقت۔ اللہ کے یہاں تو برتری کا پیمانہ تقویٰ ہی ہے۔ اللہ کے بندے! لوگوں میں اپنے مقام کی فکر چھوڑ دے اور دیکھ کہ اللہ کے یہاں تیرا کیا مقام ہے۔ غور و فکر کر کہ کتنے لوگ زمین تو معروف ہیں مگر آسمان میں گمنام ہیں اور کتنے زمین میں گمنام ہیں اور آسمان میں معروف ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قبولیت کو مخفی رکھا ہے تاکہ انسان کا دل نرم رہے۔ اسی طرح توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے تاکہ بندے کی امید برقرار رہے۔ زندگی کا دارومدار آخری اعمال پر رکھا ہے اس لیے کہ کوئی شخص اپنے اعمال کے پر پھولنے نہ لگے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”(اے نبی ﷺ) کہہ دیجیے کہ اے میرے بندو، جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ تو غفور ورحیم ہے۔ پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور مطیع بن جاؤ اُس کے قبل اِس کے کہ تم پر عذاب آجائے اور پھر کہیں سے تمھیں مدد نہ مل سکے۔“ (سورۃ زمر: 53-55)

اے مسلمانو!

اللہ تعالیٰ نے زندگی کی بقا، کمال، عزت، سعادت، علم، صحت، قوت، تعمیر وترقی اور حکومت، سب کا دارومدار مال ہی پر رکھا ہے۔ اس طرح مال زندگی کی بنیاد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور اپنے وہ مال جنھیں اللہ نے تمہارے لیے زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے، نادان لوگوں کے حوالہ نہ کرو۔“ (سورۃ النساء: 5)

یعنی جس مال کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کی بنیاد بنایا ہے اور جس کے ساتھ تمام مصلحتیں وابستہ رکھی ہیں اسے غیر محفوظ نہ چھوڑ دو۔

اللہ تعالیٰ نے مال کو زندگی کی زیب وزینت بنایا ہے: فرمایا:

”یہ مال اور یہ اولاد محض دُنیوی زندگی کی ایک عارضی آرائش ہے۔“ (سورۃ الکہف: 46)

مال کی حفاظت دین اسلام میں ایک اہم ضرورت ہے۔ اسے ان لازم چیزوں میں شامل کیا گیا ہے کہ جن کے بغیر دین ٹھیک طرح قائم نہیں ہو سکتا اور دنیا کے معاملات بھی ٹھیک طرح نہیں چل سکتے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

”جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے مال کو ایک بنیادی چیز بنایا ہے: اس کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور اسے مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے نادان لوگوں سے بچائے رکھنے کا حکم دیا ہے۔“

سلف صالحین بیان کرتے ہیں:

”بلندی حاصل کرنے کے لیے کام کرنا پڑتا ہے اور کام کرنے کے لیے مال کی ضرورت ہوتی ہے۔“

اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”فضول خرچی میں پڑ جانا میرے نزدیک فقر وفاقے سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ نیکی ہو تو کسی چیز کی کمی نقصان نہیں دیتی اور نیکی نہ ہو تو کسی چیز کی کثرت بھی مفید نہیں رہتی۔“

اسلامی شریعت نے مال کمانے سے منع نہیں کیا۔ اسے سنبھالنے اور بڑھانے سے بھی نہیں روکا بلکہ ان چیزوں کا حکم دیا ہے۔ شریعت نے حرام کیا ہے تو غلط طریقوں سے مال کمانے کو اور ناجائز طریقوں سے خرچ کرنے کو حرام کیا ہے۔

بھائیو! جن اسباب کی بدولت ہماری امت بلندی کے آسمان کا تارہ بنتی ہے ان میں سے ایک عظیم ترین سبب مال کی حفاظت بھی ہے۔ سوچ سمجھ کر خرچ کرنا اور خرچ کرنے کے بہتر ذرائع سے لوگوں کو آگاہ کرنا بھی ہے۔ امت کی عزت اس میں نہیں ہے کہ وہ اپنے دستر خوانوں پر رنگ رنگ کے کھانے رکھے بلکہ اس کی عزت اس میں ہے کہ اس کے باشندے صحتمند ہوں، بلند ہمت والے ہوں، دور اندیش ہوں، عظیم حوصلے والے ہوں اور بلندیوں پر نگاہ رکھنے والے ہوں۔ کھانے پینے کی چیزیں اور دنیا کی زیب وزینت اس سے کم تر ہے کہ اس پر یوں ٹوٹ پڑا جائے جس طرح کہ آج کے دور میں کچھ بھائی ٹوٹ پڑتے نظر آتے ہیں۔

بھائیو! فضول خرچی کا لازمی نتیجہ فقر وفاقہ ہے۔ فضول خرچی کرنے والا اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے ہاتھ کھول کر خرچ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ یوں بھی ہوتا ہے کہ سمجھ دار والدین جن گھروں کو میانہ روی کے ساتھ خرچ کرتے ہوئے چلاتے ہیں وہی گھر بعد میں فضول خرچ اولاد کے ہاتھ آجاتے ہیں اور وہ نفس کو لگام دیے بغیر فضول خرچی کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ گھر ٹوٹ جاتے ہیں اور کمائی ضائع ہو جاتی ہے۔ یہی حقیقت میں فضول خرچی کا انجام ہے اور یہی اسراف کا نتیجہ ہے۔

جب انسان دنیا کی زیب وزینت سے دل لگالیتا ہے تو طویل زندگی کی خواہش بھی اس کے دل میں پلنے لگتی ہے، قربانی اور ہمدردی کے جذبات بھی جاتے رہتے ہیں، عزت اور بلند حوصلہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اسراف کرنے والوں کی ہمت پست ہو جاتی ہے، خواہشات نفس انہیں سنجیدہ اور اہم امور سے دور لیجاتی ہیں اور ان کی سوچنے سمجھنے کی تخلیقی صلاحیت سلب کر لیتی ہیں۔

یہ بات تو سب جانتے اور مانتے ہیں کہ عقلمند اور دانا بننے کے لیے مشکلات سہنا پڑتی ہیں، مشکل گھاٹیاں چڑھنا پڑتی ہیں اور خطرے مول لینے پڑتے ہیں۔ فضول خرچی کرنے والا کمزور دل اور دور اندیشی سے عاری ہوتا ہے۔ جبکہ بلند حوصلے والا، زندگی کا مشن رکھنے اور اسے حاصل کرنے کے لیے تگ ودو کرنے والا دنیا کی فضولیات سے دور ہوتا ہے، وہ اپنی خواہشات پر قابو پالیتا ہے۔ امیدیں بھی وہی پوری کر سکتا ہے جو نفس کی خواہشوں کو پس پشت ڈال دے۔

جو لوگ پیٹ بھر بھر کر کھاتے ہیں اور کھانے پکانے کے نت نئے انداز اپناتے رہتے ہیں، وہ عظیم کاموں کے لیے موزوں نہیں ہوتے اور ان کی بزدلی انہیں عزت اور قربانی سے دور کر دیتی ہے۔

مسلمان بھائیو!

فضول خرچی انسان کو ظلم اور طغیانی پر اکساتی ہے، کیونکہ فضول خرچی کرنے والے کا مقصد شہوات نفس کی تسکین ہوتا ہے۔ اس طرح وہ بے دریغ حرام یا حلال ذرائع سے کمانے کی کوشش میں رہتا ہے، دوسروں کے مال پر غیر شرعی طریقوں سے اور مشکوک ذریعوں سے ہاتھ ڈالتا رہتا ہے۔ کیونکہ جب شہوات نفس انسان پر چھا جائیں تو وہ امانتوں کا خیال نہیں کرنے دیتیں، ایسے لوگ خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں اور دنیا کی دل فریب زینت حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

فضول خرچی بھلائی کے کاموں میں مال خرچ کرنے میں اور نیکی کے دوسرے کاموں میں رکاوٹ ہے۔ فضول خرچی کرنے والے کی ساری توجہ خواہشات نفس کی تسکین کی طرف ہی ہوتی ہے۔ وہ کھانے پینے میں، پہننے میں، اٹھنے بیٹھنے میں اور سواری کرنے میں خواہشات نفس پوری کرنے میں لگا رہتا ہے۔ فضول خرچی کرنے والے فقرا، سوالیوں اور حاجت مندوں پر اپنے ہاتھ تنگ کر لیتے ہیں جبکہ باعزت لوگ انہیں دل کھول کر دیتے ہیں تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو سکے۔ انہیں اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف بھی ہوتا ہے۔ وہ کھلے دل کے لوگ ہوتے ہیں، جو بھائیوں کا خیال رکھتے ہیں اور دوسروں کے احساسات کا خیال کرتے ہیں۔

اے مسلمانو!

اللہ آپ کی نگہبانی فرمائے! فضول خرچی کرنے والا اپنے مال کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ جو اپنے مال کی حفاظت کر لیتا ہے، اس کا دین اور اس کی عزت محفوظ ہو جاتی ہے۔

جب بشر بن حارث رحمہ اللہ کو خبر ملی کہ کچھ لوگوں نے وراثت میں فضول خرچی سے کام لیا ہے تو انہوں نے کہا:

”میانہ روی سے خرچ کیا کرو! کیونکہ مالداری میں بھوکے سو جانا محتاجی میں پیٹ بھر کے سونے سے بہتر ہے۔“

حضرت ابو الدرداءؓ بیان کرتے ہیں:

”خرچ کرنے میں میانہ روی برتنا انسان کی سمجھ داری علامت ہے۔“

جب انسان بے نیاز ہو جاتا ہے تو اس میں سرکشی آجاتی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

”اگر اللہ اپنے سب بندوں کو کھلا رزق دے دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کا طوفان برپا کر دیتے۔“(سورۃ الشوریٰ:27)

اسی طرح فرمایا:

”ہر گز نہیں، انسان سرکشی کرتا ہے۔ اِس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے۔“ (سورۃ العلق:6-7)

اے مسلمانو!

اس دور میں اسراف کی بیماری بڑے عجیب انداز میں پھیل گئی ہے۔ کچھ لوگ فضول خرچی کرتے جاتے ہیں جبکہ دوسرے لوگ قرضہ لے کر فضول خرچی کرتے ہیں، اس لیے کہ ایسی رسموں اور رواجوں میں حصہ لے سکیں جن سے وہ خود بے نیاز ہیں۔ یہ اس دور کی خاصیت ہے کہ یہ مادیت پرست ہے اور اس میں خواہشات کی بڑی اہمیت ہے اور اس میں بہت سے لوگ غفلت کے شکار نظر آتے ہیں۔

بھائیو! فضول خرچی کا اثر انسان کی صحت پر بھی نظر آتا ہے۔ حضرت مقداد بن معد یکرب روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”پیٹ وہ بدترین برتن ہے جسے ابن آدم بھرتا ہے۔ ابن آدم کے لیے اتنے لقمے ہی کافی ہیں جتنے اس کے جسم کی توانائی بحال رکھ سکیں۔ تاہم اگر ضرورت محسوس ہو تو پیٹ ایک حصہ کھانے کے لیے، دوسرا پینے کے لیے اور تیسرا حصہ سانس کے لیے رکھ لینا چاہیے۔“(مسند احمد:16735)

کھانے میں زیادتی کرنا، پیٹ بھر کر کھانا، کھانے پر کھانا کھاتے جانا اور نفس کی تمام خواہشات پوری کرتے جانا در اصل نفس کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔ یہ رویہ صحت بگاڑ دیتا ہے، مال ضائع کر دیتا ہے، ہمت پست کر دیتا ہے۔ مسلمان تو شریعت کے ادب کو مد نظر رکھتے ہوئے حسب ضرورت کھاتا ہے، جبکہ کافر خواہش پوری کرنے کے لیے کھاتا ہے۔ اگر کھانے کی نگہداشت کر لی جائے تو صحت بھی بحال رہے اور مال بھی وافر رہے۔

علمائے اسلام کی نصیحتوں میں سے ایک عمدہ نصیحت وہ ہے جو ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی۔ انہوں نے کہا:

> ''کسی مسلمان کو ضرورت سے زیادہ نہیں کھانا چاہیے کیونکہ یہ کھانا تمام لوگوں میں ضرورت کے مطابق تقسیم کیا گیا ہے۔ جو شخص اپنی ضرورت سے زیادہ کھانا کھاتا ہے وہ دوسرے کا اتنا حق مارتا ہے جتنا اس نے اپنی ضرورت سے زیادہ کھایا ہوتا ہے۔''

کہا جاتا ہے کہ دستر خوان پر ضرورت سے زیادہ کھانے کی اقسام رکھنا فضول خرچی ہے۔ اسی طرح اپنے لیے مختلف قسم کے کھانے بنانا بھی فضول خرچی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

> ''انسان بھائیوں کے ساتھ خوشی سے کھاتا ہے، فقرا کے ساتھ ایثار کرتے ہوئے کھاتا ہے، دنیاداروں کے ساتھ سمجھ داری کے ساتھ کھاتا ہے اور علما کے ساتھ سیکھتا ہوا اور ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے کھاتا ہے۔''

بھائیو! آج کی دنیا فضول خرچی کی راہ پر چل پڑی ہے۔ شاپنگ کی دوڑ میں وہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہی ہے۔ آج ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں جن کی نگاہ مٹی سے، بلکہ مٹی سے ملتی جلتی چیزوں سے آگے ہی نہیں بڑھتی۔ وہ ہر پیش کی جانے والی چیز خریدنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ ''شاپنگ فوبیا'' بلکہ ''شاپنگ کے پاگل پن'' کا شکار ہیں۔

کپڑوں میں فضول خرچی، پہننے میں فضول خرچی، میک اپ میں فضول خرچی اور بناوٹ کے نت نئے طریقوں میں فضول خرچی! لوگ اپنے مال خرچ کرتے چلے جاتے ہیں، ہلاکت کے راستے اپنائے جاتے ہیں، اخلاق سے گرے ہوئے اعمال کے مرتکب ہوتے جاتے ہیں۔ خوشی اور غمی میں فضول خرچی! معاشرتی اجتماعات میں فضول خرچی! سب سے بڑھ کر نکاح کے حق مہر میں من مانی رقموں کی وصولی! فنکشنز میں فضول خرچی، کھانے پینے کی اشیا میں فضول خرچی! اور پھر کھانے کا بیشتر حصہ کوڑے کرکٹ کی نذر! ہم ناشکری سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

سفر میں بھی فضول خرچی! اللہ معاف فرمائے، غیر شرعی سفروں پر بہت فضول خرچی۔ ایک برائی کے ساتھ دوسری برائی جمع ہو جاتی ہے۔ پانی اور بجلی کے استعمال میں، لائیٹوں اور اے سی کے استعمال میں فضول خرچی! پانی میں فضول خرچی! وہ کہ جو موجود ہو تو سب سے سستی چیز، اور اگر نہ ہو تو سب سے بیش قیمت! اللہ آپ کی نگہبانی فرمائے! اللہ کی نعمتوں کی قدر کیجیے!

جس طرح افراد کی فضول خرچی قابل مذمت ہے، اسی طرح جماعتوں، کمیٹیوں، کمپنیوں، اداروں اور حکومتوں کی فضول خرچی بھی قابل مذمت ہے کیونکہ اس کے نتائج بہر حال انتہائی سنگین ہیں اور ملک کی معیشت پر اس کا مہلک اثر پڑتا ہے۔ کبھی تو بڑے بڑے ادارے، اللہ معاف فرمائے، دیوالیہ ہو جاتے ہیں۔ فضول خرچی کا نتیجہ ندامت اور افسوس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ فرمان الٰہی ہے:

"نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔" (سورۃ الاسراء:29)

بعد ازاں! اللہ کے بندو!

آپ کا دین دنیا سے بے نیاز ہونے کی ترغیب دیتا ہے، دنیا کے ساز وسامان کے ذریعے بے نیاز ہونے کی ترغیب نہیں دیتا۔ وہ اس لیے کہ لوگ درہم ودینار کے غلام بن کر نہ رہ جائیں۔ جو تھوڑے مال کو حقیر سمجھتا ہے، وہ زیادہ کو بھی حقیر ہی سمجھے گا، جو قلیل کو ضائع کرتا ہے، وہ کثیر کو بھی ضائع ہی کرے گا۔ دنیا میں گناہ کمائے گا اور آخرت میں ندامت کا سامنا کرے گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

”پھر کیوں نہ اُن قوموں میں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں ایسے اہلِ خیر موجود رہے جو لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے؟ ایسے لوگ نکلے بھی تو بہت کم، جن کو ہم نے ان قوموں میں سے بچالیا، ورنہ ظالم لوگ تو انہی مزوں کے پیچھے پڑے رہے جن کے سامان انہیں فراوانی کے ساتھ دیے گئے تھے اور وہ مجرم بن کر رہے۔ تیرا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو ناحق تباہ کر دے جبکہ ان کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں۔“(سورۃ ہود:116-117)

اللہ مجھے اور آپ کو اپنی کتاب سے اور سنت محمد ﷺ سے نفع پہنچائے۔ میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اپنے لیے، آپ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے معافی کا سوال کرتا ہوں۔ آپ بھی اللہ سے معافی مانگیے۔ یقیناً وہی معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرا خطبہ!

تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ اس کی فرماں برداری سب سے افضل کمائی ہے۔ اس کا تقویٰ سب سے اعلیٰ نسبت ہے۔ میں اس پاک ہستی کی حمد بجالاتا ہوں، اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اس کے دیے کو کوئی روک نہیں سکتا اور اس کے روکے کو کوئی دے نہیں سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ایسی گواہی جو قیامت کے سخت اور شدید دن میں نجات کا سامان بن سکے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اللہ کے

بندے اور رسول ہیں۔ وہ چنیدہ پیغمبر اور آخری رسول ہیں۔ اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی ہو محمد ﷺ پر، آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کہ جو نیکی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، تابعین پر اور قیامت تک ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں پر۔

بعد ازاں! اے مسلمانو!

انسانی جسم کی کچھ ایسی ضرورتیں ہیں، جنہیں پورا نہ کرنا جسم کے ساتھ زیادتی ہے۔ قابل مذمت تو اسراف کرنے والوں کا طریقہ ہے۔ اسراف قابل مذمت تو ہے لیکن اس وقت کہ جب انسان اعتدال اور میانہ روی کی حدود سے تجاوز کر جائے۔ اس میانہ روی سے کہ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے یوں اشارہ فرمایا ہے:

"اے بنی آدم! ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (سورۃ الاعرف:31)

اسی طرح فرمایا:

"اے محمد (ﷺ)! ان سے کہو کہ کس نے اللہ کی اُس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جائز کیا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟ کہو، یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے ہیں، اور قیامت کے روز تو ہی ہوں گی خالصتاً انہی کے لیے اِس طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں، اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھنے والے ہیں۔" (سورۃ الاعراف:32)

حقیقت یہ ہے کہ درمیانی راہ ہی اللہ کے بندوں کی راہ ہے۔ اس راہ کی طرف اللہ تعالیٰ نے یوں اشارہ فرمایا:

"جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل، بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔" (سورۃ الفرقان:67)

قابل مذمت تو ناجائز طریقہ ہے۔ وہ مال قابل مذمت ہے جسے اپنی صحیح جگہ نہ استعمال کیا جائے، جس کا بندہ غلام بن جائے، جس پر بندہ دل نچھاور کرنے لگے اور جو

انسان کو اللہ سے اور روزِ آخر سے یا گھر والوں اور بھائیوں کے حقوق سے غافل کر دے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ اسراف میں بھلائی نہیں ہے تو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خیر میں بھی اسراف درست نہیں۔

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اللہ کی اطاعت کے علاوہ جہاں بھی خرچ کیا جائے اسراف ہی کے زمرے میں آئے گا، چاہے وہ کم ہو یا زیادہ۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جائز امور میں اسراف کرنا حد سے تجاوز کرنے کے زمرے میں آتا ہے اور حد سے تجاوز کرنا نا جائز ہے۔ فضول کاموں سے بچنا حقیقی زہد ہے جس کی اجازت اللہ رب العزت نے دی ہے۔"

کہا جاتا ہے: "اگر کسی لازمی چیز پر ضرورت سے زیادہ خرچ کیا جائے تو وہ بھی اسراف کے زمرے میں آئے گا۔"

سنو! اللہ کے بندو! اللہ آپ کی نگہبانی فرمائے! اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ میڈیا پر اس حوالے سے بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ میڈیا والوں کو چاہیے کہ وہ لوگوں کی رہنمائی کریں اور ان میں آگاہی پھیلائیں۔ انہیں بھلائیوں کی ترغیب دیں اور برائیوں سے دور رکھیں۔ یاد رہے کہ فضول خرچی میں ٹی وی پر کی جانے والی تشہیر کا بہت منفی کردار ہے۔ چنانچہ انہیں مناسب انداز میں پیش کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کے مال اور ان کی جانیں محفوظ رہ سکیں۔ درود و سلام بھیجیے رحمت للعالمین پر کہ جنہیں نعمت کے طور پر اللہ رب العزت نے مبعوث فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ فرمایا:

"اللہ اور اس کے ملائکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔" (سورۃ الاحزاب: 56)

9

اسلام میں خاندان کی بنیاد

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن محمد بن ابراہیم آل طالب حفظہ اللہ

8 شعبان 1435ھ بمطابق 7 جون 2014ء

25

پہلا خطبہ

بلاشبہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی ثناء بیان کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں، اس سے بخشش کے طلبگار ہیں۔ ہم اپنے نفسوں اور برے اعمال کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، جسے اللہ ہدایت دے دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دے، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ ہر طرح کے شریک اور ہم سر سے پاک ہے، فرمایا:

"کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں، وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔"

(سورۃ الشوریٰ:11)

میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کے صحابہ کرام اور تابعین پر اور تاقیامت آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والوں پر رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل فرمائے۔

حمد و ثناء کے بعد:

لوگو! اللہ سے ڈرو، اس کا خوف جی میں بساؤ، اس کی فرمانبرداری کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔

"لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے اُس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔" (سورۃ النساء:1)

اے اہلِ اسلام!

اسلام میں خاندان کا مفہوم ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ خاندان سے مراد ایک وسیع و عریض معاشرتی وحدت ہے، جس سے مسلمان معاشرے کی اکائیاں ترتیب پاتی ہیں، یہ ایک ایسی وحدت ہے جو نیکی، ایمان اور وفاداری سے تشکیل پاتی ہے۔

یہ ایک ایسا ادارہ ہے جس کی تاسیس کا اہتمام کرتے ہوئے اسلام نے شادی کی تلقین کی، نکاح کی ترغیب دی، حقوق و واجبات کی ادائیگی، حسن معاشرت، اختلاف کے وقت معاملہ فہمی اور اچھے برتاؤ کا حکم دیا، منگنی اور نکاح کے آداب اور علیحدگی اور اس کے بعد کے احکام مقرر کیے۔

ان سب باتوں سے پتا چلتا ہے کہ اسلام نے خاندان کی بُنت اور استحکام، میاں بیوی کی عفت و پاکدامنی، ان کی باہمی الفت و محبت، ان کے لیے فطری سکون کی فراہمی اور مسلمان گھرانے کی تشکیل، نیکی اور تقویٰ کے معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور اللہ کی عبادت و اطاعت کرنے والی اولاد کی تربیت اور ان جیسے دیگر امور کو کتنی اہمیت دی ہے۔ خاندان ایک ایسی وسیع و عریض اکائی ہے جس کے ذیل میں رشتہ داروں اور عزیز و اقارب کی بہت ساری اکائیاں آجاتی ہیں، جس کے افراد خاندان کی زرخیز زمین میں خیر پھیلانے اور نیکی پروان چڑھانے کے لیے اعلیٰ اقدار اور اصولوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

اسی طرح دیکھیے کہ اسلام نے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کی، اولاد کی تربیت کو واجب قرار دیا، ان کی صحت کا خیال رکھنے اور انہیں خوراک اور رہائش مہیا کرنے اور ان کے ساتھ محبت و شفقت اپنانے کا حکم دیا اور خاندان کے تمام افراد کے آرام کا خیال رکھنے کی تلقین کی۔ والدین اپنے بچوں کو ضروری علوم اور مہارتیں سکھانے کا اہتمام کرتے ہیں تاکہ وہ معاشرے کے صالح افراد اور اللہ کے سچے بندے ثابت ہوں، اس کے ساتھ ساتھ والدین ان کے لیے اس زندگی میں اعلیٰ سے اعلیٰ معیشت کا بندوبست

بھی کرتے ہیں۔ خاندان جس قدر مضبوط ہوں گے، معاشرہ اتنا ہی قوی اور متحد ہو گا۔ شادی اور خاندان کی تشکیل جہاں زندگی کی ضرورت اور ایک فطری نظام ہے، وہیں یہ ایک ایسا بندھن بھی ہے جو روزِ آخرت تک برقرار رہے گا، جس کے متعلق فرمایا:

”یعنی ایسے باغ جو اُن کی ابدی قیام گاہ ہوں گے، وہ خود بھی ان میں داخل ہوں گے اور ان کے آباؤ اجداد اور اُن کی بیویوں اور اُن کی اولاد میں سے جو جو صالح ہیں، وہ بھی اُن کے ساتھ وہاں جائیں گے۔“(سورۃ الرعد: 23)

ان ساری باتوں سے خاندان کے متعلق اسلامی نظریے کا پتا چلتا ہے۔

اے اہل اسلام!

شادی کرنا نہ صرف اللہ کا حکم ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ کی تلقین اور انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ فرمایا:

”تم میں سے جو لوگ غیر شادی شدہ ہوں، اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کر دو اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے اُن کو غنی کر دے گا۔“(سورۃ النور:32)

فرمایا:

”جو عورتیں تم کو پسند آئیں اُن میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ اُن کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا اُن عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں۔“(سورۃ النساء:3)

جبکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص شادی کے خرچ کی طاقت رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ ضرور شادی کر لے۔“(صحیح بخاری:1905)

جبکہ رشتے کے انتخاب کے معاملے میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان سعادت اور کامرانی کی بنیاد ہے، فرمایا:

”کسی عورت سے چار اوصاف کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے، اس کے خاندان کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کے باعث یا اس کے دین کی بنیاد پر، تمہیں چاہیے کہ تم دین والی کو منتخب کرکے کامیاب ہو جاؤ، اللہ تمہیں سمجھ دے۔“

(صحیح بخاری:5090)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے عورت کی اور اس کے ولی کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا:

”جب تمہارے پاس وہ آدمی رشتہ مانگنے آئے جس کا دین اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو تمہیں چاہیے کہ اسے ہاں کہہ دو، اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ برپا ہوگا اور بہت بڑا فساد پھیل جائے گا۔“ (جامع ترمذی:1084)

ہماری کتنی ہی مشکلات ہیں جو محض نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد پر ٹھیک طرح عمل نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ کتنے ہی لوگ اس عظیم مقصد سے بے خبر ہیں جس کی وجہ سے اللہ نے اسے ”ایک مضبوط بندھن“ کا نام دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”ان شرطوں کا پورا کرنا تم پر سب سے زیادہ لازم ہے جن کی وجہ سے تمہارے لیے شرمگاہیں حلال ہوتی ہیں۔“ (صحیح بخاری:2721)

اس لیے اس بندھن کی پاسداری کرنا اور محبت اور سکون کی فضا کو فروغ دینا کامیاب شادی کی علامات میں سے ہے۔ بالخصوص جبکہ شیطان نے اس سلسلے میں بنی آدم کو گمراہ کرنے اور میاں بیوی میں تفریق ڈالنے کی دھمکی بھی دی ہے۔

اے شادی شدہ جوڑو! اللہ کے ساتھ کیا ہوا عہد نبھاؤ، اللہ تمہارے درمیان بھی نباہ پیدا کر دے گا، کتنی ہی نافرمانیاں ہیں جن کی وجہ سے خوشحال گھرانے بکھر کر رہ گئے اور کتنے ہی گناہ ہیں جن کی وجہ سے کتنے دکھ بھری زندگی میں بدل گئے۔ فرمایا:

”تم پر جو مصیبت بھی آئی ہے، تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آئی ہے، اور بہت سے قصوروں سے تو وہ ویسے ہی در گزر کر جاتا ہے۔“(سورۃ الشوریٰ:30)

جو شخص پر مسرت زندگی کا خواہاں ہو، اسے چاہیے کہ اللہ کے اس فرمان پر غور کر لے۔ فرمایا:

”جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشر طیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم دنیا میں بھی پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔“(سورۃ النحل:97)

اللہ کی قسم! ملبوسات، سازو سامان اور ہمدردی پر مبنی جملے اور عبارتیں بھلے ہی پسندیدہ اور مطلوب اسباب کا درجہ رکھتے ہیں لیکن یہ دلوں کی الفت کا باعث نہیں ہیں بلکہ الفت اللہ عطا کرتا ہے اور محبت بھی اسی کی نوازش سے ہے۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

”اور مومنوں کے دل ایک دُوسرے کے ساتھ جوڑ دیے تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو اِن لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے، یقیناً وہ بڑا زبردست اور دانا ہے۔“(سورۃ الانفال:63)

تحفہ دلوں کی ایک ایسی کنجی کا درجہ رکھتا ہے جس سے محبت کی بند کھڑکی کھلتی ہے، الفت بڑھتی ہے اور کدورتیں ختم ہوتی ہیں۔ اسی لیے اللہ کے پیغمبر ﷺ نے ہمیں اس کی تلقین کی ہے اور فرمایا ہے:

”تحفوں کا تبادلہ کیا کرو، اس سے تمہاری باہمی محبت بڑھے گی۔“(السنن الکبریٰ للبیہقی:6/169)

"اے بیاہتا جوڑو! لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرو، باہمی اقوال اور افعال میں اچھائی کی راہ اپناؤ، آپس میں محبت کے ساتھ گفتگو کرو اور تلخ گفتاری سے بچو، کیونکہ اختلاف سے کدورتیں بڑھتی ہیں اور ہر وقت کی لڑائی باہمی محبت اور خوشیوں کا خون کر دیتی ہے۔

اگلے وقتوں کی کہاوت ہے کہ "ایک دوسرے کے ساتھ رائے میں موافقت لمبی رفاقت کی بنیاد ہے۔"

یہ بھی مسلّم ہے کہ ساری خانگی زندگی مسلسل محبت کی مثالوں اور پر مسرت خوابوں ہی کی تعبیر نہیں ہوتی کیونکہ کمال شاذونادر ہی ہوتا ہے۔

میاں بیوی میں کبھی جھگڑا بھی ہو جاتا ہے، یہ زندگی کا دستور ہے اور انسانی فطرت کا تقاضا ہے لیکن تقوے کی بنیاد پر قائم نیک گھرانا اور ایک دوسرے کے حقوق و فرائض پہچاننے والے میاں بیوی اس جھگڑے کا منفی اثر نہیں لیتے، بلکہ اس سے ان کا باہمی تعلق مزید بڑھ جاتا ہے، انہیں شعور وادراک حاصل ہوتا ہے۔ غلطی کی اصلاح ہو جاتی ہے اور شر کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

اے بندگانِ الٰہی! ایک دوسرے کا احترام خانگی زندگی کے استحکام اور پختگی کا نمایاں عنصر ہے۔ عورت کے لیے ضروری ہے کہ خاوند کا مرتبہ، فضیلت اور گھر میں اس کا مقام پہچانے۔ اسی طرح مرد کے لیے بھی ضروری ہے کہ عورت کی رائے کا احترام کرے اور اس کے ساتھ شریک کاروبار جیسا نہیں بلکہ شریک حیات جیسا سلوک کرے۔ میاں بیوی میں سے جو بھی دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کی روش اپناتا ہے۔ اپنے شریکِ حیات سے پہلے خود اپنے لیے سعادت کا اہتمام کرتا ہے۔ جس طرح ایک ماں نے اپنی بیٹی کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا:

"تو اس کی لونڈی بن جا، وہ تیرا غلام ہو جائے گا۔"

ایک دوسرے کی کچھ لغزشوں سے چشم پوشی خاندان کے استحکام کے لیے ناگزیر ہے کیونکہ ازدواجی زندگی کی بنیاد بے تکلفی اور وضاحت پر ہوتی ہے۔ مرد کو زندگی میں ایسی

بہت ساری پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے جن کی بناء پر وہ اپنے گھر میں وضاحت اور بے تکلفی کی روش اپناتا ہے چنانچہ ضروری ہے کہ صورتِ حال کو سمجھا اور قبول کیا جائے۔

شیطان کی ایک چال فلموں، ڈراموں، ذرائع ابلاغ اور ٹی وی چینلوں کی پھیلائی ہوئی وہ گندگیاں ہیں جن میں لوگ الجھے ہوئے ہیں۔ جن کی وجہ سے خانگی زندگی میں غلط فہمیوں کا لامتناہی سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ جن کی وجہ سے لوگوں کے اخلاق بگڑتے ہیں اور جنہیں دیکھنے والوں کے ذہنوں میں غلط تصورات جنم لیتے ہیں۔

رہا دنیا کا ساز و سامان تو دیکھیے کہ کتنے ہی خاندان ایسے ہیں جو محض مال کی وجہ سے بکھر گئے اور کتنی ہی محبتیں ہیں کہ مال ہی کی وجہ سے جن کا خون ہوا۔

میں خاوند سے مخاطب ہو کر کہتا ہوں کہ رہائش اور خرچ کی ذمہ داری تجھ پر ہے، اپنے اہل و عیال کو ضائع نہ کر اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کا یہ فرمان ہمہ وقت ذہن نشین رکھ، فرمایا:

"ایک دینار وہ ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، ایک وہ ہے جس سے تم کسی غلام کو آزاد کرواتے ہو، ایک دینار تم کسی مسکین کو صدقہ میں دیتے ہو اور ایک دینار وہ ہے جو تم اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے ہو، ان میں ثواب کے اعتبار سے سب سے اچھا دینار وہ ہے جو تم نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا۔" (صحیح مسلم:998)

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"مسلمان جب ثواب کی نیت سے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے۔" (صحیح بخاری:5351)

فرمان باری تعالیٰ ہے: "اور خرچ میں میانہ روی اپنا، اللہ تیرے رزق میں برکت ڈال دے گا۔" (سورۃ الاسراء:29)

فرمایا: "رشتہ دار کو اس کا حق اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو۔" (سورۃ الاسراء:26)

نیز فرمایا:

”نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔“(سورۃ الاسراء:29)

اور اے گھر کی ملکہ! تو بھی نرم مزاجی اختیار کر، اور بے جا خواہشوں اور تقاضوں سے پرہیز کر کیوں کہ ایسا کرنے سے مشکلات پیدا ہوتی ہیں اور جھگڑے بڑھتے ہیں۔

ان لوگوں کی طرف نہ دیکھ جو مادی وسائل میں تجھ سے بڑھ کر ہیں۔ اس سے تیری زندگی میں پریشانی در آئے گی اور تجھے اپنے رب کا اور اپنے خاوند کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق نہیں ملے گی۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے:

”اس شخص کی طرف دیکھو جو تم سے کم تر ہے، اس آدمی کو نہ دیکھو جو تم سے برتر ہے، اس سے تم اللہ کی نعمت کو حقیر نہیں جانو گے۔“(صحیح مسلم:2966)

ایک دوسرے کی نقل کرنا اور برتری کا اظہار کرنا انتہائی تباہ کن عادتیں ہیں۔

تمام لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ شادی سے پہلے اور شادی کے بعد اپنی تربیت کرتے رہیں، نکاح کے معاملے میں اللہ کی حدود کی پاسداری کریں، اللہ کی بندگی کرتے ہوئے حسن سلوک پر عمل پیرا ہوں، اچھا اخلاق اپنائیں، نیکی اور تقویٰ کی راہ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں، خود پرستی اور کوتاہی سے دور رہیں، مرد کی حاکمیت کا جو شرعی مفہوم ہے، اسے سمجھیں کہ اس سے مراد حفاظت و نگہبانی، ضبط، تربیت، حسنِ انتظام اور ایسی ذمہ داری ہے جن کے متعلق روزِ قیامت پوچھا جانے والا ہے۔ فرمایا:

”تم میں سے ہر کوئی نگران ہے اور اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے، چنانچہ مرد بھی نگران اور اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے اور عورت بھی اپنے خاوند کے گھر میں نگران ہے اور اپنی رعایا کی جوابدہ۔“(صحیح بخاری:893)

جب نیتیں درست ہوں اور ذمہ داریاں ادا کی جائیں تو خوشحالی کا دور دورہ ہوتا ہے اور نیکی پھیلتی ہے۔

جو شخص دعا کا پابند ہو اور صرف اللہ سے امید رکھے تو اللہ کبھی بھی اس کی آرزو ناتمام نہیں رہنے دیتا اور نہ ہی اس کا عمل ضائع کرتا ہے۔

اللہ میرے اور آپ کے لیے قرآن و سنت میں برکت دے اور ہمیں اس کی آیات اور حکمت سے فائدہ پہنچائے۔ میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے، آپ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہر گناہ اور خطا سے بخشش کا طلبگار ہوں، تم بھی اسی سے بخشش مانگو اور اسی کے حضور توبہ کرو، یقیناوہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے پیدا کیا اور پھر سب ٹھیک کر دیا۔ جس نے ہر وجود کی تقدیر بنائی اور پھر اس پر راہِ عمل کھول دی۔ فرمایا:

"اور یہ کہ اُسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا۔ ایک بوند سے جب وہ ٹپکائی جاتی ہے۔"

(سورۃ النجم: 45-46)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر اور آپ ﷺ کے تمام صحابہ کرام پر رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل کرے۔

حمد و ثناء کے بعد:

شادی کی کچھ تقریبات میں بے پناہ برائیاں، گناہ، فضول خرچیاں اور لغو کام کیے جاتے ہیں، اپنی برتری کے اظہار کے لیے حق مہر کو کئی گنا بڑھا دیا گیا ہے اور ان معاملات کا اختیار

مکمل طور پر عورتوں اور کم فہموں کے حوالے کر دیا گیا ہے، ایسی شادی سے کس قسم کی برکت کی امید رکھی جاسکتی ہے جس کی ابتداء ہی زمین و آسمان کے پروردگار کی نافرمانی سے ہو حالانکہ سارا اختیار صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔

غیر محرم مردوں اور عورتوں کا میل جول، گانے بجانے والے مردوں اور عورتوں کو ان تقریبات میں بلانا، نمازیں ضائع کرنا، پردے کے معاملے میں عورتوں کی بے احتیاطی، ایسی مجلسوں میں پہنے جانے والے لباس کی عریانی، کھلے عام یا چھپ چھپا کر تصویریں اتارنا، یہ سب کام ایسے ہیں جو سرکشی، تکبر اور نعمت کی ناشکری کے زمرے میں آتے ہیں۔ ایسی تقریبات میں کی جانے والی فضول خرچی اور جہیز کے معاملے میں فخر وغرور کا اظہار ان سب پر مستزاد ہے۔

یہ سب کچھ کیوں کیا جاتا ہے؟ کیا ہماری خوشی صرف اللہ کی نافرمانی ہی سے پوری ہوتی ہے۔ خطائیں اور برائیاں تو ملکوں کو برباد کر دیتی ہیں اور سلطنتوں کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں۔ تو ان چھوٹے چھوٹے گھروں کی کیا حیثیت ہے!

اس لیے اللہ سے ڈرو، ایک دوسرے کو نیکی کی تلقین کرو، حق پر کاربند ہو جاؤ اور گناہگاروں کی بہتات کو دیکھ کر دھوکا نہ کھاؤ۔ کیونکہ ہر کوئی نگران ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے:

"منگنی اور حق مہر کے معاملے میں آسانی پیدا کرنا عورت کی سعادت مندی کی علامت ہے۔" (مسند احمد: 23956)

جبکہ مسند احمد کی ایک حدیث میں الفاظ یوں ہیں:

"وہ عورتیں بہت ہی بابرکت ہیں جو اخراجات کے معاملے میں آسانی دینے والی ہوں۔" (مسند احمد: 24594)

اے اللہ! شادی شدگان اور نکاح میں رغبت رکھنے والوں کے لیے راہ آسان فرما۔

اے اللہ! شادی شدگان اور نکاح میں رغبت رکھنے والوں کے لیے راہ آسان فرما۔ اے اللہ! انہیں سعادت سے نواز، انہیں ہر طرح برکت سے نواز، انہیں بھلائی کی بنیاد پر جمع فرما اور انہیں نیک اولاد عطا فرما۔

اے اللہ! مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کو سیدھی راہ پر چلا، انہیں بے حیائیوں اور فتنوں سے بچا اور ایمان اور پاکدامنی کی راہ پر چلا۔ اے اللہ! اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر آپ ﷺ کی پاکیزہ اور طاہر آل پر، آپ ﷺ کے تابندہ وجود صحابہ پر اور تا قیامت ان کے نقش قدم پر چلنے والے تمام لوگوں پر رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل فرما۔

10

دلوں پر قرآن کی تاثیر

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن محمد بن ابراہیم آل طالب حفظہ اللہ

20 شعبان 1437ھ بمطابق 27 مئی 2016

26

پہلا خطبہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی، ٹھیک ٹھیک سیدھی بات کہنے والی کتاب اور جس میں کوئی ٹیڑھ ہے نہ کجی، تاکہ وہ لوگوں کو خدا کے سخت عذاب سے خبردار کر دے، اور ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبری دیدے کہ ان کے لیے اچھا اجر ہے۔“(سورۃ الکہف:1-2)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل ہو آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر۔

بعد ازاں!

بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے، بہترین طریقہ نبی اکرم ﷺ کا طریقہ ہے۔ دین میں خود سے گھڑلی گئی نئی نئی عبادتیں بدترین ہیں۔ ہر نو ایجاد عبادت بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل روزِ قیامت کے لیے کیا سامان تیار کیا ہے؟ اللہ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تمہارے اُن سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔“(سورۃ الحشر:18)

اللہ کا تقویٰ اختیار کیجیے! امید ہے کہ فلاح اور کامیابی حاصل ہو گی۔ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی کوشش کیجیے کیونکہ بہت جلد سب کو اس دنیا سے چلے جانا ہے۔ فرمایا:

”جو کوئی نیک عمل کرے گا اپنے ہی فائدے کے لیے کرے گا، اور جو برائی کرے گا اسے خود ہی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا، پھر جانا تو بالآخر سب کو اپنے رب ہی کی طرف ہے۔“(سورۃ الجاثیہ:15)

آسانی میں اللہ کو یاد رکھا کرو، وہ تنگی میں تمھیں یاد رکھے گا۔ موت یاد آنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تیاری یوں کرو کہ گویا تم آج ہی مرنے والے ہو۔ دنیا کی جو بھی چیز پسند آ جائے اس پر یہ غور ضرور کرو کہ اس کا انجام بالآخر کیا ہونے والا ہے؟

اللہ کے بندو!

قرآن کریم کی گھنی چھاؤں تلے زندگی بسر کرنا بڑی عظیم نعمت ہے۔ اس نعمت کا مزہ تو وہی جانے جسے یہ نعمت حاصل ہو گئی ہو۔ اس نعمت کے ذریعے سے انسان کی عمر برکت والی اور لمبی ہو جاتی ہے۔ اس سے دل کو سرور اور ہدایت ملتی ہے۔ بھلا اس سے بڑھ کر کون سی نعمت ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود بندے کے ساتھ ہم کلام ہو؟ وہ اپنی اس عظیم کتاب قرآن مجید کے ذریعے سے؟ فرمان الٰہی ہے:

”کیا اِن لوگوں کے لیے یہ (نشانی) کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو اِنہیں پڑھ کر سُنائی جاتی ہے؟ در حقیقت اِس میں رحمت اور نصیحت ہے۔ اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔“ (سورۃ العنکبوت:51)

یہ کتاب یقیناً عظیم نعمت، بڑی رحمت اور یاد دہانی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

”اے نبی ﷺ! کہہ دیجئے کہ یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اس نے نازل فرمائی، اس پر تو لوگوں کو خوش ہونا چاہیے، یہ اُن سب دوسری چیزوں سے بہتر ہے، جنہیں لوگ سمیٹ رہے ہیں۔“ (سورۃ یونس:58)

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے مراد اسلام اور مہربانی سے مراد قرآنِ مجید ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت سے دلوں کو سرور سے بھر جانا چاہیے۔ اس سرور، اس خوشی اور اس امید کو چہروں پر نظر آنا چاہیے۔ پھر اس نعمت کی خوشی گھروں اور معاشروں میں

پھیل جانی چاہیے، کیونکہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ نے دوسروں سے پہلے اپنی تعریف خود فرمائی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

"تعریف اللہ کے لئے ہے، جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں رہنے دی۔" (سورۃ الکہف:1)

یہ عظیم کتاب امتِ محمدیہ کے لیے ضابطۂ حیات ہے، یہ اسلام کا وہ پیغام ہے، جسے اسلام کا داعی پوری دنیا میں پھیلاتا ہے، یہ واعظ کا زادِ راہ ہے کہ جس کے ذریعے سے وہ سوئے ہوئے دلوں کو بیدار کرتا ہے۔ یہ خطیب کی زبان ہے، جس سے وہ منبر پر بولتا ہے۔ اس کتاب میں نصیحت بھی ہے اور ہدایت کا پورا سامان بھی ہے۔ رہے دنیا کے باقی علوم وفنون، تو ان کی اہمیت اتنی ہی ہے جتنا اس کتاب سے ان کا واسطہ۔

اے مسلمانو!

قرآن کریم کے ساتھ لوگوں کو الگ الگ تجربات پیش آئے۔ ان تجربات کی قرآن کریم نے گواہی دی ہے۔ اس کے ساتھ مختلف واقعات پیش آئے۔ ان واقعات کو تاریخ نے رقم کر لیا۔ دلوں پر اثر کرنے والی بہت سی خبریں اس کے متعلق عام ہوئی ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل وہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے۔"

(سورۃ یوسف:111)

امام ابنِ اسحاق کئی اور دیگر علما عتبہ بن ربیعہ کا واقعہ نقل کرتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جب مشرکین مکہ نے دیکھا کہ اسلام تو پھیلتا چلا جارہا ہے تو اس کے سدباب کیلئے رسول اللہ ﷺ سے بات کرنے کیلئے انہوں نے اپنا بہترین شخص ابو الولید عتبہ بن ربیعہ چنا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے آپ ﷺ سے گفتگو کی۔ آپ ﷺ

اس کی بات خاموشی سے سنتے رہے۔ جب اس نے اپنی بات مکمل کر لی تو آپ ﷺ نے پوچھا:

"ابو الولید! تجھے جو کہنا تھا، کہہ لیا؟ تب اس نے کہا: جی، کہہ لیا۔ آپ ﷺ نے اسے سورہ حٰم السجدہ کی پہلی آیات سنائیں:

"ح م۔ یہ خدائے رحمان و رحیم کی طرف سے نازل کردہ چیز ہے۔ ایک ایسی کتاب جس کی آیات خوب کھول کر بیان کی گئی ہیں، یہ قرآن عربی زبان میں ہے، اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا مگر ان لوگوں میں سے اکثر نے اس سے منہ موڑا اور وہ سن کر نہیں دیتے۔" (سورۃ فصلت: 1-4)

آپ ﷺ سورہ حٰم السجدہ پڑھتے گئے۔ عتبہ اپنے ہاتھ کمر کے پیچھے باندھے سنتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ اس آیت تک پہنچے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

"اب اگر یہ لوگ منہ موڑتے ہیں تو اِن سے کہہ دو کہ میں تم کو اُسی طرح کے ایک اچانک ٹوٹ پڑنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں جیسا عذاب عاد اور ثمود پر نازل ہوا تھا۔" (سورۃ فصلت: 13)

عتبہ نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر تلاوت سے رکنے کو کہا۔

بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جب عتبہ اپنی قوم کی طرف لوٹا تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: ہم قسم کھا سکتے ہیں کہ عتبہ اس چہرے سے نہیں لوٹا جس چہرے سے وہ گیا تھا۔ جب وہ ان کے پاس آکر بیٹھا تو انہوں نے پوچھا: عتبہ! کیا بنا؟ اس نے کہا:

"ہوا یہ کہ میں نے ایسا کلام سنا کہ جس سے بہتر کلام میں نے آج تک نہیں سنا۔ یہ نہ جادو ہے، نہ شاعری ہے اور نہ ہی شعبدہ بازی۔ اے قریش کے لوگو! میری مانو اور یہ

معاملہ مجھ پر چھوڑ دو اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ جو کلام میں سن کر آیا ہوں اس کی تعلیم ضرور پھیلے گی۔ اگر عرب کے دوسرے لوگ اس پر غالب آ گئے تو آپ کا کام بھی ہو جائے گا اور آپ کو کوئی ملامت بھی نہیں کرے گا اور اگر یہ غالب آ گیا تو اس کی بادشاہت آپ کی بادشاہت ہو گی۔ اس کی عزت آپ کی عزت ہو گی۔ یوں ہم سب سے سعادت مند بن جائیں گے۔"

یہ سن کر کفار قریش نے کہا:

"ابو الولید! اس کی زبان کا جادو آخر تم پر بھی چل ہی گیا۔"

عتبہ نے کہا:

"یہ میرا مشورہ ہے باقی جو تم لوگوں کی مرضی۔"

اللہ کے بندو!

جب مشرکین نے قرآنِ کریم کی یہ عظیم تاثیر دیکھی کہ لوگ اس کی آیات سن کر ہی اسلام قبول کرتے جا رہے ہیں تو انہوں نے ایک دوسرے کو قرآن کریم نہ سننے کی تلقین کرنی شروع کر دی۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ میں ہے:

"یہ منکرینِ حق کہتے ہیں اِس قرآن کو ہر گز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو اس کے دوران شور ڈالو، شاید کہ اس طرح تم غالب آ جاؤ۔" (سورۂ فصلت:26)

مشرکین عرب بھی آپ ﷺ سے قرآن کریم سن کر لطف اندوز ہوتے رہے۔ ابو سفیان، ابو جہل اور دیگر سردارانِ قریش رات کے اندھیروں میں چھپتے چھپاتے قرآنِ کریم کی تلاوت سننے کے لیے آپ ﷺ کے گھر کے پاس جمع ہو جاتے تھے۔

ایک روز ابو سفیان، ابو جہل اور اَخنَس بن شُرَیق رات کے وقت آپ ﷺ کے گھر کے قریب آ گئے تا کہ جب آپ ﷺ تہجد کی نماز ادا کریں اور قرآن کی تلاوت کریں تو یہ بھی سن کر اس کی تاثیر محسوس کر سکیں۔ ان میں سے کسی کو دوسرے کے آنے کی خبر

نہ تھی۔ سب ایک دوسرے سے بے خبر رات گئے تک قرآن کریم کی تلاوت سنتے رہے۔

وہ کتنی حسین رات ہو گی۔ جب وہ سب لوگ رسول اللہ ﷺ سے قرآن سن رہے ہوں گے۔ جب فجر کا وقت ہوا تو سبھی لوٹنے لگے۔ راستے میں سب کی ایک دوسرے سے ملاقات ہو گئی، پھر ہر ایک نے دوسرے کو ملامت کی اور دوبارہ کبھی نہ آنے کا وعدہ کیا اور کہا: اگر عوام میں سے کوئی نادان ہمیں دیکھ لیتا تو اس کے دل میں طرح طرح کے خیال آتے۔ پھر وہ سب کبھی نہ آنے پر متفق ہو کر واپس لوٹے۔

ہوا مگر یہ کہ اگلی رات وہ سب پھر اپنی اپنی جگہ پر قرآن سننے پہنچ گئے۔ جب آپس میں آمنا سامنا ہوا تو وہی سب طے ہوا، جو پچھلی رات ہوا تھا۔ اس طرح تین راتیں وہ مسلسل آتے رہے اور کبھی نہ آنے کے وعدے کر کے جاتے رہے۔ (اسے ابن اسحاق نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

حضرت جبیر بن مطعم بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بتایا کہ وہ جنگ بدر کے قیدیوں میں تھا، جب آپ ﷺ کے ساتھ ان کی پہلی ملاقات ہوئی۔ فرماتے ہیں، میں نے آپ ﷺ سے مغرب کی نماز میں قرآن سنا۔ آپ پڑھ رہے تھے:

"کیا یہ کسی خالق کے بغیر خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود ہی اپنے خالق ہیں؟۔ یا زمین اور آسمانوں کو اِنہوں نے پیدا کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے۔ کیا تیرے رب کے خزانے اِن کے قبضے میں ہیں؟ یا اُن پر اِنہی کا حکم چلتا ہے؟"

(سورۂ طور:35-37؛ صحیح بخاری:3050)

یہ سن کر میرا دل ہوا ہونے لگا۔ بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے کہا:

"تلاوت سن کر مجھے لگا کہ میرا دل پھٹ جائے گا یا یوں لگا جیسے میرے دل پر بہت بوجھ پڑ گیا ہے۔"

صحیح احادیث میں ہے کہ انہوں نے کہا: "ایمان میرے دل میں اسی وقت ہی بیٹھ گیا تھا۔ تاہم آپ نے فتح مکہ اور صلح حدیبیہ کے بعد ہی اسلام قبول کیا تھا۔

قرآنِ کریم کی عجیب تاثیر کی ایک مثال امام مسلم نے صحیح مسلم میں قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ کہتے ہیں: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا: "ق، قسم ہے قرآن مجید کی۔" (سورۂ ق:1)

یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت پر پہنچے:

"بلند وبالا کھجور کے درخت پیدا کر دیے جن پر پھلوں سے لدے ہوئے خوشے تہ بہ تہ لگتے ہیں۔" (سورۂ ق:10)

میں ان آیات کا مطلب جانے بغیر ہی انہیں بار بار دھرانے لگا۔"

اللہ کے بندو!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا تھا تاہم آپ کو قرآن دوسروں سے سننا بہت پسند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں: "مجھے قرآن سناؤ" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما آپ کو سورۃ النساء سناتے ہیں اور جب وہ اس آیت پر پہنچتے ہیں کہ

"پھر سوچو کہ اُس وقت یہ کیا کریں گے جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اِن لوگوں پر تمہیں (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔"

(سورۂ نساء:41)

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے: "بس! اتنا کافی ہے" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوتے ہیں۔ (صحیح بخاری:5050)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہ آیت پڑھی:

”پروردگار، اِن بتوں نے بہتوں کو گمراہی میں ڈالا ہے۔ جو میرے طریقے پر چلے وہ میرا ہے اور جو میرے خلاف طریقہ اختیار کرے تو یقیناً تو درگزر کرنے والا مہربان ہے۔“(سورۂ ابراہیم:36)

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ آیت پڑھی:

”اب اگر آپ انہیں سزا دیں تو وہ آپ ہی کے بندے ہیں اور اگر معاف کر دیں تو آپ ہی غالب اور دانا ہیں۔“(سورۃ المائدہ:118)

پھر آپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی:

”اے اللہ! میری امت! اے اللہ! میری امت!“

یہ دعا کرتے ہوئے آپ رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”جبریل علیہ السلام! محمد کے پاس جاؤ، تیرے رب کو اس کا حال بہتر معلوم ہے، لیکن ان سے پوچھو! کیوں رو رہے ہو؟۔“

جبریل علیہ السلام آئے انہوں نے پوچھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”جبریل! محمد کے پاس جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کر دیں گے۔“(صحیح مسلم:205)

اللہ کے بندو!

ہجرت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کو دینی اور استاد بنا کر مدینہ بھیجا۔ حضرت مصعب اسعد بن زرارہ کے یہاں رکے۔ معصب نے انہیں دعوت دی اور قرآن کریم کی تلاوت سنائی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر حضرت مصعب کی آمد کی خبر پھیل گئی۔ جب قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے ان کے متعلق سنا تو وہ انہیں قتل کرنے کے لیے اسلحہ لے کر آگئے۔ انہیں دیکھ کر حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہما نے کہا:

"اے میری خالہ کے بیٹے! اس کی بات تو سن لو! اگر بری لگی تو رد کر دینا اور اگر بھلی لگی تو قبول کر لینا۔"

حضرت سعد نے کہا: وہ کیا کہتا ہے؟ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما نے پڑھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پھر سورہ زخرف کی پہلی آیات پڑھیں:

"ح م۔ قسم ہے اِس واضح کتاب کی۔ کہ ہم نے اِسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تا کہ تم لوگ اِسے سمجھو اور در حقیقت یہ ام الکتاب میں درج ہے، جو ہمارے ہاں بڑی بلند مرتبہ اور حکمت سے لبریز کتاب ہے۔ اب کیا ہم تم سے بیزار ہو کر یہ درس نصیحت تمہارے ہاں بھیجنا چھوڑ دیں، صرف اِس لیے کہ تم حد سے گزرے ہوئے لوگ ہو؟"

(سورۂ زخرف: 1-5)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے یہ آیات سن کر اسلام قبول کر لیا۔ پھر آپ آئندہ زندگی میں بڑے مجاہد اور فراخ دل ثابت ہوئے۔ آپ کی شہادت پر اللہ تعالیٰ کا عرش بھی کانپ اٹھا تھا۔

سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ سعد رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی طرف لوٹے تو انہوں نے اپنے قبیلے سے کہا:

"کسی مرد یا عورت سے میں اس وقت تک بات نہیں کروں گا جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لے آئے، چنانچہ اس رات بنی عبد الاشہل میں کوئی مشرک نہ رہا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حدود اللہ کا بے حد خیال کرتے تھے۔ سنیے کہ وہ کس طرح قرآن کریم کے ذریعے سے لوگوں کو وعظ فرمایا کرتے ہیں۔

ابن ابی حاتم اور دیگر علما روایت کرتے ہیں کہ علاقہ شام کا ایک بہت طاقتور شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آتا جاتا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند دن اسے نہ پایا تو آپ

نے اس کے متعلق پوچھا۔ پتا چلا کہ وہ بہت پیتا ہے اور نشے میں دھت رہتا ہے۔ حضرت عمر نے اپنے کاتب کو بلایا اور کہا کہ لکھو!

"السلام علیکم! بعد ازاں! میں اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتا ہوں جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے جو گناہ معاف کرنے والا ہے۔ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ شدید عذاب دینے والا ہے اور بڑا صاحب فضل ہے۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا، اپنے بھائی کے لیے دعا کرو کہ وہ سچے دل سے اللہ کی طرف رجوع کرے اور اللہ اس کی توبہ قبول کرلے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیغام اس شخص کے پاس پہنچا تو وہ بار بار دہرانے لگا:

"گناہ معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا! اور دردناک عذاب دینے والا۔"

اس نے مجھے اپنی پکڑ سے ڈرایا ہے اور معافی کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ یہ آیت دہراتا رہا۔ روتا رہا۔ پھر اس نے پینا چھوڑ دیا اور ثابت قدم ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اس طرح کیا کرو! جب بھائی کو پھسلتا ہوا دیکھو تو اسے سیدھا راستہ دکھایا کرو اور اسے ڈرایا کرو! اس کے لیے اللہ سے توبہ کی قبولیت کی دعا مانگا کرو اور اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کیا کرو!۔"

اے مؤمنو!

عیسائیوں کے عبادت گزار عالموں پر بھی قرآن کریم کا بڑا اثر ہوتا تھا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر اترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں اور وہ بول اٹھتے ہیں کہ پروردگار! ہم ایمان لائے، ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔" (سورۃ المائدہ:83)

بلکہ سرکش جنوں پر بھی قرآن کا زبردست اثر ہوا تھا جو نزول قرآن سے قبل آسمان کی خبریں کان لگا لگا کر سنا کرتے تھے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

"اے نبی ﷺ! کہہ دیجیے، میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے غور سے سنا پھر (جا کر اپنی قوم کے لوگوں سے) کہا: ہم نے ایک بڑا ہی عجیب قرآن سنا ہے۔ جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے اِس لیے ہم اُس پر ایمان لے آئے ہیں اور اب ہم ہر گز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔" (سورۂ جن: 1-2)

آپ ﷺ کھجور کے درخت کے نیچے قرآن پڑھ رہے تھے کہ جن اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو تلقین کی کہ خاموشی سے سنو! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"(اور وہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے) جب ہم جنوں کے ایک گروہ کو تمہاری طرف لے آئے تھے تاکہ قرآن سنیں، جب وہ اُس جگہ پہنچے (جہاں تم قرآن پڑھ رہے تھے) تو انہوں نے آپس میں کہا خاموش ہو جاؤ پھر جب وہ پڑھا جا چکا تو وہ خبر دار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے۔ انہوں نے جا کر کہا، اے ہماری قوم کے لوگو، ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے، تصدیق کرنے والی ہے اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی، رہنمائی کرتی ہے حق اور راہِ راست کی طرف۔ اے ہماری قوم کے لوگو، اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کر لو اور اس پر ایمان لے آؤ، اللہ تمہارے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے گا۔ اور جو کوئی اللہ کے داعی کی بات نہ مانے وہ نہ زمین میں خود کوئی ایسی طاقت رکھتی ہے کہ اللہ کو زچ کر دے، اور نہ اس کے کوئی ایسے حامی و سرپرست ہیں کہ جو اللہ سے اس کو بچا لیں ایسے لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔" (سورۂ احقاف: 29-32)

کیا آپ نے اس سے بہتر کلام کبھی سنا ہے؟!

اگر جنوں کا قرآن کریم کے ساتھ یہ رویہ تھا تو فرشتوں کا رویہ کیا ہوگا۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: "ایک رات وہ نماز میں قرآن کی تلاوت کر رہے تھے، قریب ہی ان کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اچانک گھوڑا بدکنا شروع ہو گیا۔ وہ چپ ہو گئے تو وہ بھی رک گیا۔ پھر قرآن پڑھنے لگے تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔ صحابی خاموش ہو گئے تو وہ بھی ٹھہر گیا۔ صحابی پھر پڑھنے لگے تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔ پھر انہوں نے نماز ختم کر دی کیونکہ ان کا بچہ یحیٰی اس کے قریب تھا چنانچہ وہ ڈر گئے تھے کہ کہیں کہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔"

صبح ہوئی تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سارا معاملہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابن حضیر! تم پڑھتے رہتے" حضرت اسید نے بتایا کہ میرا بیٹا اس کے قریب تھا، مجھے ڈر لگا کہیں اسے چوٹ نہ آجائے۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو بادل نما چیز تھی جس میں موتیوں کی مانند چمکدار چیزیں تھیں۔ میں اسے دیکھنے کے لیے نکل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "تجھے پتا ہے وہ کیا تھا۔" انہوں نے کہا: نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ فرشتے تھے جو تیری آواز سننے کیلئے قریب آگئے تھے۔ اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح سبھی لوگ بھی فرشتوں کو دیکھ لیتے، وہ لوگوں سے چھپ نہ سکتے۔" (صحیح مسلم:799)

یہ تھا جنوں اور فرشتوں کے متعلق! پہاڑوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

"اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے یہ مثالیں ہم لوگوں کے سامنے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ وہ (اپنی حالت پر) غور کریں۔" (سورۃ الحشر:21)

تو اگر ہمارے سینوں میں دل زندہ ہوتے اور قرآن ان پر نازل ہوتا تو اللہ کے ڈر سے دل پھٹ جاتے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"یہ مثالیں ہم لوگوں کے سامنے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ وہ (اپنی حالت پر) غور کریں۔" (سورۃ الحشر:21)

اللہ مجھے اور آپ کو قرآن کریم میں برکت عطا فرمائے، سیدھی راہ پر چلائے۔ میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔

دوسرا خطبہ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے اپنے بندے پر سب سے افضل کتاب نازل فرمائی۔ فرشتوں کے سردار جبرائیل نے رسولوں کے سردار محمد (ﷺ) پر نازل فرمائی۔ یہ کتاب سب زبانوں سے افضل زبان میں، سب قوموں سے افضل قوم پر، افضل ترین وقت میں، افضل ترین مقام پر نازل کی۔ اس طرح اس کتاب قرآنِ مجید کو ہر طرح کی فضیلت اور شرف حاصل ہوا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے ایک بہت بڑا شرف ہے اور عنقریب تم لوگوں کو اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔" (سورۃ الزخرف:44)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔

برادرانِ اسلام!

ہمارے ہاتھوں میں موجود قرآنِ مجید وہی ہے جسے صحابہ کرام اور تابعین عظام نے پڑھا تھا۔ یہ آج بھی تر و تازہ ہے، لیکن ہمارے دل ان کے دلوں جیسے نہیں رہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"کیا ان لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا، یا اُن کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں؟" (سورہ محمد:24)

اللہ تعالیٰ نے ان تالوں کی کنجیاں بھی عطا کی ہیں، پہلی کنجی اس قرآن مجید میں کلام فرمانے والے کی معرفت کا حصول ہے۔ یقیناوہ ذات، اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اَقدس ہے۔ جو

تمہارا اور تمہارے آباء واجداد کا بھی رب ہے۔ وہ پروردگارِ عالم ہے، جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ رزق عطا کرنے والا اور زبردست قوت والا ہے۔ ظاہر ہے کلام کی فضیلت تو کلام کرنے والے کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔ ہر کلام اگرچہ وہ کیسا ہی عظیم کیوں نہ ہو، وہ کلام الٰہی سے کمتر اور ادنی ہی ہے۔ چنانچہ یہ افسوس کی بات ہو گی کہ کوئی بندہ کلام الٰہی کو ترک کر کے باطل اور بے ہودہ کلام میں مشغول ہو۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اگر تمہارے دل پاک ہو جائیں تو یہ قرآن مجید کی تلاوت سے کبھی سیر نہ ہوں۔"

(اسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔)

دوسری کنجی قرآن عظیم کی برکات کو جانتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق لیں۔" (سورۂ ص:29)

افراد، خاندان اور معاشرے پر قرآنی برکات دنیا اور آخرت میں عام ہیں فرمایا:

"جس نے قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا، اسے ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی دس گنا ہو گی۔" (جامع ترمذی:2910)

نیز فرمایا: "قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو، کیونکہ قرآن مجید قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا۔"

نیز فرمایا:

"دو چمکدار سورتیں پڑھا کرو، سورت البقرۃ اور سورت آلِ عمران۔ یہ دونوں قیامت کے روز دو بادلوں کی صورت میں آئیں گی۔ یا صف در صف پرندوں کی دو ڈاروں کی صورت میں آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کی نجات کے لیے جھگڑا کریں گی۔"

نیز ارشاد فرمایا:

”سورۃ البقرہ پڑھا کرو، کیونکہ اسے پڑھنا باعث برکت ہے، اسے ترک کرنا باعث حسرت ہے اور جادوگر اس کا توڑ نہیں کر سکتے۔“(صحیح مسلم:807)

نیز فرمایا:

”قرآن مجید میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیات ہیں۔ اس سورت نے ایک بندے کی سفارش کی حتی کہ اسے بخش دیا گیا۔ اور وہ سورت

﴿تبَارَكَ الَّذِى بِيَدِهِ الْـمُلْكُ﴾

سورۃ الملک ہے۔(جامع ترمذی:2/728)

آپ کا ارشاد گرامی ہے:

”قرآن مجید کا ماہر اللہ تعالیٰ کے معزز اور نیک کاتبوں کے ساتھ ہو گا، اور وہ شخص جو دقت سے اٹک اٹک کر قرآن پڑھتا ہے، اسے دہرا اجر ملے گا۔“(صحیح مسلم:800)

نیز فرمایا:

”قاری قرآن کو (قیامت کے روز) کہا جائے گا: قرآن پڑھتے جاؤ اور جنت کی منزلیں طے کرتے جاؤ، خوب ٹھہر ٹھہر کر ویسے ہی تلاوت کرو، جیسے تم دنیا میں کیا کرتے تھے جنت میں تمہاری منزل آخری آیت کے اختتام پر ہے۔“(جامع ترمذی:2914)

یہ چند فرامین نبوی ہیں۔

برادران اسلام!

تیسری کنجی دعا ہے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

”جس شخص کو دکھ اور پریشانی گھیر لے اور وہ یہ دعا مانگے۔“اے اللہ بے شک میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا اور تیری باندی کا لخت جگر ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا حکم میرے اوپر چلتا ہے، تیرا فیصلہ مبنی بر عدل ہے۔ میں تیرے ہر

اس نام کے واسطے سے دعا مانگتا ہوں جو تو نے اپنا رکھا ہے، یا تو نے وہ نام اپنی کسی مخلوق کو سکھایا ہے، یا تو نے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، یا تو نے اسے علم غیب میں اپنے پاس رکھا ہے، کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار بنادے، میرے سینے کا نور بنادے، اس کے ذریعے سے میرے دکھ اور غم کو دور کر دے۔ تو اللہ اس کے غم و حزن کو دور کر کے خوشی سے بدل دیتا ہے۔"

اور ایک روایت میں ہے:

"اللہ اس کے غم اور دکھ دور کر دیتا ہے۔" آپ سے گزارش کی گئی: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم یہ دعا سیکھ لیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیوں نہیں، جو سیکھ سکے اسے یہ دعا ضرور سیکھ لینی چاہیے۔" (مسند احمد: 3704)

خوش نصیب ہے وہ شخص جس نے اپنا وقت قرآن کی تلاوت میں خرچ کیا۔ قرآن ہی اس کا دوست اور ہم نشین بنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں لہٰذا اب سے جو شخص اس مہینے کو پائے، اُس کو لازم ہے کہ اِس پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو، تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا اس لیے یہ طریقہ تمہیں بتایا جا رہا ہے تا کہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے، اُس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔" (سورۃ البقرۃ: 185)

اس کے بعد تم سردار انسانیت، بشریت سے پاکیزہ ترین شخصیت محمد بن عبد اللہ ہاشمی قرشی پر درود و سلام بھیجو۔

فضیلۃ الشیخ

ڈاکٹر خالد بن علی الغامدی حفظہ اللہ

آپ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ مکرمہ کی بابرکت سرزمین میں پیدا ہوئے۔ 2010ء اور 2011ء میں آپ نے مسجد نبوی میں نماز تراویح کی امامت کرائی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مکہ معظمہ ہی کے سکولوں سے حاصل کی۔

عالم اسلام کی معروف یونیورسٹی جامعہ ام القریٰ سے بیچلرز کیا۔ یہیں سے قراءات کے علم میں ماسٹرز اور پی ایچ ڈی کی۔ اب اسی یونیورسٹی میں آپ تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ شعبہ قراءات کے ہیڈ رہے ہیں۔ ان دنوں دعوہ فیکلٹی کے ڈپٹی ڈین ہیں۔

6 جنوری 2008ء میں آپ حرم مکی کے امام وخطیب متعین ہوئے۔ اس سے پہلے آپ مدینہ کی معروف مسجد، مسجد قبا اور منیٰ کی معرف مسجد، مسجد خیف میں امام رہے ہیں۔ یوں آپ عالم اسلام کی چار معروف مسجدوں کے امام رہ چکے ہیں۔ انتہائی متواضع، ہنس مکھ اور علماء کے قدر دان ہیں۔ پاکستان تشریف لا چکے ہیں۔

آپ مستند عالم، جید قاری اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

1

توحید الٰہی کا حج سے تعلق

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر خالد بن علی الغامدی حفظہ اللہ

20 ذوالقعدہ 1436ھ بمطابق 4 ستمبر 2015ء

27

پہلا خطبہ

سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، ہم اس کی حمد بجالاتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے معافی کا سوال کرتے ہیں۔ اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے وسوسوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمادے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ کی رحمتیں ہوں آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، امہات المؤمنین پر، آپ ﷺ کی پاکیزہ اولاد پر، آپ ﷺ کے صحابہ کرام پر اور روزِ جزا تک نیکی میں ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں پر۔

بعد ازاں!

اللہ کے بندو! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو ظاہری و باطنی پرہیز گاری اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہوں، کیونکہ متقی اللہ کے دوست ہیں، ان کے لیے نہ کوئی غم ہے اور نہ کوئی رنج۔ اللہ کے نزدیک پرہیز گار ہی سب سے افضل ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔"

(سورۃ الحجرات:13)

اے امتِ اسلام!

بہترین آغاز، لکھنے کے لیے بہترین موضوع اور زندگی میں اپنائی جانے کی سب سے زیادہ حق دار توحیدِ باری تعالیٰ ہے۔ توحیدِ خالص یہ جان لینا ہے کہ اللہ ہی کے ہاتھ میں زمین وآسمان کے خزانے ہیں، وہ جسے چاہتا ہے، فضل واحسان عطا فرماتا اور عزت سے

نواز تا ہے اور جسے چاہتا ہے، عدل کے تقاضے کے مطابق ذلیل وخوار کر ڈالتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بلندی عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے رسوا کر چھوڑ تا ہے، فرمایا:

"وہی ایک آسمان میں بھی الٰہ ہے اور زمین میں بھی الٰہ۔" (سورۃ الزخرف:84)

اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھتا ہے اور ہر شے پر قدرت بھی رکھتا ہے۔ زمین پر چلنے والی یا آسمان میں اڑنے والی کوئی چیز اللہ کے علم اور قدرت سے باہر نہیں ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں، جس کا اللہ کو علم نہیں۔ زمین میں جانے والی یا زمین سے نکلنے والی، آسمان سے نازل ہونے والی یا آسمان کی طرف چڑھنے والی کوئی شے ایسی نہیں، جو اللہ کے علم اور قدرت کے دائرے میں نہ ہو۔ بحر وبر کے تاریک پردوں میں کوئی ایسا دانہ نہیں، جس سے وہ باخبر نہیں۔ خشک وتر سب ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"یہ ہے اللہ تمہارا رب، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ ہر چیز کا خالق ہے، لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو۔" (سورۃ الانعام:102)

اللہ! ہر شے سے عظیم تر اور ہر چیز سے بڑا ہے۔ اس نے مخلوقات کو اپنی عزت میں اضافے یا اپنی مخلوق کی تعداد بڑھانے کے لیے نہیں پیدا فرمایا، بلکہ اپنی عبادت اور توحید کے لیے پیدا فرمایا ہے، تاکہ ساری مخلوقات دل وجان اور اعمال میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہوں۔ ارشاد ربانی ہے:

"میں نے جنوں اور انسانوں کو اِس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔" (سورۃ الزاریات:56)

اے امت اسلامیہ!

اعلیٰ ترین مقصد، اہم ترین غرض، سب سے بڑا مسئلہ اور رسولوں کی دعوت کا مرکز و محور خالص توحید کا قیام عمل میں لانا اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور الوہیت میں توحید کا اقرار

کروانا ہے۔ توحید دنیا کا اور انسانی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ ہے، توحید قرآن کا راز اور اس کی بنیاد ہے۔ زمین و آسمان بنانے، میزان نصب کرنے، جنت اور جہنم بنانے، رسول بھیجنے، انبیا مبعوث کرنے، کتابیں نازل کرنے اور علمِ جہاد بلند کرنے کا مقصد دنیا میں توحید کا قیام اور دلوں میں توحید کو جاگزیں کرنا ہے۔

در اصل توحید ہی اولین حق ہے، بندہ پر عائد کیا جانے والا اللہ کا سب سے عظیم حق ہے۔ یہی بہترین راستہ، رسولوں کی دعوت کا آغاز اور انبیا کی دعوت کی ابتدا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''اللہ کی بندگی کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' (سورۃ الاعراف:59)

تمام انبیا اور رسولوں کی دعوت بڑے منظم انداز میں اسی عظیم بنیاد پر قائم کی گئی ہے۔ فرمایا:

''ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا، اور اُس کے ذریعہ سے سب کو خبر دار کر دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔'' (سورۃ النحل:36)

عظیم رسول، سید الانبیا اور داعیوں کے رہبر حضرت محمد ﷺ نے تئیس برس تک مکہ اور مدینہ میں توحید، ضروریاتِ توحید اور توحید کی وجہ سے عائد ہونے والے واجبات کی تبلیغ کے لیے اور شرک کی اقسام اور وسائل سے خبر دار کرنے میں صرف فرمائے۔ آپ ﷺ توحید کے مسائل مختلف طریقوں سے بیان فرماتے رہے۔ ہر خطبے، ہر درس اور ہر مجلس میں توحید کی تاکید کرتے رہے اور اس سلسلے میں کبھی سست نہ پڑے، نہ کبھی مایوس ہوئے۔ اللہ کی رحمتیں ہوں آپ ﷺ پر۔

مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ نے توحید کے اعلیٰ ترین قول، یعنی ''لا إلٰه إلا الله'' سے، اپنی دعوت کا آغاز فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے اس لفظ کو مکہ کی گلیوں اور وادیوں میں بلند کیا، مکہ والوں کی محفلوں اور اجتماع گاہوں میں بلند کیا، مختلف قبیلوں کے حاجیوں کے سامنے پیش

کیا اور سبھی کو اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرنے کی دعوت دی، نیت اور اعمال اللہ کے لیے خالص کرنے کی دعوت دی اور دعوت توحید مشرکین مکہ کے سامنے پیش کی جس پر ان کا جواب اللہ نے یوں نقل فرمایا ہے:

”کیا اِس نے سارے معبودوں کی جگہ بس ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔“(سورۃ ص:5)

آپ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور انہیں عظیم نصیحت فرمائی۔ ایسی نصیحت جو داعیوں اور مصلحین کا طرۂ امتیاز ہے۔ انہیں نصیحت فرمائی کہ دعوت کا آغاز توحید سے کریں، توحید کو دعوت کی بنیاد، اس کی روح اور اساس بنائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”تمہارا واسطہ اہل کتاب سے پڑے گا، چنانچہ سب سے پہلے تم انہیں توحید کی دعوت دینا۔“

ایک دوسری روایت میں ہے:

”جب تم وہاں پہنچو، تو انہیں لا إله إلا الله اور محمد رسول اللہ کی طرف بلانا۔“

(صحیح بخاری:1496)

آپ ﷺ نے فرمایا:

”جس شخص کا آخری کلام، لا إله إلا الله ہو، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔“

(سنن ابی داؤد:3116)

توحید اسلام کی ابتدا اور انتہا ہے اور دعوت کا اول و آخر ہے۔ سارا قرآن، شروع سے لے کر آخر تک، توحید کی دعوت پر، حقیقت توحید پر اور توحید کی مختلف اقسام کے بیان پر مشتمل ہے۔ قرآن کریم میں عقلوں کی تربیت توحید کے ذریعے کی گئی اور توحید کی بنا پر عائد ہونے والے واجبات کی طرف اشارہ کیا گیا اور توحید کے لوازمات پورے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید توحید کے احکام و مسائل، اہل توحید کے اخلاق و آداب اور اعلیٰ

صفات کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس میں اہل توحید کے لیے تیار کردہ انعامات اور بہترین جزا کا ذکر ہے۔

قرآن کریم میں شرک کی مختلف صورتوں سے بچنے کی تلقین بھی کی گئی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

”جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اُس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“ (سورۃ المائدہ: 72)

حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن کریم، جو اللہ کی آخری کتاب ہے اور انسانیت کے نام آخری نصیحت ہے، توحید کے حقوق، واجبات اور خلافِ توحید امور کی وضاحت پر مشتمل ہے۔

مسلمانو! یہ سب جان لینے کے بعد کچھ بھی عجیب نہیں ہونا چاہیے اور بالکل حیرانی نہیں ہونی چاہیے کہ توحید کو قرآن کریم کا راز اور ایمان کا محور و مرکز قرار دیا جائے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے قرار دیا ہے۔

اے مسلمانو!

توحید کی وہ حقیقت جس کی طرف تمام انبیاء نے دعوت دی ہے، وہ عبادت کی تمام شکلوں اور ساری قسموں کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے، دل و جان سے اور عمل سے اللہ کی طرف متوجہ ہونے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کو جاننے کا نام ہے۔ جب انسان کے دل میں توحید ٹھیک طرح سے بیٹھ جاتی ہے تو وہ دل و جان سے صرف اور صرف اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا اور اللہ کے علاوہ تمام معبودوں سے لاتعلق ہو جاتا ہے۔ وہ نفس کی بندگی سے، شبہات کی اتباع سے، لالچ اور خواہشاتِ نفس کی پیروی سے بے زار ہو جاتا ہے۔ مخلوق کی بندگی سے، مخلوق کے ڈر سے، ان سے امید اور ان سے توقعات وابستہ کرنے سے نجات پالیتا ہے۔ پھر دلوں میں یقین راسخ ہو جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی رزق دینے والا نہیں ہے، جہان کے سارے معاملات چلانے والا مدبر اللہ

کے سوا کوئی نہیں۔ مدد اور نصرت کرنے والا، روک لینے یا عطا کرنے والا، عزت اور ذلت دینے والا، زندہ اور مردہ کرنے والا صرف اور صرف اللہ وحدہ لا شریک ہے، اس کے سوا کوئی نہیں۔

جب ایمان کی یہ حقیقت، توحید اور اللہ کی تعظیم دل میں پوری طرح راسخ ہو جاتی ہے تو دل پاکیزہ، پر نور اور روشن ہو جاتا ہے۔ پھر وہ دنیا کی اصلی حقیقت اور دنیا میں اپنا مقام جان لیتا ہے اور سکینت بھرے دل سے خوشی اور سعادت سے مالا مال زندگی بسر کرتا ہے اور اس کی صبح وشام بغیر کسی فکر یا رنج کے بسر ہونے لگتی ہے۔

پھر جب وہ مانگتا ہے تو صرف اور صرف اللہ سے، مدد طلب کرتا ہے تو صرف اور صرف اللہ سے، بھروسہ کرتا ہے تو صرف اور صرف اللہ پر، امید رکھتا ہے تو صرف اور صرف اللہ سے، ڈرتا ہے تو بس اللہ وحدہ لا شریک سے، دیتا یا روکتا ہے، ناراض ہوتا یا راضی ہوتا ہے، دشمنی یا دوستی کرتا ہے تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے۔

مسلمانو! توحید در اصل سر تسلیم خم کرنے کا، حکم الٰہی کے مخالف خواہشات کچل دینے کا، آیات واحادیث کے خلاف ہر قول سے براءت کا اور شریعت وتقدیر پر اعتراض سے باز رہنے کا نام ہے۔ سچی توحید تو دل کو پاک کر دیتی ہے اور اسے بیماریوں اور آفتوں سے محفوظ کر دیتی ہے۔ سچی توحید کے ذریعے ہی انسان کمال کے مراحل طے کرتا ہے اور ایسی روشن شمع بن جاتا ہے کہ جس پر زمین وآسمان کا کوئی فتنہ اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

مسلمانو! اللہ کے بندو!

توحید اور درست عقیدہ ہی در اصل فتنوں کے طوفان میں نجات کی کشتی ہے۔ اس کشتی کے سوار ہی نجات پاتے اور ظلم وشرک اور بت پرستی کے اندھیروں سے محفوظ ہو پاتے ہیں۔ اور اسی سے آدمی بے دینی میں بھٹکنے سے اور اللہ سے دوری کی مصیبتوں سے

بچ جاتا ہے اور نفس کی بد بختی سے نجات حاصل کر لیتا ہے جو اللہ کو رب، الٰہ، مدبر اور حکیم نہ ماننے کی صورت میں لازم ہو جاتی ہے۔

آلِ فرعون کے مؤمن بندے کی تقریر میں ہمارے لیے بڑی عبرت ہے، یقیناً بہت عظیم عبرت ہے، جب اس نے اپنی قوم کو پکارا، اللہ تعالیٰ نے اس کی تقریر نقل فرماتے ہوئے فرمایا:

"اے قوم، آخر یہ کیا ماجرا ہے کہ میں تو تم لوگوں کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم لوگ مجھے آگ کی طرف دعوت دیتے ہو! تم مجھے اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ سے کفر کروں اور اس کے ساتھ اُن ہستیوں کو شریک ٹھہراؤں جنہیں میں نہیں جانتا، حالانکہ میں تمہیں اُس زبردست مغفرت کرنے والے خدا کی طرف بلا رہا ہوں۔ نہیں، حق یہ ہے اور اِس کے خلاف نہیں ہو سکتا کہ جن کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اُن کے لیے نہ دنیا میں کوئی دعوت ہے نہ آخرت میں، اور ہم سب کو پلٹنا اللہ ہی کی طرف ہے، اور حد سے گزرنے والے آگ میں جانے والے ہیں۔ آج جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، عنقریب وہ وقت آئے گا جب تم اُسے یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، وہ اپنے بندوں کا نگہبان ہے۔"(سورۃ غافر:44-41)

اللہ تعالیٰ میرے لیے اور آپ کے لیے قرآنِ کریم کو باعث برکت بنائے، آیات اور ذکرِ حکیم سے فائدہ اُٹھانے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ مجھے یہی کہنا تھا، اگر درست کہا تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل اور خاص عنایت کی بدولت کہا، اور اگر ناحق کہہ گیا تو میں اللہ سے اپنے لیے، آپ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہر گناہ کی معافی مانگتا ہوں، آپ بھی اسی سے معافی مانگو۔ یقیناً وہی معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، تمام تعریفات اس اللہ کے لیے ہیں جو اپنی نعمتیں اور احسانات ہمیشہ جاری رکھتا ہے۔ اس نے اہلِ توحید کو اپنی رضا اور رنگا رنگ انعامات سے نوازا ہے۔ اس نے دشمنانِ توحید اور مخالفین توحید کو کئی طرح کے عذابوں کی وعید سنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں سراجِ منیر، میزان اکبر اور عالی ترین عزت و حشمت والے رسول مبین پر ہوں۔ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اور نیکی میں ان کے پیروکار تابعین عظام پر اور ظلم کے اندھیروں میں توحید کی مشعلیں روشن کرنے والوں پر بھی اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں۔

بعد ازاں! اے امتِ اسلام! توحید اللہ تعالیٰ کی جانب سے وہ فطرت ہے جس پر سارے انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے۔ توحید جیسا انصاف پسند اور شاندار دوسرا کوئی نظام موجود ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ شرک سب سے نجس اور خبیث نظام ہے۔ سب سے بڑا ظلم ہے اور یہ انسانیت کے لیے قطعی اجنبی اور غیر فطری چیز ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ملت توحید پر پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے پختہ وعدہ لیا تھا کہ وہ اس کی توحید پر گامزن رہیں گے اور اس کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ آدم علیہ السلام کے بعد دس صدیوں تک لوگ توحید پر قائم رہے۔ یہ تفسیر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے۔ پھر شیطان نے لوگوں کو گمراہ کر دیا، ان کی فطرت اور عقل کو بگاڑ دیا پھر ایسی نسلیں پیدا ہوئیں جو اللہ کی عبادت چھوڑ کر ستاروں، جنوں، شیطانوں، قبروں اور مزاروں کے پجاری بن گئے۔ شرک، الحاد اور خرافات نے ان کی عقلیں برباد کر دیں۔ ان کے نظریات و افکار گمراہ ہو گئے اور بے شمار لوگ بے ہودہ اور خطرناک خیالات و نظریات اور فلسفے کے پیروکار بن گئے۔

لوگوں نے عقیدہ کے متعلق گفتگو کو ناپسند کیا اور عقیدے میں دہشت گردی اور انتہاء پسندی کو ملا دیا اور ان کی خوب دیکھ بھال کی۔ پھر انتہاء پسندی کو پورے شوق سے پڑھا اور لوگوں کو پڑھایا اور اس کی دعوت دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں، اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو یکایک وہ خوشی سے کھل اٹھتے ہیں۔" (سورۃ الزمر:45)

انہیں علم نہیں کہ لوگوں اور دلوں کی اصلاح صرف اسی وقت ہو سکتی ہے جب اللہ ہی ان کا مولا، الٰہ اور رب ہو۔ مشکلات و مصائب اور ہر حال میں وہی ان کا ملجاء وماویٰ اور پناہ گاہ ہو۔

اے مسلمانو!

یقیناً توحید ہی وہ ناقابلِ تسخیر قلعہ ہے جس میں منحرف عقیدے، باطل افکار اور برے اخلاق و کردار سے بچنے کیلئے پناہ لی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صحیح عقیدہ ہی وہ پناہ گاہ ہے جس میں انتہا پسندی، غلو، تکفیر اور دہشت گردی سے پناہ مل سکتی ہے۔ تکفیر و دہشت گردی وہ آندھی ہے کہ جس کے نتیجے میں بے گناہوں کا خون مساجد اور دیگر جگہوں پر بہایا گیا ہے اور مسلمان افراد، معاشروں اور حکومتوں کو کافر قرار دیا گیا ہے۔

کلمۂ توحید ہی مسلمانوں کو مشرق و مغرب میں متحد کرتا ہے اور انہیں فرقہ بندی سے محفوظ کرتا ہے۔ ان کے دلوں کو محبت و الفت اور شفقت و نصرت کے جذبات کے ساتھ جوڑتا ہے۔ انہیں فرقہ بندی، دشمنی اور باہمی جھگڑوں سے بچاتا ہے۔

جب بھی امتِ اسلامیہ اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق، فتح اور کامیابی کی متمنی ہو گی۔ وہ کلمۂ توحید کے بغیر ممکن نہ ہو گا۔ کلمۂ توحید ہی سے مسلمان قول و عمل، سیرت و کردار اور

منہج میں متحد ہو سکیں گے اور جب وہ متحد ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے نصرت و کامیابی، عزت و غلبے اور فتح یابی کی راہیں کھول دے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جما دے گا۔" (سورۃ محمد:7)

نیز فرمایا:

"حقیقت میں تو امن انہی کے لیے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔" (سورۃ الانعام:82)

تب انہیں عقیدے، فکر و سلوک، افرادی اور معاشرتی امن و سکون اور مکمل ہدایت نصیب ہو گی جس سے ان کے دینی اور دنیاوی امور کی نگہبانی ہو گی۔ اور جب امت اسلامیہ اپنی پوری زندگی کا نظام، نظام حکومت، ذرائع ابلاغ اور منہج توحید کے حقائق پر اور شریعت کے محکم احکام پر استوار کر لے گی۔ اپنی تعلیم و تربیت، تہذیب و تمدن اور ترقی کا زینہ توحید کو بنا لے گی۔ اُس دن اس اللہ کی قسم! جس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں لوگوں پر انفرادی اور اجتماعی سطح پر زمین و آسمان کی برکتوں کے دروازے کھل جائیں گے وہ وافر رزق کھائیں گے اور ان کے خوف و ہراس کو امن و سکون سے بدل دیا جائے گا۔ سازشیوں کی سازشیں دم توڑ جائیں گی۔ فسادی، انتہا پسند، دہشت گرد اور قوم کو تقسیم کرنے والے ناکام و نامراد ہو جائیں گے۔

حجاج کرام! اسلام کی تمام قولی اور فعلی عبادات، اللہ تعالیٰ کی خالص توحید اور نبی کریم ﷺ کی سچی اتباع پر مبنی ہیں۔ دل میں توحید جس قدر مضبوط ہو گی، اسی قدر دیگر اعضائے جسم پوری قوت و ثبات سے اسلامی عبادات کی بجا آوری میں لگ جائیں گے۔

وہ عظیم عبادت جس میں توحید کے حقائق و انوار اور دلائل و معانی پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہوتے ہیں، وہ حج ہے۔ یہ اعلیٰ ترین عبادت توحید کے دلائل و براہین کا شاندار

مجموعہ ہے۔ اس کے مناسک اور اعمال واضح نشانیاں ہیں۔ یہ ایسے دلائل پر مشتمل ہے جو توحید اور حج کے باہمی مضبوط ترین رشتے کو واضح کرتے ہیں۔

کیونکہ حج کے عظیم ترین مقاصد اور ہر سال اس کی ادائیگی در حقیقت توحید الٰہی کا اعلان اور اسے مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کرنے کیلئے ہے۔ تلبیہ پڑھنا، احرام باندھنا، طواف اور سعی کرنا، عرفہ اور مزدلفہ میں وقوف کرنا، جمرات کی رمی اور قربانی کرنا اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی کی مختلف صورتیں ہیں۔

اے حجاج کرام! تیار ہو جایئے موسم حج، یعنی توحید الٰہی کی عظیم علامت اور عقیدہ اسلامی کا عظیم الشان سبق آرہا ہے۔ تیار ہو جایئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یاد کرو وہ وقت جب ہم نے ابراہیم کے لیے اِس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی (اس ہدایت کے ساتھ) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام ورکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔"

(سورۃ الحج:26)

اے ہمارے الٰہی تو کتنا عادل ہے۔ تو ہر مالک کا مالک ہے۔ میں حاضر ہوں، میں تیری عبادت کے لیے حاضر ہوں۔ اے اللہ! میں حاضر ہوں، سب تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ بادشاہی بھی تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ تیرا سوالی کبھی نامراد نہیں ہوتا۔ وہ جہاں بھی ہو تو اس کے ساتھ ہے۔ اگر تیرا ساتھ نہ ہوتا تو بندہ ہلاک ہو جاتا۔ اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ یقیناً سب تعریفیں اور بادشاہی تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

مسلمانو! سراج منیر، انسانیت کے سردار اور ہادی ور اہنما محمد ﷺ پر درود و سلام بھیجو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔"(سورۃ الاحزاب:56)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"جس شخص نے صبح وشام مجھ پر دس دس بار درود بھیجا۔ اسے قیامت کے روز میری شفاعت نصیب ہو گی۔"(الصلاۃ علی النبی:61)

اے اللہ! ہمارے نبی، حبیب، سردار اور قدوہ محمد ﷺ پر درود و سلام بھیج اور آپ کے خلفائے اربعہ ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان ذوالنورین اور علی بن حسنین رضی اللہ عنہم، آپ ﷺ کی تمام ازواج اور اولاد سے، آپ ﷺ کے پاکباز صحابہ کرام اور تا قیامت آنے والے نیکوکار تابعین عظام سے راضی ہو جا۔

2

سرورِ کونین کی معرفت

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر خالد بن علی الغامدی حفظہ اللہ

10 محرم الحرام 1437ھ بمطابق 23 اکتوبر 2015ء

28

پہلا خطبہ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اللہ کی حمد وثناء بیان کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں اور اس سے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے نفس کے شر اور اعمال کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ راہِ راست سے ہٹا دے اسے کوئی راہِ راست پر نہیں ڈال سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور بے شمار سلامتی ہو آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، آپ ﷺ کے صحابہ پر اور نیکی میں ان کے پیروکاروں پر۔

بعد ازاں! اے اللہ کے بندو! میں اپنے آپ کو اور تمہیں ہر لمحہ، خفیہ اور علانیہ تقویٰ الٰہی کو اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ کیونکہ تقویٰ ہی غیب کو جاننے والے اللہ تک پہنچاتا ہے۔ دکھوں سے نجات دیتا ہے اور روح و قلب کی صفائی کا باعث ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> "اے ایمان لانے والو، اگر تم خدا ترسی اختیار کرو گے تو اللہ تمہارے لیے کسوٹی بہم پہنچا دے گا اور تمہاری بُرائیوں کو تم سے دُور کر دے گا، اور تمہارے قصور معاف کر دے گا اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔" (سورۃ الانفال:29)

اے امتِ اسلام! دین اسلام دو بنیادی ارکان اور دو عظیم اصولوں پر مبنی ہے۔ ان دونوں کو اپنائے بغیر اللہ تعالیٰ کسی بندے کی فرض اور نفلی عبادت قبول نہیں کرتے۔ وہ دو بنیادی ارکان ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی توحید اور عبادت کی پہچان۔

(2) رسول اللہ ﷺ کی معرفت، آپ کی محبت، اطاعت اور فرمانبر داری کی معرفت۔ یہ دونوں چیزیں شہادتین کا تقاضاہیں۔ اسلام کی حقیقت اور اس کا اصل جوہر ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اور اُن کو اِس کے سوا کوئی علم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو اُس کے لیے خالص کر کے، بالکل یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں یہی نہایت صحیح و درست دین ہے۔“ (سورۃ البینہ:5)

نیز ارشاد ہے:

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی اور جو منہ موڑ گیا، تو بہر حال ہم نے تمہیں ان لوگوں پر داروغہ بنا کر تو نہیں بھیجا ہے۔“ (سورۃ النساء:80)

بلاشبہ نبی مکرم کی معرفت، آپ کی محبت اور اطاعت ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے لازمی امر ہے۔ اس سے روگردانی کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ فرض اور واجب ہے۔ یہی شاندار شریعت اور نہایت خوبصورت منہج ہے۔ اس سے بندہ ایسی خوش بختی حاصل کرتا ہے جس کے بعد کبھی بد بختی اس کے قریب نہیں پھٹکتی۔ اس معرفت و محبت سے اللہ تعالیٰ مسلمان کی زندگی میں برکت عطا فرماتے ہیں۔ اس کی روح اور عقل کا تزکیہ کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ اللہ کے رسول کی محبت و اطاعت کی بدولت نہایت خوشگوار زندگی گزارتا ہے۔ جو لوگ اللہ کے رسول کی معرفت سے محروم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ملامت کرتے اور ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

”یہ اپنے رسول سے کبھی کے واقف نہ تھے کہ (اَن جانا آدمی ہونے کے باعث) اُس سے بدکتے ہیں؟“ (سورۃ المومنون:69)

اے اللہ کے بندو! پوری انسانیت میں رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ ہر لحاظ سے اس کی اطاعت کی جائے۔ اس سے محبت اور اس کی تعظیم کی جائے۔

یہ حق صرف نبی کریم ﷺ کو حاصل ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا برگزیدہ رسول بنایا، انہیں اپنا چنیدہ اور مصطفیٰ بنایا۔ آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کو تمام بشری کمالات سے مالامال کیا۔ آپ ﷺ کو جسمانی اور اخلاقی فضائل و مناقب سے نوازا۔ آپ کو عزت و شرف کے بلند ترین درجے پر فائز کیا۔ حتی کہ آپ ﷺ اس مقام و مرتبے پر فائز ہو گئے کہ جس تک کوئی بھی برگزیدہ ہستی نہ پہنچ سکی، نہ کوئی نبی مرسل اور نہ کوئی مقرب فرشتہ اس مقام کو پا سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقام تک پہنچنے والی ساری راہیں بند کر دیں۔ صرف محمد ﷺ کی راہ کھلی رکھی۔

آپ ﷺ اللہ کے نزدیک ساری مخلوق سے بڑھ کر محترم و مکرم ہیں۔ اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے، سب سے بڑھ کر پرہیز گار اور سب سے بڑے عالم باللہ ہیں۔ عالم انسانی نے آپ سے عظیم ہستی نہیں دیکھی، پوری انسانیت نے آپ سے بڑھ کر کامل استاد، مربی، قائد اور اسوہ نہیں دیکھا اور نہ اس مصطفی سردار بنی آدم سے بڑھ کر اعلیٰ و ارفع مقام والا کوئی دیکھا ہے۔

اے امت محمدیہ! اے امت محمدیہ!

آپ ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کرنے والے، آپ کی سیرت پر کتابیں لکھنے والے اور شاندار نعتیں تخلیق کرنے والے جتنی کوشش بھی کر لیں وہ آپ ﷺ کی سیرت و کردار کو اس عظیم فصاحت و بلاغت سے پیش نہیں کر سکتے جس طرح قرآن مجید نے بیان کیا ہے کیونکہ آپ کے رب اور خالق سے بڑھ کر آپ کو کوئی نہیں جانتا جس طرح کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان کوئی اور نہیں کر سکتا۔

قرآن مجید نے نبی کریم ﷺ کا تذکرہ نہایت خوبصورت پیرائے میں کیا ہے۔ آپ ﷺ کے نبوی کمالات اور عظمت کو شاندار اسلوب میں پیش کیا ہے۔ آپ ﷺ نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی، پھر آپ ﷺ کے رب نے آپ کو ٹھکانا دیا اور آپ کی

کفالت کی۔ آپ کو کتاب اللہ اور ایمان سے ناواقف پایا تو آپ ﷺ کے رب نے آپ کو شریعت کے علم کے لیے منتخب فرمالیا۔ آپ کو تنگدست پایا تو آپ کو غنی کر دیا حتیٰ کہ رسولوں کے چلے جانے کے ایک لمبے عرصے کے بعد آپ کو اپنا رسول بنایا۔ آپ اپنی قوم کے نہایت معزز شخص تھے اور وہ آپ کو اپنے بیٹوں سے بڑھ کر پہچانتے اور جانتے تھے۔ آپ ﷺ پر سورۃ العلق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ پھر سورت المدثر کی پہلی آیات اتریں۔ ان دونوں میں اسلام کی عظیم نشانیاں اور دعوت اسلامی کے بنیادی اصول بیان ہوئے ہیں۔ اس طرح آپ کی بعثت ہر مسلمان کے لیے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور رحمت بن گئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اُن کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، اُن کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔“(سورۃ آل عمران:164)

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے نبی کی عظیم شان بیان کی ہے اور آپ کی عبادت، اخلاق، سیرت اور جہاد کی خوب تعریف کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کی عزت و تکریم اور عظمت کے بیان کے لیے آپ کو کبھی۔ ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ﴾ تو کبھی ﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ کہہ کر پکارا ہے۔ آپ کی تعظیم و توقیر کیوں نہ ہو جبکہ آپ اُمّی نبی ہیں۔ اپنی خواہش نفس سے بولتے نہیں، یہ تو ایک وحی ہے جو ان پر نازل ہوئی۔ انہیں زبردست قوت والے جبرائیل نے سکھایا ہے۔

ان کا رب ان کی عظمت کیوں نہ بیان کرے جبکہ آپ اس کے خاتم الانبیاء ہیں۔ شاہد اور شہید ہیں، صادق اور مصدق ہیں۔ وہ ذات جو سچ کے ساتھ مبعوث ہوئی اور اس نے

گزشتہ رسولوں کی تصدیق کی۔ آپ تمام جنوں اور انسانوں کے رسول ہیں۔ انہیں ڈرانے اور خوش خبری دینے والے ہیں۔ آپ اللہ کی طرف بلانے والے سراج منیر ہیں۔

آپ اُمّی نبی ہیں، آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، اس کے باوجود عظیم ترین شریعت کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ آپ آسان دینِ اسلام لے کر آئے۔ آپ کے رب نے آپ کو وہ سب کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے۔ آپ کو عظیم اخلاقِ حسنہ سے زینت بخشی۔ تواضع، مومنوں کے لیے شفقت، صبر، نرمی، درگزر، معافی و بخشش جیسے عظیم اخلاق سے آپ کو نوازا۔

ان اخلاق حسنہ کی بدولت آپ مخلوق کے محبوب بن گئے۔ اگر آپ کا مزاج گرامی سخت ہوتا اور زبان درشت ہوتی تو لوگ دور ہٹ جاتے۔

آپ کا مبارک دل امت کی محبت سے لبریز تھا۔ آپ کو امت کی تکلیف اور مشقت نہایت گراں گزرتی۔ آپ مومنوں کے لیے نہایت مشفق اور رحمدل تھے۔ آپ کو اپنی امت کی ہدایت کی فکر پریشان کر دیتی تھی۔ آپ اس فکر و پریشانی میں اپنی جان کو مشکل میں ڈال دیتے تھے۔ اس پر آپ کے رب نے آپ کو تسلی دی اور آپ کو حوصلہ دلایا۔ آپ کو بتایا کہ آپ کی ذمہ داری صرف تبلیغ کرنا ہے۔ لہٰذا فرمایا:

"اے نبی ﷺ! خواہ مخواہ تمہاری جان ان لوگوں کی خاطر غم و افسوس میں نہ گھلے جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اُس کو خوب جانتا ہے۔" (سورۃ فاطر:8)

اور فرمایا:

"اے نبی ﷺ! جو باتیں یہ لوگ تجھ پر بناتے ہیں وہ تجھے رنجیدہ نہ کریں، عزّت ساری کی ساری خدا کے اختیار میں ہے، اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔" (سورۃ یونس:65)

اس لیے آپ لوگوں کی باتوں پر پریشان نہ ہوں۔

آپ اللہ کے معزز نبی ہیں، آپ نے پوری قوت اور ثابت قدمی سے اپنے رب کے دین کی تبلیغ کی، اپنی امت کو ڈرایا۔ آپ نہ تھکے نہ ہارے، آپ نے اپنے رب کے دین کی تبلیغ پر دنیا کے مال و متاع میں سے کچھ نہ لیا۔ آپ پُر تکلف اور سخت گفتگو کے روادار نہ تھے بلکہ آپ میانہ روی، در گزر اور آسانی کے پیغام بر تھے۔ آپ نے اپنی طرف سے کچھ نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ نہایت امانتدار مبلغ تھے۔ اللہ نے آپ کی حفاظت فرمائی، لوگوں کی تکالیف اور اذیت سے آپ کو محفوظ کیا۔ ان کی نظر بد سے آپ کو بچایا اور آپ کو ہر قسم کی خلافِ حقیقت بات کرنے سے محفوظ کر دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اے محمد ﷺ! ان لوگوں نے اِس کوشش میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی کہ تمہیں فتنے میں ڈال کر اُس وحی سے پھیر دیں جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے تاکہ تم ہمارے نام پر اپنی طرف سے کوئی بات گھڑو اگر تم ایسا کرتے تو وہ ضرور تمہیں اپنا دوست بنا لیتے اور بعید نہ تھا کہ اگر ہم تمہیں مضبوط نہ رکھتے تو تم ان کی طرف کچھ نہ کچھ جھک جاتے۔“ (سورۃ الاسراء: 73-74)

اے امتِ اسلام! یہ نبی محترم و مکرم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے، برائی سے منع کرتے، پاکیزہ چیزیں امت کے لیے حلال کرتے، ناپاک چیزیں ان کیلئے حرام قرار دیتے اور ان سے وہ بوجھ اتارتے ہیں جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتے ہیں جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکر و فریب کرنے والوں کی چالوں سے نجات دی اور جب اہلِ مکہ نے آپ کو آپ کے محبوب شہر مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تو آپ کی بھرپور مدد و حمایت کی۔ آپ کی مدد اپنے اَن دیکھے لشکروں سے کی۔ آپ پر سکینت نازل فرمائی اور ثابت قدمی عطا کی۔ آپ کی جرأت و شجاعت اور استقامت کی تعریف کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”مسلمانو! یاد کرو جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے، کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کا ہوش تمہیں نہ تھا، اور رسول ﷺ تمہارے پیچھے تم کو پکار رہا تھا اُس وقت تمہاری اس

روش کا بدلہ اللہ نے تمہیں یہ دیا کہ تم کو رنج پر رنج دیے تا کہ آئندہ کے لیے تمہیں یہ سبق ملے کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ سے جائے یا جو مصیبت تم پر نازل ہو اس پر ملول نہ ہو اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔"(سورۃ آل عمران:153)

آپ کے رب نے آپ کو عدل کرنے کا حکم دیا، لہٰذا آپ نے ہمیشہ عدل و انصاف کیا۔ آپ خیانت کاروں کے حمایتی ہرگز نہ تھے۔ گذشتہ رسولوں نے آپ کی خوشخبری دی اور ان سے آپ کے بارے میں پختہ وعدہ لیا گیا کہ جب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئیں تو تم ان پر ایمان لے آنا اور ان کی مدد کرنا۔ یہ معاہدہ تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ہے۔

جس نے آپ سے دشمنی کی اور آپ کی سنت کو ناپسند کیا، وہ بے نام و نشاں ہو جائے گا۔ جس نے آپ کو تکلیف دی اس پر اللہ کی لعنت برستی ہے اور اس کے لیے عظیم عذاب ہے۔ اللہ نے آپ کے اہل بیت کو شرف سے نوازا۔ انہیں ہر قسم کی نجاست سے پاک صاف کر دیا۔ آپ کی ازواج مطہرات کو عالی مقام عطا کیا اور انہیں سارے جہاں کی عورتوں پر فضیلت دی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"نبی (ﷺ) کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دوسروں سے لوچ دار آواز میں بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی میں مُبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے، بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔"(سورۃ الاحزاب:32)

آپ ﷺ کے صحابہ کرام انصار و مہاجرین کی شان بلند کی۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور ان کی توبہ قبول کی۔

اللہ کے بندو! اللہ کے قرآن نے آپ کے جہاد اور غزوات کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ آپ کی کامیابی و کامرانی اور شکست کے اسباب کو بیان کیا ہے۔ غزوہ

بدر، احزاب اور حنین کی صراحت کی۔ غزوۂ احد، صلح حدیبیہ، فتح مکہ اور غزوہ تبوک کی طرف اشارات کیے۔ آپ کی سیرت کے کچھ اہم واقعات کی طرف بھی اشارہ کیا۔ جیسا کہ واقعہ فیل، ہجرت کا مبارک سفر، منہ بولے بیٹے کے احکام، واقعہ افک، اجازت لینے اور حجاب کے مسائل، واقعہ اسراء و معراج، سورۃ النصر میں آپ کی حیات مبارکہ کی تکمیل کا اشارہ وغیرہ۔ قرآن مجید نے ایسے کئی واقعات کو بے مثال طریقے سے کبھی اشارے کنائے سے اور کبھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں قرآن مجید کی تعلیمات سے نفع عطا فرمائے۔ میں انہی کلمات پر اکتفا کرتا ہوں۔ میں اللہ عظمت والے سے اپنے، تمہارے اور تمام مسلمانوں کے گناہوں کی بخشش کا سوال کرتا ہوں۔ تم بھی اس سے بخشش کا سوال کرو بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ ہمارے نبی اور سردار محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل اور صحابہ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔

بعد ازاں!

اے مسلمانو! قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ نبی مکرم ﷺ پر ایمان لانا، آپ ﷺ کی تصدیق کرنا، آپ کی اتباع کرنا، آپ کی عزت و توقیر کرنا اور آپ سے محبت کرنا، ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اس کے بغیر ہمارا ایمان درست نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے امت اسلام کو اپنے نبی محترم کا نہایت ادب کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ لہٰذا آپ کے ساتھ اونچی آواز میں عام لوگوں کی گفتگو کے انداز میں بات کرنے سے منع فرما دیا۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی لاعلمی میں ہی ان کے اعمال ضائع ہو

جائیں۔ امت کو حکم دیا کہ وہ آپ کو آپ کے نام سے مت پکارے۔ جس طرح وہ ایک دوسرے کو نام لے کر بلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے امتِ اسلام کو ہر وقت آپ پر درود و سلام بھیجنے کی ترغیب دی ہے۔ یہ آپ کی محبت، فضل و کرم اور امت پر آپ کی برکات کا تقاضا ہے۔

اے امتِ محمد ﷺ! نبی کریم ﷺ کی محبت کا کمال اور آپ کے ادب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے اور ظاہر و باطن میں آپ کی سنت کو اپنایا جائے، آپ کے حکم کو سر آنکھوں پر بٹھایا جائے، آپ کی سنت کو ہر معاملے میں فیصلہ کن تسلیم کیا جائے۔ آپ کی محبت اور آپ پر ایمان لانے کی کوئی دلیل اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔ یہ روئے زمین پر اقتدار اور کامیابی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ لوگوں کے دلوں کو جوڑنے اور ان میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

جبکہ اس کے مقابلے میں اپنی خواہشات و آراء سے سنت پر اعتراض کرنا، آپ کے حکم کی خلاف ورزی کرنا، آپ کی سنت میں شکوک و شبہات پھیلانا تاکہ من پسند باتوں کو لے لیا جائے اور جسے خلافِ مرضی باتوں کو رد کر دیا جائے۔ سنت نبوی کو ہلکا اور کم تر سمجھتے ہوئے تسلیم نہ کرنا۔ منافقت کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ منافقین کے دلوں میں مقام نبوت کی ہیبت ختم ہو جاتی ہے تو وہ فتنوں اور خواہشات نفس کا شکار ہو جاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی مسلمانوں میں افتراق و انتشار کا بہت بڑا سبب ہے۔ ان کے دشمنوں کے تسلط اور مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا اہم ترین سبب ہے۔ امتِ اسلام جب بھی کامیابی، عزت و وقار اور شرف و منزلت کی طلبگار ہو گی۔ وہ سنت نبوی کی اتباع اور آپ کی سیرت و کردار کو مشعل راہ بنائے بغیر ممکن نہ ہو گا۔

اے مسلمانو! مسلمانوں کے لیے واجب ہے کہ وہ نبی مکرم ﷺ کو ہر معاملے میں اپنا قائد تسلیم کریں۔ آپ ہماری محفلوں اور مجلسوں میں ہمارا روئے سخن ہوں۔ آپ ہماری شبینہ محفلوں کا عنوان ہوں۔ آپ کی تعلیمات ہماری تعلیم وتربیت کے منہجوں کا بنیادی نکتہ ہونا چاہیے۔ یقیناً آپ ہمارے دائمی قائد، حکمرانوں کے لیے تاقیامت اسوہ اور دنیا بھر کے لیے مصلح، مربی اور ناصح ہیں۔ آپ بحیثیت خاوند اور والد بھی مثالی راہنما ہیں۔

دورِ حاضر میں فتنوں، شبہات، دہشت گردی، انتہا پسندی کا دور دورہ ہے۔ لوگوں نے جاہلوں کو اپنا امام اور سردار بنالیا ہے اور کم عقل نوجوانوں کو اپنا لیڈر بنالیا ہے۔ وہ صرف فساد کر رہے ہیں۔ اصلاح کی کوشش نہیں کرتے، بربادی کرتے ہیں اور تعمیر کی کوششیں نہیں کرتے۔ اس وقت ہمیں رسول اللہ ﷺ کو اپنا آئیڈیل، اسوہ اور قائد بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ آپ کے مقام نبوت کی تعظیم کرنا اور سنت نبوی کو رد کرنے اور اس پر اعتراض کرنے والوں سے بچنا از حد ضروری ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

آج امتِ اسلام دشمنوں کے مکر وفریب اور ظلم وستم کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ مسجد اقصیٰ پر غاصب یہودیوں کا قبضہ ہے۔ دیگر کئی مسلمان ممالک پر استعمار قابض ہے۔ اس وقت ہمیں سیرتِ طیبہ اور سنتِ نبوی کی طرف رجوع کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ تاکہ ہمیں کافروں کے ساتھ معاملات کرنے، ان کے ظلم سے بچاؤ اور دشمنانِ اسلام کے مکر وفریب کو ٹالنے کی تعلیمات حاصل ہوں۔

اے مسلمانو!

قرآن مجید کی روشنی میں یہ چند سنہری کرنیں اور چمکتے موتی آپ کی خدمت میں پیش کیے ہیں۔ جبکہ قرآن مجید تو ان جواہرات سے بھرا ہوا ہے۔

لہٰذا اے اللہ کے بندو! اے مسلمانو! آؤ قرآن مجید سے نبی مکرم ﷺ کی شان اور سیرت کے جواہرات چن لو۔

غور سے دیکھو قرآنِ مجید نے سیرت طیبہ کو کس خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

اے مسلمانو! ہر نئے ہجری سال کی ابتداء میں دو عظیم واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنہوں نے تاریخ بدل ڈالی تھی۔ ایک سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نجات اور ان کا مصر سے نکلنا اور دوسرا محمد ﷺ کی ہجرت اور مکہ مکرمہ سے نکلنا ہے۔

ان دونوں واقعات کی تاریخ مختلف تھی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام مصر سے 10 محرم کو نکلے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ ربیع الاول کی ابتداء میں مدینہ منورہ پہنچے تھے، لیکن چونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہجری کلینڈر کی ابتداء محرم سے کی تھی۔ اس لیے یہ دونوں واقعات محرم کے شروع میں اکٹھے ذکر کیے جانے لگے۔ یہ دو عظیم واقعات اپنی عبرتوں، حکمتوں اور واضح نشانیوں کے اعتبار سے ملتے جلتے ہونے کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے۔

یقیناً اے اللہ کے بندو! موسیٰ علیہ السلام کی کتاب اور محمد ﷺ کی کتاب آسمانی کتب میں سے افضل ترین کتابیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ ان کا اکٹھا تذکرہ کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

”(اے نبی ﷺ!) ان سے کہو، اچھا تو لاؤ اللہ کی طرف سے کوئی کتاب جو اِن دونوں سے زیادہ ہدایت بخشنے والی ہو اگر تم سچے ہو، میں اس کی پیروی اختیار کروں گا۔“

(سورۃ القصص:49)

اس لیے عاشوراء کا روزہ بھی نہایت مبارک سنت ہے اور موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کی باہمی محبت کا اظہار ہے۔ تم سید البشر، سراج منیر پر درود و سلام بھیجو۔ اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔

”اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔“(سورۃ الاحزاب:56)

مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

”میرے پاس رب کا پیغام بر آیا تو اس نے مجھے خوش خبری دی کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اس کے دس درجات بلند کرے گا۔ اس کے دس گناہ معاف کرے گا اور اس کے اعمال نامے میں دس نیکیاں لکھے گا۔“(مسند ابن جعد:2984)

اے اللہ! اپنے حبیب اور ہمارے سردار اور نبی محمد ﷺ پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔ ان پر اپنی عنایات کی بارش برسا، آپ کی آل، ازواج مطہرات، اولاد گرامی اور صحابہ کرام پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور خصوصاً ابو بکر، عمر و عثمان ذوالنورین اور حسنین کے والد گرامی علی رضی اللہ عنہ پر دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تا قیامت نیکی میں ان کے پیروکاروں پر رحمت و سلامتی نازل فرما۔

3

جیسی کرنی ویسی بھرنی

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر خالد بن علی الغامدی حفظہ اللہ

06 شعبان 1437ھ بمطابق 13 مئی 2016ء

29

پہلا خطبہ

تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہی حکم دینے والا اور تقدیر بنانے والا ہے۔ وہی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ہے۔ اس نے کائنات کو عدل وانصاف پر قائم فرمایا ہے۔ وہی اپنی مشیئت کے مطابق بندوں کو اپنے فضل وکرم اور احسان سے نوازنے والا ہے۔ میں اس پاک ہستی کی حمد بجالاتا ہوں، ایسی حمد کہ جو اس کی عظیم حکمت اور اس کی مکمل قدرت کے شایانِ شان ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں ہے، وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کا علم اور اس کی رحمت ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس کی قدرت اور اس کا حکم ہر شے پر غالب ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ عدل وانصاف کرنے والے روشن چراغ تھے۔ اللہ کی رحمتیں اور سلامتیاں نازل ہوں آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی پاکیزہ آل پر، طاقت و بصیرت اور سرداری والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر، تابعین عظام پر تب تک کہ جب تک گردش کرتے ہوئے تارے اور بڑھتی ہوئی مخلوق تسبیح میں مصروف ہے، آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والوں پر بھی بہت سلامتی نازل ہوتی رہے۔

بعد ازاں!

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اسے ہمیشہ یاد رکھو۔ جان رکھو کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کروگے تو اللہ تعالیٰ آپ کو حق اور باطل میں تمیز سجھادے گا اور آپ کو ایسا نور عطا فرمائے گا کہ جس کی روشنی میں آپ زندگی بسر کر سکوگے۔ وہ آپ کو بخش دے گا۔ اللہ بہت احسان فرمانے والا اور عظمت والا ہے۔

اے امتِ اسلام!

اللہ رب العزت نے دنیا کے ایسے اصول اور ضابطے بنائے ہیں کہ جو کبھی تبدیل نہیں ہوسکتے اور نہ ان میں کوئی ردوبدل ہو سکتا ہے۔ عقلمند اور سعادت والا وہ ہے جو اللہ

تعالیٰ کے اصولوں کو پہچانے اور ان کے مطابق عمل کرے۔ ان کے خلاف جانے اور ان سے ٹکرانے سے باز رہے۔ ان صفات کے حامل افراد کی زندگی حسین، توفیق سے معمور اور سعادت بھری ہوتی ہے اور آخرت میں انہیں بہت اجر اور بے شمار نعمتیں ملتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے عظیم ضابطوں میں سے ایک ضابطہ وہ ہے جو لوگوں کی زندگی پر، ان کی آخرت پر اور ان کے انجام پر بہت گہرا اثر رکھتا ہے۔ یہ ضابطہ ہے:

"جیسی کرنی ویسی بھرنی۔"

یعنی اگر انسانوں کا عمل بھلا ہو گا تو انہیں بھلی جزا اور عمل برا ہو گا تو بری سزا ملے گی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم اصول ہے، جو اس کی حکمت، عدل اور لا محدود قدرت کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔ یہ اس دنیا کا جرم کیلئے قانون ہے جو عدل وانصاف اور اعتدال پر مبنی ہے اور اس میں کسی ایک طرف کوئی جھکاؤ نہیں اور کسی ایک جانب کوئی میلان نہیں اور کسی پر کوئی زیادتی نہیں۔

اگر تمام لوگ اپنے ظاہری اور پوشیدہ معاملات کا جائزہ اور اپنے حال پر غور کریں تو انہیں اللہ تعالیٰ کا وضع کردہ یہ ضابطہ اپنی اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں نظر آئے گا۔ چنانچہ غور کرنے والے اس سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے اسباب اور حکمتوں کو بھی کسی حد تک جان لیں گے۔ ان پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ نیکی ضائع نہیں جاتی، اور گناہ بھلایا نہیں جاتا، حساب کتاب لینے والے کو کبھی موت نہیں آتی، جیسی کرنی ویسی بھرنی اور جیسا دوسروں کے ساتھ کرو گے ویسا آپ کے ساتھ بھی بہر حال کیا جائے گا۔

کیا یہ عجیب نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ ایک برے کردار والی عورت کو صرف اس لیے بخش دیتا ہے کہ اس نے ایک پیاسے جانور کی پیاس بجھا کر اس کی زندگی بچائی تھی؟! کیا یہ حیران کن نہیں کہ اللہ تعالیٰ قارون کو خزانوں سمیت اس لیے زمین میں دھنسا دے اور

وہ دھنستا چلا جائے کہ اس نے سرکشی کی تھی، دراصل اس نے حد سے تجاوز کیا تھا، لوگوں کو فتنے میں مبتلا کیا تھا اور وہ ان کے ایمان کو متزلزل کرنے والا بن بیٹھا تھا۔

اگر تعجب کرنا ہے تو جنگ احد میں صحابہ کرام پر آئی مصیبت پر غور کیجیے! صحابہ کرام بول اٹھے تھے کہ

"یہ مصیبت کہاں سے آگئی؟"

حکمت اور عدل والے نے واضح جواب نازل فرمایا:

"یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے۔" (سورۃ آل عمران:165)

اللہ کا یہ اصول ہے کہ جیسا عمل ویسی جزا، یہ دراصل کام کے مطابق نتیجہ اور کوشش کے مطابق انجام کی بہترین تصویر ہے۔ یہ قاعدہ شریعت کے احکام میں، تقدیر کے معاملات میں، ہر زمانے میں اور جگہ پایا جاتا ہے۔ اس ضابطے کی طرف قرآن مجید کی سو سے زیادہ آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس قاعدے کو لوگوں کے دلوں میں بٹھانے کے لیے کئی ارشادات فرمائے ہیں۔ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے:

"نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔" (سورۃ الرحمٰن:60)

کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھا ہے:

"جو بھی برائی کرے گا اس کا پھل پائے گا اور اللہ کے مقابلہ میں اپنے لیے کوئی حامی و مددگار نہ پاسکے گا۔" (سورۃ النساء:123)

آیاتِ مبارکہ میں بڑی دفعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان اور پرہیزگاری اختیار کرنے والوں کو اچھی زندگی سے نوازتا ہے۔ ان کے لیے اپنی معرفت، اپنے تعلق اور اپنی سعادت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ ان کے معاملات آسان فرما دیتا ہے۔ ان کی

مصیبتیں دور فرما دیتا ہے اور انہیں مشکلات سے چھٹکارہ عطا فرماتا ہے۔ ان کی اور ان کی نسلوں کی نگہبانی فرماتا ہے۔ ان کے اعمال کی تکریم کرتے ہوئے ان کی مدد فرماتا ہے۔

جو اخلاص کے ساتھ پرہیز گاری اختیار کرتا ہے اور گناہوں سے پرہیز کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے برائی اور گندگی دور فرما دیتا ہے اور سچی ناموری عطا فرماتا ہے۔ فرمایا:

”ہم نے اس سے بدی اور بے حیائی کو دور کر دیا، در حقیقت وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔“ (سورۃ یوسف:24)

جو قول و عمل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچائی والا معاملہ کرتا ہے، اللہ بھی اس کے ساتھ سچائی والا معاملہ فرماتا ہے اور اسے علم و دانش سے نوازتا ہے۔ لوگوں کے دل اس کی طرف پھیر دیتا ہے۔ پھر لوگ محبت، کشش اور رحمت کے جذبات لیے اس کی طرف بڑھتے چلے آتے ہیں۔ اللہ اپنے مظلوم اور بے یار و مددگار بندوں کو بھی بڑا اجر دیتا ہے۔ سنیے کہ اللہ انہیں کیا اجر دیتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

”ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ اب ان لوگوں پر مہربانی کریں جو زمین میں ذلیل کر کے رکھ دیئے گئے تھے اور انہیں پیشوا بنا دیں اور انہی کو آئندہ کیلئے وارث بنا دیں۔ اور زمین میں ان کو اقتدار بخشیں۔“ (سورۃ قصص:5-6)

اے مسلمانو!

بھلا نتیجہ اور اچھا انجام، اچھی جزا کا حصہ ہیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو بڑھاپے میں بھلی زندگی، بہترین توانائی اور سعادت مندی سے نواز دے، اس لیے کہ وہ جوانی میں اللہ کی عبادت بجالاتا تھا اور اس کی خوشنودی کا متلاشی رہتا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ بڑھاپے میں بھی اس کی حفاظت فرمائے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

”اللہ کو یاد رکھو، وہ تمہیں یاد رکھے گا، اللہ کو یاد رکھو، تم اسے اپنی طرف متوجہ پاؤ گے۔“ (جامع ترمذی:2516)

ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مصیبت کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کسی شخص کا امتحان لے اور جب وہ امتحان میں پورا اترے، وہ رب پر راضی ہو جائے اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے تو اللہ اسے ہدایت عطا فرما دے، اللہ بھی اس سے راضی ہو جائے، اس کی عاقبت سنوار دے اور اسے پہنچنے والے نقصان کا بہترین معاوضہ عطا فرما دے۔ بھلا یہ معاملہ مؤمن کے علاوہ اور کس کو نصیب ہو سکتا ہے اور آخر کار تو پرہیز گاروں کا ہی اچھا انجام ہوتا ہے۔

اللہ کے بندو! ان لوگوں سے بھی کچھ سبق سیکھو جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے سائے تلے جگہ عطا فرمائے گا۔ انہوں نے دنیا میں کتنا صبر کیا اور اللہ کے لیے کتنی مشکلات سہیں، پھر نتیجہ خوش بختی، کامیابی اور ٹھنڈی چھاؤں کی شکل میں ملا۔ وہ بھی اس وقت کہ جب لوگ مصیبت، کرب اور تپتے ننگے سورج کے نیچے شدید پریشانی کے عالم میں ہوں گے۔ ارشادِ ربانی ہے:

''اُن کے صبر کے بدلے میں اللہ اُنہیں جنت اور ریشمی لباس عطا کریگا۔'' (سورۃ الدہر:12)

جو اپنی نظر نیچی رکھتا ہے، اسے گناہ سے بچا کر رکھتا ہے، زبان اور کان کو گناہ سے دور رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس نور بصیرت سے نوازتا ہے اور علم و دانش اور سمجھداری عطا فرماتا ہے۔ گناہ کی عارضی لذت ان نعمتوں کے سامنے بھلا کیا حیثیت رکھتی ہیں؟ اچھا بول بولنا بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔ جو شخص بھلا بول بولتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے قیامت تک کے لیے راضی ہو جاتا ہے۔ جو والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور کرم نوازی سے اس کے ساتھ بھی بھلا سلوک کرتا ہے۔

جو مؤمن مردوں اور عورتوں کے لیے مغفرت کا سوال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ہر مؤمن مرد اور ہر مومن عورت کے بدلے ایک نیکی عطا فرماتا ہے۔ جو مسلمان کی پردہ

پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ جو لوگوں پر خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے مزید عطا فرماتا ہے۔ جو اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے۔ اللہ رحم کرنے والوں پر ہی رحم فرماتا ہے۔

یہ ساری جزائیں اللہ تعالیٰ کے اسی عظیم ضابطے کا نتیجہ ہیں: ”جیسی کرنی ویسی بھرنی۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو بہترین جزا دیتے ہوئے انہیں لوگوں کا امام، بہترین نمونہ اور ہدایت کا مینار بنا دیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور اعمال سے لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں چند معاملات میں آزمایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آزمائش میں پورے اترے، اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر کرنے والا، حلیم نرم دل اور رجوع کرنے والا پایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا حال بھی دیکھ لیجیے! ان پر بہت سی مصیبتیں اور آزمائشیں نازل ہوئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمرانی نصیب فرمائی اور اچھی عاقبت سے سرفراز کیا۔

اگلوں اور پچھلوں کے سردار، ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ترین آزمائش کا سامنا رہا، تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندگی کی تمام شکلیں اللہ کے لیے خاص کر دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں بہترین اور کامل ترین شخصیت بنا دیا، ان کا ذکر بلند فرمایا، دنیا و آخرت کے تمام قابلِ فخر مقامات پر ساری مخلوق کا امام بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی اور پیاری بیوی کو یاد کیجیے، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جنہیں اللہ رب العزت نے جنت میں موتی سے بنے ہوئے ایک گھر کی بشارت دی۔ وہ اس لیے کہ انہوں نے ایمان قبول کرنے میں دیر نہ کی۔ چنانچہ جنت میں موتی والے گھر کی حقدار ٹھہریں جس میں نہ کوئی شور ہو گا اور نہ تھکاوٹ۔ وہ اس لیے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نبھایا، اپنے نفس اور مال کے ذریعے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حقوق بغیر تھکے، بغیر چوں چرا کیے اور بغیر آہ کیے ادا کرتی گئیں۔

تاریخ میں جیسی کرنی ویسی بھرنی کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں۔
فرمان الٰہی ہے:
”جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہو گی وہ اس کو اپنے سامنے دیکھ لے گا۔“(سورۃ الزلزلۃ:7-8)
اے مسلمانو!
اللہ تعالیٰ کے اس عظیم ضابطے کی عجیب بات یہ بھی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے، اللہ اسے بھلا دیتا ہے، پھر اللہ اس کی پرواتک نہیں کرتا۔ جو شہرت کا طالب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا میں اسے شہرت تو دے دیتا ہے تاہم اسے ذلیل ورسوا بھی کر دیتا ہے۔ جو دکھاوا کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مخلوق کے سامنے اسے ذلیل کر دیتا ہے۔ جو مسلمانوں کے عیبوں کی کھوج لگاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیب کے پیچھے لگ جاتا ہے اور اسے ذلیل ورسوا کر دیتا ہے۔ جو ہدایت کی راہ سے ہٹ جاتا ہے، اللہ اسے بے راہ کر دیتا ہے اور عذاب کا راستہ اس کے لیے ہموار کر دیتا ہے۔ جو اللہ کے ذکر سے منہ موڑتا ہے اللہ اس کی زندگی عذاب بنا دیتا ہے اور خود سے بھی تنگ ہو کر رہ جاتا ہے۔
جو مسلمانوں کو فتنوں، عذاب، قتل وغارت اور جلاؤ گھیراؤ کی طرف دھکیلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ ذلت کی حالت میں کرتا ہے اور لوگوں کو اس سے متنفر کر دیتا ہے۔ آخرت میں بھی اس کے لیے آگ کا عذاب مہیا کر دیتا ہے، فرمایا:
”جن لوگوں نے مومن مردوں اور عورتوں پر ظلم وستم کیا اور پھر اس سے تائب نہ ہوئے، یقیناً اُن کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلائے جانے کی سزا ہے۔“
(سورۃ البروج:10)
منافقین اور مجرمین نے جب اہل ایمان کا مذاق اڑایا اور ان کی طرف اشارے کر کے ہنسنے لگے تو انہیں کرنی کے مطابق بھرنی بھی پڑی۔ فرمان الٰہی ہے:

”آج ایمان لانے والے کفار پر ہنس رہے ہیں۔ وہ مسندوں پر بیٹھے ہوئے ان کا حال دیکھ رہے ہیں۔ مل گیا نا کافروں کو اُن حرکتوں کا بدلہ جو وہ کیا کرتے تھے۔“(سورۃ المطففین:34-36)

کچھ لوگوں نے تو اسلامی شریعت کے ساتھ بھی کھیل کھیلا، اس کے احکام تبدیل کر دیے، اس کے قوانین میں ردوبدل کر ڈالا، اپنے نفس کی پیروی کرتے رہے اور ظالموں کے پیچھے لگے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شکلیں ہی مسخ کر ڈالیں اور ان کی شکلیں بندروں کی سی بنا ڈالیں۔ ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں۔ پھر ان کا حال یہ ہوا کہ بھلائی کو بھلا نہ سمجھتے تھے اور برائی کو برا نہیں جانتے تھے۔ بس اپنے نفس ہی کی پیروی میں لگے رہتے تھے۔

زکاۃ روکنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے تین طرح داغے جانے کی وعید سنائی ہے۔ ان کی پیشانیاں، ان کے پہلو اور ان کی پشتیں داغی جائیں گی۔ یہ سزا ان کے جرم کے عین مطابق ہے۔ انہیں سزا میں اسی چیز کا سامنا کرنا پڑا، جس سے وہ بچنا چاہتے تھے۔

اللہ کی شریعت اور علم چھپانے والے پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اور سب لعنتیں بھیجنے والوں کی لعنتیں بھی ان پر آپڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں آگ کی لگام پہنائے گا اور یہ سزا بھی ان جرم کے عین مطابق ہے۔

اللہ کے بندو! جب ہم ان سزاؤں پر غور کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے سرکشوں اور رسولوں کے مخالفین پر نازل فرمائی تھیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سزائیں ان کے جرم کے عین مطابق تھیں۔ اللہ نے قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، اصحابِ ایکہ، قومِ لوط، قومِ فرعون، قومِ سبا اور دیگر قوموں کی تباہی کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

”آخر کار ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کی پاداش میں پکڑ لیا، پھر ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی، اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آلیا، اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا، اور کسی کو غرق کر دیا، بات یہ ہے کہ اللہ اُن پر ظلم کرنے والا نہ تھا، مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔“(سورۃ العنکبوت:40)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

”مدینہ منورہ کے کچھ لوگوں میں برائی پائی جاتی تھی، تاہم انہوں نے لوگوں کی عیب جوئی سے گریز کیا تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کی عیب جوئی سے روک لیا۔ جب وہ اس دنیا سے گزرے تو ان کی عیب جوئی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ کچھ دوسرے لوگ ایسے بھی تھے جن میں برائی نہیں تھی، تاہم یہ لوگوں کی عیب جوئی سے باز نہ رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی برائیاں ظاہر کر دیں۔ موت کے وقت تک لوگ ان کی برائیاں یاد کرتے رہے۔“

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

”بعض دفعہ مجھے کسی کی برائی نظر آجاتی ہے تاہم میں اس کے متعلق بات اس ڈر سے نہیں کرتا کہ کہیں میں بھی اس برائی میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔“

اللہ مجھے اور آپ کو قرآن کریم کے ذریعے سے برکت عطا فرمائے، آیات اور ذکرِ حکیم سے نفع پہنچائے۔ میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اپنے لیے، آپ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے اللہ عظیم و جلیل سے ہر گناہ کی معافی مانگتا ہوں۔ آپ بھی اسی سے معافی مانگئے۔ بالیقین وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

سچی اور برحق تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اس کی بندگی اور غلامی کا تقاضا ہے کہ ہم اس کے شکر گزار ہوں۔ اس نے ہمارے دین کو مکمل کیا اور اس کے کلمات صدق و عدل میں کامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی ہو ہدایت و یقین اور حق کے ساتھ مبعوث نبیٔ رحمت پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل، صحابہ کرام اور تابعین عظام پر ہمیشہ اور تاحیات اللہ کی رحمتیں اور سلامتی نازل ہو۔

حمد و ثناء کے بعد:

امت اسلام!

"جیسی کرنی ویسی بھرنی۔" اللہ تعالیٰ کے اس قانون کو ہر دم ذہن نشین رکھنے اور ہر موقع اور ہر حادثے پر یاد رکھنے سے بندے کو اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف اور حکمت پر پختہ یقین حاصل ہوتا ہے اور یہ کہ بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس سے بندے کو اللہ سے خیر و بھلائی کی امید بندھ جاتی ہے۔ وہ اپنے رب سے گمان اچھا کر لیتا ہے۔ وہ اللہ کی رحمت، کرم اور عمدہ ثواب کا امیدوار بن جاتا ہے۔ اس سے وہ اطمینان اور رضامندی سے سرشار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسے پختہ یقین ہو جاتا ہے کہ عنقریب اسے مکمل جزاء ملے گی۔ اس لیے وہ نہ مایوس ہوتا ہے اور نہ غمگین اور اللہ بہترین عمل کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ جس شخص کو اللہ بہترین جزا سے نواز دے اسے اس پر مغرور نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے شکر گزار بن کر مزید نعمتوں کا سوالی بننا چاہیے تاکہ یہ نعمتیں تادیر برقرار رہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اگر تم شکر کرو تو میں تمہیں مزید عطا کروں گا۔" (سورۃ ابراہیم:7)

اور جسے بدترین بدلہ ملے وہ اللہ کی بخشش و حمت سے مایوس نہ ہو بلکہ توبہ اور استغفار کرے اور اللہ کی ناراضی اور غضب والے کاموں سے دور ہو جائے، کیونکہ ہر مصیبت کسی گناہ کا نتیجہ ہوتی ہے اور توبہ سے وہ دور ہو جاتی ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے ایمان قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے رسوا کن دنیاوی عذاب دور کر دیا اور ایک عرصہ تک انہیں خوشگوار زندگی گزارنے کا موقع دیا۔

"جیسی کرنی ویسی بھرنی۔" یہ قانون الٰہی تمام انسانوں پر لاگو ہے۔ اس میں کسی کو استثنٰی یا خصوصی رعایت حاصل نہیں۔ ہر وہ شخص جو اس کا مستحق ہو، اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کے مطابق ایک مناسب وقت پر وہ اس قانون کی گرفت میں آ جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی قوم کو بد دعا دی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اے ہمارے رب! تونے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور مال و دولت سے نواز رکھا ہے۔ اے رب! کیا یہ اس لیے ہے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے بھٹکائیں؟ اے رب! ان کے مال غارت کر دے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔“(سورۃ یونس:88)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ بد دعا چالیس سال بعد قبول ہوئی اور فرعون اور اس کی قوم ہلاک ہو گئی۔ اس لیے کسی شخص کو اس قانون سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اب یہ ظالم لوگ جو کچھ کر رہے ہیں، اللہ کو تم اس سے غافل نہ سمجھو اللہ تو اِنہیں ٹال رہا ہے اُس دن کے لیے جب حال یہ ہو گا کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی ہیں۔“

(سورۃ ابراہیم:42)

کبھی اللہ تعالیٰ ظالموں اور باغیوں کو مہلت بھی دے دیتا ہے لیکن انہیں نظر انداز نہیں کرتا۔ لوگ بے گناہ لوگوں کو قتل کر کے خوش ہوتے ہیں اور وہ یہ گمان کر بیٹھتے ہیں کہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ رہیں گے۔ پھر اچانک اللہ کی پکڑ آ جاتی ہے اور یہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ یقیناً ”جیسی کرنی ویسی بھرنی۔“

برادرانِ اسلام!

یہ قانونِ الٰہی مسلمان کی تربیت کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کیلئے مکمل سر تسلیم خم کر دے، کیونکہ حکمت الٰہی کے آگے کی عقلیں دنگ ہیں۔ انسانی عقل اللہ کے علم کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کائناتی قضا کے راز، تقدیر اور تدبیر کی حقیقت پانے سے یکسر قاصر ہے۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی تدبیر و حکمت سے ہونے والی تبدیلیوں کو دیکھ کر کچھ لوگ ناراضی کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ کی تقدیر میں شک کرنے لگتے ہیں۔ اللہ کچھ قوموں کو بلندی دیتا اور کچھ کو پستی میں دھکیل دیتا ہے۔ کسی کے لیے رحمت کے

دروازے کھول دیتا ہے اور کسی کے لیے بند کر دیتا ہے۔ کسی کو نوازتا ہے اور کسی کو محروم کر دیتا ہے۔ کسی کو آزماتا ہے اور کسی کو سلامتی سے نوازتا ہے۔ کسی کو غنی اور کسی کو فقیر بنا دیتا ہے۔ کسی کو عزت سے نوازتا ہے اور کسی کو رسوا کر دیتا ہے۔ ان تمام کاموں میں انسان بھلا کیسے اللہ تعالیٰ کی حکمت و علم کو جان سکتا ہے؟

لہٰذا اے ابن آدم!

اگر تم اپنا دل اللہ کے سپرد کر دو، اس کی تقدیر کو تسلیم کر لو، اس کی تقسیم پر راضی ہو جاؤ۔ اللہ کے فرائض کو ادا کرنے لگو، اور ان امور کو چھوڑ دو، جن کے ساتھ تمہارا تعلق نہیں ہے تو تمہارے دل کو راحت نصیب ہو جائے گی۔ تمہاری زندگی سعادت بخش ہو جائے گی اور تم تو اپنے رب کے یہاں قابل تعریف مقام حاصل کر لو گے۔

اور اگر تم اپنے رب کی تقسیم پر راضی نہ ہوئے، اللہ کے فرائض کو ضائع کیا اور غیر متعلقہ امور میں مشغول ہوئے تو تم فکروں اور پریشانیوں میں گھر جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ بھی تم سے اعراض کریں گے، پھر بھی تمہیں ملے گا وہی جو اللہ نے تمہاری قسمت میں لکھ رکھا تھا جبکہ تم اپنے رب کے ہاں قابل مذمت ہو جاؤ گے۔ کیونکہ ”جیسی کرنی ویسی بھرنی۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔“ (سورۃ الکہف: 49)

اے بندے! تیرے کچھ گناہ اور غلطیاں تیرے اور تیرے رب کے درمیان ہیں اور کچھ غلطیاں اور رنجشیں تیرے اور لوگوں کے درمیان ہیں۔ اگر تو چاہتا ہے کہ اللہ تجھے بخش دے اور درگزر فرما دے تو اللہ کی طرف لوٹ آ، توبہ کر لے۔ اللہ کے بندوں سے درگزر فرما اور ان کی غلطیاں معاف کر دے کیونکہ قانونِ الٰہی یہی ہے کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔“ (سورۃ الکہف: 49)

اے آدم کے بیٹے!

اگر تم اپنے والدین کے فرمانبردار ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، اپنے اہل وعیال کے لیے رحمدل ہو، سارے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہو تو تمہیں اس کی مٹھاس اور ثواب ملے گا، تم اپنی آنکھوں سے اس کی جزاء دیکھ لوگے اور اگر تم نافرمانی، بغاوت اور قطع رحمی ہی کرنے پر تل جاؤ۔ لوگوں کو حسد وکینے اور لڑائی جھگڑے سے تکلیف دو، تو جان لو "جیسی کرنی ویسی بھرنی۔" اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔"

اے ابن آدم! جو شخص حلال کھانا کھائے اللہ اس کی دعائیں قبول کرتا ہے اور جو شخص گناہ ترک کرنے کا عزم کرلیتا ہے وہ ایمان کی حلاوت چکھ لیتا ہے اور اس کے لیے اللہ کی رحمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں جو اپنا باطن درست کرلیتا ہے۔ اللہ اس کا ظاہر بھی درست کر دیتے ہیں، جو اپنے تعلقات اللہ سے استوار کرلیتا ہے اللہ اس کے تعلقات مخلوق سے بھی سیدھے فرما دیتا ہے۔ جو شخص اللہ کے لیے کوئی چیز ترک کرتا ہے، اللہ اسے اس سے بہتر چیز عنایت کر دیتا ہے اور جانے والی چیز کا غم اسے نہیں ہوتا کیونکہ "جیسی کرنی ویسی بھرنی" اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔"

اے ابن آدم! یہ تیرے اعمال ہی ہیں جنہیں اللہ محفوظ کرتا ہے اور اس کے فرشتے لکھتے ہیں، عنقریب قیامت کے دن تو انہیں اپنے اعمال میں پڑھے گا۔ جسے خیر و بھلائی نصیب ہو تو وہ اللہ کا شکر گزار ہو اور جسے قیامت کے روز خیر و بھلائی نہ مل سکی وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے کیونکہ قانون الٰہی ہے: "جیسی کرنی ویسی بھرنی۔" ارشاد ربانی ہے:

"تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔" (سورۃ الکہف:49)

میں انہی کلمات پر اکتفا کرتا ہوں، تم سید البشر، ہادی و راہنما اور سراج منیر محمد ﷺ پر درود و سلام بھیجو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔" (سورۃ الاحزاب:56)

آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔“(مسند ابن جعد:2948)

فضیلۃ الشیخ

ڈاکٹر اسامہ بن عبد اللہ خیاط حفظہ اللہ

باپ بیٹا دونوں حرم کے امام، قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر مضامین میں مہارت رکھنے والے، کئی کتابوں کے مصنف اور جید عالم دین ڈاکٹر اسامہ بن عبد اللہ بن عبد الغنی خیاط۔ حرم مکی کے پڑوس میں واقع جبل الکعبہ کے نام سے معروف آبادی میں آپ 12 فروری 1956ء کو معروف علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والدِ گرامی جید عالم، امام کعبہ اور علماء کی اعلیٰ سطحی کمیٹی کے ممبر تھے۔ ابتدائی علوم اور حفظِ قرآنِ کریم کی ایک سند اپنے والد گرامی سے اور معروف قاری محمود عبد الرحمٰن الیحیٰ سے حاصل کی۔ حدیث کی کتابوں کی تعلیم کی بھی کئی اعلیٰ اسناد حاصل کیں۔ پرائمری، مڈل اور سیکنڈری سطح کی تعلیم مکہ مکرمہ ہی میں حاصل کی۔ ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ سے علوم اسلامیہ میں بیچلرز، ماسٹرز اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ جہاں پڑھا تھا وہیں پڑھانے کا موقع مل گیا۔ شریعہ ڈیپارٹمنٹ اور پھر الدعوہ فیکلٹی میں استاد رہے اور مسلسل تین ادوار کے لیے کتاب وسنت ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ بھی رہے۔ اولاً مسجد حرام میں احادیث کی کتابوں کے معلم متعین ہوگئے، سعودی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے، اس دوران مکہ مکرمہ کی ایک مسجد میں امامت وخطابت جاری رہی۔ 1997ء میں مسجد حرام کے امام وخطیب مقرر ہوگئے۔ ازاں بعد رابطہ عالم اسلامی کے بنیادی ارکان میں بھی آپ کو لے لیا گیا۔ حدیث، تفسیر، فقہ اور عقیدے کے موضوعات پر لکھی متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

3

فراغت۔۔۔
قدر اور ناقدری کے مابین

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر اسامہ خیاط حفظہ اللہ

24 رجب 1435ھ بمطابق 23 مئی 2014ء

30

پہلا خطبہ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پالنہار ہے اور اچھا انجام پرہیز گاروں کے لیے ہے۔ میں اللہ کی ثناء بیان کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ مختار مطلق اور بے پردہ آشکار سچائی ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار محمد ﷺ اللہ کے بندے اور پیغمبر ہیں جنہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ اے اللہ! اپنے بندے اور پیغمبر محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی پاکیزہ آل پر رحمتیں اور سلامتی نازل فرما۔ اور اے اللہ! آپ ﷺ کے تمام صحابہ، تابعین اور تاقیامت ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کو اپنی رضا عطا فرما۔

حمد و ثناء کے بعد :

اے بندگانِ الٰہی!

اللہ سے ڈرو، یوم آخرت کے لیے بہتر سے بہتر زادِ راہ تیار کرو۔ دنیا کی زندگی تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی اللہ کے متعلق بڑا دغا باز یعنی شیطان تمہیں دھوکے میں مبتلا کرے۔

اے بندگانِ رب !

دنیا میں کتنے ہی ایسے گمبھیر حوادث ہیں جو زمین پر بسنے والوں کو پہنچتے رہتے ہیں اور وہ اس ذات کا شکر ادا کرنا بھول جاتے ہیں جو ان پر پیہم اور بے شمار نعمتیں برسا رہا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے، حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی در گزر کرنے والا اور رحیم ہے۔"(سورۃ النحل:18)

اسی طرح پریشان کن حالات میں الجھ کر وہ ان ذمہ داریوں کو بھی فراموش کر دیتے ہیں جو ان پر ان کے بھائیوں اور معاشرے کے لوگوں کے لیے عائد ہوتی ہیں مثلاً مختلف اشیاء تیار کرنا، کسی دوسرے کی ضرورت کا بہتر سے بہتر جواب دینا، تنگدستی میں کسی کا تعاون کرنا، مصائب کے شکنجے میں جکڑے ہوئے اور تعاون کے انتظار میں ٹکٹکی لگائے ہوئے کی مدد کرنا اور دوسروں کی غمخواری کرنا جس سے باہمی ہمدردی، خلوص اور بھائی چارے کے خوبصورت مناظر سامنے آتے ہیں۔

آدمی جن پریشانیوں میں الجھ کر اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو جاتا ہے، وہ سب اپنے اثرات کے اعتبار سے یکساں نوعیت کی نہیں ہوتیں، غربت، بیماری، مصائب زمانہ، جان لیوا حوادث اور بے چینیوں سے اٹے شب و روز، یہ سب ان پریشانیوں کی مختلف شکلیں ہیں جو آدمی کی نگاہوں سے اس کی ذمہ داریاں اوجھل کر دیتی ہیں، اسے اہم کاموں سے باز رکھتی ہیں، اس کے اوقات کو برباد اور اس کی عمر کو ضائع کر دیتی ہیں۔

جہاں کچھ لوگوں کی یہ صورت حال ہے کہ وہ مصائب زمانہ میں پھنس کر اپنے پروردگار، اپنی جان اور اپنے معاشرے کے حقوق فراموش کر دیتے ہیں، وہیں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں بلکہ اکثریت انہی کی ہے جو پریشانیوں سے آزاد ہیں، بے فکری کی نیند سوتے ہیں جنہیں تندرستی، نعمتوں کی فراوانی، خوشحالی، سلامتی اور فراغت سمیت سب کچھ حاصل ہے، نہ انہیں کوئی پریشان کن کام درپیش ہوتا ہے، نہ کنبے کی کفالت کے لیے کوئی بے چینی ہے اور نہ گردشِ زمانہ کی کوئی فکر۔

ان لوگوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ نعمتوں کی پوری طرح قدر کریں، اپنے مُنعِم کا شکر ادا کریں، ہر طرح کے بکھیڑوں اور الجھنوں سے خالی جو فراواں وقت انہیں حاصل ہے اور تندرستی کی جو نعمت ملی ہوئی ہے، اس سے پوری طرح فائدہ اٹھائیں ورنہ یہ لوگ

بے پناہ خسارے کا شکار ہوں گے نبی کریم ﷺ نے اس ضمن میں اپنی امت کو اُس خسارے سے متنبہ کیا ہے جس کی کسی صورت تلافی ممکن نہیں ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"دو نعمتوں میں بہت سارے لوگ خسارے کا شکار ہیں، ایک تندرستی اور دوسری فراغت۔" (صحیح بخاری:6412)

اس حدیث میں خسارے کے لفظ سے مراد نقصان اور گھاٹے کا سودا ہے۔ یہ سودا وہی آدمی کرتا ہے جو کم عقلی اور مزاج کے بگاڑ میں مبتلا ہو کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ ہر شعبے میں اپنے فوائد کے لیے تگ و دو کرتا ہے اور جدوجہد کے میدان میں عاجزی و درماندگی کو قطعاً اپنی راہ میں حائل نہیں ہونے دیتا۔

اور اگر کوئی آدمی منفعتوں کے حصول کو اپنے حساب میں شامل نہیں کرتا اور اچھی چیز پانے کے لیے کوئی دوڑ دھوپ نہیں کرتا تو وہ یقینی طور پر کم عقل اور مختل مزاج ہے۔

لیکن اس سے بھی زیادہ کم عقل اور مختل مزاج آدمی وہ ہے جسے کوئی منفعت یا عمدہ شے حاصل ہو لیکن وہ اس سے فائدہ اٹھائے بغیر اسے ضائع کر دے اور اس کی حفاظت کے لیے، طویل عرصے تک اس سے نفع اندوز ہونے کے لیے اور زندگی کے بھلے اور برے دنوں میں اس سے فیضیاب رہنے کے لیے کوئی تگ و دو نہ کرے۔

اور اے بندگانِ الٰہی! یہ بھی یاد رکھو کہ کوئی نعمت، کوئی فائدہ اور کوئی بھی کمائی صحت و تندرستی کے اس لباس سے بڑھ کر نہیں ہے جو بالیدگی اور عوارض سے یکسر پاک ہو۔

اس لیے عقل و دانش کا تقاضا ہے کہ جس شخص کو اللہ نے اِس نعمت سے نوازا ہو، وہ اِس کی قدر کرے جبکہ اس کی قدر کے کئی ایک طریقے ہیں لیکن سب کی غایت صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ جس نے یہ نعمت عطا فرمائی ہے، اس کی فرمانبرداری کی راہ پر چلتے

ہوئے اس کا شکر ادا کیا جائے، اس نعمت کو استعمال کرتے ہوئے اپنی کاوشوں کو بروئے کار لایا جائے اور اِسے اطاعت میں استعمال کیا جائے، جوانی کے لمحات سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے اور مجاہدۂ نفس کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہوس پرستیوں اور بری کیفیتوں سے بچایا جائے۔

یہ تمام اعمال اس شکر کی مختلف صورتیں ہیں جس کا ادا کرنا واجب ہے اور جس کے ذریعے نعمت کو دوام ملتا ہے اور تندرستی برقرار رہتی ہے۔

"اور یاد رکھو، تمہارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے۔"

(سورۃ ابراہیم:7)

لیکن یہ بات بھی یقینی ہے کہ تندرستی کی نعمت گردش زمانہ اور بیماریوں کی وجہ سے ہمیشہ روبہ زوال رہتی ہے، بیماریاں مسلسل اس پر حملہ آور ہوتی رہتی ہیں اور بالآخر اسے خاتمہ تک لے آتی ہیں اور ہر فانی شے کا یہی معاملہ ہے۔

لیکن لوگ اس طے شدہ انجام سے آنکھیں بند کیے رکھتے ہیں، اپنی صحت اور زندگی کی بہار کو غفلت و سرمستی اور حرام لذتوں میں مدہوش ہو کر برباد کر دیتے ہیں، وہ اپنا ایک دن بھی اس وقت اور لمحے پر غور کرنے میں صرف نہیں کرتے جب حالت یکسر پلٹ جائے گی اور بالآخر یہ جہان چھوڑنا پڑے گا، وہ کبھی اس بے حالی کو اپنے تصور میں نہیں لاتے جو بڑھاپے سے گزرنے والے ہر شخص کا مقدر ہے اور جو ایک بار آکر اس طرح ڈیرے ڈال دیتی ہے کہ پھر اس سے چھٹکارے کے لیے کوئی کوشش سود مند نہیں ہوتی۔

یہی لوگ ہیں جو المناک خسارے میں مبتلا ہوتے ہیں، اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں اور کرب و اضطراب کے اس وقت کے لیے کوئی تیاری نہیں کرتے جب آدمی اپنے ہی بدن

کی ناتوانی اور اعضاء کی کمزوری سے اس قدر عاجز آ جاتا ہے کہ اپنے دین کے واجب اور فرض اعمال بھی ادا نہیں کر سکتا۔

ان کے ساتھ ساتھ ایک دوسرا گروہ بھی ہے جو اسی گروہ کی طرح خسارہ اٹھاتا ہے کیونکہ یہ بھی کم عقل اور بگڑے تصور والا ہوتا ہے یعنی ایسے لوگ جنہیں اللہ نے فراغت کی نعمت عطا کی ہوتی ہے اور ایسا وقت انہیں دیا ہوتا ہے جو زندگی کی الجھنوں اور اس کے بکھیڑوں سے یکسر آزاد ہوتا ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس نعمت سے پوری طرح فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس کے ثمرات سے اس طرح فیضیاب ہوتے ہیں کہ ان کا وقت غیر ضروری مشاغل سے پاک ہو کر خالص انہی کا ہو جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ رزق کی کشادگی اور جان ومال کا اطمینان بھی فراغت کی نعمت کا لازمی حصہ ہیں۔ اگر رزق کشادہ ہو گا تو فراغت کے لمحات لقمۂ زیست کی خاطر مشقتیں اور مشکلیں برداشت کرنے میں صرف نہیں ہوں گے۔ اسی طرح جب ایک مومن کو اپنی جان اور اپنے اس مال کی جانب سے مکمل اطمینان ہو گا جو اس نے برے وقت سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ذخیرہ کیا ہو، تو اس کا فارغ وقت ان ناگہانی آفتوں اور مصیبتوں کے اندیشے میں صرف نہیں ہو گا جن کی وجہ سے لوگوں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں۔

یوں جب آدمی کو اپنے رزق، اپنے مال اور اپنی جان کی طرف سے مکمل اطمینان ہو تو گویا کہ اسے فراغت کی نعمت پوری طرح حاصل ہو چکی ہے چنانچہ اب اس کی ذمہ داری ہے کہ اِس کی پوری پوری قدر کرے اور اس کو ایسے کاموں میں صرف کرے جو اس کے لیے مفید ہوں یا کوئی ایسا نتیجہ دیں جو اس کی زندگی پر اور اس کے آئندہ دنوں پر خوشگوار اثرات مرتب کرے۔

چونکہ آدمی کو میسر اوقات کی بہ نسبت اس کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں، اس لیے نبی کریم ﷺ نے فراغت کی قدر پہچاننے والے کو تلقین کی ہے کہ اسے اس طرح استعمال کرے کہ اس کا زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

”پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جانو، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، خوشحالی کو غربت سے پہلے، فراغت کو مصروفیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔“(المستدرک علی الصحیحین:4/302)

اور اللہ کے بندو! اس حدیث میں اس بات کا اشارہ بھی ہے کہ تندرستی اور دیگر نعمتوں کی طرح فراغت کی نعمت بھی زوال کے نشانے پر ہے۔ فراغت سے بہرہ مند لوگ اگر اس کی قدر نہ کریں اور اس کو ایسے طریقے سے استعمال نہ کریں جس سے نفع عام ہوتا ہو، خیر پھیلتی ہو، خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہوں اور انجام اچھا ہوتا ہو تو یقینا یہ بہت بڑا خسارا ہو گا۔

وہ کام جو فراغت کا درست مصرف ہیں، ان میں سر فہرست کام یہ ہیں کہ آدمی نیکیوں میں مشغول رہے، اپنے وقت کو فرمانبرداری میں گزارے اور ایسے کاموں کے لیے استعمال میں لائے جو دنیا اور آخرت میں لوگوں کے لیے نفع مند ہوں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اپنی کتاب اور ﷺ نبی کی سنت سے فائدہ پہنچائے۔ میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں اور عظیم و جلیل اللہ سے اپنے لیے، آپ کے لیے اور تمام مسلمانوں ے لیے ہر گناہ سے بخشش کا طلبگار ہوں یقینا وہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو نکوکاروں کا دوست ہے، میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور وہی ہے جو اہل ایمان کو عزت عطا کرنے والا ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور نبی محمد ﷺ اللہ کے بندے، اس کے پیغمبر اور نبیوں کے امام اور خاتم ہیں۔ اے اللہ! اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر، آپ ﷺ کی پاکیزہ آل پر، آپ ﷺ کے پاک صحابہ پر، تابعین پر اور تاقیامت ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہر آدمی پر رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل فرما۔

حمد وثناء کے بعد!

اے بندگانِ الٰہی !

اگر ایک جانب اپنے وقت اور فرصت کے صحیح استعمال کا رویہ ہے تو دوسری جانب اس کے بالکل برعکس ایک رویہ ہے جسے لوگوں نے ’’قتلِ وقت‘‘ کا نام دیا ہے اور بڑے شوق سے اسے اپناتے ہیں، جس کا مفہوم ان کے خیال کے مطابق یہ ہے کہ وقت کو ایسے بے فائدہ اور لغو کام میں گزارنا جس کا کوئی نقصان نہ ہو مثلاً کچھ لوگ اپنے فرصت کے لمحات کو کوئی کھیل کھیلنے اور اس میں جیت حاصل کرنے کی دھن میں گزار دیتے ہیں اور پھر یوں فخر سے سربلند کرتے ہیں کہ گویا کوئی بڑی کامیابی ہاتھ آگئی ہے یا کوئی ملک فتح کر لیا ہے، اسی طرح کچھ لوگ رات دیر تک فضول، بے ہودہ اور معیوب اقوال و افعال میں مصروف رہتے ہیں۔

لیکن اندازہ کیجئے کہ اس طرز عمل کے ساتھ شب وروز کے قیمتی اوقات کس قدر برباد ہوتے ہیں اور پھر اس کا نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ ہم دن کے ابتدائی حصے کو (اپنی نیند میں)

برباد کر دیتے ہیں حالانکہ یہ وقت نبی کریم ﷺ کی دعا کی بدولت بہت ہی بابرکت اور گراں قدر ہے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ

"اے اللہ! میری امت کے لیے دن کے ابتدائی حصے میں برکت رکھ دے۔"

(جامع ترمذی:1212)

بعض اوقات معاملہ یہاں تک بڑھتا ہے کہ صبح کی نماز کا فریضہ نیند کی نذر ہو جاتا ہے، یوں نقصان در نقصان کی وجہ سے معاملے کی سنگینی مزید بڑھ جاتی ہے، ایک تو قیمتی وقت بے مصرف ضائع کیا اور دوسرے نماز کو اپنی غفلت اور سستی کی نذر کیا۔ ہوش مندوں کو ہوش میں لانے کے لیے یہی نقصان اور خسارہ کافی ہے۔

اس لیے اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور یاد رکھو کہ وقت دراصل آدمی کی زندگی ہے اور اس کی حفاظت و نگہداشت سب سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ ایک ایک لحظہ زندگی کا حصہ ہے جس میں آدمی کی سانسیں گنی جاتی ہیں اور اس کی ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز درج کرلی جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"روز قیامت بندے کے قدم اپنی جگہ سے اس وقت تک ہل نہ سکیں گے جب تک اس سے چار سوالات نہ پوچھ لیے جائیں، عمر کہاں کھپائی؟ علم پر کیا عمل کیا؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور اپنے جسم کی طاقت کہاں لگائی؟"

(جامع ترمذی:2417)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"روزِ قیامت بندے کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہلیں گے جب تک اس سے چار سوالات نہ پوچھ لیے جائیں، عمر کہاں کھپائی؟ جوانی کہاں لگائی؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟" (جامع ترمذی:2416)

اور اے بندگانِ الٰہی!

دانش مند وہ ہے جو عمر کی صورت میں ملی ہوئی فرصت کو غنیمت جانے، اپنے اوقات کی قدر کرے اور آخرت کے لیے پونجی تیار کرے۔ لیکن اس کے برعکس جو شخص اپنی عمر کو بے کار گنوادے، وہ بے پناہ خسارے کا شکار ہوا اور اس وقت اسے پچھتانا پڑے گا جب پچھتاوے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

خاتم الرسل والانبیاء ﷺ پر درود و سلام پڑھو، آسمان و زمین کے پروردگار نے تمھیں اس کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔" (سورۃ الاحزاب:56)

فضیلۃ الشیخ

ڈاکٹر فیصل بن جمیل غزاوی حفظہ اللہ

دھیمی آواز اور شاندار لہجے والے قاری، جید عالم اور ماہر قراءات فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر فیصل بن جمیل غزاوی 17 اپریل 1966ء کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے وہیں کے سکولز سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور پھر عالم اسلام کی معروف یونیورسٹی ام القریٰ سے قرآنی قراءات میں بیچلرز کیا۔ پھر اسی مضمون میں اسی یونیورسٹی سے ماسٹرز اور پی ایچ ڈی کی۔

آپ ام القریٰ یونیورسٹی میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور پھر شعبہ قراءات کے ہیڈ متعین ہوگئے۔ بعد ازاں انہیں دعوہ فیکلٹی کے ڈپٹی ڈین مقرر کر دیا گیا۔

آپ کو 2005ء میں امام وخطیب حرم مکی مقرر کیا گیا اور چنانچہ تب سے آپ وہاں امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ یوں حرم کے ائمہ میں آپ سب سے آخری اور سب سے نئے ہیں۔

1

ایمان اور اس کے اثرات

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر فیصل غزاوی حفظہ اللہ

17 شوال 1437ھ بمطابق 22 جولائی 2016ء

31

پہلا خطبہ

تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، ہم اسی کی حمد بجالاتے ہیں، اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور اسی سے معافی مانگتے ہیں۔ اپنے نفس کے شر سے اور اپنی بد اعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمادے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ رب العزت گمراہ کرڈالے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں ہے۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔" (سورۃ آل عمران:102)

فرمایا:

"لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اُس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔"

(سورۃ النساء:1)

"اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو۔" (سورۃ الاحزاب:70)

بعد ازاں!

سب سے سچا کلام اللہ کی کتاب ہے۔ بہترین طریقہ، محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔ عبادت کے خود سے گھڑے ہوئے طریقے بد ترین کام ہیں۔ ہر خود سے گھڑی عبادت بدعت ہے۔ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔

بعد ازاں!

ایمان کی نعمت عظیم ترین نعمت ہے۔ جسے یہ نعمت مل گئی تو گویا کہ اسے سب سے عظیم نعمت مل گئی، اس جیسی کوئی نعمت نہیں، اس کے برابر کوئی عطا نہیں۔ اس نعمت سے دنیا و آخرت کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کیجیے:

"اللہ تم پر اپنا احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی اگر تم واقعی اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہو۔" (سورۃ الحجرات:17)

ایمان کی نعمت اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں میں سب سے بیش قیمت ہے حتیٰ کہ ہمیں وجود بخشنے سے بھی بڑی نعمت ہے، پھر وجود سے متعلقہ تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے، جیسے رزق، صحت، زندگی اور زندگی کی زیب وزینت۔ یہ وہ عظیم نعمت ہے جو انسانی وجود کو ایک نمایاں کارآمد حقیقت بناتی ہے اور انسانی زندگی کو پر اثر بناتی ہے۔ اس نعمت کا اندازہ لگانا ہو تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کیجیے:

"کیا وہ شخص جو پہلے مُردہ تھا پھر ہم نے اسے زندگی بخشی اور اس کو وہ روشنی عطا کی جس کے اجالے میں وہ لوگوں کے درمیان زندگی کی راہ طے کرتا ہے اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے، جو تاریکیوں میں پڑا ہوا ہو اور کسی طرح اُن سے نہ نکلتا ہو؟ کافروں کے لیے تو اسی طرح ان کے اعمال خوشنما بنا دیے گئے ہیں۔" (سورۃ الانعام:122)

تو کیا وہ شخص جو گمراہی میں بھٹک رہا ہو اور پریشانی کے عالم میں ہلاک ہو رہا ہو پھر اللہ تعالیٰ ایمان کے ذریعے سے اس کے دل کو زندگی بخش دے، اسے دین اسلام کی ہدایت عطا فرما دے، رسول کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرما دے، کیا وہ شخص اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو جہالت اور گمراہیوں میں بھٹکتا رہتا ہے، جو کسی رہنمائی کرنے والے یا نجات دینے والے کو ڈھونڈ نہیں پاتا؟

جس کے دل میں ایمان ہی نہ ہو، جو پیدا کرنے والے رب کو بھی نہ پہچانتا ہو اور جو اللہ کے بھیجے ہوئے رسول کو بھی نہ جانتا ہو تو وہ گمراہ اور ہلاک ہو جائے گا۔

اللہ کو نہ پہچاننا در اصل ہلاکت، تباہی اور بربادی ہے اور اللہ تعالیٰ کو پہچان لینا اور اس کے متعلق علم حاصل کر لینا بہترین کمائی، حقیقی غنیمت اور اللہ کا بہت فضل واحسان ہے۔ اس نعمت کا اندازہ وہی کر سکتا ہے، جو ایمان کی قیمت جانتا ہو۔

ایک مسلمان کی زندگی پر ایمان کے اثرات واضح نظر آتے ہیں، تاہم ان اثرات میں سے چند تو ایسے ہیں کہ جن پر غور کرنا لازم ہے۔ جیسے یہ حقیقت کہ ایمان کے ذریعے بندہ مؤمن کی زندگی میں ایک نیا رنگ آ جاتا ہے۔ ایمان بندۂ مؤمن کی بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیک کاموں میں سبقت لے جانے کی طرف ترغیب دیتا ہے۔ ہمارے سچے رسول ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ انسان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرنے لگے جو خود اپنے لیے کرتا ہے۔" (صحیح بخاری: 13)

امام احمد رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اس ہستی کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! کوئی بندہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔" (سنن نسائی: 5017)

اس طرح سے مسلمان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ دوسرے مسلمان اس کے بھائی ہیں، وہ ان کی عزت کرتا ہے اور ان کا احترام کرتا ہے۔ وہ ان کے لیے بھی وہی چیز پسند کرتا ہے جو وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ انہیں بھی وہی بھلائیاں نصیب ہوں جو اس کو نصیب ہوئی ہیں۔

مومن کا ایمان اسے فعّال بناتا ہے اور معاشرے کے لیے فائدہ مند بناتا ہے۔ وہ اللہ کے لیے خرچ کر کے بہت خوش ہوتا ہے، دوسروں کی خدمت کر کے تو وہ خوشی سے سرشار ہو جاتا ہے اس کے ذریعے سے بھائی کی مشکل آسان ہو جائے تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ وہ بھرپور کوشش کرتا ہے کہ بھلائی کے ہر میدان میں حصہ لے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اجر کما سکے اور بلند درجات حاصل کر سکے۔

یہ حقیقت ہے۔ یقیناً! ایمان بندوں کو فعّال بناتا ہے، معاشرے کے لیے فائدہ مند اور کارگر ثابت کرتا ہے۔

چنانچہ ہر مسلمان اپنی زندگی میں نیکیاں کمانے کی، بھلائیاں کرنے کی اور اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اور چونکہ مومن ایک ایسی دوڑ میں شامل ہے، جو موت تک رکنے والی نہیں، تو وہ بڑھ چڑھ کر نیک اعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ وقت ضائع کرنے سے گریزاں رہتا ہے اور عمر کو بے فائدہ گزارنے سے رکا رہتا ہے۔ یہ چیزیں نبی اکرم ﷺ کی زندگی اور سیرت میں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ وہ تو اللہ کے متعلق سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والے تھے، وہ ہمیشہ اللہ کے ساتھ تعلق قائم کیے رکھتے تھے، اللہ کے ذکر سے کبھی غافل نہیں ہوتے تھے۔ اللہ کی عبادت سے کبھی نہیں رکتے تھے۔ لوگوں کو بھلائی سکھاتے تھے۔ ہر بھلائی کی طرف بلاتے تھے۔ ہر برائی، فحاشی اور رسوا کن گناہ سے روکتے تھے۔ جو آپ ﷺ کے پاس بیٹھتا یا ان سے ملتا، اسے آپ ﷺ کی برکت حاصل ہو جاتی وہ آپ ﷺ کی صحبت سے سعادت مند ہو جاتا۔ سچے مومن کا حال بھی یہی ہوتا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

"انسان کی برکت یہ ہوتی ہے کہ وہ جہاں بھی جائے، بھلائی سکھاتا رہے، جس سے بھی ملے، نصیحت کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم کا قول نقل کیا ہے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: "اُس نے مجھے بابرکت بنایا جہاں بھی میں رہوں۔" (سورۃ مریم:31)

یعنی وہ بھلائی کی تعلیم دینے والا، اللہ کی طرف بلانے والا، اللہ کی یاد دلانے والا اور نیکی کی ترغیب دلانے والا ہوتا ہے۔ یہی چیزیں انسان کی برکت ہوتی ہیں۔ جس میں یہ چیزیں نہ پائی جائیں تو اس میں کوئی برکت نہیں۔ اس کے ساتھ ملاقات کی کوئی برکت نصیب ہوتی ہے اور نہ اس کے ساتھ بیٹھنے سے۔"

اے مسلمانو!

ہمارے لیے نمونہ اور آئیڈیل کی حیثیت رکھنے والے نبی محمد ﷺ نیکی کے کاموں میں، بھلائی کرنے میں یا لوگوں کی خدمت کرنے میں کسی قسم کی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔ کسی کو دعوت دیتے، کسی کو سکھاتے، کسی کو دعا دیتے، کسی کو نصیحت کرتے، اصلاح کی خاطر کسی سے ناراضی کا اظہار کرتے، کسی کو بھلی رائے دیتے، کسی کو بھلائی میں بڑھنے کی تلقین کرتے، کسی کو برائی سے خبردار کرتے، کسی کی حاجت پوری کرنے چل پڑتے، کسی کی سفارش کرتے، کسی کو ہدیہ دیتے، کسی پر صدقہ کرتے، کسی کے ساتھ مذاق کرتے، کسی کی زیارت کرتے، کسی کی مہمان نوازی کرتے، کسی کو حق دلاتے، کسی سے حق حاصل کرتے اور اس طرح آپ ﷺ لوگوں کی خدمت میں سرگرم رہتے۔ ان کے لیے بھلائی پسند کرتے تھے۔ انہیں فائدہ پہنچانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ مختلف طریقوں سے ان پر احسان کرتے رہتے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے جسم پر اس کا اثر نظر آنے لگا۔ آخری عمر میں آپ ﷺ کو بیٹھ کر نماز ادا کرنا پڑتی کیونکہ لوگوں کی خدمت میں ان کا جسم تھک گیا تھا۔

آپ ﷺ نے خود ہی بھلائی کے کام کرنے پر اکتفانہ کیا بلکہ آپ ﷺ نے پوری ایک نسل انہی اخلاق اور انہی اصولوں پر تیار فرمائی۔ اس طرح وہ عظیم لوگ بن گئے۔ بھلائیوں کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کی تربیت

سخاوت اور صدقہ دینے پر کی تھی۔ اللہ کی راہ میں قربانیاں دینے اور جانیں پیش کرنے پر کی تھی۔ چنانچہ وہ ان صفات میں ضرب المثل بن گئے۔

دیکھیے! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب دور سے کسی شخص کو دیکھتے تو اسے فوراً سلام کرتے۔ ایک روز آپ نے اَغَرّ مُزَنی سے کہا: ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ لوگ تم سے بھلائی کی کتنی توقع رکھتے ہیں؟ خیال رکھنا کہ سلام پیش کرنے میں تجھ پر کوئی سبقت نہ لیجائے! اغر مزنی کہتے ہیں: اس نصیحت کے بعد جب بھی کوئی شخص ہمیں نظر آتا تو ہم جلدی سے اسے سلام کرتے تھے تاکہ ہم سلام کرنے میں پہل کر سکیں۔''

صحابہ کرام بھلائیوں میں سبقت کس طرح نہ لیجاتے جبکہ ان کی تربیت کرنے والے رسول اکرم ﷺ تھے؟ آپ ﷺ نے انہیں سکھایا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ سے قریب ترین اور رحمت الٰہی کا سب سے بڑا حق دار وہ ہے جو سلام پیش کرنے میں سبقت لیجائے۔''

جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو جنازہ پڑھنے، جنازے کے ساتھ چلنے اور اسے دفنانے کی فضیلت کا علم ہوا کہ اس عمل کا دو قیراط کے برابر اجر ملتا ہے اور ہر قیراط جبل احد جتنا بڑا ہوتا ہے۔ اس وقت آپ نے ہاتھ میں کچھ پتھر پکڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ پتھر زمین پر پھینکے اور فرمایا: ''ہم تو کئی قیراطوں میں سستی کر چکے ہیں۔'' یہ ہوتے ہیں عظیم لوگ۔ یہ لوگ سستی کی وجہ سے نہ کی جانے والی عبادتوں پر نادم ہوتے ہیں، دنیا کا سامان رہ جانے پر نہیں، کیونکہ عبادت تو باقی رہنے والی ہے اور دنیا ختم ہو جانے والی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''جب ہم کسی کو نہ دیکھتے تو ہم اس کا پتا کرنے کے لیے چلے جاتے۔ اگر وہ بیمار ہوتا تو عیادت ہو جاتی، اگر مشغول ہوتا تو اس کی مدد ہو جاتی اور اگر کوئی اور وجہ ہوتی تو اس کی زیارت ہی ہو جاتی۔''

اللہ آپ کی نگہبانی فرمائے، دیکھیے! کس طرح وہ ایک دوسرے کا خیال کرتے تھے، ایک دوسرے کے متعلق پوچھتے تھے اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے تھے۔ کس طرح ان کا ایمان انہیں ایک دوسرے کی خبر رکھنے پر ابھارتا تھا، ایک دوسرے کی مدد کرنے اور ہاتھ بٹانے کی ترغیب دلاتا تھا۔ مسلمان کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ وہ بھائیوں کی مدد کرتا رہے، انہیں بھلائی کا حکم دیتا رہے، ان کی خوشی پر خوش ہو، ان کی تنگی اس پر گراں گزرے اور ان کی خوشی اور غمی میں وہ شریک رہے۔

داناؤں کا کہنا ہے:

”بندے کی مردانگی اس کی زبان کی سچائی سے، ہمسائیوں کی مدد سے، ساتھیوں کی خدمت سے اور لوگوں اور ہمسائیوں کی تکلیف دور کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔“

بعض لوگ تو خیر کے کاموں کا اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ حضرت عدی بن حاتم کے متعلق آتا ہے کہ وہ چیونٹیوں کے لیے روٹی باریک کر کے پھیلا دیتے اور کہتے: یہ ہماری ہمسائیاں ہیں۔ ہمسائیگی کا حق ان کا بھی ہے۔ کتنا عظیم تھا ان کا احسان اور کتنی عظیم تھی ان کی نیکی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے اور اس کی رضامندی کے متلاشی تھے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک رات یہ دعا کر رہے تھے:

”اے اللہ! مجھ پر ظلم کرنے والے کو معاف فرما!“ وہ یہی دعا بار بار دہرا رہے تھے۔ جب بہت بار دہرائی جا چکی تو ایک شخص نے آکر کہا: رات میں نے آپ کو ظالم کے لیے اتنی دعا کرتے ہوئے سنا کہ میرے دل میں بھی یہ آگیا کہ کاش میں نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ پر ظلم کیا ہوتا تو میں بھی آج اس کی دعا میں شریک ہوتا۔ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے:

”جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے اُس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔“ (سورۃ الشوریٰ:40)

غور کیجیے! اس پر نور مثال پر غور کیجیے! کس طرح ایک انسان اپنے ظلم کو بھول جاتا ہے جب اسے نیکی کے بدلے اللہ تعالیٰ کی عطا کا خیال آ جاتا ہے۔

اسی طرح کے بڑے نفس میں پاکیزہ روح ہوتی ہے۔ جس میں کینہ اور بغض کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ جس میں مسلمانوں کو برا سمجھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

موسیٰ بن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد سیرین رحمۃ اللہ علیہ کو خوب دن چڑھے بازار میں جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ بازار میں جا کر اللہ کی تسبیح بیان کرتے، تکبیریں پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ ایک شخص نے انہیں کہا: اے ابو بکر، آپ یہ وقت اللہ کے ذکر کے لیے کیوں مختص کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ وقت غفلت کا وقت ہے اس لیے میں اس میں ذکر کر رہا ہوں۔

کتنے عظیم لوگ تھے! انہیں اللہ ہی اجر دے گا۔ ان کے ایمان نے ان کے دلوں میں نیکی کی عظمت جگا دی تھی۔ انہوں نے تمام تر صلاحیتیں اللہ کریم کو راضی کرنے میں لگا دی تھیں۔

میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں! میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے، آپ کے لیے اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے ہر گناہ کی معافی مانگتا ہوں۔ آپ بھی اسی سے معافی مانگیں اور اسی کی طرف رجوع کریں۔ یقیناً میرا رب معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، جس نے ہمیں ایمان کی ہدایت عطا فرمائی ہے اور ہمیں بہترین مخلوق کی امت میں سے بنایا ہے۔ جس نے ہمارے لیے کفر، نافرمانی اور گناہ کو ناپسندیدہ بنایا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ وہ واحد ہے۔

اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے اور وہی حساب لینے والا ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، جو بہترین مخلوق ہیں، بہترین روزے رکھنے والے، نماز ادا کرنے والے اور بہترین حج کرنے والے ہیں۔ اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو آپ ﷺ پر۔ اللہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اور قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والوں سے راضی ہو جائے۔

بعد ازاں!

اللہ کے بندو! ایمان کے ثمرات انتہائی پر نور اور قابل تعریف ہیں۔ یہ لوگوں کے رویوں اور اخلاق میں ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ لازم ہے کہ انسان ایمان کو تازہ رکھنے کی کوشش کرے۔ ہمارے لیے بہترین نمونہ کی حیثیت رکھنے والے نبی کریم محمد ﷺ نے اسی کی نصیحت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"دلوں میں ایمان بھی یوں پرانا ہو جاتا ہے جس طرح کپڑے پرانے ہو جاتے ہیں۔ اللہ سے ایمان کی تازگی کا سوال کرتے رہا کرو۔" (مستدرک علی الصحیحین: 1/4)

اللہ کے بندو! آج ہمیں ایمان کے معانی ذہن نشین کرنے کی کتنی ضرورت ہے! معاشرے میں فعال بننے اور اثر پیدا کرنے کی کتنی ضرورت ہے! پرانے دور کے مسلم معاشرے اور بزرگوں کی روشن اور پر نور محنتوں کو تازہ کرنے کی کتنی ضرورت ہے! ان معاشروں کا طریقہ اپنانے کی، وحدت اپنانے کے کتنی ضرورت ہے! ہمیں چاہیے کہ ہم یہ بھی سوچیں کہ ہمارے مسلمان بھائی اللہ کی راہ میں ظلم اور زیادتی کا شکار ہیں اور انہیں دشمنان اسلام کی جانب سے بدترین عذاب اور سخت ترین سزائیں دی جا رہی ہیں۔

مسلمان کو زیب دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے کہ وہ جہاں بھی ہو، اللہ اسے بابرکت بنا دے، اس کے ہاتھ خیر سے بھر دے، اسے نصیحت کرنے والا بنائے، نیکی کا حکم دینے والا، برائی سے روکنے والا، نیکیاں بڑھانے والا اور برائیاں ختم کرنے والا بنائے،

لوگوں کی ممکنہ خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہنے والا بنا دے! مال اور نفس کے ذریعے ان کی حوصلہ افزائی کرنے والا بنائے۔ نفس، منصب اور دعا کے ذریعے سے ان کی خدمت کرنے والا بنائے، زندگی ختم ہونے سے قبل دوسروں پر گہرا اور مثبت اثر چھوڑنے کی توفیق دے تاکہ وہ موت کے بعد بھی لوگوں کو نفع پہنچاتا رہے!

تو اے امت اسلام! اے محمد ﷺ کے نام لیواؤ!

اللہ کی کتاب تھامے رکھو! نبی اکرم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا رہو۔ شریعت اسلامیہ کی حفاظت کرو! اپنے بھائیوں کو نصیحت کرتے رہو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سر انجام دو۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے دور رہنے والے اور دور رکھنے والے بنو۔ اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے بنو! صحیح منہج کی طرف بلاؤ۔ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اسلام کے احکام میں کسی ایک حکم کو بھی مت چھوڑو۔ ایمان کے معانی اپنے دل میں راسخ کر لو۔ فتنوں سے بچو اور گمراہی کی طرف بلانے والوں سے دور رہو۔ ایک ہی لفظ پر اکٹھے ہونے کی کشش کرو۔ مسلمانوں کی صفیں مضبوط کرو۔ ہر جگہ کے مسلمانوں کی مدد کرو۔ ڈرتے رہو اور چوکنے رہو کہ اسلام پر آپ کی طرف سے حملہ نہ ہو سکے۔ ٹھیک راستے پر چلتے رہو، اللہ تعالیٰ کی شریعت پر قائم رہو۔ خواہشات کے پیچھے مت لگو۔ موت آنے تک دین پر ڈٹے رہو۔

سنو! ہدایت کی دعوت لے کر آنے والے اور روشن چراغ پر اس روز بالخصوص اور دیگر ایام میں بالعموم کثرت سے درود و سلام بھیجو! کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی کا حکم دیا ہے، فرمایا:

"اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔" (سورۃ الاحزاب:56)

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر

ماہر بن حمد بن معیقل المعیقلی حفظہ اللہ

متواضع، منکسر المزاج دھیمی مگر خوبصورت آوازوالے "ماہر بن حمد معیقل المعیقلی" جنوری 1969ء کو مکہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مکہ مکرمہ سے اور 1425ھ کو ام القریٰ یونیورسٹی مکہ المکرمہ سے ماسٹرز اور 1432ھ بمطابق 2012ء کو تفسیر میں پی ایچ ڈی کی۔ ام القریٰ یونیورسٹی کی شرعیہ لا فیکلٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ علمی لیاقت و صلاحیت کے ساتھ ساتھ خداداد آواز اور منفرد لہجے کی بدولت 1426-27ھ میں مسجد نبوی میں نماز تراویح کے امام منتخب ہوئے۔ 1428ھ کو حرم مکی میں نماز تراویح کی امامت کا شرف ملا اور اسی سال مستقل حرم مکی کے امام ہو گئے۔ دنیا کے معروف قراء میں شمار ہوتے ہیں۔

1

رسول اللہ ﷺ کی نرمی اور شفقت

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر ماہر بن حمد المعیقلی حفظہ اللہ

26 محرم الحرام 1438ھ 28 اکتوبر 2016

32

پہلا خطبہ

سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں، جس نے ہمیں دین اسلام جیسی نعمت سے نوازا۔ پوری انسانیت کے لیے اسلام کا منہج نرمی اور آسانی کو بنایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس نے دین اسلام کے ساتھ ہمیں شرف بخشا اور ہمیں اس کی واضح راہنمائی کی پیروی کا حکم دیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سارے جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ کی دائمی رحمتیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ہوں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آل پر، بابرکت صحابہ کرام اور قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والوں پر بھی۔

حمد و ثناء کے بعد!

برادرانِ اسلام!

میں خود کو اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے تقوے کی نصیحت کرتا ہوں۔

امت اسلام!

دورِ حاضر میں اسلام اور مسلمانوں پر طرح طرح کے الزامات لگا دیئے گئے ہیں۔ اس عظیم مذہب اور اس کے ماننے والوں کو تعصب، گروہ بندی، تشدد اور دہشت گردی کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام ان تمام الزامات سے بری ہے۔ اسلام عدل و انصاف، رحمدلی، نرمی اور محبت کا دین ہے۔

سیدنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سوال کیا گیا:

"اللہ تعالیٰ کو کون سا دین سب سے زیادہ پسند؟ تو آپ نے فرمایا: توحید کا داعی، نرمی اور شفقت والا دین اسے سب سے زیادہ محبوب ہے۔" (مسند احمد:2108)

اسلام ایسا ہی دین ہے جو توحید کا داعی اور کردار و عمل میں نرمی کا قائل ہے۔

نبی کریم ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کو یمن کے گورنر بنا کر روانہ کیا تو انہیں فرمایا:

"(لوگوں کیلئے) آسانی پیدا کرنا، مشکلات پیدا نہ کرنا، انہیں خوشخبری دینا اور متنفر نہ کرنا۔ ایک دوسرے کی بات ماننا اور اختلاف نہ کرنا۔" (صحیح بخاری:3038)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کتنا سچا ہے:

"اللہ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا، مگر وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دے، شاید کہ تم شکر گزار بنو۔" (سورۃ المائدۃ:6)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

"تاکہ تم دینی نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرو، اللہ نے تمہارے لیے دینی کشادگی، نرمی، رحمت، آسانی اور شفقت رکھی ہے۔"

اللہ کے رسول ﷺ بھی امت کو معاملات میں نرمی اور شفقت اپنانے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے معاملات کو عمدگی سے نپٹانے اور لڑائی جھگڑے سے بچنے کی ترغیب دلائی ہے۔ اور جو شخص ایسا اخلاق اپنالے، اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے لیے رحمت کی دعا فرمائی ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص خرید و فروخت اور اپنے مال کا مطالبہ کرتے وقت نرمی اور فیاضی کا مظاہرہ کرتا ہے اللہ اس پر رحم فرمائے۔" (صحیح بخاری:2076)

اللہ کے رسول ﷺ کا اپنا اسوۂ مبارک یہ ہے کہ

"جب بھی آپ کو دو چیزوں میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا جاتا تو آپ اس میں سے آسان ترین کا انتخاب کرتے۔ جب تک کہ وہ گناہ کی چیز نہ ہو۔"

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت نرم مزاج تھے۔"

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم خو، نرم مزاج اور نہایت فیاض کردار کے مالک تھے۔"

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اور بیشک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔" (سورۃ القلم:4)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی اور شفقت آپ کی حیات مبارکہ کے تمام پہلوئوں میں بہت روشن تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات، معاملات، اخلاق و کردار، رشتہ داروں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، دوستوں اور دشمنوں سے نرمی اور شفقت حیات مبارکہ کے تمام پہلوؤں میں بہت روشن تھی۔ آپ ساری مخلوق کے لیے مہربان تھے۔ آپ کی مہربانی کسی جنس اور دین کی تفریق کے بغیر تھی۔

غزوہ بدر کے قیدیوں میں آپ کے داماد ابو العاص بن ربیع بھی تھے۔ وہ آپ کی لخت جگر زینب کے خاوند تھے۔ جب اہل مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے مال بھیجا۔ تو سیدہ زینب نے بھی اپنے خاوند ابو العاص کی رہائی کے لیے کچھ مال بھیجا۔ اس مال میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ایک ہار بھی تھا جو انہوں نے اپنی بیٹی کو شادی کے موقع پر تحفہ دیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا یہ ہار دیکھا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد سے آپ کی آنکھیں نم ہو گئیں اور دل غم سے بھر گیا۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

"اگر تم چاہو تو زینب کے قیدی کو رہا کر دو اور اس کا ہار بھی اسے واپس کر دو۔ صحابہ نے عرض کی: جی ہاں! اللہ کے رسول، ہم ضرور ایسا ہی کریں گے۔" (سنن ابی داؤد:2692)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ ذات الرقاع میں تھے۔ (دوپہر کو آرام کے وقت) ہم نے سایہ دار درخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص کر دیتے تھے (اور خود

ادھر ادھر آرام کرتے)۔ اس دوران ایک مشرک آدمی آیا اور رسول اللہ ﷺ کے سر پر تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ۔“ (یہ سنتے ہی) تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ آپ e نے تلوار اٹھائی اور فرمایا: ”اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟“ وہ کہنے لگا: ”آپ مہربانی فرمائیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم یہ گواہی دو گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں! اس نے کہا: نہیں، لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے خلاف (کسی) جنگ کا حصہ نہیں بنوں گا۔ اور آپ کی مخالف قوم کا ساتھ نہ دوں گا۔ تو آپ نے اسے معاف کر دیا اور جانے دیا۔ وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا: ”میں دنیا کے بہترین شخص کو مل کر آرہا ہوں۔“ (مسند احمد: 14512)

نبی کریم ﷺ نے اسے اسلام قبول پر مجبور نہیں کیا، اور نہ اس کی گستاخی کی اسے سزا دی، لیکن (آپ کی شفقت کی بدولت) اسلام اس کے دل میں داخل ہو گیا۔ وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور بے شمار لوگوں کے اسلام کا باعث بنا۔

آپ کی نرمی اور شفقت کی عظمت کی دلیل یہ بھی ہے کہ آپ مشرکوں کے لیے اس امید پر دعا کیا کرتے تھے کہ ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہو جائیں گے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ دَوس قبیلے کے سردار طفیل اور اس کے ساتھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! دوس قبیلے نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، وہ کفر پر ڈٹ گئے ہیں۔ آپ ﷺ ان کے لیے بد دعا کریں۔ لوگ کہنے لگے: اب تو دَوس والے برباد ہو گئے۔ دوس والے مارے گئے۔ لیکن آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

”اے اللہ! دوس والوں کو ہدایت دے دے اور انہیں میرے پاس لے آ۔ اے اللہ! دوس والوں کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں مدینہ لے آ۔“ (صحیح بخاری: 2937)

یہودیوں کو آپ کی اس خوبی کا علم تھا۔ وہ آپ کے پاس جان بوجھ کر چھینک مارتے کہ آپ ان کے لیے رحمت کی دعا کریں گے (انہیں یہ یرحمکم اللہ کہیں گے)۔ آپ نے انہیں دعا سے محروم نہیں کیا۔ جب وہ چھینکتے تو آپ دعا دیتے:

”اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے دل درست کرے۔“ (صحیح بخاری:6224)

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں چھینکتے تھے۔ انہیں امید ہوتی تھی کہ آپ انہیں یرحمکم اللہ کہیں گے۔ لیکن آپ نے انہیں یہ دعا دیتے تھے: ”اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حال کی اصلاح فرمائے۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“ (سورۃ الانبیاء:107)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر عمدہ اخلاق، کشادہ سینے والے، سب سے سچے، نرم مزاج، سب سے بڑھ کر حسن معاشرت والے، دائمی مسکراہٹ والے، پاکیزہ کلام کرنے والے، صلہ رحمی کرنے والے، سلام میں پہل کرنے اور اسے پھیلانے والے تھے اور آپ کو یہ قطعاً پسند نہ تھا کہ لوگ آپ کے احترام میں مجلس سے اٹھیں، بلکہ آپ کو مجلس میں جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے، لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتے، انہیں امانتداری کی راہنمائی کرتے، خیانت اور دھوکہ دہی سے بچنے کا حکم دیتے، ساتھیوں اور گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے۔ ساتھیوں کی غلطیوں سے درگزر کرتے اور ان کی لغزشیں معاف کرتے۔ اگر کسی شخص کی غلطی کی خبر ملتی تو آپ براہِ راست اسے مخاطب کرنے کی بجائے فرماتے:

”کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسے ایسے غلط کام کرنے لگ گئے ہیں:“ (اور وہ شخص سمجھ جاتا)۔

آپ ساتھیوں سے نہایت مہربانی کرتے، حتی کہ ہر کوئی سمجھتا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت اس سے ہے۔ اہل مشورہ سے مشورہ بھی لیتے حالانکہ آپ کو وحی الٰہی کی مدد و تائید بھی حاصل تھی۔ ساتھیوں کے کاموں میں شرکت کرتے، ان کے مشکل کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتے۔ خلیفہ راشد، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آپ کی نرمی اور شفقت کو ان خوبصورت الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> "اللہ کی قسم! ہم سفر و حضر میں آپ کے ہمراہ ہوتے تھے، آپ بیماروں کی تیمارداری کرتے، فوت شدگان کے جنازوں میں شرکت کرتے، ہمارے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے اور چیز تھوڑی ہوتی یا زیادہ، دونوں حالتوں میں ہمارا خیال رکھتے۔"
>
> (مسند احمد:506)

> "دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو تم میں سے ہی ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور مہربان ہے۔" (سورۃ التوبہ:128)

اللہ تعالیٰ مجھے اور تمھیں قران مجید کی برکتوں سے نوازے، اس کی آیات اور پر حکمت ذکر سے نفع بخشے، میں انہی کلمات پر بات ختم کرتا ہوں۔ میں اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں، تم بھی اس سے معافی مانگو، بلاشبہ وہ بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ!

سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں، جو ہر اس شخص کو اپنی توفیق سے نوازتا ہے، جو اس کی فرمانبرداری اور رضا کے حصول کیلئے کوشش کرتا ہے۔ اس نے اپنے فرمانبرداروں کو قیامت کے روز جنت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود

برحق نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ساری مخلوق میں سے اس کے چنیدہ اور برگزیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل، صحابہ کرام اور ان کے پیروکاروں پر نازل ہوں۔

حمد وثناء کے بعد!

برادرانِ اسلام!

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نرمی اور رحم دلی سے ایسا معاشرہ پرورش پاتا ہے جس کی قیادت محبت، رحمدلی، تعاون اور مہربانی کرتے ہیں۔ کیا خوب کہا گیا ہے کہ نرم مزاج شخص کی مثال زرخیز زمین جیسی ہے۔ اگر تم اس پر چلنا چاہو تو وہ ہموار ہو جاتی ہے، اگر کاشت کرنا چاہو تو وہ نرم ہو جاتی ہے۔ اگر عمارت تعمیر کرنا چاہو تو وہ آسان بن جاتی ہے اور اگر تم اس پر سونا چاہو تو یہ آرام دہ بستر بن جاتی ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

> ”بلاشبہ دین اسلام بڑا آسان ہے، اور جو شخص بھی دین پر اعمال کے حوالے سے غالب آنا چاہے گا تو دین اس پر غالب آ جائے گا۔ اس لیے اپنے عمل میں تسلسل اختیار کرو، اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی سے کام لو اور خوش ہو جاؤ (کہ اس طرز عمل سے تم دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو جاؤ گے۔) صبح، شام، دوپہر اور کسی قدر رات میں (عبادت سے) مدد حاصل کرو۔“ (صحیح بخاری: 39)

یہ نرمی اور آسانی، عقائد، عبادات، آداب اور اخلاق سبھی میں ہے۔ آپ کا عقیدہ سب سے درست اور عمدہ ہے۔ آپ کی عبادات سب سے بڑھ کر عمدہ عبادات ہیں۔ آپ کا اخلاق سب سے بڑھ کر اعلیٰ، اکمل اور پاکیزہ ہے۔ دین اسلام میں سختی نہیں، تشدد، تنگی اور مشقت نہیں ہے۔

اسلام نے معاشرے کو نرمی اور شفقت کو اپنانے پر بڑا زور دیا ہے۔ اور اسے بھی مقام عبادت شمار کیا ہے۔ مسکراہٹ اور خندہ پیشانی بھی عبادت ہے۔ راستے سے ہڈی، کانٹا، پتھر ہٹانا بھی عبادت ہے۔ مہمان نوازی بھی عبادت ہے، بیوی کو کھانا کھلانا بھی عبادت ہے۔ آسانی و نرمی پر اللہ کا شکر ادا کرنا بھی عبادت ہے۔ لوگوں کو تکلیف نہ دینا بھی عبادت ہے۔ اللہ کی رضا کے لیے کیا جانے والا ہر عمل عبادت ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دو بندوں کے درمیان انصاف کا فیصلہ کرنا صدقہ ہے، کسی آدمی کی مدد کرنا کہ وہ اپنی سواری پر سوار ہو جائے، یا اس کا سامان اس پر لوڈ کرا دے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ میٹھی بات بھی صدقہ ہے، نماز کے لیے اٹھنے والا ہر قدم بھی صدقہ ہے، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا بھی صدقہ ہے۔" (صحیح بخاری:2989)

اسلام کی نرمی اور شفقت اس وقت واضح ہو گی جب امت اسلام اپنے دین، ایمان، عقیدے اور شریعت کے مطابق فیصلے کرنے کے لیے مضبوطی سے قائم ہو جائے گی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی اور رحمت حدود اللہ کے نفاذ اور مظلوم کی مدد کرنے میں کبھی رکاوٹ نہیں بنتی تھیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا دکھی کبھی نہیں دیکھا جتنا دکھی آپ کو بئر معونہ کے شہداء کی شہادت پر دیکھا۔ یہ ستر قراء تھے (جنہیں مشرکوں نے دھوکے سے شہید کر دیا تھا)۔ آپ ایک مہینہ تک قاتلوں کو بد دعائیں دیتے رہے۔" (صحیح مسلم:678)

اور جب قریش والوں نے آپ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف قبیلے بنو خزاعہ کے بیس آدمیوں کو قتل کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شدید غصے میں آ گئے، اور آپ نے مظلوموں کی مدد کی۔ اسی واقعہ کی بنا پر مکہ کی عظیم فتح

حاصل ہوئی۔ آپ کعبہ شریف کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور قریش والے مسجد حرام میں جمع ہوئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا:

"میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟" انہوں نے عرض کی: آپ بڑے معزز بھائی ہیں، بڑے عزت دار بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "جاؤ چلے جاؤ، تم سب آزاد ہو۔" (السنن الکبریٰ للبیہقی: 115/9)

قوت و غلبہ پالینے کے بعد معاف کرنا کیسا شاندار اخلاق ہے، کامیابی کے وقت عاجزی کیسی خوبصورت چیز ہے۔ مجرموں کے ساتھ نرمی کیسی عمدہ بات ہے! یہ تمام خوبیاں رسول اللہ ﷺ کی شان ہیں۔

ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، یہ دین کتنا عظیم ہے، خیر و بھلائی، نرمی، شفقت، محبت، ہمدردی، اتحاد اور کتاب و سنت پر مضبوطی سے جمانے والا دین!

برادرانِ اسلام! اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اور خود اپنے سے ابتدا کی ہے، ارشاد ہے:

"اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔" (سورۃ الاحزاب: 56)

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر

علی عبد الرحمٰن الحذیفی حفظہ اللہ

حرمین شریفین کے امام نڈر و بے باک خطیب۔ 1979ء سے مسجد نبوی میں منصب امامت پر فائز، بہترین مجود، قاری، پر سوز آواز کے مالک... الشیخ علی بن عبد الرحمن الحذیفی۔ حذیفی صاحب 20 مئی 1947ء کو مکہ مکرمہ کی جنوبی طرف القرن المستقیم نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے دین دار گھرانے میں پرورش پائی۔ ان کے والد سعودی فوج میں امام و خطیب تھے۔ 1381ھ بلجرشی کے مدرسۃ سلفیہ میں داخل ہوئے پھر المعہد العلمی سے 1968ء میں ثانویہ کی ڈگری حاصل کی۔ پھر محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی سے بیچلر کیا۔ جامعہ ازہر مصر سے 1975ء میں ماسٹرز کیا۔ پھر وہیں سے اسلامی سیاست میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ سعودی عرب کے شہر بلجرشی میں کئی سال مختلف مضمونوں کی تدریس کے بعد 1976ء کو مدینہ یونیوسٹی میں تدریس کے فرائض سر انجام دیے۔ کلیۃ الشریعۃ، کلیۃ الحدیث الشریف، کلیۃ الدعوۃ و اصول الدین اور پھر کلیۃ القرآن میں قراءت و تفسیر پڑھاتے رہے۔ حذیفی صاحب نے نامور قراء سے قرآن کی سند حاصل کی، جن میں احمد الذیات، شیخ عامر السید عثمان، شیخ عبد الفتاح القاضی وغیرہ کا نام قابل ذکر ہے۔ پھر عرب کے معروف محدث شیخ حماد انصاری سے حدیث میں سند اجازہ لی۔ کچھ عرصہ مسجد قباء کے امام و خطیب رہے پھر مسجد نبوی کے امام و خطیب متعین ہوئے۔ آپ کو حرم مکی کی امامت کا موقع بھی ملا اور۔ یوں آپ کو حرمین کی امامت کا شرف حاصل ہے۔ شیخ حذیفی شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس میں قرآن کی ریکارڈنگ کے نگران اور قرآن پرنٹنگ کی نگران اعلیٰ کمیٹی کے چیئرمین بھی ہیں۔ بہت معروف قاری ہیں اور دنیا کے مختلف ممالک کا دورہ بھی کر چکے ہیں۔

1

گناہ ختم کرنے والے اعمال

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر علی بن عبد الرحمٰن الحذیفی حفظہ اللہ

18 جمادی الثانی 1435ھ بمطابق 18 اپریل 2014ء

33

پہلا خطبہ

ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے، جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور غلطیاں معاف کرتا ہے، جو اس کے قریب جائے، وہ اس پر اپنی نعمتوں کی نوازش کرتا ہے اور اسے تباہیوں سے بچاتا ہے، میں اپنے پروردگار کا ثناخواں اور شکر گزار ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ اچھے کلمات پسند کرتا ہے اور دعائیں قبول فرماتا ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور ہمارے سردار محمد ﷺ اس کے بندے اور پیغمبر ہیں جن کی تائید معجزات کے ساتھ فرمائی گئی۔ اے اللہ! اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل اور صحابہ کرام پر رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل فرما جو نیکیوں میں سبقت لے جانے والے اور حرام امور سے روکنے والے تھے۔

حمد و ثناء کے بعد

اللہ سے ڈرو اور اس کی فرمانبرداری کرو، یہی تمہارا سب سے بہترین عمل اور سب سے افضل اثاثہ ہے جس سے تمہارا پروردگار تم پر راضی ہو گا اور تمہیں اپنی پکڑ سے بچائے گا۔

اے بندگانِ الٰہی!

گناہوں پر پردہ ڈالنے اور گناہوں کو مٹانے والے اعمال کرنے کے لیے پوری کوشش کرو کیونکہ جو اللہ کے قریب ہو، اللہ اس کے قریب ہوتا ہے اور جو اللہ سے منہ پھیر لے، اللہ اس سے منہ پھیر لیتا ہے ایسا آدمی نقصان صرف اپنا کرتا ہے اور اللہ کو کوئی نقصان نہیں دے سکتا۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"آدم علیہ السلام کے سارے بیٹے خطاکار ہیں لیکن ان خطاکاروں میں سے بہترین وہ ہیں جو کثرت سے توبہ کرنے والے ہیں۔" (جامع ترمذی:1499)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ ایک ایسی قوم کو لے آئے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ سے معافی مانگیں گے اور اللہ انہیں معاف فرمائے گا۔“(صحیح مسلم:2751)

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو انہی صفات کے ساتھ پیدا کیا ہے، چنانچہ وہ آدم کا بیٹا فرمانبرداری کرتا ہے لیکن کبھی کبھار اس سے نافرمانی بھی ہو جاتی ہے، راست روی اپناتا ہے لیکن کبھی کبھار پھسل بھی جاتا ہے، نصیحت حاصل کرتا ہے لیکن کبھی بھول بھی جاتا ہے، عدل کرتا ہے لیکن کبھی ظلم بھی کر بیٹھتا ہے کیونکہ معصوم تو صرف پیغمبر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر پیدا ہونے والے پر یہ نوازش کرتا ہے کہ اسے اسلام پر پیدا کرتا ہے چنانچہ جو اس فطرت پر قائم رہے اور پیغمبروں اور رسولوں کی لائی ہوئی تعلیمات قبول کرے تو وہ ہدایت پا جاتا ہے، اللہ اس کی نیکیاں قبول فرماتا ہے اور اس کی خطائیں معاف کرتا ہے۔

لیکن جس شخص کی فطرت کو جنوں اور انسانوں کے شیطان بدل ڈالیں یا وہ خود خواہشات اور شرک وبدعت میں پڑ کر گمراہ ہو جائے تو وہ بھٹک جاتا ہے، ناکام رہتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔ نہ اس کی نیکیاں قبول ہوتی ہیں اور نہ برائیاں مٹائی جاتی ہیں۔

عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا:

”میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ باتیں سکھاؤں جو تم نہیں جانتے۔ اس نے مجھے آج جو باتیں سکھائی ہیں وہ یہ ہیں کہ میں نے اپنے بندوں کو جو کچھ عطا کیا ہے، وہ ان کے لیے حلال ہے، میں نے اپنے تمام بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا ہے لیکن شیطان ان کے پاس آتے ہیں اور انہیں ان کے دین سے بھٹکا دیتے ہیں اور جو

کچھ میں نے ان کے لیے حلال کیا ہے وہ انکے لیے حرام کرتے ہیں اور انہیں تلقین کرتے ہیں کہ میرے ساتھ اس شے کو شریک بنائیں جس کے لیے میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔" (صحیح مسلم:2867)

چنانچہ جو شخص اللہ کی عطا کی ہوئی فطرت کو کفر کے ساتھ بدل ڈالتا ہے اور اسی حالت میں بغیر توبہ کے فوت ہو جاتا ہے تو نہ اس کی کوئی نیکی قبول ہو گی اور نہ اس کی کوئی برائی معاف کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"جن لوگوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا اور کفر کی حالت ہی میں جان دی، ان پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اسی لعنت زدگی کی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے، نہ اُن کی سزا میں تخفیف ہو گی اور نہ انہیں پھر کوئی دوسری مہلت دی جائے گی۔" (سورۃ البقرۃ:161-162)

اسی طرح اس کا ارشاد ہے:

"یقین رکھو، جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر ہی کی حالت میں جان دی اُن میں سے کوئی اگر اپنے آپ کو سزا سے بچانے کے لیے روئے زمین بھر بھی سونا فدیہ میں دے تو اُسے قبول نہ کیا جائے گا ایسے لوگوں کے لیے دردناک سزا تیار ہے اور وہ اپنا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔" (سورۃ آل عمران:91)

لیکن جس نے اللہ کی عطا کی ہوئی فطرت کی حفاظت کی اور سید البشر محمد ﷺ سمیت تمام انبیاء کے نقش قدم پر چلا، تو اللہ اس کی نیکیاں قبول کرے گا اور اس کی برائیاں مٹا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"جو اللہ پر ایمان لایا ہے اور نیک عمل کرتا ہے، اللہ اس کے گناہ جھاڑ دے گا اور اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔" (سورۃ التغابن:9)

مسلمان ہی وہ شخص ہے کہ جسے اللہ اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے، اس کی نیکیاں قبول کرتا ہے توبہ کے ساتھ اور گناہ مٹانے والے دوسرے اعمال کے ساتھ اس کی برائیاں مٹا دیتا ہے اور آخرت میں اسے اپنی جنتوں میں داخل کرتا ہے۔

گناہ مٹانے والے اعمال بہت زیادہ ہیں، بھلائیوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور نیکی کی راہیں آسان ہیں، چنانچہ خوشخبری ہے، اس آدمی کے لیے جو ان راہوں پر چلے اور نیک عمل کرے۔ گناہ مٹانے والا سب سے پہلا عمل یہ ہے کہ پروردگار کے لیے تمام عبادتوں میں توحید اور اخلاص پر عمل پیرا ہوا جائے اور شرک کی تمام قسموں سے دور رہا جائے۔ یہی دونوں جہانوں کی سعادت ہے اور ہر شر سے امان کا باعث ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، عیسیٰ علیہ السلام بھی اس کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ اور اس کی جانب سے روح ہیں اور جنت اور جہنم حق ہیں، اس کا عمل خواہ جیسا بھی ہو، اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (صحیح بخاری: 3435)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مجھے جبریل علیہ السلام نے یہ بات بتائی کہ اپنی امت میں سے ہر اس شخص کو جنت میں داخلے کی خوشخبری سنا دو جو اس حال میں فوت ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔“ (صحیح بخاری: 1238)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”لا إله إلا الله ' ایسا کلمہ ہے کہ اس سے کوئی گناہ باقی نہیں بچتا اور اس جیسا کوئی دوسرا عمل نہیں ہے۔“ (مستدرک علی الصحیحین: 1/513)

اسی طرح اللہ کے حضور توبہ کرنا بھی گناہوں کو مٹانے والے اعمال میں سے ایک ہے۔ جو شخص کسی بھی گناہ سے توبہ کرے، اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کرلے گا، اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔“ (صحیح مسلم:2704)

اللہ اپنے بندے کی توبہ سے خوش ہوتا ہے اور اسے بے پناہ اجر عطا کرتا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

”وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی برائیوں سے درگزر کرتا ہے، حالانکہ تم لوگوں کے سب کاموں کا اُسے علم ہے۔“ (سورۃ الشوریٰ:25)

اسی طرح خوبی اور اخلاص کے ساتھ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق وضو کرنے سے بھی گناہ مٹتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جب ایک مسلمان یا مومن بندہ وضو کرتا ہے اور اپنا چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے چہرے یا اس کی آنکھوں کا ہر گناہ دھل جاتا ہے، پھر جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے ہاتھوں کا ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے، جسے اس نے اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر کیا ہو، پھر جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے پاؤں کا ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جسے کرنے کے لیے وہ اپنے پاؤں کے ساتھ چل کر گیا ہو۔ حتیٰ کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔“ (صحیح مسلم:246)

نماز گناہوں کو ختم کرنے والا ایک عظیم عمل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جو آدمی احسن انداز سے وضو کرے اور پھر نماز پڑھے تو اس کے وہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے جو ایک نماز سے دوسری نماز کے دوران اس نے کیے ہوں گے۔“

(صحیح بخاری:160)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"پانچوں نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک، ہر ایک کے درمیان میں کیے گئے گناہوں کو مٹادیتے ہیں جب تک کبیرہ گناہوں سے دامن بچایا جائے۔" (صحیح مسلم:234)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نے وضو کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

"جو شخص میرے اس وضو کے طریقے کی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ان میں اپنے جی سے باتیں نہ کرے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔" (صحیح بخاری:160)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک بار ایک آدمی کسی خاتون کے ساتھ بوس وکنار کرنے کا گناہ کر بیٹھا۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو یہ بات بتائی تو تب یہ آیت نازل ہوئی:

"اور دیکھو، نماز قائم کرو، دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر در حقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ایک یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو خدا کو یاد رکھنے والے ہیں۔" (سورۃ ہود:114)

یہ آیت سن کر اس آدمی نے پوچھا کہ کیا یہ صرف میرے لیے ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یہ آیت عمل کرنے والے میرے ہر امتی کے لیے ہے۔" (صحیح بخاری:4687)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو ہر نماز کے وقت یہ صدا لگاتا ہے کہ اے بنی آدم! اٹھو اور اپنی جلائی ہوئی آگ بجھاؤ۔" (المعجم الصغیر للطبرانی:130)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"حج اور عمرہ تسلسل سے کیا کرو کیونکہ یہ گناہوں کو ایسے مٹاتے ہیں، جیسے بھٹی لوہے کا کھوٹ مٹا دیتی ہے۔" (جامع ترمذی:810)

اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنا بھی گناہوں کو مٹانے والے اعمال میں سے ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ایک آدمی سے گناہ سرزد ہوا تو اس نے کہا: "اے اللہ! مجھے معاف کر دے۔" تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میرے بندے نے گناہ کیا اور جان لیا کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر پکڑتا بھی ہے۔" اس آدمی سے پھر گناہ ہو گیا تو اس نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے معاف کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے پھر جواب دیا کہ میرے بندے سے گناہ ہوا تو ساتھ ہی اسے یہ احساس بھی ہوا کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ اس آدمی سے پھر تیسری بار گناہ سرزد ہوا تو اس نے پھر کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے معاف کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے پھر وہی جواب دیا کہ میرے بندے سے گناہ ہوا تو اسے احساس ہوا کہ اس کا پروردگار گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ کی وجہ سے پکڑتا بھی ہے، اے میرے بندے! تو جیسے چاہے کر، میں نے تجھے معاف کر دیا۔" (صحیح بخاری:7507)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے جمعہ کے دن صبح کی نماز سے پہلے تین بار یہ کلمات کہے

«اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِیْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَیْهِ»

اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔" (المعجم الاوسط للطبرانی:7717)

حضرت بلال بن یسار بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے میرے دادا کے حوالے سے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جس نے تین بار یہ کلمات کہے:

«اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِیْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَیْهِ»

تو اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے خواہ وہ میدان جنگ سے بھاگا ہوا ہو۔“(جامع ترمذی:3577)

اگر کوئی مسلمان اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے لیے بخشش کی دعا کرے تو ایسی دعا دونوں کے حق میں بہت جلد قبول ہوتی ہے کیونکہ جب کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ اس پر آمین کہتا ہے اور ساتھ ہی کہتا ہے:

”تجھے بھی یہی کچھ ملے جو تو نے اپنے بھائی کے لیے مانگا۔“

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

”ابلیس نے اپنے پروردگار سے کہا کہ تیری عزت اور جلال کی قسم! میں آدم کے بیٹوں کو اس وقت تک گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کے جسموں میں روحیں موجود رہیں گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میری عزت اور جلال کی قسم! میں بھی انہیں اس وقت تک معاف کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے معافی مانگتے رہیں گے۔“

(مسند احمد:10851)

اسی طرح مختلف اذکار سے بھی گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں مثلا:

«سُبْحَانَ اللهِ، اَلْحَمْدُ للهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، اَللهُ أَكْبَرُ، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّابِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِیْمِ»

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس نے سو بار سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ کہا تو اس کی برائیاں مٹا دی جائیں گی اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔“(صحیح مسلم:2694)

صدقہ بھی ایسا عمل ہے جس سے گناہ مٹتے ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"صدقہ گناہوں کو ایسے ختم کر دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔" (جامع ترمذی:614)

اپنے اہل و عیال اور بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک بھی ایسا عمل ہے جس سے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے اہل و عیال کے لیے تم میں سب سے بہتر ہوں۔" (جامع ترمذی:3895)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جسے بیٹیاں دے کر آزمایا جائے اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو یہ بیٹیاں اس کے لیے آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بنیں گی۔" (صحیح بخاری:1418)

اسی طرح بہنوں کا معاملہ ہے۔

مخلوق کے ساتھ حسن سلوک بھی اس عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ بے پناہ اجر عطا کرتا ہے اور پریشانیوں سے بچاتا ہے۔

اسی طرح اچھا اخلاق اور گناہوں کے بعد کثرت سے نیکیاں کرنا بھی ایسے اعمال ہیں جن سے گناہ مٹتے ہیں۔ معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تو جہاں کہیں بھی ہو، اللہ سے ڈرتا رہ، برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کر لے اس سے تیرے گناہ ختم ہو جائیں گے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آ۔"

(جامع ترمذی:1987)

اس لیے اے مسلمان! جس نیکی کی توفیق ملے، اس کے کرنے کے لیے لپک اور کسی بھی بھلائی کو حقیر نہ سمجھ کیونکہ تجھے کوئی علم نہیں کہ شاید یہی وہ نیکی ہو جس کی بدولت تو سعادت مند ٹھہرے۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ایک آدمی کسی گزر گاہ پر چلتا جارہا تھا کہ اسے راستے میں ایک کانٹے دار ٹہنی دکھائی دی، اس نے اسے راستے سے ہٹا دیا، اللہ نے اُس کے اِس عمل کی قدر کرتے ہوئے اسے معاف فرمادیا۔“ (صحیح بخاری: 654)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ایک آدمی کسی راستے پر چلا جارہا تھا کہ اسے پیاس نے ستایا، اسے ایک کنواں دکھائی دیا، وہ اس میں اتر گیا اس نے اور پانی پیا اور پھر باہر نکلا تو اسے ایک کتا دکھائی دیا جو پیاس کے مارے گیلی زمین چاٹ رہا تھا۔ اس آدمی نے سوچا کہ اسے بھی پیاس نے اسی طرح ستایا ہے جیسے مجھے ستایا تھا، چنانچہ وہ دوبارہ کنویں میں اترا، اپنا موزہ اتار کر اسے پانی سے بھرا اور باہر لا کر اس کتے کو پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کی قدر کرتے ہوئے اسے معاف فرمادیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! کیا ہمارے لیے جانوروں کے ساتھ بھلا کرنے میں بھی اجر ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہر ذی روح شے میں ہمارے لیے اجر ہے۔“ (صحیح بخاری: 2363)

سید البشر محمد ﷺ پر درود و سلام پڑھنا بھی گناہوں کو ختم کرنے والے اعمال میں سے ایک ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا، اللہ اس کے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا، اس کی دس خطائیں مٹائے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔“

(مسند احمد: 11587)

مسلمان پر جو پریشانیاں آتی ہیں، اگر وہ ان پر صبر کرے، ثواب کی امید رکھے اور واویلا نہ مچائے تو اس سے بھی اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مومن کو جو بھی پریشانی، دکھ، مصیبت، یا غم پہنچتا ہے حتی کہ اسے اگر ایک کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے بھی اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔“ (صحیح بخاری: 5642)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے توبہ کرو، خالص توبہ، بعید نہیں کہ اللہ تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل فرما دے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ وہ دن ہو گا، جب اللہ اپنے نبی کو اور اُن لوگوں جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوانہ کرے گا اُن کا نور اُن کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہو گا اور وہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لیے مکمل کر دے اور ہم سے در گزر فرما، تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔" (سورۃ التحریم:8)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن عظیم میں برکت دے، مجھے اور آپ سب کو اس کی آیات اور ذکر حکیم سے فائدہ پہنچائے اور سید المرسلین ﷺ کی سیرت اور قول سے ہمیں نفع دے۔ میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں اور عظیم و جلیل اللہ سے اپنے لیے اور آپ کے لیے بخشش مانگتا ہوں۔ تم بھی اسی سے بخشش مانگو۔ یقیناوہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو عزت و جلال والا اور ایسی بادشاہی والا ہے کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ میں اپنے رب کا ثنا خواں اور شکر گزار ہوں، اس کے حضور توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہی کامل اختیار والا، پاک اور سلامتی والا ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور سلامتی کے ٹھکانے یعنی جنت کی جانب بلانے والے ہیں۔ اے اللہ! اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام پر رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل فرما۔

حمد و ثناء کے بعد:

اللہ سے یوں ڈرو جیسے ڈرنے کا حق ہے اور اسلام کے مضبوط حصارِ عافیت میں آ جاؤ۔

اللہ کے بندو!

جس طرح گناہوں کو مٹانے والے اعمال بے شمار ہیں، اسی طرح خطرات بھی بہت زیادہ ہیں۔ گناہوں کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، کیونکہ ان کے لیے اللہ کی جانب سے لکھنے والے فرشتے مقرر ہیں۔ مسلمان کو چاہیے کہ ڈر اور امید کی درمیانی حالت میں رہے۔ اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہو جانا رسوائی اور بربادی کی نشانی ہے۔

"اللہ کی چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو۔" (سورۃ الاعراف:99)

جبکہ دوسری جانب اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا بھی کھلی گمراہی ہے۔ فرمایا:

"خبردار ہو جاؤ! اللہ سزا دینے میں بھی سخت ہے اور اس کے ساتھ بہت درگزر اور رحم بھی کرنے والا ہے۔" (سورۃ المائدہ:98)

ممکن ہے کہ جو برائی تیری نگاہوں میں بہت معمولی ہو، وہی تیرے لیے ابدی بدبختی کا سبب بن جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں چلی گئی۔ اس نے اسے باندھ دیا تھا، پھر نہ تو اسے کھانے کو کچھ دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین کے کچرے سے کچھ کھا لیتی۔"

(صحیح بخاری:2365)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان پر "کرکرہ" نامی ایک آدمی نگران تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ جہنم میں ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تحقیق کی تو پتا چلا کہ اس نے ایک چادر میں خیانت کی تھی۔" (صحیح بخاری:3074)

غزوہ خیبر کے دوران کچھ صحابہ ایک فوت شدہ آدمی کے پاس سے گزرے تو کہنے لگے کہ "یہ فلاں شہید ہے۔"

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ہر گز نہیں، اس نے ایک چادر میں خیانت کی تھی، جس کی وجہ سے میں نے اسے آگ میں دیکھا ہے۔“(صحیح مسلم:117)

حدیث میں آتا ہے:

”بعض اوقات آدمی اللہ کی رضا کا کوئی کلمہ بولتا ہے اور اسے کوئی اندازہ نہیں ہوتا کہ اس کلمے کی بدولت اللہ اس کے کتنے درجات بلند کر دیتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات آدمی بے خیالی میں اللہ کی ناراضی کا کوئی کلمہ بول دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ مشرق اور مغرب کے درمیانی فاصلے کے بقدر جہنم میں جا گرتا ہے۔“(جامع ترمذی:2319)

انسان کے لیے سب سے خطرناک چیز یہ ہے کہ وہ لوگوں پر ظلم وزیادتی کرے یا ان سے ان کے حقوق چھینے، کیونکہ انسان کی سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ وہ خیر کے بارے میں بخیل ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے تکلیف دے۔

اللہ کے بندو!

”اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو۔“(سورۃ الاحزاب:56)

جبکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔“
(صحیح مسلم:387)

زکوٰۃ۔۔ احکام اور حکمتیں

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر علی بن عبد الرحمٰن الحذیفی حفظہ اللہ

29 شعبان 1435ھ بمطابق 27 جون 2014ء

2

34

پہلا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو بے نیاز اور لائقِ ستائش ہے اور عرش کا مالک اور بڑی شان والا ہے۔ میں اپنے رب کی ثناء بیان کرتا ہوں اور اس کا شکر گزار ہوں، اس کے حضور توبہ اور استغفار کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کو اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں وہ جو چاہے، کر ڈالنے والا ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار محمد ﷺ اللہ کے بندے اور پیغمبر ہیں، جو سب سے بڑھ کر تائید سے سرفراز ہوئے۔ اے اللہ! اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، اور راہِ ہدایت کی پیروی کرنے والے آپ ﷺ کے صحابہ کرام پر رحمتیں برکتیں اور سلامتی نازل فرما۔

حمد وثناء کے بعد:

اللہ سے ڈرتے ہوئے نیکیاں اختیار کرو اور برائیوں سے دامن بچاؤ۔

اے پیروانِ اسلام!

یاد رکھیں کہ دین حنیف کی تمام تر تعلیمات کی بنیاد تین امور پر ہے۔ اپنی ذات کی بھلائی، مخلوق کی بھلائی اور مخلوق کو تکلیف اور ایذاء پہنچانے سے باز رہنا۔

اپنی ذات کی بھلائی کے لیے مختلف عبادتیں ہیں جبکہ مخلوق کے ساتھ بھلائی کے لیے بھی نیکی کی کئی صورتیں مقرر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔“ (سورۃ البقرۃ:195)

اسی طرح فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

”زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔“

(سورۃ البقرۃ:190)

جبکہ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔"(سورۃ النحل:90)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنی ذات اور مخلوق کے ساتھ نیکی کرتے ہیں اور لوگوں کو تکلیف اور ایذاء پہنچانے سے باز رہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

"مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی، یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔"(سورۃ التوبہ:71)

اور فرمایا:

"اور جاہل ان کے منہ کو آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام۔"(سورۃ الفرقان:63)

اے بندگانِ الٰہی!

زکوۃ اللہ کی بندگی کی ایک صورت ہے، جسے اللہ نے مسلمان پر اس کے مال میں سے فرض ٹھہرایا ہے، ان آٹھ قسم کے لوگوں کے لیے جو زکوۃ کے مستحق ہیں۔ اس میں امیر کا غریب پر کوئی احسان نہیں ہے۔ اسے اللہ نے مسلمانوں کی اجتماعی کفالت کے لیے اور فقراء اور مساکین کی حاجت بر آری کے لیے فرض کیا ہے، اس میں مخلوق کی بھلائی بھی ہے اور زکوۃ ادا کرنے والے کے لیے ثواب بھی۔ یہ بے پناہ فوائد اور عظیم مقاصد والی عبادت ہے۔ چنانچہ ان فوائد اور مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی سے دلوں سے خود غرضی، بخل کی بیماریاں اور دیگر برائیاں ختم ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اے نبی ﷺ! تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ۔"(سورۃ التوبہ:103)

دنیوی اسباب کی کمی بیشی کی وجہ سے دلوں میں حسد کی جو بیماری جنم لیتی ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی سے یہ بیماری جڑ سے اکھڑ جاتی ہے۔ حسد ایک نہایت گھناؤنی بیماری ہے جس سے معاشرے میں سرکشی، ظلم و زیادتی اور بغض کی برائیاں پھیلتی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔

"پہلی قوموں میں حسد اور بغض کی جو بیماری پائی جاتی تھی، بتدریج تمہاری جانب بڑھ رہی ہے۔ اس لیے حسد سے بچو کیونکہ یہ نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔"(سنن ابن داؤد:2510،4903)

زکوٰۃ کی ادائیگی سے مسلمانوں میں ہمدردی اور محبت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں اور اجتماعی کفالت اور امیر اور غریب کی باہمی محبت کا چلن عام ہوتا ہے۔

زکوٰۃ اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ اللہ کی کتاب اور پیغمبر ﷺ کی سنت میں اس کا تذکرہ نماز کے ساتھ کیا گیا ہے چنانچہ نماز کی قبولیت زکوٰۃ سے اور زکوٰۃ کی قبولیت نماز سے مشروط ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فراواں مال عطا کرنے کے بعد زکوٰۃ کی صورت میں تھوڑے سے مال کی ادائیگی فرض ٹھہرائی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"اور یہ کہ اُسی نے تمہیں غنی کیا اور جائداد بخشی۔"(سورۃ النجم:48)

اور فرمایا:"تم کو جو نعمت بھی حاصل ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے۔"(سورۃ النحل:53)

اسی طرح ارشاد فرمایا:

"ڈرو اُس سے جس نے وہ کچھ تمہیں دیا ہے جو تم جانتے ہو، تمہیں جانور دیے، اولاد دیں، باغ دیے اور چشمے دیے۔"(سورۃ الشعراء:132 تا 134)

جبکہ ایک اور مقام پر فرمایا:

"اور ان کو اُس مال میں سے دو، جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔"(سورۃ النور:33)

مال کی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ نکالی جائے۔ زکوٰۃ سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے۔ زکوٰۃ مال کو آفتوں اور تباہیوں سے بچاتی ہے۔ فرمایا:

"جو کچھ تم خرچ کر دیتے ہو، اُس کی جگہ وہی تم کو اور دیتا ہے۔"(سورۃ سبا:39)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو قوم اپنے مال کی زکوۃ روک لے، اس کے لیے آسمان سے پانی روک دیا جاتا ہے۔ اگر چوپائے نہ ہوتے تو ان کے لیے قطعاً بارش نہ برستی۔"(سنن ابن ماجہ:4019)

اگر مالدار اپنے مال کی زکاۃ ادا نہیں کریں گے تو غریب لوگ قیامت کے روز ان سے جھگڑیں گے اور کہیں گے کہ "اے ہمارے پروردگار! تو نے مال ان لوگوں کے پاس رکھا اور انہوں نے ہمارا حق روک لیا۔" چنانچہ پھر اللہ انکے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ ادا کرنے والے سے زکوٰۃ کی ادائیگی پر بہت بڑے بدلے کا وعدہ فرمایا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مومن زکوٰۃ کے طریقے پر کاربند ہوتے ہیں۔"(سورۃ المومنون:4)

اس کے بعد دیگر اعمال کا تذکرہ فرمایا اور آخر میں ان اعمال کا بدلہ یوں بتایا کہ

"یہی لوگ وہ وارث ہیں، جو میراث میں فردوس پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"(سورۃ المومنون:10-11)

اسی طرح ارشاد فرمایا:

"البتہ متقی لوگ اُس روز باغوں اور چشموں میں ہوں گے جو کچھ اُن کا رب انہیں دے گا اسے خوشی خوشی لے رہے ہوں گے، وہ اُس دن کے آنے سے پہلے نیکو کار تھے، راتوں کو کم ہی سوتے تھے، پھر وہ رات کے پچھلے پہروں میں معافی مانگتے تھے اور اُن کے مالوں میں سائل اور محروم کا بھی حق تھا۔"(سورۃ الزاریات:15-19)

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ روکنے والے کو دردناک عذاب کی وعید سنائی اور فرمایا:

"اے نبی ﷺ! اِن سے کہو، میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا، البتہ مجھے وحی کے ذریعہ سے بتایا جاتا ہے کہ تمہارا خدا تو بس ایک ہی خدا ہے، لہٰذا تم سیدھے اُسی کا رخ اختیار کرو اور اسی سے معافی چاہو تباہی ہے اُن مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔"(سورۃ فصلت:6-7)

اور فرمایا:

"اے ایمان لانے والو، اِن اہل کتاب کے اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں دردناک سزا کی خوش خبری دو، ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا، یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔"(سورۃ التوبہ:34-35)

زکوٰۃ ادا کرنے والا ہر صاحبِ مال اس وعید سے نکل جاتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو بھی دولت مند زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن اس کی دولت کو ایک گنجے اژدہے کی شکل دے دی جائے گی اور پھر وہ اژدہا اس کی باچھوں سے اپنے مالک کو پکڑے گا اور کہے گا کہ "میں تیرا خزانہ ہوں، میں تیرا مال ہوں۔"(صحیح بخاری:1403)

اونٹوں، گائیوں اور بکریوں والا جو بھی شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا تو ایسے شخص کو قیامت کے دن ان جانوروں کے سامنے اوندھے منہ لٹا دیا جائے گا اور یہ جانور اپنے پاؤں سے اسے روندیں گے۔

جیسا کہ صحیح مسلم میں مذکور ہے:

سونے اور چاندی میں اور انکی جگہ استعمال ہونے والی کاغذی کرنسی پر بھی زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ ان میں سے کوئی ایک یا بحیثیت مجموعی یہ دونوں نصاب کی حد کو پہنچ جائیں۔ اونٹوں، بکریوں اور گائیوں کی تعداد جب نصاب کو پہنچ جائے تو ان میں بھی زکوٰۃ واجب ہے، اسی طرح زمینی پیداوار پر بھی زکوٰۃ یعنی عشر ہے۔ سامان تجارت میں بھی زکوٰۃ ہے اور اس کا اندازہ سامان کی قیمت سے لگایا جائے گا اور سامان کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے گا۔ اگر کوئی مقروض ہو تو قرض ادا کرنے کے بعد باقی بچ جانے والے سامان کی زکوٰۃ ادا کرے گا اور اگر قرض ادا نہ کرے تو اپنے سارے سامان کی زکوٰۃ دے گا۔

سونے کا نصاب بیس مثقال ہے جس کا وزن پچاس گرام بنتا ہے جبکہ چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے جس کا وزن پانچ سو پچانوے گرام بنتا ہے۔ سونے اور چاندی کے قائم مقام کاغذی نقدی کا بھی یہی معاملہ ہے، سونے اور چاندی کے نصاب کی قیمت کاغذی نقدی کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے۔

ضابطہ یہ ہے کہ سو میں سے اڑھائی فیصد زکوٰۃ میں دینا ضروری ہیں۔ چنانچہ جس نے سو میں سے اڑھائی، ہزار میں سے پچیس اور دس لاکھ میں سے پچیس ہزار زکوٰۃ میں دے دیئے تو اس کی ذمہ داری ادا ہو گئی، جبکہ نصاب سے بڑھ جانے والی مقدار کی زکوٰۃ اسی کے حساب سے دی جائے گی۔ نصاب سے زائد حصہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں ہے بلکہ سونے، چاندی میں نصاب سے بڑھ جانے والے حصے کی بھی اسی اعتبار سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ زکوٰۃ کے مسائل سیکھے اور اہل علم سے اس کی تفصیلات معلوم کرے، تاکہ اپنے مال پر عائد ہونے والا اللہ کا حق ادا کر سکے۔ جو شخص سال بھر اپنی تحویل میں رہنے والے مال کے ساتھ ساتھ اپنے آئندہ مال کی زکوٰۃ ایک ہی وقت اور ایک ہی مہینے میں مثلاً ماہِ رمضان میں ادا کر دے تو اس کیلئے ایسا کرنا جائز ہے۔

اے فرزند آدم! یاد رکھ کہ تیرا مال وہی ہے جو تو آگے بھیج دے اور جو مال تو پیچھے رکھ چھوڑے، وہ کسی اور کا ہے۔ اگر تمام مالدار اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتے رہیں تو کوئی بھی فقیر اور مانگنے والا نہ رہے۔ زمانۂ ماضی میں ہلاک ہو جانے والی ان اقوام سے عبرت حاصل کرو جن کے لیے اللہ نے ان کے مال ہی کو عذاب بنا دیا تھا، ان لوگوں کے واقعات سے نصیحت حاصل کرو جن کے مال ان کے کچھ کام نہ آسکے۔ مال کو یا تو آپ چھوڑ دیں ورنہ یہ خود آپ کا ساتھ چھوڑ دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ فرض اور نفلی صدقات مقرر کیے ہیں۔ ہمارے پروردگار نے خیر کی راہوں میں خرچ کرنے کی ہمیں ترغیب دی ہے۔ فرمان باری ہے:

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جو کچھ مال متاع ہم نے تم کو بخشا ہے، اس میں سے خرچ کرو، قبل اس کے کہ وہ دن آئے، جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش چلے گی۔“ (سورۃ البقرۃ:254)

صدقے کا ثواب کئی گنا عطا کیا جاتا ہے بالخصوص رمضان کے مہینے میں۔ جبکہ راز داری کے ساتھ صدقہ کرنے کی بے پناہ فضیلت ہے۔ چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”رازدارانہ صدقہ پروردگار کے غضب کو سرد کر دیتا ہے، صلہ رحمی سے عمر بڑھتی ہے اور بھلا کام آدمی کو ناگہانی آفتوں سے بچاتا ہے۔“ (شعب الایمان للبیہقی:3441)

آدمی کو چاہیے کہ صدقہ کرتے ہوئے شیطان سے بھی نبرد آزما ہو، کیونکہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”آدمی جب کوئی شے صدقے میں دیتا ہے تو اس سے ستر شیطانوں کی باچھیں خون آلود ہوتی ہیں (اور ان کے چہروں پر دھول اڑنے لگتی ہے۔)“ (مسند احمد:22542)

ماہِ رمضان صدقات اور نیکیوں کا مہینہ ہے، خوش نصیب ہے وہ آدمی جو نیکیوں کی جانب دوڑے اور اپنی جان کو تباہ کاریوں سے محفوظ کر لے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”دوڑ کر چلو اُس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اُس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے، اور وہ اُن خدا ترس لوگوں کے لیے مہیا کی گئی، جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بد حال ہوں یا خوش حال، جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔“(سورۃ آل عمران:133-134)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن عظیم میں برکت دے اور ہم سب کو اس کی آیات اور ذکر حکیم سے اور نبی کریم ﷺ کی سیرت اور فرامین سے فائدہ پہنچائے۔ میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے، آپ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہر گناہ سے بخشش کا طلبگار ہوں۔

دوسرا خطبہ

”تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے۔ رحمان اور رحیم ہے۔ روز جزا کا مالک ہے۔“(سورۃ الفاتحہ:1-3)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، وہی رزق عطا کرنے والا، قوی اور توانا ہے، میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار محمد ﷺ اللہ کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ اے اللہ! اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر اور آپ ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل فرما۔

حمد و ثناء کے بعد:

اللہ سے یوں ڈرو جیسے ڈرنے کا حق ہے اور اسلام کے مضبوط حصارِ عافیت میں آجاؤ۔

اے بندگانِ الٰہی!

ہم پر ایک نہایت مبارک مہینہ سایہ فگن ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کی صورت میں ہمیں ایک عظیم موسم بہار سے نوازا ہے تاکہ ہم نیکیاں کما سکیں اور گناہوں سے توبہ کر سکیں۔ ہمارے پیغمبر محمد ﷺ اپنے صحابہ کو شعبان کے آخری دنوں میں انتہائی مسرت کے ساتھ اس مہینے کی آمد کی خبر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرام بے پناہ خوشی، مسرت اور شادمانی کے ساتھ اس کا استقبال کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزوں کو گناہوں کا کفارہ بنادیا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

"جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔" (صحیح بخاری:38)

اسی طرح اللہ نے اس مہینے کے قیام کو بھی گزشتہ گناہوں کا کفارہ بنادیا ہے۔

یہ وہ مہینہ ہے جس میں شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اس لیے اس کی تعظیم بجالاؤ اور اس سے قبل قطع تعلقی، قطع رحمی اور بغض وعداوت سمیت دیگر تمام گناہوں سے سچی توبہ کرو۔

روزے کو باطل کر دینے والی تمام برائیوں سے اپنے روزوں کو بچاؤ۔ مثلاً غیبت، چغلی اور دیگر تمام برائیاں جبکہ ذکر اور تلاوت قرآن کے ساتھ اسے پاکیزہ بناؤ کیونکہ رمضان قرآن کا مہینہ ہے۔

اسی طرح دیگر نیک اعمال سے روزے کے اندر مزید پاکیزگی پیدا کرو، اس طرح تم کامیاب وکامران ٹھہرو گے اور نیکیوں کی دوڑ میں بازی لے جانے والوں کے ساتھ مل جاؤ گے۔

اسی طرح جماعت کے ساتھ نمازوں کی ادائیگی کا خاص اہتمام کرو بالخصوص فجر اور عشاء کی نمازوں کے لیے، کیونکہ فجر اور عشاء کی نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھ لینے والا ایسے ہی ہے، جیسے اس نے ساری رات قیام کیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

”نماز تراویح بھی پوری لگن کے ساتھ باجماعت ادا کرو کیونکہ جو شخص امام کے ساتھ قیامکر لے، اس کے لیے پوری رات کے قیام کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔“

اے بندگانِ الٰہی!

”اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔“(سورۃ الاحزاب:56)

جبکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا، اللہ اس پر دس بار رحمت نازل کرے گا۔“ (صحیح مسلم:387)

اس لیے سید الاولین والآخرین اور امام المرسلین ﷺ پر درود و سلام پڑھ۔

3

شادی کے فوائد اور احکام و مسائل

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر علی بن عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

29 صفر 1437ھ بمطابق 11 دسمبر 2015ء

35

پہلا خطبہ

ہر قسم کی حمد و ثناء کے لائق وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمام مخلوقات کو بڑے ہی متناسب انداز میں پیدا فرمایا۔ جس نے تقدیر بنائی پھر سیدھی راہ دکھائی۔ میں اسی کی حمد کرتا اور شکر بجالاتا ہوں، اسی کی طرف رجوع کرتا اور اسی سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، وہ بہت بلند وبالا ہے۔ میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے پیارے سردار نبی حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور منتخب پیغمبر ہیں۔ اے اللہ! اپنے بندے اور رسول، حضرت محمد ﷺ پر اور ان کے نیکوکار اور تقویٰ شعار صحابہ کرام پر رحمتیں اور سلامتی نازل فرما۔

امابعد!

اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اس کے اوامر کی پابندی کرو اور اس کی منع کردہ چیزوں سے باز رہو۔

اے بندگانِ الٰہی!

اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت اور ارادے کے تحت اس کائنات کو آباد فرمایا اور پھر اس کے لیے ایک وقت مقرر کیا، کائنات کی یہ آبادی باہمی تعاون، اتفاق و اتحاد اور عدل و انصاف کے ساتھ حکیمانہ بنیادوں پر اکٹھے ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے۔

انسان کو زمین پر خلیفہ بنا کر اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ وہ اس کی اصلاح، آباد کاری اور عبادتِ الٰہی کو بجالانے کا فریضہ سر انجام دے سکے۔ انسان کی خوش بختی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے جبکہ اس کی بد بختی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور کامیاب وہی ہیں جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں۔“(سورۃ النور:52)

مزید فرمایا:

”اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کر جائے گا اُسے اللہ آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کن سزا ہے۔“(سورۃ النساء:14)

اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اور حق اگر کہیں اِن کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو زمین اور آسمان اور ان کی ساری آبادی کا نظام درہم برہم ہو جاتا نہیں، بلکہ ہم ان کا اپنا ہی ذکر اُن کے پاس لائے ہیں اور وہ اپنے ذکر سے منہ موڑ رہے ہیں۔“(سورۃ المومنون:71)

دنیاوی زندگی میں انسان کے پہلے پہلے اقدامات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق اسے رفیقۂ حیات نصیب ہو جائے، ان دونوں کے درمیان تعاون، رحمت و شفقت اور محبت و الفت کی فضاء قائم ہو، باہمی فائدے اور مصلحتیں انہیں حاصل ہوں اور فطری خواہشات وضروریات کی تسکین و تکمیل کا انہیں موقع مل جائے۔ اسی سے بلند اہداف و مقاصد اور مبارک کمائی کا حصول ممکن ہے اور اسی سے ہی نیک اولاد حاصل ہوتی ہے۔

شادی کا بندھن آنے والی نسلوں کی آغوش، نومولود کیلئے پہلی درسگاہ اور نوجوانوں کی نیکی، اصلاح اور تعمیر سازی کی طرف رہنمائی کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

والدین کا ہمیشہ اپنی اولاد پر زبردست اثر ہوتا ہے۔ ماں باپ اگر نیک ہوں تو وہ اچھے معاشرے کی پہلی بنیادی ثابت ہوتے ہیں، وہ نئی نسل کے لیے محبت و شفقت، اہتمام اور

احسان کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ باہمی تعاون، مدد، کفالت، میل جول، محبت و ہمدردی اور عام حادثات سے بچاؤ کیلئے جس مضبوط صلہ رحمی اور قرابت داری کی ضرورت ہوتی ہے، نیک والدین ہی اس کی بنیاد ثابت ہوتے ہیں۔

شادی وہ مبارک بندھن ہے کہ جو شروع سے چلی آرہی ہے، اس کی خیر و برکات اور فائدوں کا کوئی شمار اور حد نہیں ہے اور یہ سلسلہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا اور اس کے کی برکتیں ہمیشہ جاری رہیں گی۔

شادی کرنا انبیاء اور رسولوں کی سنت ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

”تم سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور اُن کو ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا۔“(سورۃالرعد:38)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

”اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیز گاروں کا امام بنا۔“(سورۃالفرقان:74)

شادی کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

”تم میں سے جو لوگ غیر شادی شدہ ہوں، اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کر دو اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے اُن کو غنی کر دے گا۔“(سورۃالنور:32)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جس کسی کے پاس شادی کی استطاعت ہے اسے شادی کر لینی چاہیے، کیونکہ اس سے نگاہوں کو شرم اور شرمگاہ کو حفاظت نصیب ہو گی اور اگر کسی میں شادی کی طاقت نہ ہو تو اسے روزہ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہیے، کیونکہ اس سے خواہشات کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔“(صحیح بخاری:1905)

نان و نفقہ اور مہر ادا کرنے کی طاقت جس شخص میں نہ ہو، اسے اللہ کے رسول ﷺ نے روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، کیونکہ اس میں اس کے لیے اجر و ثواب بھی ہے اور یہ اس کی خواہشات کی تہذیب کا ذریعہ بھی ہے، پھر جب اس کے لیے وسائل میسر آ جائیں تو وہ شادی کر لے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چند صحابہ کرام نے امہات المومنین سے رسول اللہ ﷺ کی گھر میں کی جانے والی عبادات کے متعلق پوچھا اور معلوم ہونے پر ان میں سے ایک نے کہا: ”میں کبھی شادی نہیں کروں گا، دوسرے نے کہا: میں کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا اور تیسرے نے کہا کہ میں کبھی سوؤں گا نہیں۔“ نبی کریم ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

”لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ عجیب عجیب باتیں کر رہے ہیں، حالانکہ میں (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں، میں (نفلی) روزہ رکھتا بھی ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں اور میں نے شادیاں بھی کر رکھی ہیں اور جس نے میری کسی سنت سے بے رغبتی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔“ (صحیح مسلم:1402)

اگر کسی میں شادی کرنے کی طاقت ہونے کے ساتھ ساتھ اسے شادی کی خواہش بھی ہو تو اسلام کی رو سے اس پر شادی کرنا واجب ہے۔ مسند احمد میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ان عورتوں سے شادی کرو جو بہت محبت کرنے والی اور بچے جننے والی ہوں، کیونکہ قیامت کے روز میں دوسری امتوں کے سامنے اپنی امت کی کثرت پر ناز کروں گا۔“

(سنن نسائی:3227)

شادی سے میاں بیوی کو طہارت اور عفت و پاکدامنی حاصل ہوتی ہے، جبکہ اس سے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے اور افرادِ معاشرہ انحرافات سے محفوظ رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

”جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں، تو پھر اس میں مانع نہ بنو کہ وہ اپنے زیر تجویز شوہروں سے نکاح کر لیں، جب کہ وہ معروف طریقے سے باہم نکاح پر راضی ہوں تمہیں نصیحت کی جاتی ہے کہ ایسی حرکت ہر گز نہ کرنا، اگر تم اللہ اور روز آخر پر ایمان لانے والے ہو، تمہارے لیے شائستہ اور پاکیزہ طریقہ یہی ہے کہ اس سے باز رہو، اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔“(سورۃ البقرۃ:232)

معاشرے کو زنا اور لواطت جیسی برائیوں سے بچاؤ کا ذریعہ بھی شادی ہے۔ جس سر زمین میں زنا عام ہو جائے وہاں فقر و فاقہ اور ذلت و رسوائی ڈیرے ڈال لیتی ہے اور وہاں ایسی ایسی بیماریاں اور وبائی امراض جنم لیتے ہیں کہ جن کا پہلے لوگوں نے کبھی نام تک نہیں سنا ہوتا۔ زنا کرنے والوں کے لیے روزِ قیامت اللہ تعالیٰ نے جو عذاب اور رسوائی رکھی ہے، وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے، اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا قیامت کے روز اس کو مکرّر عذاب دیا جائے گا اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔“(سورۃ الفرقان:68-69)

قوم لوط والی برائی کا ارتکاب جو شخص بھی کرتا ہے، اس کا دل بگڑ جاتا ہے، اس کی فطرت الٹ جاتی ہے، اس کا نفس بگڑ جاتا ہے، وہ اخلاقی پستی کا شکار ہو جاتا ہے اور دنیا و آخرت میں اسے سخت ترین سزا دی جائے گی۔

ہمیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط پر وہ عذاب نازل فرمایا کہ جس کی اس سے پہلے مثال نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نوکیلے پتھروں کی بارش برسائی۔ جبریل علیہ السلام نے ان کی بسیتوں کو آسمان تک اٹھایا اور پھر زمین پر دے مارا، انہیں پوری طرح زیر و زبر کر دیا اور اوپر سے ان پر پتھروں کی بارش برسا دی، پھر وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جلتے رہیں گے۔

اس برائی کی قباحت کی وجہ سے ہی رسول اللہ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا:

"قوم لوط والی برائی کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔"(مسند احمد:2908)

شادی کرنے سے زنا اور لواطت جیسی غلاظتوں سے انسان کو تحفظ مل جاتا ہے، شادی دل کی طہارت اور نفس کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے اور اسی سے اولاد حاصل ہوتی ہے، جو روئے زمین پر عبادتِ الٰہی اور آبادکاری کیلئے ایک دوسرے کے بعد نسل در نسل آگے بڑھتی رہتی ہے۔

شریعت نے رہنمائی کی ہے کہ شریکِ حیات نیک سیرت اور عمدہ خصلتوں کی حامل ہونی چاہئے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عورت سے شادی کرنے کی چار بنیادیں ہیں، مال، حسب نسب، خوبصورتی اور دین۔ خدا تمہارا بھلا کرے! دین دار عورت سے شادی کرنے میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔"(صحیح بخاری:5090)

عورت کو بھی چاہیے کہ دین دار اور خوش اخلاق شریکِ سفر کا انتخاب کرے۔ ایک آدمی نے سوال کیا کہ

"میں اپنی بیٹی کی شادی کیسے مرد سے کروں؟ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا: "کسی متقی آدمی کے ساتھ شادی کرنا، کیونکہ اگر وہ اپنی بیوی سے محبت کرے گا تو اسے اکرام و عزت بھی دے گا اور اگر وہ اسے پسند نہ کر سکا تو کم از کم اس پر ظلم تو نہیں کرے گا۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر کوئی دین دار اور صاحب خلق آدمی تم سے رشتہ مانگنے آئے تو اسے رشتہ دینے سے انکار نہ کرو، کیونکہ اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں بڑا فتنہ اور فساد برپا ہو جائے گا۔"(جامع ترمذی:1084)

اگر کوئی لڑکی کسی منگنی کا پیغام لانے والے کو ناپسند کرتی ہے تو اسے اس سے شادی پر مجبور نہیں کیا جائے گا، کیونکہ بخاری اور مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مطلقہ یا بیوہ خاتون کی شادی سے پہلے اس سے مشورہ کیا جائے گا اور کنواری لڑکی کا نکاح تب تک نہ کیا جائے گا، جب تک اس سے اجازت نہ لے لی جائے، پوچھا گیا کہ اس کی اجازت کا کیسے علم ہو گا؟ فرمایا: ''یہ کہ وہ خاموش ہو جائے (تو سمجھو کہ وہ اس شادی پر راضی ہے۔)'' (صحیح بخاری:5136)

اگر کوئی لڑکی کے ہم رتبہ اور برابر کا آدمی رشتہ مانگنے آئے اور لڑکی بھی شادی کے قابل ہو تو لڑکی کے ولی کو اس شادی میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ یہ اس کے پاس امانت ہے، جس کے متعلق قیامت کے دن اس سے سوال کیا جائیگا۔

پیغامِ نکاح لانے والے کو کوئی شخص اس دلیل کی بنیاد پر انکار نہ کرے کہ لڑکی ابھی تعلیم حاصل کر رہی ہے، کیونکہ شادی کون سا پڑھائی کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے، بلکہ اگر میاں بیوی میں محبت ہو تو شادی سے سلسلۂ تعلیم میں بھی اسے مزید مدد ملے گی۔ اسی طرح لڑکی کے سربراہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کی تنخواہ ہڑپ کرنے کی غرض سے پیغامِ نکاح لانے والوں کو انکار کرتا رہے، کیونکہ اس کی اس حرکت سے بے چاری لڑکی کی عمر برباد ہو گی اور وہ اولاد جیسی نعمت سے محروم ہو جائے گی جو کہ سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مظلوم لڑکی مجبور ہو کر اپنے ظالم سربراہ کے خلاف بد دعا کر دے اور اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے اور قبر میں مال تو اس کے کسی کام نہیں آئے گا۔

نکاح کا پیغام لانے والے اور اس کی منگیتر کو چاہیے کہ مسنون طریقہ کے مطابق نماز استخارہ ادا کر کے اللہ تعالیٰ سے دعاء خیر بھی کریں۔ مہر کے تقرر کے وقت اس بات کا لحاظ

رکھا جائے کہ راہِ اعتدال کو مدنظر رکھتے ہوئے اتنا مہر مقرر کیا جائے کہ جس سے بیوی کو فائدہ حاصل ہو سکے اور خاوند پر کوئی زیادہ بوجھ نہ پڑے، کیونکہ سنن ابو داؤد اور مستدرک حاکم میں سیدنا عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بہترین حق مہر وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔" (مستدرک علی الصحیحین: 181/2)

سنن ابو داؤد اور سنن نسائی میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی تو آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

"فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ نہ کچھ (بطورِ مہر) دو۔" انہوں نے جواب دیا: "میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "تیری زرہ کہاں گئی؟ (وہی دے دو۔)"

(سنن ابی داؤد: 2125)

زرہ کی قیمت چند درہم بھی نہیں بنتی تھی اور دوسری طرف جس خاتون کا یہ مہر مقرر کیا جا رہا ہے وہ تمام عورتوں کی سردار ہیں! شادی کو آسان بنانے میں سلف صالحین کی زندگیاں واقعات سے بھری پڑی ہیں کہ جن کے ذکر سے خطبہ طویل ہو جائے گا۔

جب شادی ہو چکے تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کو بڑی ہی خیر سے نوازا ہے۔ معجم اوسط میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے شادی کی اس نے اپنا آدھا دین مکمل کر لیا، چنانچہ اپنے بقیہ ماندہ نصف کے بارے میں اسے اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔" (المعجم الاوسط للطبرانی: 7647)

میاں بیوی دونوں کو چاہیے کہ شادی کے بندھن کو ٹوٹنے سے بچانے کی مکمل کوشش کریں، کیونکہ یہ بڑا ہی مضبوط معاہدہ اور مقدس عہد و پیمان ہوتا ہے۔

خاوند کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کے رہن سہن کا مناسب انتظام کرے، اس کے حقوق کا خیال رکھے، اس کے نان و نفقہ کا بندوبست کرے۔ خاوند کو چاہیے کہ بیوی کو

اپنی ذاتی کمائی سے گھر پر خرچ کرنے کی زحمت سے بچائے رکھے، خواہ بیوی مال دار یا ملازمت ہی کیوں نہ کر رہی ہو۔ ہاں! اگر بیوی چاہے تو اپنے خاوند سے تعاون کرنے کی نیت سے اپنے مال میں سے خرچ کر سکتی ہے۔ ایسا کرنے پر اسے اجر و ثواب بھی ملے گا اور اس کی خرچ کی ہوئی رقم کا اللہ تعالیٰ اسے نعم البدل بھی عطا فرمائے گا۔

خاوند کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی سے حسنِ معاشرت کا حق ادا کرے اور اپنے اقوال یا افعال سے اپنی خاتونِ خانہ کو تکلیف نہ پہنچائے۔ سنن ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے بہترین وہ ہے، جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہے اور تم سب سے زیادہ میں اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہوں۔" (جامع ترمذی:3895)

بیوی کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے سر تاج کے حقوق ادا کرے، اسے اچھی صحبت عطا کرے، نیکی کے کاموں میں اس کی اطاعت کرے، اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دے، اس کی اولاد کی بہترین انداز سے تربیت کرے، اس کے والدین اور عزیز و اقارب سے حسن سلوک کرے۔ اس کے مال کی اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی عزت کی حفاظت کرے۔ مستدرک حاکم میں صحیح سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ایسی عورت کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں فرمائے گا جو اپنے خاوند کی قدر نہیں کرتی، حالانکہ وہ اس سے کبھی مستغنی نہیں ہو سکتی۔" (مستدرک علی الصحیحین:2/190)

میاں بیوی دونوں کی ذمہ داری ہے کہ اختلافات کے آغاز میں ہی معاملات کو سلجھانے کی کوشش کریں تاکہ بات کا بتنگڑ نہ بن جائے اور فساد اتنا زیادہ نہ بڑھ جائے کہ بات طلاق تک جا پہنچے۔ شیطان کو سب سے زیادہ خوشی تب ہوتی ہے جب شادی کا کوئی بندھن ٹوٹتا ہے کیونکہ اس سے خاندانوں کے خاندان تباہ و برباد ہو جاتے ہیں اور بچے

تربیت سے محروم ہو کر بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ میاں بیوی میں سے ہر کسی کو چاہیے کہ صبر سے کام لے اور ایک دوسرے کو برداشت کرے، کیونکہ صبر اور برداشت کے ذریعے ہی معاملات کو خوش اسلوبی سے سلجھایا جا سکتا ہے۔ صبر کے نتائج بڑے اچھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو، اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اُسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔"

(سورۃ النساء:19)

صحیح مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کوئی مومن بندہ اپنی بیوی سے بغض نہ رکھے، اگر اسے اس کی کوئی عادت بری لگتی ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی دوسری عادت اسے اچھی بھی لگ جائے۔" (صحیح مسلم:1471)

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"شیطان سمندر پر اپنا تخت لگا کر اپنے کارندوں سے مخاطب ہوتا ہے کہ کون ہے جس نے آج کسی مسلمان کو گمراہ کیا ہو، میں اسے اپنے قریب لا کر اس کی تاج پوشی کرنا چاہتا ہوں؟ ایک شیطان آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے: میں نے فلاح شخص سے فلاں فلاں گناہ کرایا۔ شیطان جواب دیتا ہے۔ تونے تو کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ انسان کل کلاں اس گناہ سے توبہ کر لے۔"

دوسرا کارندہ آگے بڑھ کے کہتا ہے: "میں نے فلاں فلاں شخص سے فلاں فلاں گناہ کروایا ہے۔" ابلیس کہتا ہے: "تو نے بھی کچھ نہیں کیا۔" ایک تیسرا چیلہ آکر کہتا ہے کہ "میں نے فلاں شخص کے ہاتھوں اس کی بیوی کو طلاق دلوائی ہے۔" شیطان کہتا ہے کہ "تو کام کا بندہ ہے۔ تو نے اصل کام کیا ہے، چنانچہ وہ اسے اپنے قریب کر کے اس کی تاج پوشی کرتا ہے۔" (صحیح ابن حبان:14/68)

شیطان مردود طلاق کے معاملے پر اتنا زیادہ خوش اس لیے ہوتا ہے کہ اسے طلاق کے نقصانات اور بعد میں اس کے شر کا بخوبی اندازہ ہے۔ اسے علم ہے کہ طلاق کے بعد میاں بیوی اور اولاد کو بڑے بڑے فتنے پیش آتے ہیں اور انحراف کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔

اگر کوئی شخص حالات کی تنگی کی وجہ سے شادی نہ کر سکے تو اسے عفت و پاکدامنی اور صبر کا دامن تھامنا چاہیے۔ خود لذتی، اس کے نقصانات، زنا، اخلاقی بگاڑ اور نشہ آور چیزوں سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہئے اور جب اللہ تعالیٰ حالات درست فرما دے تو شادی کر لینی چاہئے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

”اور جو نکاح کا موقع نہ پائیں انہیں چاہیے کہ عفت مآبی اختیار کریں، یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے اُن کو غنی کر دے۔“(سورۃ النور:33)

لوگوں کو چاہیے کہ دعوتِ ولیمہ میں میانہ روی سے کام لیں اور فضول خرچی سے دور رہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق فضول خرچی نہ کرو فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔“

(سورۃ الاسراء:26-27)

شادی یا کسی دوسری تقریب سے بچ جانے والا کھانا ضائع کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ فقراء و مساکین کی ایک بڑی تعداد ہے جو اس سے استفادہ کر سکتی ہے، اس لیے یہ بچا ہوا کھانا انہیں دے دینا چاہیے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

”اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے تمہاری ہم جنس بیویاں بنائیں اور اسی نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے پوتے عطا کیے اور اچھی اچھی چیزیں تمہیں کھانے کو دیں پھر کیا

یہ لوگ (یہ سب کچھ دیکھتے اور جانتے ہوئے بھی) باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کے احسان کا انکار کرتے ہیں۔" (سورۃ النحل:72)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو قرآنِ کریم کی برکات سے فائدہ پہنچائے، اس کی آیات اور ذکرِ حکیم سے نفع حاصل کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ اسی پر میں اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کیلئے مغفرت کا طلبگار ہوں۔ تم بھی اسی سے بخشش طلب کرو کہ وہ بڑا ہی بخشنے والا اور مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو غالب اور بخشنے والا حلیم اور قدر دان رب ہے۔ میں اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں اور اسی سے بخشش کا طلبگار ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہت ہے اور وہی لائق تعریف ہے ہر چیز پر وہی قدرت رکھنے والا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور بشیر و نذیر رسول ہیں۔ اے اللہ! اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر اس کی آل اور نیکیوں میں سب پر سبقت لے جانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سلامتی اور برکت نازل فرما۔

اما بعد! لوگو! اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اس کا تقویٰ اختیار کرو، اس کی نافرمانی سے اجتناب کر کے اس کے غضب سے بچ جاؤ، کامیابی حاصل کرنیوالوں کیلئے حصولِ کامیابی کا اہم ذریعہ تقویٰ الٰہی ہے اور شریعت الٰہی سے اعراض کرنیوالوں کے مقدر میں ہلاکت و تباہی ہے۔

بندگانِ الٰہی! اچھائی کے بہت زیادہ راستے ہیں۔ جنت کے ان راستوں پر چلنا آسان ہے، توفیق الٰہی سے وہی نوازا جاتا ہے۔ جو اچھائی کے ہر دروازے پر دستک دے، جو

نیکیوں سے اعراض کرلے اور گناہوں میں مگن ہو جائے وہ ان اچھائیوں سے محروم رہے گا۔ جو آدمی اپنے مال کے ذریعے اپنے آپ سے اور مسلمانوں سے عمدہ سلوک کرے اللہ اس کے مال میں برکت ڈال دیتا ہے۔ اسے خیر سے نواز دیتا ہے اور اس نے اپنے مال سے جو خرچ کیا ہے، اللہ بدلے میں اسے مزید نعمتیں عطا کرتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

"میرا رب اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے جو کچھ تم خرچ کر دیتے ہو اُس کی جگہ وہی تم کو اور دیتا ہے، وہ سب رازقوں سے بہتر رازق ہے۔" (سورۃ سباء:39)

اور فرمایا:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جو کچھ مال و متاع ہم نے تم کو بخشا ہے، اس میں سے خرچ کرو، قبل اس کے کہ وہ دن آئے، جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی، نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش چلے گی اور ظالم اصل میں وہی ہیں، جو کفر کی روش اختیار کرتے ہیں۔"
(سورۃ البقرۃ:254)

حدیث نبوی ﷺ ہے کہ

"صدقہ سے مال میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اور معاف کر دینے سے اللہ بندے کی عزت بڑھا دیتا ہے" (صحیح مسلم:2590)

اور فرمانِ نبوی ہے:

"ہر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، دو فرشتے اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنیوالے کو مزید نواز اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! بخیل کا مال ضائع کر دے۔" (صحیح بخاری:1442)

اچھائی کے دروازوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ صاحبِ حیثیت لوگ شادی کی خواہش رکھنے والوں کا مالی تعاون کریں۔ اچھائی سے لگن کا ثبوت یہ بھی ہے کہ شادی کی

خواہش رکھنے والوں کو قرض فراہم کیا جائے۔ انہیں وافر عطیات دیئے جائیں اور ان کی معاونت کا باقاعدہ سلسلہ قائم کیا جائے تاکہ یہ عمدہ نیکی آسان ہو سکے اور صاحبِ حیثیت لوگوں کو یہ کاوشیں ثمر آور بنانے کیلئے ان پر خصوصی توجہ دینی چاہیے تاکہ ان کا فائدہ ہر مستحق تک ضرور پہنچے کیونکہ اکثر نوجوان قلتِ مال کی وجہ سے شادی میں تاخیر کا شکار ہو جاتے ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

”احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔“(سورۃ البقرۃ:195)

والد پر فرض ہے کہ وہ اولاد کا حق ادا کرتے ہوئے اور ان کی حفاظت کیلئے ان کی شادی میں جلدی کرے۔

بندگانِ خدا!

”اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔“(سورۃ الاحزاب:56)

4

بندوں کے فرائض و واجبات

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر علی بن عبد الرحمٰن الحذیفی حفظہ اللہ

03 جمادی الثانی 1437ھ بمطابق 11 مارچ 2016ء

36

پہلا خطبہ

ہر قسم کی حمد و ثناء کے لائق اللہ تعالیٰ ہے جس نے فضل و کرم کرتے ہوئے اپنے بندوں کے حقوق وواجبات کو کھول کھول کر بیان کیا، ان کے لیے نیک اعمال کو پسند کیا، برے کاموں کو ان کے لیے ناپسند کیا اور نیک لوگوں کے لیے خیر و بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، وہ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے پیارے سردار نبی، حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، جن کی تائید کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں معجزات سے نوازا۔ اے اللہ! اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر، ان کی آل پر اور دلائل اور جہاد سے دینِ اسلام کی مدد کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنی رحمت، سلامتی اور برکت نازل فرما۔

امابعد!

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اس کی فرض کردہ چیزوں کو ضائع کر کے پامال نہ کرو۔ اللہ سے ڈرنے والے لوگ کامیاب اور اپنی خواہشات کے غلام لوگ نامراد ہوں گے۔

بندگانِ الٰہی!

آگاہ رہو کہ بندوں کے اعمال کا نفع یا نقصان خود انہی کو ہونے والا ہے، کسی شخص کی اطاعت سے نہ تو اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کسی کی نافرمانی سے اسے کوئی نقصان ہو سکتا ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

”جو کوئی نیک عمل کرے گا اپنے ہی لیے کرے گا اور جو برائی کرے گا وہ آپ ہی اس کا خمیازہ بھگتے گا پھر جانا تو سب کو اپنے رب ہی کی طرف ہے۔“(سورۃ الجاثیہ:15)

اسی طرح ارشادِ خداوندی ہے:

"جو برائی کرے گا اُس کو اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنی اُس نے برائی کی ہو گی اور جو نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے، جہاں اُن کو بے حساب رزق دیا جائے گا۔" (سورۃ غافر:40)

جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے۔ اس تک رسائی کے غلط واسطے وسیلے بنالے، ان کی عبادت کرے، ان پر توکل کرے اور مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور کرنے اور حاجت براری کے لیے انہیں پکارے تو ایسا شخص اللہ کے حقوق کو ضائع کر رہا ہے اور وہ ضرور ناکام ونامراد ہو گا اور اس کی ساری محنت اکارت ہو جائے گی، اس کی کوئی بھی نفلی یا فرض عبادت قبول نہ ہو گی اور نہ ہی اس سے فدیہ لے کر اسے بخشا جائے گا بلکہ اسے کہا جائے گا کہ دیگر جہنمیوں کے ساتھ تو بھی جہنم میں چلا جا۔ ہاں! اگر وہ شرک سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے دن ایک جہنمی آدمی سے کہا جائے گا: "اگر تجھے روئے زمین کی ہر چیز مل جائے تو کیا دوزخ سے نکلنے کے لیے وہ سب کچھ قربان کر دے گا؟ تو ایسا کرنے پر وہ شخص فوراً تیار ہو جائے گا، تاہم اس سے کہا جائے گا: "دنیا میں تو تجھ سے بہت آسان کام کا مطالبہ کیا گیا تھا، وہ یہ کہ تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، لیکن تم نے وہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا تھا۔" (مسند احمد:11880)

اللہ تعالیٰ نے توحید کے علاوہ انسان پر جتنے بھی فرائض اور واجبات عائد کیے ہیں، وہ سب کے سب توحید ہی کے تابع ہیں اور ان کی کڑیاں بھی اس بنیادی عقیدے سے جا ملتی ہیں اور کوئی بھی عبادت توحید کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: "آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار کون ہو گا؟" فرمایا: "جو شخص صدقِ دل سے لا إله إلا الله پڑھے۔" (صحیح بخاری:99)

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

”ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اُس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر ہی اس کو جنا۔“

(سورۃ الاحقاف:15)

باپ اپنے بچے کی پرورش کرنے، اس کا خیال رکھنے اور اسے کھلانے پلانے کے لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ میاں بیوی مل کر اپنے بچے کے علاج معالجے کا انتظام کرتے ہیں، اپنے بچے کی نیند کی خاطر رات بھر انہیں جاگنا پڑے تو وہ پروا نہیں کرتے، اپنی اولاد کے آرام کی خاطر وہ مشقتیں برداشت کرتے ہیں، بچے کی خوشحالی کے لیے وہ خود تنگی اٹھاتے ہیں، بچے کی خوشیوں کے لیے وہ تمام بوجھ برداشت کرتے ہیں۔ اسے مکمل اور درست انسان بنانے کی خاطر وہ اسے تعلیم دلاتے ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کا بچہ ان سے بھی اچھا انسان بن جائے۔

چنانچہ اسلام نے والدین سے حسن سلوک کا جو بہت زیادہ حکم دیا ہے اس پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی یہ بات قابل حیرت ہے کہ والدین کی نافرمانی پر اتنی سخت وعید کیوں آئی ہے۔

بیٹا جتنی مرضی کوشش کرلے، وہ والد سے حسن سلوک کا حق ادا نہیں کر سکتا، ہاں ایک صورت میں ایسا ممکن ہے۔ جس کا تذکرہ حدیث شریف میں یوں آیا ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بیٹا اپنے باپ کا بدلہ نہیں چکا سکتا، الا یہ کہ وہ دیکھے کہ اس کا باپ غلام ہے اور وہ اسے خرید کر آزاد کردے۔“(صحیح مسلم:1512)

والدین جنت کے دو دروازے ہیں، ان سے حسن سلوک کرنے والا شخص جنت میں داخل ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا:

"اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پوچھا گیا: کس کی یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا:

"جو شخص اپنے والدین کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر بھی (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہو سکے۔"

تجھ سے اگر تیرے والدین خوش ہیں تو اللہ بھی راضی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کی رضا والد کی خوشنودی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔"

(جامع ترمذی:1899)

والدین سے حسنِ سلوک کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی والے کاموں کے علاوہ باقی ہر بات میں ان کی اطاعت کی جائے، ان سے نرمی کا برتاؤ کیا جائے، انہیں خوش رکھا جائے، ان پر دل کھول کر خرچ کیا جائے، ان کی خاطر مال قربان کیا جائے، ان پر شفقت کی جائے، ان کے غم کو اپنا غم سمجھا جائے، ان سے مانوس رہا جائے، ان کے دوستوں سے حسنِ سلوک کیا جائے، ان کے رشتہ داروں اور دوستوں سے تعلق جوڑا جائے، انہیں کسی طرح کی بھی تکلیف نہ پہنچائی جائے، جس کام سے وہ منع کریں اس سے باز رہا جائے، ان کی درازئ عمر کی چاہت کی جائے اور زندگی میں اور موت کے بعد ان کے لیے بکثرت استغفار کیا جائے، جبکہ ان میں سے کسی بھی حق کو غصب کرنا والدین کی نافرمانی شمار ہو گا۔

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ والدین کی نافرمانی عام ہو جائے گی۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ

"قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہیں کہ: بارشیں برسنے لگیں گی، اولاد (اپنے والدین پر) غصہ دکھائے گی، برے لوگ سرِ عام دندناتے پھریں گے اور اچھے لوگ نادر ہو جائیں گے۔" (مسند شہاب:949)

والدین کی سب سے بڑی نافرمانی کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ انہیں اولاد کی نگرانی سے نکال کر اولڈ ہومز میں منتقل کر دیا جائے۔ اس برے کام سے اللہ کی پناہ! نہ تو اسلام ہمیں یہ تعلیمات دیتا ہے اور نہ ہی یہ بااخلاق لوگوں کا شیوہ ہے۔

اسی طرح والدین کے سامنے اپنی بڑائی کرنا، انہیں مارنا پیٹنا، انہیں ذلیل کرنا، گالی دینا اور انہیں محروم کرنا بھی ان کی نافرمانی کی مختلف شکلیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی دوری سے سونگھی جاسکے گی۔ اس کے باوجود والدین کے نافرمان کو یہ نصیب نہ ہوگی۔" (معجم طبرانی:145)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے تکبر میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔" (سورۃ النساء:36)

دوسرا خطبہ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ بڑا قوت والا اور نہایت طاقتور ہے۔ میں یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار **محمد** اللہ کے بندے اور اس کے امانتدار سچے رسول ہیں۔ اے اللہ! اپنے بندے اور رسول **محمد** ﷺ پر، ان کی آل اور تمام صحابہ کرام پر درود و سلام بھیج۔

بعد ازاں!

اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے دائرہ اسلام میں پختگی سے داخل ہو جاؤ۔

بندگانِ الٰہی!

والدین کے حقوق کی ادائیگی پر عظیم اجر و ثواب اور برکتیں حاصل ہوتی ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ والدین کی خدمت، عمدہ اخلاق اور بہترین خوبی بھی ہے، نیک سیرت

اور نیک طینت عمدہ اخلاق والے لوگ یہ خدمت بخوشی ادا کرتے ہیں اور نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے، احسان کا بدلہ احسان ہے، نیک سلوک کا بدلہ نیک سلوک ہی ہے۔ نیکی اور حسن سلوک کا انکاری، بداخلاق، حیا سے عاری اور بدفطرت شخص ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

”اور اگر تم نے ہاتھ لگانے سے پہلے (اپنی بیویوں کو) طلاق دی ہے، لیکن مہر مقرر کیا جا چکا ہو، تو اس صورت میں نصف مہر دینا ہوگا یہ اور بات ہے کہ عورت نرمی برتے (اور مہر نہ لے) یا وہ مرد، جس کے اختیار میں عقد نکاح ہے، نرمی سے کام لے (اور پورا مہر دیدے)، اور تم (یعنی مرد) نرمی سے کام لو، تو یہ تقویٰ سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے آپس کے معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو تمہارے اعمال کو اللہ دیکھ رہا ہے۔“

(سورۃ البقرۃ:237)

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

”اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا، اور مجھ کو جبّار اور شقی نہیں بنایا۔“

(سورۃ مریم:32)

اور یحییٰ علیہ السلام کی اطاعت شعاری کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

”اور اپنے والدین کا حق شناس تھا وہ نہ جبّار تھا اور نہ نافرمان۔“ (سورۃ مریم:14)

جبکہ نافرمان بدبخت کے بارے میں فرمایا:

”اور جس شخص نے اپنے والدین سے کہا "اُف، تنگ کر دیا تم نے، کیا تم مجھے یہ خوف دلاتے ہو کہ میں مرنے کے بعد پھر قبر سے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی نسلیں گزر چکی ہیں (اُن میں سے تو کوئی اٹھ کر نہ آیا) ماں اور باپ اللہ کی دہائی دے کر کہتے ہیں: ارے بدنصیب، مان جا، اللہ کا وعدہ سچا ہے، مگر وہ کہتا ہے: یہ سب اگلے وقتوں کی فرسودہ کہانیاں ہیں۔“ (سورۃ الاحقاف:17)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تمہاری والدہ، پھر تمہاری والدہ، پھر تمہاری والدہ اور پھر تمہارا والد حقدار ہے، پھر جو ان کے بعد تمہارا قریبی ہے، پھر ان کے بعد جو تمہارا قریبی ہے۔“ (صحیح مسلم:550)

بندگانِ خدا!

اللہ اور اس کے ملائکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔“

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر

عبد الباری بن عواض ثُبیتی حفظہ اللہ

خوبصورت آواز کے حامل امام حرم مکی و مدنی فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الباری بن عواض بن علی ثبیتی 1960ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ وہیں کے سکولز سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ شاہ عبد العزیز یونیورسٹی سے بیچلرز کیا، جامع ام القریٰ سے شریعت اسلامیہ میں ڈپلوما کیا، پھر وہیں سے 1995ء فرسٹ ڈویژن سے ماسٹر ز کیا۔ بچپن ہی میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا اور کم عمری کے زمانے میں قرآن کے استاد مقرر ہو گئے تھے۔ جدہ میں حفظ قرآن کلاسز کے نگران رہے۔ 1977ء میں سعودی اوقاف کی جانب سے بریطانیہ کی مسجد میں تراویح کی امامت کے لیے تشریف لے گئے۔ تیس سال کی عمر میں پہلی مرتبہ مکہ مکرمہ میں تراویح کی امامت کرائی اور چار سال تک مسلسل کراتے رہے۔ 1994ء میں مسجد نبوی کے امام وخطیب متعین ہوگئے۔ تراویح کے ساتھ ساتھ نمازیں بھی پڑھاتے رہے اور خطبات بھی دیتے رہے۔ 2007 سے 2011ء تک گلے کی شدید بیماری کی وجہ سے امامت اور خطابت سے معذور ہوگئے اور اللہ نے کرم کیا اور آپ 2011 سے اب تک مسجد نبوی میں امامت و خطابت کر رہے ہیں۔ سعودی ریڈیو کے لیے آپ مکمل قرآن کریم کی ریکارڈنگ کروا چکے ہیں۔ سننے والے کہتے ہیں آپ کی آواز میں قرآن مجید سننے کا اپنا ہی ایک خاص لطف ہے۔

1

عیبوں کی اصلاح کا درست طریقہ

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالباری بن عواض الثبیتی حفظہ اللہ

15 صفر 1434ھ بمطابق 28 دسمبر 2012ء

37

پہلا خطبہ

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جو ہر عیب و نقص سے پاک ہے، میں اسی کی حمد اور شکر ادا کرتا ہوں، کیونکہ وہی حمد کے لائق ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ ظاہر و غیب کو جانتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، جنہوں نے رسالت کی بخوبی تبلیغ کی، حق امانت ادا کر دیا اور اللہ کے راستے میں اتنی محنت کی کہ بڑھاپا آ گیا۔

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ آپ ﷺ کی آل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اس قدر مسلسل درودو بھیجے جو بلاریب شفاعت کا باعث بن جائے۔

حمد و ثناء کے بعد!

میں تمھیں اور اپنے آپ کو تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے ایمان والو! اللہ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔" (سورۃ آل عمران:102)

"اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جس نے مجھے میرے عیب بتلا دیے۔"

یہ ایسا عظیم جملہ ہے جس میں بڑے عظیم معانی چھپے ہیں روشن ضمیر قلب سلیم اور سچی عاجزی والے عظیم لوگ ہی اس کے مفہوم کی حقیقت پا سکتے ہیں۔ جو بہادری اور قوت سے اپنے عیبوں کو قبول کرتے ہیں۔ بڑی ثابت قدمی سے خود پر توجہ دیتے اور اپنے عیبوں کی اصلاح کی فکر میں اپنی توانائیاں صرف کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرمایا:

"اور یہ بات انہیں نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں اور اسے سوائے بڑے نصیبے والوں کے کوئی نہیں پا سکتا۔" (سورۃ فصلت:35)

بڑے فضل وشرف کا حامل کوئی عالم اور کوئی بھی شریف النفس عیبوں سے پاک نہیں ہو سکتا۔ ارشاد ربانی ہے:

”میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتا بیشک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے سوائے اس کے کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے۔“(سورۃ یوسف:53)

آدمی جب خود فریبی ترک کر دے اور اطاعت و فرمانبر داری میں جت جائے تو اس پر اپنے نفس کے راز کھلتے جاتے ہیں اور ایسا شخص اپنے عیبوں کو دیکھ لیتا ہے، اور یوں آدمی کی توفیق میں اضافہ ہو جاتا ہے، جب کوئی سچا اور راست گو دوست مل جائے، ایسا جو بغیر لگی لپٹی رکھے اس کے عیب بتلا دے اور بغیر تشہیر کئے اس کی خامیاں اس سامنے لا رکھے تو ایسی صورت میں کوئی کینہ پرور دشمن تمہارے لیے چشم پوشی کرنے والے دوست سے بڑھ کر مفید ثابت ہوتا ہے، اس لیے کہ ناراضی کی نظر عیوب کو ظاہر کرتی ہے۔ سلف صالحین میں سے کسی کا قول ہے:

”تمہارا وہ بھائی جو ہر ملاقات میں تمہیں توجہ دلائے کہ اللہ کے حضور تمہارا کیا مقام ہے اور تجھے تیری خامیاں بتلائے، اس بھائی سے زیادہ پیارا ہونا چاہیئے جو ہر ملاقات میں تجھے ایک دینار عطا کرے۔“

ایک اور قول ہے:”اگر تو نے اپنے بھائی کی خامی دیکھ کر اس سے چھپائی تو تو نے اس کے ساتھ خیانت کی اور اگر کسی اور کو بتایا تو غیبت کی اور اگر تو نے اس کے سامنے بیان کی تو تو نے اس کو خود سے نامانوس کر دیا، کہنے والے نے کہا: تو پھر کیا کیا جائے؟ اس نے کہا، اشارے کنائے سے بیان کر دے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں، سو جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا۔“(سورۃ الانعام:104)

اللہ جب اپنے بندے سے بھلائی چاہتا ہے تو اس کو اس کے عیب دکھا دیتا ہے اور جس کی عقل و بصیرت کامل ہو جائے تو اس کی خامیاں اس سے مخفی نہیں رہتیں اور جب آدمی کو اس کی خامیوں کا پتہ چل جائے تو اس کے لئے ان کا علاج ممکن ہو جاتا ہے اور خامیاں پہچاننے سے اعراض کرنا کمزوری اور نقص کی علامت ہے جو لوگ اپنی خامیوں سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں، ان کا زعم ہوتا ہے کہ وہ درجہ کمال کو پہنچ چکے ہیں، حالانکہ جب تک کوئی اپنی خامیوں کا اقرار نہ کر لے اس وقت تک نہ تو شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے اور نہ کردار کی نشوونما ممکن ہے۔ معاشرے کی صلاحیت کو برباد کرنے، اس کی کامیابیوں کو اکارت کرنے اور اس کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بننے والے عیوب کی نشاندہی کا مناسب طریقہ اعلیٰ ادب پر مبنی ہونا چاہئے، اچھا اسلوب اور خوبصورت طریقے سے کہی گئی ایسی نرم بات جس میں سختی نہ ہو سینے کھول دیتی ہے، چھپا کے کی گئی نصیحت اور بغیر صراحت کے اشارے سے بات زیادہ مقبول ہوتی ہے، بات پیش کرنے میں ادب کا خیال رکھنا اور شرعی حدود میں رہ کے کی گئی تعریف اور محبت والی عبارات بولنا زیادہ موئثر ہوتا ہے۔ خامیوں کو بڑی محفل یا جماعت میں کھولنا تو گویا رسوائی اور ڈانٹ ڈپٹ ہے، جس کا نتیجہ نصیحت رد کرنے اور قبول نہ کرنے کی صورت میں نکلتا ہے اور اس سے بھی بری بات یہ ہے کہ اسے ذاتی تنقید اور تحقیر و تذلیل کا ذریعہ بنا لیا جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ عیب بیان کرنے والا بالذات خود ذہنی مریض اور گھٹیا شخص ہے اور اگر تنقید کرنے والا یا کینہ پرور تیر اعیب بیان کرے اور حد ادب سے تجاوز کر جائے تو اس نے گویا تشخیص کر دی۔ مناسب ہے کہ ہم اپنی اصلاح کریں، غیر متعلقہ باتوں اور انتقام کی جنگ سے بچیں، اللہ نے فرمایا:

”تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں، وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے، اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما دیتا ہے۔“ (سورۃ الشوریٰ:30)

ہمارے اس دور میں حالات بدل چکے ہیں کہ جو شخص ہمیں ہمارے عیب بتا کر نیکی کرتا ہے ہم اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور اس کو اپنے سے دور کر دیتے ہیں اور جو ہماری حقیقت کو تبدیل کر دے اور ہمارے عیبوں کو چھپائے جھوٹی تعریفوں کے پل باندھ دے تو اس کو ہم اپنا قریبی بنا لیتے ہیں۔ اپنے اور دوسروں کے عیبوں کے ساتھ شرعی سلوک یہ ہے کہ جس طرح اللہ نے تمہارے اور دوسروں کے عیبوں کا پردہ رکھا ہے تو بھی ان کو راز میں رہنے دے۔ اللہ تعالیٰ پردہ پوش ہے اور پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ حیادار، بردبار اور پردہ پوش ہے اور وہ حیا اور پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے۔"(سنن نسائی:406)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میری ساری امت کو معاف کر دیا جائے گا، سوائے ان لوگوں کے جو علانیہ گناہ کریں، علانیہ گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی رات کو گناہ کرے، وہ کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی ہو مگر وہ صبح کہتا پھرے کہ میں نے رات کو یہ گناہ کیا ہے، حالانکہ اس کی رات اس حال میں گزرتی ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا عیب راز میں رکھا ہوتا ہے اور صبح کے وقت وہ اللہ کا پردہ ہٹا دیتا ہے۔"

(صحیح بخاری:6069)

بندہ جب نافرمانی کر بیٹھے اور پیشانی سے إِنَّا لله وَإِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پڑھے اللہ اس کا گناہ دنیا میں پردے میں رکھتا ہے اور جس کے عیب چھپے رہے وہ لوگوں کی زبانوں اور اللہ کی ناراضگی سے محفوظ رہتا ہے۔

"ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا اے اللہ کے رسول! میں نے شہر کے ایک کنارے میں ایک عورت سے میل جول کیا ہے اور چھونے کے سوا سب کچھ کیا ہے،

میں حاضر ہوں میرے متعلق جو چاہیں فیصلہ فرمادیں! تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس پر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیرے گناہ پر پردہ ڈالا تھا، کاش تو بھی اس کو پردے میں رہنے دیتا، صحابی فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کچھ نہیں فرمایا: چنانچہ وہ آدمی اٹھا اور چل دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیچھے بلانے کے لیے ایک آدمی بھیجا، جب وہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ آیت پڑھ کر سنائی:

”دن کے دونوں سروں میں نماز قائم رکھ اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی، یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں یہ نصیحت ہے نصیحت پکڑنے والوں کے لئے۔“

(سورۃ ہود:114)

تو قوم میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے نبی کیا یہ حکم اسی کے ساتھ خاص ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بلکہ تمام لوگوں کے لیے یہی حکم ہے۔“

(صحیح مسلم:2766)

دوسروں کے عیوب کے متعلق نبوی رویہ یہ ہے کہ اس عیب کا اعلان نہ کیا جائے اور نہ اسے مشہور کیا جائے، کیونکہ عدم شہرت سے اس عیب کے مرتکب کو توبہ اور اصلاح میں مدد ملے گی۔ کبھی رسوائی حدوں کو توڑ دینے کی حد تک لے جاتی ہے اور آدمی بلا روک ٹوک بڑی جرأت سے گناہوں کا ارتکاب کرنے لگتا ہے، راز داری ایسا اجتماعی علاج ہے جس سے بری عادتیں ختم کی جا سکتی ہیں۔ پاکیزگی و سلامتی کے احساس اس سے مضبوط ہوتے ہیں، محبت و الفت کے رشتے قوت پکڑتے ہیں، مومنوں کے درمیان ”حسنِ ظن“ جیسے عظیم اصول کی بنیاد پڑتی ہے۔ فضل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

”مومن ہمیشہ خیر خواہی اور پردہ پوشی کرتا ہے جب کہ منافق طعنہ زنی اور ہتک عزت کرتا ہے۔“

کتنا فرق ہے ان دو آدمیوں میں جن میں سے ایک مشفق، خیر خواہ، بصیرت سے تنقید کرنے والا ہے اور وہ اپنے بھائیوں کے سامنے ان کے عیوب کی بغرضِ اصلاح

نشاندہی کرتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں دوسرا وہ جس کا شب وروز کا مشغلہ ہی دوسروں کے عیوب کی ٹوہ لگانا ہو بلکہ یہ وہ عظیم آفت ہے کہ جو ایک مثالی شخصیت کے منافی اور آدمی کے خبث باطن کی غماز ہے۔جب آدمی اپنی زبان کو بے لگام کر دے اور لوگوں کی کوتاہیوں کو تلاش کرتے کرتے بوڑھا ہو جائے اپنے دل کو بیمار اور عمر عزیز کو ضائع کر بیٹھے جبکہ اپنی کوتاہیوں سے مکمل طور پر صرف نظر اس کا شعار ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے کسی کو دوسرے کی آنکھ کا تنکا تو نظر آتا ہے لیکن اس کو اپنی آنکھ میں پڑا شہتیر دکھائی نہیں دیتا۔" (صحیح ابن حبان:13/73)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب آدمی کہتا ہے کہ لوگ ہلاک ہوگئے، تو وہی سب سے زیادہ ہلاک ہونے کے لائق ہے۔" (صحیح مسلم:2625)

اس مرض کا آغاز خود پسندی، تکبر، اور اپنی شخصی کوتاہیوں سے چشم پوشی کے باعث ہوتا ہے یوں آدمی خود کو بظاہر خیر خواہ ظاہر کرتا ہے لیکن بباطن دشمنی اور تفریق کا بیج بونا اس کا مقصد ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حق کو چھپانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا تکبر ہے" (صحیح مسلم:92)

اور فرمایا آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔" (صحیح مسلم:2565)

ایک بدو نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ لوگوں کی عیب جوئی کرتا تھا تو اس نے کہا:

"میں تیرے عیبوں کو جان گیا ہوں کیونکہ تو لوگوں کے عیبوں کا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے اور دوسروں کے عیوب کی ٹوہ میں رہنے والا ان کی ایسی برائیاں ہی تلاش کرتا ہے جو اس کے اپنے اندر بھی موجود ہوں۔"

سلف صالحین میں سے ایک کا قول ہے:

”میں جب کوئی مکروہ کام دیکھتا ہوں تو اس ڈر سے بیان نہیں کرتا کہ کہیں خود اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔“

ایک اور قول ہے:”سب سے بڑے خطا کار کے پاس دوسروں کی خامیوں کے چرچے اور تشہیر کے لیے بہت وقت ہوتا ہے۔“

ایک اور قول ہے: ”جب تو کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ اپنا عیب بھول کر لوگوں کے عیب گنوانے کا عادی ہے تو جان لو کہ وہ خود اسی برائی میں مبتلا ہے اور اس کو نیکی سمجھ کر کئے جا رہا ہے۔“

ایک روایت میں یوں ذکر ہے کہ فرماتے ہیں: میں نے ایک قوم کو دیکھا کہ ان میں کوئی عیب نہیں تھا سو انہوں نے لوگوں کے عیوب کا تذکرہ کیا تو لوگوں نے ان کے عیب بیان کرنا شروع کر دیے اور میں نے ایسی قوم بھی دیکھی جس میں بہت عیب تھے لیکن وہ لوگوں کی عیب جوئی نہیں کرتے تھے تو ان کے عیوب کا تذکرہ ہی نہیں ہوا۔کچھ لوگ لغزشوں اور غلطیوں کو تلاش کرنے میں حد سے بڑھ جاتے ہیں جس سے اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے اور شکوک وشبہات اور بدگمانیاں جنم لیتی ہیں۔

اللہ کے بندو! عیب جوئی سے معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے اور حسد وعداوت جنم لیتی ہے جیسا کہ حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جب تو نے مسلمانوں کے عیب تلاش کرنا شروع کر دیے تو تو نے ان کو برباد کر دیا یا قریب ہے کہ تو ان کو برباد کر دے۔“(سنن ابی داؤد:4888)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اے لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو اور ایمان ابھی جن کے دلوں میں نہیں اترا مسمانوں کی غیبت نہ کرو اور نہ ان کی عیب جوئی کرو کیونکہ جس نے مسلمانوں کی عیب

جوئی کی اللہ ان کی عیب جوئی کرے گا اور جس کی عیب جوئی اللہ نے کر دی وہ اپنے گھر میں رہتے ہوئے بھی رسوا ہو جائے گا۔"(سنن ابی داؤد:4880)

اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے لیے اس قرآن عظیم کو باعث برکت بنائے، اس میں موجود آیات و حکمت بھری نصیحت کو ہمارے لیے فائدہ مند بنائے میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا اور میں اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ عظیم و برتر سے معافی مانگتا ہوں تم بھی اسی سے معافی مانگو کیونکہ وہ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو جمال و جلال میں یکتا ہے، میں ہر حال اور ہر مقام پر اس کی حمد و شکر کرتا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، جو بہت بلند و بالا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور نبی حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی آل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر درود و سلام نازل فرمائے۔

حمد و ثناء کے بعد!

میں تم کو اور اپنے تئیں تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں فرمایا:

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی۔"(سورۃ الاحزاب:70۔71)

حمد و ثناء کے بعد!

امت اسلامیہ کی حالت بحیثیت مجموعی افراد ہی کی طرح ہے ان عیوب سے مبرا نہیں جو اس کی ترقی کی رفتار کو سست کرتے اور اس کی کمزوری کا باعث ہیں ان عیوب کا

جائزہ لینا اس کو قوت بخشے گا اور یہ نہایت اہم کام ہے جس کی قیادت ربانی علماء خیر خواہ مفکرین اور سچے مصلحین کو کرنی چاہئے جو ان عیوب کو ختم کر دیں اور کمی کو پورا کر دیں، جھگڑے اور ماضی پر رونے دھونے سے دور رہ کر امت کے سفر کی سمت درست کرنے کی کوشش کریں۔

یہ انتہائی بری بات ہے کہ ہم ہمیشہ امت کے عیوب کی اصلاح کے نام پر شخصیات پر جرح کر کے، تنظیموں اور کمیٹیوں پر تنقید کریں اور بے معنیٰ اشیاء کو ہدف بنائیں اور یہ بھی کتنی بری بات ہے کہ ہم اس امت پر عیب کا الزام لگاتے ہیں جبکہ ہم اسی امت کا حصہ ہیں اور چنانچہ پھر تو ہم خود اس امت کے لیے باعث عیب ہیں، فرمایا:

"کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں۔"

(سورۃ الرعد:11)

اللہ کے بندو!

رسولِ ہدایت ﷺ پر درود و سلام بھیجو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی کتاب میں اس کا حکم دیا ہے۔

"اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔" (سورۃ الاحزاب:56)

2

سخاوت وعطیات کی فضیلت

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الباری بن عواض الثبیتی حفظہ اللہ

20 ربیع الاول 1434ھ بمطابق 01 فروری 2013ء

38

پہلا خطبہ

تمام تعریف اللہ کی جس کا فرمان ہے:

"سو جس نے دیا اپنے خالق ومالک کی رضا کے لئے اور وہ ڈرتا اور بچتا رہا اس کی گرفت وپکڑ سے۔ تو اس کے لیے ہم ضرور آسانی مہیا کر دیں گے اس بڑے اور عظیم الشان آسان راستے کی۔" (سورۃ اللیل:5-7)

میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اس کی ان گنت بے حساب نعمتوں پر اس کا شکر گزار ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کا فرمان ہے:

"اور تمہارے رب کی بخشش ان دونوں میں سے کسی فریق پر بھی بند نہیں۔"

(سورۃ الاسراء:20)

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی وسردار حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں آپ ﷺ کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا:

"اور یقیناً آپ کا رب آپ کو وہ کچھ دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔" (سورۃ الضحیٰ:5)

اللہ آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی آل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر صلوٰۃ وسلام نازل فرمائے۔

حمد وثناء کے بعد!

میں خود کو اور تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے وہ لوگو، جو ایمان لائے ہو! ڈرو تم اللہ سے، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تمہیں موت نہ آنے پائے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔" (سورۃ آل عمران:102)

اللہ کے بندو!

سخاوت ایک عبادت ہے اور اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا ایک انداز ہے ہمارے رسول کریم ﷺ نے سخاوت کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔ آپ ﷺ نے ہر چیز خرچ کی اور

ہر ایک کو عطا کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے مال اور اپنی ذات میں سے کچھ بھی بچا کر نہیں رکھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضور ﷺ سے کچھ مانگا گیا ہو اور آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ”نہیں“ کہہ دیا ہو ایک آدمی نے آپ ﷺ سے اتنی بکریاں مانگیں کہ دو پہاڑوں کا درمیانی حصہ بھر جائے تو آپ ﷺ نے عطا کر دیں۔“ (صحیح مسلم: 2314)

آپ ﷺ تو نوازش میں اس طرح بڑھے ہوئے تھے کہ اپنی کمر پر ڈالا ہوا کپڑا ابھی ہبہ کر دیا، اپنی امت کے لیے آپ ﷺ کی سخاوت کی حد یہ ہے کہ آپ نے اپنی پوری زندگی اس امت کو خوشخبریاں دینے اور ڈرانے میں لگا دی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وہ تو محض ایک خبر دار کرنے والا ہے تمہارے لیے ایک بڑے ہی سخت اور ہولناک عذاب سے پہلے۔“ (سورۃ سبا: 46)

آپ نے امت کو ایسی محبت سے نوازا جس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی اور ایسی شفقت عطا کی جس سے موازنہ ناممکن ہے اور آپ ﷺ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے:

”اگر امت پر گراں نہ ہو تو میں انہیں فلاں حکم دے دوں۔“

آپ ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں ”ہاں“ کر دوں تو تم پر واجب ہو جائے اور تم کر نہ سکو گے۔“

(صحیح مسلم: 9/100)

آپ ﷺ ہمیشہ یہی فرماتے رہے: ”میری امت میری امت“ یہاں تک کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

”یقیناً ہم تجھے تیری امت کے بارے خوش کر دیں گے اور تجھے مایوس نہیں کریں گے۔“(صحیح مسلم:205)

اور یہ بھی نبی ﷺ کی خیر و برکت کا فیض ہے کہ آپ ﷺ کی نوازش کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا آپ ﷺ کے صحابہ بھی آپ ﷺ ہی کے طریقہ پر چلے، آپ ﷺ کے چشمہ فیض سے اپنی سیر ابی کا سامان کرتے رہے حتیٰ کہ خود بھی نوازش کی بلندیوں پر جا پہنچے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

”جتنا فائدہ مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا ہے اتنا فائدہ کسی اور کے مال نے نہیں دیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اور میرا مال آپ ہی کے لیے ہیں۔“(سنن ابن ماجہ:94)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک نابینا بوڑھی اور اپاہج عورت کے پاس ہر رات باقاعدگی سے جاتے، اس کی دیکھ بھال کرتے، اور اس کے گھر کی صفائی کرتے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما عنایت کی ایک الگ ہی تصویر پیش کرتے ہیں، وہ ہجرت سے پہلے مدینہ آئے اور ان کی آمد اور محنت سے ایک سال کے دوران مدینہ کے بیشتر گھروں میں اسلام داخل ہو گیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما انصار کی مالی اور جانی نوازش بیان کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

”اے اللہ کے رسول ﷺ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا! اگر آپ ہمیں سمندر پر بھی لے چلیں تو آپ ﷺ کے ساتھ ہم بھی اس میں غوطہ لگائیں گے۔“

آپ ﷺ جس سے چاہیں تعلق قائم کریں اور جس سے چاہیں قطع تعلق کریں، آپ ہمارے مالوں سے جو چاہیں لے لیں، کل کو دشمن کا سامنا کرنے سے ہم نہیں

گھبرائیں گے، ہم تو جنگ میں ثابت قدم رہنے والے اور دشمن سے مڈ بھیڑ کے وقت اپنی بات پر قائم رہنے والے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے متعلق آپ ﷺ کو وہ کچھ دکھائے گا جس سے آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔(تاریخ طبری:538)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سخاوت کی یہ حالت تھی کہ حرم میں نمازِ فجر کے بعد بیٹھتے اور فرماتے علوم قرآن کے طلبہ کو بلاؤ، وہ آتے تو طلوع آفتاب تک ان کو پڑھاتے پھر فرماتے: تم جاؤ اور اہل الحدیث کو آنے دو پھر ان سے سوال وجواب کی نشست ہوتی، جب یہ مجلس ختم ہوتی تو فرماتے تم جاؤ: اور اہل الفقہ کو آنے دو، پھر اہل التفسیر کو بلاتے پھر عربی لغت کے طلبہ کو بلاتے اور یہ سلسلہ ایسے ہی چلتا رہتا پھر اپنے شاگردوں کی مالی معاونت بھی کرتے تو گویا آپ ایک وقت میں دو بھلائیاں اکٹھی کر لیتے ہاتھ کی سخاوت اور علم کی اشاعت۔

ہر میدان میں نوازشوں کا ایک سلسلہ ہے جس سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے واقعات کا رخ بدل دیا اور نئی تاریخ رقم کر دی اور کتنا اچھا ہے کہ مسلمان سخاوت اور دوسروں کے لیے خیر کے جذبے سے معمور ہو، حقیقی سخاوت کی تو کوئی حد نہیں اور نہ ہی وہ کسی حد میں محدود ہے، ایسی نوازش جو ہر اس شخص کے لیے ہو جس کو آپ چاہتے ہیں یا نہیں چاہتے۔ سخی لوگ تو کراہت و بخل اور خود غرضی کو جانتے ہی نہیں، جب آپ دوسروں کو عطاء کریں گے تو اس سے کئی گنا زیادہ آپ کو فائدہ ہو گا۔

آپ کی نوازش ان دلوں میں خوشی اور امید پیدا کرنے کا سبب بنے گی جو غم زدہ اور تکلیف میں ہیں، وہ یتیم جو شفقت پدری سے محروم ہو چکا ہے، وہ بیوہ عورتیں جن کا کمانے والا کوئی نہیں، دنیا بھر میں موجود مسلمان بھائیوں اور رشتہ داروں کے ساتھ

حسنِ سلوک ان کے لیے باعثِ فرحت وخوشی ہو گا، میاں بیوی کے مابین محبت ومودت کا رشتہ بھی اسی عنایت میں داخل ہے۔

نوازشوں کا باب بہت وسیع ہے، جو آپ کے ساتھ زیادتی کرے، اس سے در گزر کیجئے جو آپ سے برا سلوک کرے اس سے تجاوز کیجئے، جو آپ سے رشتہ توڑنا چاہے، اس سے صلہ رحمی کو معمول بنایئے، مسلمانوں اور غیر مسلموں کو دعوت دیجئے، معذرت کرنے والوں کی معذرت قبول کیجئے، بھولنے والوں سے در گزر کیجئے، اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہو جانا بھی سخاوت ونوازش ہے۔ سخاوت فائدہ مند سوچ ہے جو عمل کی صورت میں معاشرے کے لیے ایک تحفہ ہے، مال کی سخاوت، علم ومعرفت اور تجربہ کی سخاوت، مرتبے اور حیثیت کی سخاوت، وقت اور سفارش کی سخاوت، کسی کے کام میں معاونت کے لیے جسمانی صلاحیتوں کی سخاوت، لوگوں کی مصلحت کے لیے سخاوت اور خود کسی کام کو انجام دینا، یہ سب سخاوت کی اقسام ہیں۔

سخاوت ایسا دروازہ ہے جو ہر جماعت اور ہر طبقے کے لیے کھلا ہے اور یہ انتہائی آسان ہے مثلاً مسکرانا، بھائی سے ملاقات کو جانا، اچھی بات کرنا، دعا دینا، خرچ کرنا، ڈاکٹر کا دوائی دینا وغیرہ تو ہم اس سخاوت کے باب میں داخل کیوں نہیں ہوتے؟ ہم اس کو عادت کیوں نہیں بنا لیتے تاکہ ہم اپنے وطن، معاشرے اور امت کو سیر اب کر دیں۔

اگر ہم ایسا کر سکیں تو زندگی بامقصد بن جائے گی اور آپس کے معاملات میں ایک مٹھاس پیدا ہو جائے گی، احساسات میں ایک روح دوڑ جائے گی یہ نفوس جو سخاوت شعار ہوتے ہیں، دوسروں کو سیر اب کرنے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں وہ اپنا مال اس لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ روز قیامت ان کے سامنے سرمایہ اور معاون ہو، امت میں کوئی بھی ایسا نہیں جو سخاوت نہ کر سکتا ہو سخاوت سے روگردانی کے سبب لوگوں میں جمود پیدا ہو چکا ہے، ان کی ذات زندہ در گور ہو چکی ہے۔ ان کی صلاحیتوں کو زنگ لگ چکا ہے۔

ہم میں سے ہر کوئی اس سخاوت پر قادر ہے کہ وہ اپنے قول و فعل سے امت کی خدمت کرے۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے آپ سے سخاوت کی رکاوٹوں کا گرد وغبار جھاڑ دیں ان میں سے سب سے نمایاں "لاچاری" ہے، جس سے ہمارے رسول ﷺ نے بھی پناہ مانگی ہے:

"اے اللہ! میں لاچاری سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔" (صحیح بخاری:2823)

اور اکثر ناکامی ورسوائی کا باعث بھی یہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ سے مدد مانگ اور لاچاری اختیار نہ کر۔" (صحیح مسلم:2667)

کاہلی ہمت کو کمزور کرتی اور عزائم کو توڑ کر رکھ دیتی ہے، سخاوت کے شوق کو ناپید کر دیتی ہے اس سے خودی کمزور پڑ جاتی اور سخاوت میں بہت کمی آجاتی ہے اور توانائیاں ختم ہو کر رہ جاتی ہیں۔ کاہل انسان اپنی کاہلی کے لیے فضول اسباب اور نکمی دلیلیں تراش لیتا ہے۔

یہی لاچاری بعض مسلمانوں کو ایسا مانگنے والا بنا دیتی ہے کہ جو لیتا ہی رہتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور وہ تنگ زندگی بسر کرتا ہے، اس کا دل بخیل ہو جاتا ہے، اس کا ارادہ کمزور ہو جاتا ہے وہ دوسروں کی طرف للچائی نظروں سے دیکھتا ہے اگرچہ خوشحال ہی کیوں نہ ہو، فقیری کی زندگی بسر کرتا ہے اور سخاوت سے جی چراتا ہے۔

آپ ﷺ کے اس فرمان "اللہ سے مدد مانگ اور ہمت نہ ہار" کا مطلب یہ ہے کہ اٹھو جلدی کرو اور کر گزرو لیکن اس کے ساتھ ساتھ پہلے اور بعد میں اللہ سے مدد مانگو گے تو تمہیں مسلسل بھلائی میسر ہو گی اور مدد بڑھے گی اور تیرے رب کی توفیق تیری مدد اور قیادت کرے گی۔

مسلمان بھائیو!

سخاوت معاشرے اور امت پر اچھے اثرات چھوڑتی ہے، سخاوت سے انفرادی اور اجتماعی قوت کے چشمے پھوٹتے ہیں ترقی کے دروازے کھلتے ہیں، افراد میں اعتماد آتا ہے، سخاوت کرنے والے سے اس کا معاشرہ محبت کرتا ہے، اس کی قوم اس کا احترام کرتی ہے وہ خود بھی خوش رہتا ہے اور اس کا رب بھی اس پر خوش ہوتا ہے، سخی کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے، اس کی عنایت مسلسل جاری رہتی ہے۔

اس کی نفع رسانی کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا۔ جب اللہ کی خاطر سخاوت آپ کے دل میں گھر کر جائے تو بہت جلد اس سے مسرتیں جنم لیتی ہیں، کیونکہ دینے والا ایسی لذت سے بہرہ یاب ہوتا ہے جو لینے والے کو کبھی میسر نہیں آتی۔

چنانچہ بھلائی کے کاموں میں غوطہ زن ہو جانا، خرچ کرنا اور دوسروں کی مدد کرنا آدمی کو زندگی اجیرن بنا دینے والے بہت سے دکھوں سے بچا لیتا ہے۔ سو اپنے آپ کو دینے والوں میں درج کراؤ، بہت زیادہ عطا کرنے والوں اور نوازنے والوں میں سے ہو جاؤ اللہ دینے والوں کو دیتا ہے اور اللہ کی عطاء ایسا فیض ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا اور ایسی مدد ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں۔

ہماری امت کو آج مشکلات کا سامنا ہے اسے جنگی شعلوں سے داغا جا رہا ہے، ایسے فتنوں میں اسے سخاوت کے مقصد کو زندہ کرنے کی اور زیادہ ضرورت ہے، تاکہ ہم علم کے ذریعے اس جہالت کا خاتمہ کریں جو پھیل چکی ہے اور خرچ کرنے سے اس فقر کو دور کریں جو عام ہو چکا ہے، کفالت اور توجہ سے اس لاچاری کو ختم کریں جو بڑھ چکی ہے، اس کے ذریعے بڑھنے والے خوف کو دور کریں۔ لڑائیوں کو امن کے ذریعے، فساد کو بچاؤ اور خبر گیری کے ذریعے ختم کر دیں عطا کا اصل وقت یہی ہے اللہ کا فرمان ہے:

”پھر جس نے ذرہ برابر کوئی نیکی کی ہو گی وہ اس کو خود دیکھ لے گا۔“ (سورۃ الزلزال:7)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو میرے اور تمہارے لیے باعث برکت بنائے اور اس میں موجود نصیحت و حکمت بھری آیات کو فائدہ مند بنائے۔ مجھے جو عرض کرنا تھا کر دیا۔ میں اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے تمام گناہوں کی معافی چاہتاہوں تم بھی اسی سے استغفار کرو کیونکہ وہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریف اس اللہ کی جس نے اسلام جیسی نعمت عطا کی، میں اسی کی حمد کرتا ہوں اور ہمیشہ اس کا شکر گزار ہوں۔

میں گواہی دیتاہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ایسی گواہی جس کے ذریعے دارالسلام میں امن کی امید کی جاسکے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی و سید حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں جو سلامتی والے گھر کی طرف دعوت دینے والے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی آل اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر ہمیشہ مکمل درود و رحمت نازل فرمائے۔

حمد و ثناء کے بعد!

میں خود کو اور تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں، اپنی سخاوت کو مقبول اور فائدہ مند بنانے کے لیے ریاکاری، شہرت پرستی، خود غرضی اور کاہلی سے بچو۔ ہمیشہ سخاوت کرو اگرچہ تھوڑی ہو، ہمیشگی کے ساتھ تھوڑا تھوڑا دیتے رہنا زیادہ نوازش سے بہتر ہے جو کبھی کبھار ہو، ایک قطرہ جو ہمیشہ بہتا رہے کبھی بڑا اسیلاب بن جاتا ہے اور یہ بات نبی ﷺ سے ثابت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کو ہمیشگی والا عمل زیادہ پسند ہے اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔" (صحیح مسلم:784)

'عطاء' خواہ تھوڑی ہی ہو اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیتا ہے اور اس کو بڑھاتا ہے، اللہ اچھا عمل کرنے والوں کے اجر کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ ایک آدمی گزر رہا تھا کہ راستے میں درخت کی ایک ٹہنی پڑی تھی تو اس نے کہا اللہ کی قسم! میں اس کو ضرور دور کروں گا، تاکہ مسلمانوں کو تکلیف نہ دے تو وہ جنت میں چلا گیا۔

"ایک بدکار عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیے۔" (صحیح بخاری:3467)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کو لوگوں میں وہ آدمی سب سے زیادہ محبوب ہے جو لوگوں کو فائدہ دے۔"

(مسند شہاب:1234)

اللہ کے بندو!

رسول ہدایت ﷺ پر درود پڑھو جس کا اللہ نے بھی تمہیں حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا:

"بیشک اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں پیغمبر پر پس تم بھی اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو! ان پر درود بھی بھیجتے رہا کرو اور خوب خوب سلام بھی۔"

(سورۃ الاحزاب:56)

عیش و عشرت سے بچاؤ

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الباری بن عواض الثبیتی حفظہ اللہ

16 جمادی ثانیہ 1434ھ بمطابق 26 اپریل 2013ء

3

39

پہلا خطبہ

اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ تعریف جو اس کے کمال و جلال کو لائق ہے۔ میں اللہ سبحانہ کی حمد کرتا ہوں اور اس کا اس قدر شکر ادا کرتا ہوں جس سے زمین و آسمان بھر جائے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اس کے اسما و صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا اور ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جن کی نماز، روزہ اور دعا کی برابری نہیں کی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ، آپ کی آل، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے پیروکاروں پر رحمت نازل کرے۔

حمد و ثناء کے بعد!

میں تمھیں اور اپنے آپ کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو، اللہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اُس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔" (سورۃ الاحزاب:70-71)

مزید فرمایا:

"جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو اجازت دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں، تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر نافذ ہو جاتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔" (سورۃ الاسراء:16)

یہ آیت امتوں اور معاشروں کا انجام بتا رہی ہے کہ عیاشی جن کی ثقافت کا درجہ اختیار کر جاتی ہے، عیش و عشرت جن کی کوششوں کا مرکز و محور اور سب سے اہم مقصد بن جاتی ہے۔

یعنی جو قوم عیش و عشرت میں غرق ہو جائے، آرام و آسائش اسے سرکش بنادیں اور وہ نت نئے انداز کے پیچھے بھاگے اور اپنے اخلاق کو متزلزل کر ڈالے، اس کی اقدار پگھل کر رہ جائیں اور وہ دار آخرت کو فراموش کر بیٹھے اور اس میں زوال کے اسباب در آئیں۔

تاریخ کا سبق ہے کہ عیاشی و تکبر اختیار کر لینا اور خواہشات کا غلام بن جانا اور لذتوں میں ڈوب جانا امت کے اضطراب، تذبذب اور کمزوری کا باعث ہے۔ اور اس کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ دین کے ساتھ استہزا کیا جائے اور اس کی تعلیمات و احکام کو فراموش کر دیا جائے۔

نافرمانی ایک سنگین بیماری اور ہلاکت خیز مرض ہے۔ یہ جس قوم میں سرایت کر جائے اس کی عزت و ناموس چاٹ جاتی اور اسے فقط دنیا کا بناڈالتی ہے۔ یہ اگر کسی آدمی کو لاحق ہو جائے تو یہ علامت ہوتی ہے کہ وہ کمزوری کی طرف رواں دواں ہے۔

عیش کوشی کا مطلب دنیا کی خواہشات و تلذذات میں بہت بڑھ جانا اور دنیا کی زندگی میں مستغرق ہو کر نعمتوں کے معاملے میں حد اعتدال کو چھوڑ دینا ہے اور اپنی تمام تر کوشش مادی لذتوں کے حصول میں کھپا دینا ہے۔

قرآن کریم نے رسولوں کے ساتھ اکڑ دکھانے اور تکبر کرنے والوں کا موقف خوب واضح کر کے بیان کیا ہے۔ دین سے اعراض اور ہدایت سے انکار کو جلی حروف میں آشکار کیا ہے یہی لوگ تھے جو نوح علیہ السلام کی دعوت کو روکنے کے لیے اٹھے اور ان کی دلیل یہ تھی کہ نوح علیہ السلام کے متبعین کے پاس نہ تو مال و دولت ہے اور نہ ہی جاہ و حشمت۔ چنانچہ قرآن بیان فرمایا ہے:

”جواب میں اُس کی قوم کے سردار، جنہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کیا تھا، بولے: ہماری نظر میں تو تم اس کے سوا کچھ نہیں ہو کہ بس ایک انسان ہو ہم جیسے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری قوم میں سے بس اُن لوگوں نے جو ہمارے ہاں ادنیٰ تھے

انہوں نے بے سوچے سمجھے تمہاری پیروی اختیار کرلی ہے اور ہم کوئی چیز بھی ایسی نہیں پاتے جس میں تم لوگ ہم سے کچھ بڑھے ہوئے ہو، بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔"

(سورۃ ہود:27)

عیش و عشرت کے پروردہ اور سرکش افراد ہی تھے جو حضرت نوح علیہ السلام کی دعوتِ توحید کے مقابلے میں اور اس کے راستے میں کھڑے ہوئے۔

صاحبانِ مال و جاہ نے نوح علیہ السلام کی دعوت کا جو جواب دیا قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے اور آخرت کے آنے کو جھوٹا سمجھتے تھے اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی کہنے لگے کہ یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے جس قسم کا کھانا تم کھاتے ہو اسی طرح کا یہ بھی کھاتا ہے اور (پانی) جو تم پیتے ہو اسی قسم کا یہ بھی پیتا ہے۔"(سورۃ المومنون:33)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد صاحب ثروت لوگ بغض و عناد اور تکذیب میں سب سے آگے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا:

"ان جھٹلانے والے خوشحال لوگوں سے نمٹنے کا کام تم ہم پر چھوڑ دو اور اِنہیں ذرا کچھ دیر اِسی حالت پر رہنے دو۔"(سورۃ المزمل:11)

آسودہ حال لوگوں کا موقف قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں ایک خبردار کرنے والا بھیجا ہو اور اس بستی کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہ نہ کہا ہو کہ جو پیغام تم لے کر آئے ہو اس کو ہم نہیں مانتے۔"(سورۃ سبا:24)

اللہ تعالیٰ نے عیش کوشی اور عیاشوں کی مذمت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"یہاں تک کہ جب ہم ان کے عیاشوں کو عذاب میں پکڑ لیں گے تو پھر وہ فریاد کرنا شروع کردیں گے۔"(سورۃ المومنون:64)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کی قسم! میں تم پر فقر سے نہیں ڈرتا مجھے خوف ہے تو اس بات کا کہ تم پر دنیا کے دروازے کھول دیئے جائیں جس طرح پہلی قوموں پر کھولے گئے۔ ایسا نہ ہو کہ تم ایک دوسرے سے مقابلہ بازی شروع کر دو جس طرح انھوں نے مقابلہ بازی کی۔ نتیجتاً یہ دنیا تمہیں بھی اس طرح تباہ نہ کر دے جس طرح ان کو کیا۔"

(صحیح بخاری:4015)

وہ نسل جس کی رسول اللہ ﷺ نے تربیت کی اس میں ہمیں عیش و عشرت کی زندگی کو دور کر دینے اور آخرت کو ترجیح دینے کی بیش بہا مثالیں ملتی ہیں۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کو دیکھیے آپ بہت آسودگی میں پروان چڑھے ناز و نعمت میں پرورش پائی۔ آپ کا شمار مکہ کے خوبرو جوانوں میں ہوتا تھا۔ آپ کی والدہ امیر کبیر خاتون تھیں۔ وہ اپنے بیٹے کو بہترین کپڑے زیب تن کراتیں۔ آپ مکہ میں سب سے زیادہ معطر رہنے والے شخص تھے۔

لیکن احد میں جب آپ شہید ہوئے تو آپ کو کفنانے کے لیے فقط ایک چادر تھی جس سے سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "چادر کے ساتھ ان کا سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر گھاس رکھ دو۔"

پھر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آپ یوں گویا ہوئے:

"جب میں نے تمھیں دیکھا مکہ میں تم سے بڑھ کر خوبصورت کپڑے کوئی زیب تن نہیں کرتا تھا اور تم سے خوبصورت بال بھی کسی کے نہ تھے لیکن پھر (اسلام لانے کے بعد) تو پراگندہ بالوں والا ہو گیا۔" (صحیح بخاری:4047)

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انہوں نے اللہ سے کیا تھا اسکو سچ کر دکھایا تو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنا عہد نبھا گئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔" (سورۃ الاحزاب:23)

برادران اسلام!

عیاشی میں مستغرق ہونا ظلم و زیادتی، غرور و تکبر اور ظلم و جبر میں مبتلا کر دیتا ہے اور عیاشی انسان کو حق کی تکذیب اور اس کو قبول سے انکار تک لے جاتی ہے، فرمایا:

"اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ ہم بہت سا مال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہم کو عذاب نہیں ہو گا۔" (سورة سبا:35)

عیش کوش بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب فضل اور عطا کرنے والے ہیں۔ دو باغات کے مالک شخص نے تکبر کے ساتھ اپنے ساتھی سے کہا تھا:

"میں تم سے مال و دولت میں بھی زیادہ ہوں اور جماعت کے اعتبار سے بھی زیادہ عزت والا ہوں۔" (سورة الکہف:34)

بلکہ اس نے اللہ کی سنت اور دنیا کی حقیقت اور اس کے انجام کو فراموش کر دیا اور کہنے لگا:

"میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہو گا۔" (سورة الکہف:35)

حتیٰ کہ وہ روز قیامت اور اللہ کی پکڑ کو بھی بھول گیا اور گویا ہوا:

"اور میں تو نہیں سمجھتا کہ قیامت برپا ہو گی اور اگر میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو (وہاں) ضرور اس سے اچھی جگہ پاؤں گا۔" (سورة الکہف:36)

قارون کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت اور خزانوں سے نوازا تھا۔ اس نے اللہ کی نعمت و عظمت کو فراموش کر دیا۔ اور تکبر کرتے ہوئے کہنے لگا:

"یہ (مال) مجھے میری دانش (کے زور) سے ملا ہے۔" (سورة القصص:78)

ہلاکت خیز عیش کوشی میں فرعون اپنی قوم سے یوں مخاطب ہوتا تھا:

"لوگو! کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے، اور یہ نہریں میرے نیچے نہیں بہہ رہی ہیں؟ کیا تم لوگوں کو نظر نہیں آتا؟" (سورة الزخرف:51)

عیاشی میں مستغرق ہونا ہی ہے کہ کسی کام میں مال خرچ کرتے ہوئے انسان حد اعتدال سے گزر جائے اور اطاعت کا خیال ہی نہ رہے۔ آخرت میں فائدہ دینے والے اعمال میں سستی ہونے لگے، عیش و آرام کی طرف میلان ہو جائے۔ زندگی میں توازن ناپید ہو جائے، آدمی ماحول کے دباؤ سے عاجزی اور کاہلی کا اظہار کرے اور یہ چیزیں انسان کو حرام تک لے جائیں۔ کھانے پینے کی چیزوں میں اظہار نخوت و غرور بھی عیاشی ہی ہے۔ یہ چیزیں نعمت کو سزا میں بدل دینے کا کام کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ہر گز نہیں، انسان سرکشی کرتا ہے اِس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے۔"

(سورۃ العلق:6-7)

اللہ کے بندو! عیاشی مال و دولت کو برباد کرتی ہے، ہمتوں کو پست اور قوت ارادی کو ختم کر دیتی ہے، انسان میں نخوت اور غفلت پیدا کرتی ہے اور عیاش آدمی کو اس فکر میں مبتلا کر دیتی ہے کہ وہ عیش و عشرت کے نت نئے طریقے نکالے۔ وہ مہلک اور حرام امور میں سب سے آگے نکل جائے۔

ترقی اور پیداوار کے میدان میں قوم کے قدم رک جاتے ہیں اس لیے ہمتیں پست ہو چکی ہوتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طاقت کسی اور کام میں صرف ہو چکی ہوتی ہے اور لوگوں میں تکبر اور سرکشی آجاتی ہے اور دلوں پر غفلت چھا جاتی ہے۔

عیاش لوگ معیشت کو تباہ اور پیداواری صلاحیت کو کمزور کر دیتے ہیں کیونکہ وہ صرف اپنے لیے جیتے ہیں انہیں اپنی قوم اور معاشرے سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اس لیے وہ ترقی میں حصہ نہیں لیتے۔

عیش کوشی انسان میں خیانت اور بزدلی پیدا کر دیتی ہے اور انسان کو خیر و فلاح کے کاموں میں خرچ کرنے سے باز رکھتی ہے۔ عیش کوش آدمی کچھ چھپاتا ہے اگر اس کا دل کرید و تو دیکھو گے کہ وہ غموں سے لبریز اور آہوں سسکیوں سے اٹا پڑا ہوتا ہے۔ عیاشی کا

دولت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، بہت سے ایسے شکر گزار دولت مند ہیں جو عیش پرستی سے کوسوں دور ہیں وہ حلال کماتے اور حلال جگہ خرچ کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”حلال مال کس قدر اچھا ہے، وہ نیک آدمی کے لیے ہے۔“

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ خوبصورت ہیں خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں۔“(صحیح مسلم:92)

مزید فرمایا:

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتے ہیں کہ بندے پر اپنی نعمت کے اثرات دیکھیں۔“

(جامع ترمذی:2819)

ایک مقام پر فرمایا:

”کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو لیکن ان میں اسراف اور تکبر و نخوت کا پہلو نہ ہو۔“

(سنن نسائی:2559)

دولت مند اگر کھل کر خرچ کرے تو اس کے ہاں اس کا وہ جواز ہے جو تنگ دست کے پاس نہیں۔ عبد اللہ بن حمید کہتے ہیں کہ میرے دادا حضرت عمر بن خطاب کے پاس سے گزرے اس وقت ان کے پاس ایک چادر تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ نے چادر کتنے کی خریدی؟ انھوں نے کہا: ساٹھ درہم کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کے پاس کتنا مال ہے؟ انھوں نے کہا ایک ہزار درہم۔ تو حضرت عمر ان کو درے کے ساتھ مارنے لگے اور آپ فرما رہے تھے: تیرے پاس ایک ہزار درہم ہے اور تم ساٹھ درہم کی چادر خریدتے ہو۔“

عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ایسی چادر پہنتے جس کی قیمت چار سو یا پانچ سو (درہم) سے زائد تھی۔

حیرت انگیز امر غریب کا عیش پرستی کی راہ چلنا ہے، وہ قیمتی کپڑے پہنتا ہے، مہنگا ساز و سامان خرید تا ہے اور اپنا طرز زندگی امیروں جیسا بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح وہ اپنا نقصان کرتا ہے۔ اپنامالی بوجھ بڑھا لیتا ہے اور قرض کے بوجھ تلے دب جاتا ہے اور اگر غربت کے ساتھ تکبر بھی آجائے تو یہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔

اس سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"روز قیامت اللہ تعالیٰ تین بندوں سے کلام نہیں فرمائیں گے، نہ انھیں پاک کریں گے نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا:

1۔ بوڑھازانی، 2۔ جھوٹا بادشاہ اور 3۔ غریب متکبر۔" (صحیح مسلم: 109)

اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں قرآن کریم کے ذریعے برکت دے اور اس میں موجود آیات و نصائح کے ذریعے تمھیں اور مجھے نفع دے۔ یہ میری طرف سے تھا میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمھارے لیے معافی کا طلبگار ہوں بلاشبہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں، جس کی نعمتیں کامل ہیں۔ میں اس کی تعریف بیان کرتا ہوں اور اس کے فضل اور نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور میں یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا و نبی حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جن کو آسمان کی سیر کرائی گئی۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ، آپ کی آل اور صاحب ہمت و عزم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنی رحمت نازل کرے۔

حمد و ثناء کے بعد!

میں تمھیں اور اپنے آپ کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا:

"مومنو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔"

(سورۃ آل عمران: 102)

آسودگی میں مبالغہ آرائی اور ہمیشہ اسی کے حصول کے لیے جتے رہنے سے طلب علم کی کوششوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ یہ چیزیں عزائم کا خون کرتی، بلند مقاصد سے تہی کرتی اور معرفت کے دروازے بند کر دیتی ہیں اور انسان کو دنیوی خواہشات اور لذتوں کا غلام بنا کر رکھ دیتی ہیں۔

اللہ کے بندو!

عیاشی کے رجحان کا علاج یہ ہے کہ دنیا سے کم سے کم لطف اندوز ہوا جائے، خود کو فخر و غرور اور راحت و آرام کا عادی نہ بنایا جائے اور لمبی چوڑی خواہشات سے جان چھڑائی جائے۔ اس کے علاوہ سیرت النبی اور سیرت صحابہ کا مطالعہ کیا جائے۔ بعض نعمتوں پر قدرت ہونے کے باوجود ان سے صبر کیا جائے اور ناداروں کے ساتھ اشتراک کیا جائے۔

عیش پرستوں سے متعلق اللہ کی یہ سنت ہے کہ وہ ان کو ہلاک کر دیتا اور انھیں عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جو اللہ کے رسولوں کو جھٹلاتے اور اللہ کی دعوت کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"کتنی ہی ظالم بستیاں ہیں جن کو ہم نے پیس کر رکھ دیا اور اُن کے بعد دُوسری کسی قوم کو اُٹھایا۔ جب انہوں نے ہمارے (مقدمہ) عذاب کو دیکھا تو لگے اس سے بھاگنے۔ مت بھاگو اور جن (نعمتوں) میں تم عیش و آسائش کرتے تھے ان کی اور اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ، شاید تم سے اس بارے میں دریافت کیا جائے۔"

(سورۃ الانبیاء:11-13)

اللہ کے بندو!

رسول اکرم ﷺ پر درود و سلام پڑھو! اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ میں اس کا حکم دیا ہے:

"اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں مومنو! تم بھی پیغمبر پر درود اور سلام بھیجا کرو۔" (سورۃ الاحزاب:56)

4

افلاس اور مالداری میں پنہاں حکمتیں

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الباری بن عواض الثبیتی حفظہ اللہ

3 رجب 1435ھ بمطابق 2 مئی 2014ء

40

پہلا خطبہ

ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، تمام تعریفوں کے لائق وہی اللہ ہے جو اپنے بندوں کو افلاس اور خوشحالی دونوں دکھاتا رہتا ہے۔ میں اس کی ہر نہی اور ہر حکم پر اس کا ثناخواں اور شکر گزار ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنے بندوں کے مابین حق اور عدل کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور پیغمبر ہیں جن کی نوازش، عطا اور جود وسخا کی کوئی حد نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر اور آپ ﷺ کے صاحبانِ عزم وفضیلت صحابہ پر رحمتیں نازل کرے۔

حمد و ثناء کے بعد:

میں تمہیں اور اپنے آپ کو اللہ کے ڈر کی نصیحت کرتا ہوں۔ اللہ کا فرمان ہے:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔" (سورۃ آل عمران:102)

افلاس اور مالداری دونوں اللہ کی جانب سے بندوں کے لیے آزمائش ہیں، وہ ایک بندے کو کشادگی عطا کرتا اور نعمتوں سے نوازتا ہے تاکہ پرکھ لے کہ وہ شکر کرتا ہے یا سرکشی کی راہ اپناتا ہے جبکہ دوسرے پر رزق تنگ کر دیتا ہے اور اسے کچھ دنیا سے محروم کر دیتا ہے تاکہ دیکھ لے کہ وہ صبر کرتا اور راضی رہتا ہے یا تلملاتا اور ناراضی کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"ہم اچھے اور بُرے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں آخر کار تمہیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔" (سورۃ الانبیاء:35)

جبکہ مومن کی حالت کتنی عجیب ہے کہ اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے اور یہ صبر اس کے لیے بہتر ہوتا ہے، اسی طرح اگر اسے کوئی خوشی ملے تو شکر کرتا ہے، اور یہ

بھی اس کے لیے بھی بہتر ہوتا ہے۔ اس طرح وہ کبھی نقصان کا سامنے کرتے ہوئے صبر کرتا ہے اور کبھی نعمت کو دیکھتے ہوئے شکر کرتا ہے۔ جبکہ اس کی بہ نسبت اللہ اس کے حال سے زیادہ واقف ہوتا ہے۔ رزق میں فرق ہی وہ بنیاد ہے جو زندگی میں لوگوں کو ایک دوسرے کے تابع کر دیتی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

"اِن میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں۔" (سورۃ الزخرف: 32)

یعنی رزق میں یہ فرق اس لیے رکھا گیا ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے کام لیں اور ان کے مابین وحدت و الفت کا رشتہ قائم ہو۔ مالدار اپنے مال کے بدلے میں مفلسوں اور مزدوروں سے کام لیں اور یوں یہ ایک دوسرے کی معاش کا ذریعہ بنیں۔ ایک اپنے مال کے ساتھ اور دوسرا کام کے ساتھ۔ بعض اوقات غربت ہی بندے کے لیے بہتر ہوتی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

"اگر اللہ اپنے سب بندوں کو کھلا رزق دے دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کا طوفان برپا کر دیتے۔" (سورۃ الشوریٰ:27)

یعنی لوگ اللہ کی فرمانبرداری نہ کرتے اور ان کا یہ رزق انہیں مخلوق پر ظلم و سرکشی اور بغاوت پر ابھارتا، فرمایا:

"یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور اُن پر نگاہ رکھتا ہے۔" (سورۃ الشوریٰ:27)

جب بندے کو افلاس میں مبتلا کر دیا جائے تو اس صورت میں اس کے لیے سب سے بہترین عبادت صبر ہے۔ جس کا رزق تنگ ہو اور زندگی دشوار، اسے چاہیے کہ دل تنگ نہ کرے اور زندگی کو سزا نہ سمجھے کیونکہ اللہ کے پیغمبر ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کا رزق بھی بقدر ضرورت ہی ہوتا تھا۔ دنیا کا حقیر اور عارضی ساز و سامان اتنی اہمیت نہیں رکھتا کہ اس سے محرومی کی صورت میں آدمی غمزدہ اور بے قرار ہو، آدمی کو چاہیے کہ مطمئن رہے، اللہ کی نعمت کو پہچانے اور اللہ کا شکر ادا کرے۔

اس سلسلے میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:

”جب کسی کی نظر ایسے آدمی کی طرف جائے جو مال و مرتبے کے اعتبار سے اس سے بالا تر ہو تو اسے چاہیے کہ اس آدمی کو بھی دیکھ لے جو اس سے کمتر ہے اور جس پر خود اسے بھی برتری حاصل ہے۔“ (صحیح بخاری:6490)

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی بیان کیے ہیں کہ

”اس طرح تم اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہیں جانو گے۔“ (صحیح مسلم:2966)

اسلام نے امیر اور غریب دونوں کو تلقین کی ہے کہ اپنے نفس میں قناعت پسندی پیدا کریں، نفس کی سرکشی کو دبائیں اور اس کی تہذیب و اصلاح کریں تاکہ یہ اللہ کی عطا پر راضی رہے، خواہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ازل میں جو شے تیرے لیے طے فرمادی تھی، وہ تجھ سے ہرگز چھوٹنے والی نہیں، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

”اللہ کے دیئے پر راضی رہو، تم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے۔“ (جامع ترمذی:2305)

مفلس کے لیے کچھ آداب ہیں جن کا اسے اپنے ظاہر و باطن اور اپنے اعمال و افعال میں التزام کرنا چاہیے۔

اس کے باطن کے لیے ادب یہ ہے کہ اللہ نے اس پر افلاس کی جو آزمائش ڈالی ہے، اس پر ناگواری کا اظہار نہ کرے یعنی وہ اسے اس اعتبار سے ناپسند نہ کرے کہ یہ اللہ کا فعل ہے، اگرچہ غربت اسے ناپسند ہو۔

اسی طرح اس کے ظاہر کا ادب یہ ہے کہ وہ وضعداری اور رکھ رکھاؤ کا اظہار کرے اور اپنے افلاس کو نمایاں کرتے ہوئے شکوہ و شکایت نہ کرے بلکہ اپنے افلاس کو چھپائے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”ان کی خودداری دیکھ کر ناواقف آدمی گمان کرتا ہے کہ یہ خوش حال ہیں۔“

(سورۃ البقرۃ:273)

اسی طرح اس کے اعمال کا ادب یہ ہے کہ کسی دولت مند کے سامنے اس کی دولت کی وجہ سے نہ جھکے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

> ”کس قدر عمدہ ہے یہ بات کہ ایک دولت مند اللہ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے غریب کے سامنے عاجزی اپنائے۔“

اسی طرح اسے چاہیے کہ مالداروں کی چاپلوسی کرتے ہوئے اور ان سے کسی عطاء کی امید رکھتے ہوئے حق بات کے کہنے سے اپنی زبان کو نہ روکے۔

جبکہ اس کے افعال کا ادب یہ ہے کہ غربت کے باعث عبادت میں سستی نہ کرے اور جتنا کچھ اس کی توفیق میں ہو، اس سے اپنا ہاتھ نہ روکے کیونکہ یہ نادار کی کوشش ہوتی ہے جس کی فضیلت مالدار کے خرچ کیے ہوئے بہت زیادہ مال سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

> ”(نیز وہ مال) اُن غریب مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور جائدادوں سے نکال باہر کیے گئے ہیں۔“ (سورۃ الحشر: 8)

اسی طرح اس کا فرمان ہے:

> ”خاص طور پر مدد کے مستحق وہ تنگ دست لوگ ہیں جو اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنے ذاتی کسب معاش کے لیے زمین میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے۔“
>
> (سورۃ البقرۃ: 273)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے جو اوصاف بیان فرمائے، ان میں ہجرت اور قید کے پہلو بہ پہلو غربت بھی موجود ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی صفتِ غربت کا ذکر پہلے فرمایا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ لوگوں کے پسندیدہ اوصاف ہی بیان فرماتا ہے، اگر غربت اللہ کے ہاں پسندیدہ صفت نہ ہوتی تو اللہ اپنے پیاروں کے متعلق کبھی اس صفت کا تذکرہ نہ کرتا اور نہ اس صفت کو ان کے لیے بطور عزت ذکر کرتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں نے جنت میں نگاہ ڈالی تو مجھے اس میں زیادہ تر غریب دکھائی دیے۔"

(صحیح بخاری:2341)

اگرچہ یہ درست ہے کہ اللہ نے مفلسوں کو جتنا کچھ عطا کیا ہو، انہیں اس پر راضی رہنا چاہیے اور یہ بھی بجا ہے کہ مفلسوں کی بڑی فضیلت ہے لیکن اسلام نے غربت کے علاج کے لیے مالداروں کو تلقین کی ہے کہ وہ حسن سلوک اور نیکی اپنائیں، غریبوں کی کفالت کریں، ان کے دکھ درد میں شریک ہوں، ان کی پریشانیاں دور کریں اور ان کی مدد کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"بیوہ عورتوں اور مسکینوں کی غمخواری کرنے والے کی فضیلت اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔" (صحیح بخاری:5353)

راوی کا کہنا ہے کہ میرے گمان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے:

"اسی طرح اس کا مرتبہ نہ تھکنے والے عبادت گزار اور ہمیشہ روزہ رکھنے والے آدمی کی طرح ہے۔" (صحیح بخاری:6007)

اسی طرح اسلام نے غربت کے علاج کے لیے ناداروں کو تلقین کی ہے کہ کام کریں اور سستی اور کاہلی سے بچیں تاکہ وہ معاشرے پر، اپنے خاندانوں پر اور خود اپنے آپ پر بوجھ بن کر نہ رہ جائیں۔

غربت سے بچنے کا چارہ کرنا، زمین میں حصولِ رزق کے لیے چلنا پھرنا اور اسباب اپنانا ایک مستحسن امر اور مشروع روش ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

"وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع کر رکھا ہے، چلو اُس کی چھاتی پر اور کھاؤ خدا کا رزق، اُسی کے حضور تمہیں دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔" (سورۃ الملک:15)

اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ غریب خود کو ایک زندہ عضو ثابت کرے، اپنے ہاتھ سے کمائے، اپنی گزر بسر کا سامان کرے، اپنے وقار کی حفاظت کرے، اپنی اولاد کو حمیت کا سبق دے، اپنے معاشرے کی تعمیر وترقی میں اپنا کردار ادا کرے اور یہ رزق اللہ کی پہچان اور فرمانبرداری کی راہ میں اس کے لیے معاون ہو، اس کے ذریعے وہ صلہ رحمی کرے اور دوسروں کے لیے نفع رسانی کا باعث بنے، یہ سب کچھ یقیناً اس کے لیے بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کے لیے اس بات کو بطور احسان ذکر فرمایا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کو اس افلاس کے بعد خوشحالی سے نوازا۔ چنانچہ اللہ کا فرمان ہے:

"اور تمہیں نادار پایا اور پھر مالدار کر دیا۔" (سورۃ الضحیٰ:8)

اسی طرح آپ ﷺ دعا کیا کرتے تھے کہ

"اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، عفاف اور فراوانی مانگتا ہوں۔" (صحیح مسلم:2723)

آپ ﷺ نے اپنے صحابی اور اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے مال کی فراوانی کی دعا کی اور فرمایا:

"اے اللہ! اس کے مال اور اس کی اولاد کو زیادہ کر دے اور اس کے لیے اس میں برکت عطا فرما۔" (صحیح بخاری:6334)

اے بندگانِ الٰہی! یاد رکھیے کہ فراواں رزق نیک عمل کا ثمرہ ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "جسے یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے اور اس کی عمر میں برکت ہو، اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔" (صحیح بخاری:2067)

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر والے ہاتھ سے مراد خرچ کرنے والا اور نیچے والے ہاتھ سے مراد لینے والا ہے۔" (صحیح بخاری:1428)

اللہ کے بندو! کام جیسا بھی ہو، خواہ صنعت و تجارت ہو یا زراعت ہو یا کوئی اور پیشہ، وہ عزت اور وقار ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کبھی کسی نے نہیں کھایا۔" (صحیح بخاری:2072)

اسی طرح آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ بہترین کمائی کون سی ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا:

"آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا یا پاکیزہ تجارت۔" (مسند احمد:15409)

یہی پاکیزہ چلن اور سیدھی راہ ہے۔ رہا مانگنا اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے رکھنا تو یہ ایک مذموم خصلت اور بہت ہی برا عمل ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"جو آدمی لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے رکھتا ہے، قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہو گی۔" (صحیح بخاری:1475)

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"جو آدمی لوگوں سے ان کا مال مانگنے میں لگا رہتا ہے، وہ درحقیقت انگارہ مانگتا ہے، اب اس کی مرضی ہے کہ زیادہ مانگے یا تھوڑا۔" (صحیح مسلم:1043)

اس سے پتا چلتا ہے کہ صدقہ کرنے والے کو صدقہ کرتے ہوئے ضرورت مند ڈھونڈنا چاہیے، غیر ضرورت مند کو صدقہ نہ دے، آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"مالدار کے لیے اور تندرست و توانا کے لیے مانگنا جائز نہیں ہے۔" (جامع ترمذی:653)

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"تین لوگوں کے سوا کسی کے لیے مانگنا جائز نہیں، بے انتہاء غربت والا، بے پناہ قرض تلے دبا ہوا اور کسی خون کی دیت ادا کرنے والا مفلس۔" (سنن ابی داؤد:1641)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن عظیم میں برکت دے اور مجھے اور آپ سب کو اس کی آیات اور ذکر حکیم سے فائدہ پہنچائے۔ میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں اور میں

عظمتوں کے مالک اللہ سے اپنے لیے اور آپ کے لیے بخشش مانگتا ہوں، تم بھی اسی سے بخشش مانگو یقیناً وہ بہت ہی بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو ہر کسی کے لیے کافی ہے، سلامتی ہو اللہ کے منتخب اور برگزیدہ بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اور آغاز اور انجام میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور منتخب پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، آپ ﷺ کے صحابہ پر اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہر آدمی پر رحمتیں نازل کرے۔

حمد و ثناء کے بعد:

میں تمہیں اور آپ اپنے کو اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں۔

اے بندگانِ الٰہی!

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ عالم اسلام میں بڑھتی ہوئی غربت کی اصل وجوہات میں افزائش کا نہ ہونا، قرضوں کی بہتات، امتِ اسلامیہ کا سود میں ڈوب جانا اور علمی اور مادی ترقی کے اسباب اپنانے میں کوتاہی برتنا وغیرہ شامل ہیں۔

افلاس کے بہت سارے منفی اثرات ہیں بالخصوص ایسے وقت میں کہ جب ایمان کمزور ہو یا سرے سے معدوم ہو۔ بے حیائی، چوری، رشوت، حرام خوری اور خاندانی جھگڑوں جیسی دیگر بہت ساری برائیوں کے پیچھے دراصل افلاس بنیادی سبب ہے۔

اللہ کے پیغمبر ﷺ سے پوچھا گیا کہ "اللہ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ تو اللہ کا شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے؟ پوچھا گیا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تو اپنے بیٹے کو اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے گا۔" (صحیح بخاری:4477)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔“(سورۃ الانعام:151)

افلاس سے معاشرے پر بھی بہت سارے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس سے دلوں میں بغض اور کینہ پروان چڑھتا ہے اور اپنے مستقبل سے مایوس غریب آدمی معاشرے سے انتقام لینا چاہتا ہے۔ یہیں سے اہل علم، اہل دانش اور اہل ثروت لوگوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ سچے جذبے کے ساتھ غربت کے علاج کے لیے اپنا کردار ادا کریں اور اس کے لیے اللہ سے اجر کی امید رکھیں۔ معاشرے کو غربت کے منفی اثرات سے بچائیں۔ غریبوں کے لیے کام کے مواقع پیدا کریں۔ اپنے اداروں اور کمپنیوں میں ان کے لیے جگہ پیدا کریں، ان کی صلاحیت و استعداد میں بڑھوتری کے لیے اپنا کردار ادا کریں اور ان کی راہ میں حائل مشکلات دور کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔“(سورۃ الانعام:151)

5

عبادتِ حج

ساری عبادتوں کا مجموعہ

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الباری بن عواض الثبیتی حفظہ اللہ

30 ذو القعدہ 1437ھ بمطابق 2 ستمبر 2016ء

41

پہلا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔ وہ مقدس ذات کہ جس نے بیت اللہ کا حج آسان فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی ہر بھلائی اور بہت زیادہ فضل و کرم کے بدلے میں حمد و ثناء بھی اسی کی کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ شروع سے آخر تک ساری مخلوق کا وہی رب اور پروردگار ہے۔ میں یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ ہی کائنات کی ان تمام شخصیات سے افضل اور اعلیٰ کہ جنہوں نے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، حج کیا اور قیام کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل اور تمام صحابہ کرام پر تا قیامت رحمت اور سلامتی نازل فرمائے۔

امابعد!

میں تمہیں اور اپنے آپ کو تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اے ایمان والو! اللہ سے اسی طرح ڈرو، جس طرح ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں حالت اسلام ہی میں موت آنی چاہیے۔" (سورۃ آل عمران:102)

ہر سال جب ذوالحجہ کا مہینہ آتا ہے۔ تو یہ اپنے ساتھ کئی ایک عبادتیں بھی لے آتا ہے، جس سے تاریخ اسلام کے حج سے متعلقہ صفحات نمایاں اور رسول گرامی ﷺ کے حج میں گزرے لمحات روشن ہو جاتے ہیں۔

سفر حج میں تقریباً اہم عبادتوں کو جمع کر دیا گیا ہے، اپنے حج کے موقع پر آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں بڑی قیمتی نصیحتیں اور انسانیت کیلئے بنیادی قوانین بھی بیان فرما دیئے۔ اسی لیے اس خطبے کو خطبۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ اس خطبے میں آپ ﷺ نے

لوگوں کو شرک جیسے کبیرہ گناہ سے ڈرایا اور اسے ایک خطرناک بیماری قرار دیا۔ ایسی بیماری جو انسانیت کیلئے ذلت ورسوائی کا سبب بنی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اور جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ والی جگہ عطا فرمائی، (اور حکم دیا) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرنا اور میرے گھر کو طواف کرنیوالوں، قیام کرنیوالوں اور رکوع اور سجدے کرنیوالوں کیلئے پاک رکھو۔“ (سورۃ الحج: 26)

علم غیب کا دعویٰ کرنا بھی شرک کی ایک قسم ہے۔ یہ دعویٰ کرنا کہ مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے، بدعتوں کا ارتکاب کرنا۔ شخصیت پرستی میں مبتلا ہو جانا جیسی تمام برائیوں سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت کے آگے لوگوں کے واسطے بنا کر ان سے اپنی ضرورتوں کا سوال کرنا، اپنی غلطیوں کی معافی مانگنا وغیرہ جیسے تمام معاملات سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(اے مسلمانو!) آپس میں تمہارے خون، مال اور عزتیں اسی طرح حرمت والی ہیں جس طرح اس دن کی، اس مہینے اور اس شہر میں حرمت ہے۔ (صحیح بخاری: 67)

شریعت نے یہاں انسانیت کے بنیادی حقوق بیان فرما دیئے ہیں۔ خون اور جان کی حفاظت کیلئے ارشاد فرمایا:

”اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔“ (سورۃ البقرۃ: 179)

مال و دولت کی حفاظت کیلئے قانون بنایا۔

”چوری کرنیوالے مرد اور عورت کا ہاتھ کاٹ دو۔“ (سورۃ المائدۃ: 38)

عزت اور آبرو کو محفوظ بنانے کیلئے ارشاد فرمایا:

”زنا کرنے والے مرد اور عورت کو سو کوڑے مارو۔“ (سورۃ النور: 2)

یہ سزا غیر شادی شدہ کی ہے اور شادی شدہ زانی کی سزا سنگساری ہے۔

دین اسلام کا قانون آدمی کو دلی طور پر مطمئن اور محفوظ بناتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ میل جول اور بھائی چارے کی تلقین کرتا ہے۔ اسی لیے شریعت نے ہر آدمی پر کچھ حقوق اور کچھ ذمہ داریاں مقرر کر دی ہیں۔ مثلاً صلہ رحمی، والدین کی خدمت، پڑوسیوں سے حسن سلوک اور مسلمانوں کی خوشی و غمی میں شریک ہونا۔

انسانی حقوق کے بنیادی قوانین میں سے یہ بھی ہے کہ کسی بھی انسان کو تکلیف نہ دی جائے اور اس کی دوسروں کے سامنے غیبت نہ کی جائے۔ اسلام کہتا ہے کہ انسان کو جسمانی، روحانی اور کسی بھی قسم کی مصیبت میں نہ ڈالا جائے۔ دین اسلام نے دوسروں پر الزام تراشی، طعنہ زنی، گالم گلوچ اور بلاوجہ کسی کو مارنے سے منع کیا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں ایک آدمی کو کئی مرتبہ شراب کی حد لگائی گئی یعنی سزا دی گئی تو ایک آدمی بولا: اس پر اللہ کی لعنت ہو یہ کئی بار سزا بھگت چکا ہے مگر پھر بھی باز نہیں آتا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”خبر دار! اس پر لعنت نہ کرو، یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔“ (صحیح بخاری: 6780)

دین اسلام ایسا دین ہے جو مرنے کے بعد بھی مسلمان کو مکمل احترام دیتا ہے اسی لیے میت کو غسل اور، کفن دینے کا حکم دیا گیا۔ مسلمان میت کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، اسے زمین میں دفن کرنے کا قانون بنایا گیا ہے اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے یہ ارشاد بھی فرما دیا ہے کہ کسی مرے ہوئے کی ہڈی نہ توڑی جائے، اس کے جسم پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے اور اسے ضائع ہونے سے بچانا بھی نہایت ضروری ہے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”فوت شدگان کو برا بھلا مت کہو، کیونکہ انہوں نے جیسے عمل کیے وہ اس کے انجام کو پہنچ چکے ہیں۔“ (صحیح بخاری: 1393)

خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے جاہلیت کے ظلم وزیادتی پر رسم ورواج کے بارے میں فرمایا: "میں انہیں اپنے قدموں تلے روند تاہوں یعنی انہیں ہر گز تسلیم نہیں کرتا۔" (صحیح مسلم:1219)

جاہلیت میں انسانی جان کی کوئی قدر نہیں تھی۔ انسانیت کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ اسلام آیا تو اس نے ایسے اصول بنائے جن میں انسان اور اس کی جان کو عزت ملی، قدر ملی، مرتبہ ومقام ملا اور خاص طور پر انسان کے قتل کو تو اسلام نے سنگین جرم اور بہت بڑا گناہ قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"جس نے کسی کو ناحق قتل کیا یا زمین میں فساد پھیلایا گویا اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا۔" (سورۃ المائدۃ:32)

آپ ﷺ نے رسول بننے سے پہلے معاشرے میں تعصب کی جڑیں پھیل چکی تھیں۔ اس کی بنیادیں مضبوط ہو چکی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تعصب کی تمام صورتوں کی جڑ کو کاٹ دیا، جبکہ صورت حال یہ تھی کہ لوگ تعصب والی عادتوں پر فخر کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ (آدم) بھی ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی غیر عربی پر کوئی برتری نہیں ہے، اور نہ ہی کسی عجمی پر فضیلت ہے، کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اگر کسی کو فوقیت اور برتری ہے تو صرف تقویٰ کی وجہ سے ہے۔" (مسند احمد:22977)

ایک غزوہ کے موقع پر آپ ﷺ کو صحابہ کرام کے پاکیزہ معاشرے میں تعصب اور حقارت والی گفتگو سنائی دی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جاہلیت والی عادتوں پر اتر آئے ہیں۔" (صحیح بخاری:4905)

رسول اللہ ﷺ نے تعصب اور حقارت کے بیج کو بڑھنے ہی نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ کو سنا کہ وہ کسی کو اس کی والدہ کے سیاہ فام ہونے کا طعنہ دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ کو غصہ سے فرمایا: "تمہارے اندر یہ جاہلیت والی عادت ہے۔"
(صحیح بخاری:30)

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی وجہ سے ابو ذر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ان کا صحابی ہونا اور ان کی اسلام کیلئے کوششیں ختم نہیں ہو جاتیں۔

تعصب اور حقارت والے نعروں کو رسول اللہ ﷺ نے ختم کر دیا۔

آپ ﷺ نے جاہلیت کے جتنے بھی سودی تھے انہیں یہ کہہ کر بے کار قرار دے دیا کہ سب سے پہلے میں اپنے چچا جان عباس بن عبد المطلب کے سود کو رائیگاں کرتا ہوں۔

اسلام نے سود کو اس کے نقصانات کی وجہ سے حرام کہا ہے۔ سود آدمی کے ضمیر کو بگاڑ دیتا ہے۔ سود خوری سے انسان میں، لالچ اور خود غرضی پیدا ہو جاتی ہے۔ سود صرف انفرادی نقصان نہیں کرتا بلکہ اجتماعی طور پر بھی لوگوں کی روح کو مردہ کر دیتا ہے، سود سے دشمنیاں بڑھتی ہیں، نفرتیں پھیلتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اس طرح ہوتے ہیں جیسے کسی آدمی کو شیطان نے چھو کر حواس باختہ کر دیا ہو۔"(سورۃ البقرۃ:275)

خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

"خواتین کے معاملے میں خوفِ خدا کیا کرو۔"(سنن ابی داؤد:1905)

دین اسلام نے خواتین کے حقوق کو ہر حالت میں تحفظ دیا ہے۔ وہ ماں ہو یا بیٹی، بیوی ہو یا بہن، ہر حالت میں اسے عزت و حرمت سے نوازا ہے۔ اسلام نے خواتین کو ہر اجنبی نظر سے محفوظ کیا ہے۔ دین اسلام نے خواتین کو وراثت میں باقاعدہ حصہ دیا ہے، انہیں

تعلیم حاصل کرنے کا حق دیا ہے اور تمام عبادتوں میں خواتین کو اتنے ہی اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے جتنا مردوں کو۔

خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا:

"میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم نے اسے پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔"(جامع ترمذی:3786)

عدالتی فیصلے ہوں یا معاشرتی معاملات اقتصادی معاملات ہوں یا تعلیم و تربیت اور امن و سلامتی کی ترغیب، اللہ کی کتاب ان تمام کاموں میں مکمل رہنمائی کرتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اگر بستیوں کے لوگ ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں تو ہم ان پر آسمان اور زمین کے خزانے کھول دینگے۔"(سورۃ الاعراف:96)

اور فرمانِ الٰہی ہے:

"میں نے کہا اپنے رب سے بخشش طلب کرو، کیونکہ وہی بخشنے والا ہے۔ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا، مال اور اولاد کے ذریعے سے وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں باغات اور نہریں عطا کرے گا۔"(سورۃ نوح:10-12)

جب مسلمانوں نے قرآن سے رہنمائی لینا چھوڑ دی تو فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے، ایک دوسرے کے جانی دشمن بن گئے۔ خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"تم میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا اور نہ ہی ایک دوسرے کو قتل کرتے پھرنا۔"

(صحیح بخاری:121)

اللہ تعالیٰ قرآن عظیم کو میرے لیے اور آپ سب کیلئے برکت کا ذریعہ بنائے۔ اس کی آیات اور حکمت بھرے ذکر سے مجھے اور آپ سب کو فائدہ پہنچائے۔ اسی گفتگو پر اکتفا

کرتا ہوں، اپنے لیے تمہارے لیے اور تمام مسلمانوں کیلئے ہر گناہ کی بخشش کا طلبگار ہوتا ہوں۔ اس سے بخشش مانگو، وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں کیونکہ احسانوں اور انعامات کی بارش بھی اسی کی طرف سے ہوتی ہے، اسی کی طرف سے ملنے والی توفیق کے بدلے میں شکر بھی اسی کیلئے ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ رب کی رضا مندی کی طرف بلانے والے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رحمت وسلامتی نازل فرمائے۔

امابعد! میں تمہیں اور اپنے آپ کو تقویٰ الٰہی اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔

یاد رہے! کچھ دن اتنے بابرکت ہوتے ہیں کہ ان میں لوگ بارگاہِ الٰہی سے برسنے والی رحمت کی بارش سے اپنی جھولی پوری طرح بھر لیتے ہیں۔ ان دنوں میں ذوالحجہ کے پہلے دس دن بہت زیادہ اہم ہیں۔ ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”ان دنوں میں کی گئی عبادت سے افضل اور کسی دن کی عبادت نہیں ہو سکتی۔“ صحابہ نے پوچھا: کیا جہاد بھی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں جہاد بھی نہیں، سوائے اس کے کہ آدمی جہاد کرتے کرتے اپنی جان اور مال دونوں قربان کر دے۔“

(جامع ترمذی:757)

یہ دس دن نیکی اور اطاعت میں آگے بڑھنے کے میدان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان دنوں میں اللہ کے ذکر، دعاء اور عظمت الٰہی کے اقرار میں بڑھ چڑھ کر کوشش کرنی چاہیے۔ شریعت الٰہی کا تقاضا ہے کہ ان دنوں میں کثرت سے نفلی نماز پڑھنی چاہیے اور لا

إله إلا الله، الله أكبر اور الحمدلله بہت زیادہ پڑھنا چاہیے۔ ساتھ ہی قرآن کریم کی تلاوت، صدقہ اور خیرات بھی کثرت سے کرنی چاہئے۔ ان دنوں میں خاص طور پر والدین سے حسن سلوک اور تہجد کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ان دس دنوں میں جو حج کیلئے نہیں گئے انہیں روزے رکھنے چاہئیں۔ خاص طور پر یومِ عرفہ یعنی 9 ذوالحجہ کا روزہ تو اہتمام کے ساتھ رکھنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مجھے امید ہے کہ اس روزے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ پچھلے اور آنے والے سال کے گناہ معاف فرمادے گا۔“ (صحیح مسلم:8/49)

ان دنوں میں تکبیریں، اللہ کی عظمت اور بڑائی والے کلمات اور وظیفے کا ورد کرنا چاہیے۔ عام تکبیرات تو رات دن پڑھنی چاہئیں اور نماز عید تک پڑھنی چاہئیں۔ اور خاص طور پر جو لوگ حج نہیں کر رہے وہ 9 ذوالحجہ کی فجر سے اور حج کرنیوالے قربانی والے دن ظہر کے بعد سے تکبیرات پڑھنا شروع کریں۔ قربانی کرنا سنت نبوی ہے اور شریعت میں اس کی بہت اہمیت اور فضیلت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اگر تم قربانی کرنا چاہتے ہوں تو ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد اپنے جسم کے کسی بال کو نہ کاٹو اور نہ ہی کوئی ناخن تراشو۔ (صحیح مسلم:1977)

اللہ کے بندو! رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

”اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔“ (سورۃ الاحزاب:56)

فضیلۃ الشیخ

جسٹس ڈاکٹر حسین آل الشیخ حفظہ اللہ

محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد حسین آل شیخ پر سوز آواز کے حامل اور معروف قاضی حسین آل الشیخ سعودی عرب کے دار الخلافہ ریاض میں پیدا ہوئے۔ وہیں سے پرائمری، مڈل اور سیکنڈری سکول کی تعلیم حاصل کی۔ بیچلرز ریاض کی معروف یونیورسٹی سے کیا اور پھر ہائی جیوڈیشیل انسٹیٹیوٹ سے اسلامی فقہ میں ماسٹرز کیا۔ پی ایچ ڈی بھی اسلامی جیوڈیشری سسٹم کے عنوان پر کی اور تمام اسناد فرسٹ ڈویژن میں حاصل کیں۔ شیخ نے عبد اللہ الجبرین جیسے سعودی عرب کے جید علما سے دینی علم سیکھا اور شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ جیسے بے مثل علما سے استفادہ کیا۔ 1986ء کو نجران کی ہائی کورٹ میں قاضی متعین ہوئے۔ ریاض میں قاضی رہے اور پھر مدینہ منورہ ہائی کورٹ کے قاضی بن گئے ۔ مدینہ آمد کے بعد 25 دسمبر 1997ء کو مسجد نبوی کے خطیب اور امام مقرر ہو گئے۔ آپ جید قاری، وسیع النظر عالم اور دانشمند قاضی ہیں۔ مسجد نبوی کی فضاؤں میں آپ کی پر اثر آواز گونجتی ہے تو سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔

1

حرصِ دنیا کی ہلاکت خیزی

فضیلۃ الشیخ حسین بن عبد العزیز آل شیخ حفظہ اللہ

06 جمادی الثانیہ 1433ھ بمطابق 27 اپریل 2012ء

42

پہلا خطبہ

اما بعد!

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، کہ تقویٰ کامیابی کی راہ ہے اور رحمان کی اطاعت ہر کامیابی کی اساس ہے۔ بھائیو! آج مسلمانوں کے لئے سب سے خطرناک چیز ان کا دنیا پر ٹوٹ پڑنا ہے۔ حصولِ دنیا میں ایک دوسرے سے یوں مقابلہ کرنا، جیسے درندے شکار پر جھپٹنے میں کرتے ہیں اور یہ تمام تگ و دو دنیا ہی کیلئے کرنا، ہمیشہ رہنے والی آخرت کو ترجیح دیئے بغیر اور بغیر اس کے کہ فنا ہو جانے والی دنیا سے محبت شرعی اصول و ضوابط اور اسکی تعلیمات کے تابع ہو جبکہ ہمارا رب ہمیں اس راہ پر چلنے سے متنبہ کر چکا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ (شیطان) فریب دینے والا تمہیں فریب دے۔" (سورۃ فاطر:5)

مومن تو ایک آفاقی پیغام کے حامل ہوتے ہیں۔ سو وہ اس دنیا کو آخرت کے لئے محنت کرنے کی جگہ خیال کرتے ہیں۔ وہ دنیا سے محض زادِ راہ لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اللہ عزوجل کے فرامین کے مطابق ان کے دل آخرت کے لئے عمل کے ساتھ وابستہ رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مفید اور ثمر آور اعمال اور اللہ کے تقویٰ کی روشنی میں تجارت کے ذریعے سے اپنا دنیاوی حصہ لینا فراموش نہیں کرتے۔ فرمایا: "پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت بہت یاد کرتے رہو تاکہ نجات پاؤ۔" (سورۃ الجمعہ:10)

مزید فرمایا:

> "اور جو (مال) تم کو اللہ نے عطا فرمایا ہے اس سے آخرت (کی بھلائی) طلب کرو اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلاؤ اور جیسی اللہ نے تم سے بھلائی کی ہے (ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی کرو اور ملک میں فساد نہ مچاؤ۔" (سورۃ القصص:77)

آج فرد، معاشرے اور حُکّام و عوام کی سطح پر امت کے احوال پر گہری نظر ڈالنے والا اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ موجودہ دور کے بہت سے لوگوں کی بد بختی کا سبب اور ان کے مصائب کی جڑ، فتنوں اور مشکلات کی اساس، دنیا کی محبت کو غالب کر لینا اور اس کے فتنے میں مبتلا ہو جانا ہے۔ ارادوں، مقاصد اور توجہ کو اسی کے تابع کر دینا ہے۔ اپنے تمام تر اقوال، اعمال اور معاملات پر اسی حبِ دنیا کو مسلط کر لینا ہے، چنانچہ بہت سے لوگوں کے نزدیک یہی دوستی کی بنیاد ہے اور یہی وجہِ عداوت اور اسی کی خاطر ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں۔ اور اسی کے نتیجہ میں وہ کئی قسم کی بد بختیوں کا شکار، فوز و فلاح سے محروم اور عزت و کامیابی سے تہی دست ہو چکے ہیں۔ اسی وجہ سے اسلامی نصوص نے اس خطرناک اور مجرمانہ راستے پر چلنے سے خبردار کیا ہے۔ فرمایا:

”اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ لوگ سمجھتے۔“ (سورۃ العنکبوت:64)

اور ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا:

”اللہ کی قسم! مجھے تمہارے فقر و فاقہ سے اندیشہ نہیں، اصل خطرہ یہ ہے کہ تم پر دنیا ویسے ہی فراخ کر دی جائے گی جیسے پہلے لوگوں پر کر دی گئی تھی۔ تم بھی دنیا کے حصول میں اسی طرح مقابلہ کرو گے جیسے انہوں نے کیا اور یہ تمہیں بھی ہلاک کر دے گی، جیسے اس نے انہیں برباد کیا۔“ (صحیح بخاری:3158)

دوسری حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ تب آپ نے فرمایا:

”مجھے تمھارے متعلق جن چیزوں کا اندیشہ ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم پر دنیا کی رعنائی و زینت کھول دی جائے گی۔“ (صحیح بخای:1465)

دنیا و آخرت کی کامیابی صرف اللہ کا حقیقی تقویٰ و اطاعت اختیار کرنے اور دنیا کی پھسلن سے بچنے میں ہے۔ اور اس بات سے محتاط رہنے میں ہے کہ کہیں حبِ دنیا، تقویٰ پر اثر انداز ہو کر اسے ناقص یا کم نہ کر دے، کہیں واجب حقوق کی ادائیگی سے غافل نہ کر دے۔ فرمایا:

”جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اور دنیا کی زندگی سے خوش اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے اور ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں، اُن کا ٹھکانا ان (اعمال) کے سبب جو وہ کرتے ہیں دوزخ ہے۔“(سورۃ یونس:7-8)

ہمارے محبوب اور ہمارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”بلاشبہ دنیا شیریں اور شاداب ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں اختیار دینے والا ہے تا کہ وہ دیکھے کہ تم کیسے اعمال بجالاتے ہو۔ سو دنیا اور عورتوں کے متعلق تقویٰ ملحوظ رکھو۔“ (صحیح مسلم:14/55)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس امت کے فتنے کی یوں خبر دی:

”ہر امت کا کوئی خاص فتنہ ہوتا ہے۔ میری امت کا فتنہ مال ہے۔“(جامع ترمذی:2336)

یعنی کہ دنیا کے ذریعے سے ان کا امتحان لیا جائے گا، آیا کہ اسے اللہ کی اطاعت میں صرف کرتے ہیں یا نہیں؟ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق و فرائض ادا کرتے ہیں یا وہ دنیا کو ترجیح دیتے ہوئے اس کی طغیانی میں بہہ کر، معاذ اللہ، اللہ کے حرام کردہ اور مذموم امور کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں؟

اے امتِ اسلام! بندے کے لیے خطرناک ترین امر یہ ہے کہ وہ معصوموں کا خون بہائے۔ معززین کی عزت پامال کر دے، واجب الادا حقوق سلب کر لے، اس عارضی دنیا اور اس کے مال و متاع کی خاطر اللہ کی مخلوق پر ظلم ڈھانے لگے، بلاشبہ متلون و حقیر دنیا اور اس کے ناپائیدار سامان کی خاطر رب کی رضا سے محروم ہو جانا بدترین خسارہ ہے۔

اور بدترین فعل یہ ہے کہ جھوٹے منصب یا ناپائیدار کرسی کی خاطر احکامِ الٰہی پسِ پشت ڈال دیئے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے اور اس لائق ہے کہ اسے ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے۔ فرمایا:

”بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑے گئے دو بھیڑیئے بھیڑوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے، جتنا آدمی کے مال کی ہوس اور جاہ و منصب کی محبت اس کے دین کے لئے خطرناک ہوتی ہے۔“ (جامع ترمذی:2376)

اللہ بچائے! حبِ مال اور حبِ جاہ جب اطاعتِ الٰہی کے دائرے سے نکل جائیں تو دین برباد کرنے والے ثابت ہوتے ہیں۔ جو شخص دنیا کے لئے دین خراب کرنے پر تل جاتا ہے، خواہ یہ مال اکٹھا کرنے کے لئے یا منصب و عہدہ کے لیے ہو، ایسا شخص ایسے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے کہ جلد یا بدیر اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی سنت ہے جس میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے لیے جس کا یہ وتیرہ ہو، بد دعا کی۔ فرمایا:

”درہم و دینار کا بندہ ہلاک ہو گیا اور خمیصہ و قطیفہ یعنی کپڑے کا بندہ ہلاک ہو گیا۔ کہ اسے کچھ مل جائے تو راضی، نہ ملے تو ناراض ہو جاتا ہے۔“ (صحیح بخاری:2887)

کچھ شک نہیں کہ دنیا کی محبت اور لیڈر بننے کی چاہت، عہدے اور حصولِ قیادت کے لیے دوڑ دھوپ بذاتہٖ ناپسندیدہ امر ہے، بالخصوص جب آدمی کے دینی امور میں سے کسی کا نقصان ہو رہا ہو یا خالق کے واجبات میں سے کسی واجب سے پیچھے رہنا پڑے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

”تم حکومت کی حرص کرو گے مگر روزِ قیامت یہ تمہارے لیے باعثِ ندامت ہو جائے گی۔“ (صحیح بخاری:7148)

اور جب حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول آپ مجھے عامل (گورنر) کیوں نہیں مقرر فرمادیتے۔ آپ نے فرمایا:

”اے ابو ذر! تم کمزور ہو اور یہ ایسی بھاری ذمہ داری ہے جو روزِ قیامت رسوائی اور ندامت ثابت ہو گی سوائے اس کے جس نے اسے ازروئے حق لیا اور اس کی ذمہ داری کماحقہ ادا کی۔“ (صحیح مسلم:1828)

اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے جو بات کو دلجمعی سے سنتے، اچھائی کی پیروی کرتے، گناہ ہو جائے تو استغفار کرتے، عطا ہونے پر شکر ادا کرتے، اور آزمائش پر صبر کرتے ہیں۔ (آمین)

اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ میں اللہ سے اپنے لیے، آپ کے لیے اور سارے مسلمانوں کیلئے ہر گناہ کی معافی مانگتا ہوں، بلاشبہ وہ بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

دوسرا خطبہ

امابعد!

بھائیو! مسلمان جو آج لامتناہی مشقتوں اور ایسے فتنوں میں مبتلا ہیں، جن کا انجام اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے معاملات کی اصلاح کریں، اہل حل و عقد یعنی حکام، امراء اور اسلامی ممالک کے زعما کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی کریں، انھیں ایک بات پر اکھٹا کریں۔ اس منہج اسلام کے مطابق کہ جس کے بغیر امت کی اصلاح ممکن ہی نہیں، مسلمان ملکوں میں قیادت کے حاملین کو چاہیے کہ اسلامی اصولوں کے تحت کارِ قیادت سرانجام دیں۔ وہ مسلمانوں کو پاکیزہ وحی، سیرت النبی اور سیرت خلفائے راشدین کے طریقے پر چلائیں۔ یہ بھی لازم ہے کہ ہم ان عظیم سیرتوں کا مطالعہ کریں، ان کی پیروی کریں اور انھیں اپنے معاملات اور زندگی کی راہوں میں برتر مانیں۔

یاد رکھیے! اس منہج کے بغیر نہ معاملات ٹھیک ہو سکتے ہیں نہ اسلامی معاشرے اصلاح پذیر ہو سکتے ہیں اور نہ خوشحال و آسودہ زندگی گزار سکتے ہیں اور یہ سب کچھ معاشرے کے بنیادی اصحابِ خیر واصلاح اور مخلصین کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا یا اللہ نے جس کسی کو بھی دنیا میں اختیار دیا تو اس کے دو طرح کے مشیر ہوتے ہیں۔ ایک نیکی کی طرف راہنمائی کرتا اور ترغیب دیتا ہے اور دوسرا برائی کی ترغیب دلاتا اور راہ دکھاتا ہے، بچتا وہی ہے جسے اللہ بچائے!“

(صحیح بخاری:6611)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب اللہ کسی حاکم سے خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے اچھا وزیر مہیا کر دیتا ہے، حاکم بھولے تو یہ یاد دلا دیتا ہے اور اگر حاکم کو یاد ہو تو یہ اس کی معاونت کرتا ہے اور جب اللہ کسی حاکم سے بھلائی کے علاوہ کچھ اور ارادہ کر لے تو وہ اس کے ساتھ برا وزیر لگا دیتا ہے، جو حاکم کو یاد نہیں دلاتا اور اگر اسے یاد ہو تو یہ اس کی معاونت نہیں کرتا۔“

(سنن ابی داؤد:2932)

آج مسلم ممالک میں ہمیں جو مسائل درپیش ہیں وہ دراصل اس منہج سے دوری کی بنا پر ہیں جو ہمارے نبی نے مقرر فرمایا ہے اور جس پر ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمانوں کے امیر و مسؤل بننے والے صحابہ گامزن رہے، شاعر نے کیا خوب کہا، میں نے اپنی قوم کو لوی ستارہ طلوع ہوتے ہی نصیحت کی، اور ان پر اگلے دن صبح کے وقت کہیں جا کر میری نصیحت کے معانی کھلے۔ اور ایک دوسرے نے کہا، میں نے تجھے ایک قطعی بات کی تھی تو نے اس کو نہ مانا اور اب تمھارا حال یہ ہے کہ حکومت سے محروم اور شرمندہ پھرتے ہو۔

2

نرمی کی ترغیب

فضیلۃ الشیخ حسین بن عبد العزیز آل شیخ حفظہ اللہ

9 شعبان 1433ھ بمطابق 29 جون 2012

43

پہلا خطبہ

تمام تعریف اس اللہ کے لیے جو رؤف ورحیم ہے میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ عظیم معبود ہے اور میں گواہی دیتاہوں کہ بے شک ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جو بہترین اخلاقِ کریمانہ سے متصف ہیں۔ اے اللہ! آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل اور صحابہ پر قیامت تک درودوسلام اور برکت نازل فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مومنو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔"

(سورۃ آل عمران:102)

اسلامی بھائیو! اسلام کی اچھے اخلاق کی لڑی میں جڑی ہوئی اچھی خوبیوں اور قابلِ تعریف صفات میں سے ایک صفت نرم خوئی ہے جو اپنے تمام معانی اور حقیقی روح کے مطابق وسیع ہو۔ یعنی ایسی نرمی جو اقوال وافعال میں آسانی اور سہولت لائے اور جس سے آسان تر کو اختیار کرنا اور خفیف ترین انداز میں اپنا دفاع کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"(اے محمد ﷺ) اللہ کی مہربانی سے تمہارا مزاج ان لوگوں کے لئے نرم واقع ہوا ہے اور اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے تو ان کو معاف کر دو اور ان کے لئے (اللہ سے) مغفرت مانگو اور اپنے کاموں میں ان سے مشاورت لیا کرو۔" (سورۃ آل عمران:159)

یہ نرمی ہی ہے جو مومنوں کے ساتھ مشفقانہ رویہ اختیار کرنے، ان کے لیے لطف و رعایت برتنے، معاملات میں فراخدلی اور خندہ پیشانی اختیار کرنے کا نام ہے۔ یہ نرمی ہے جو ہر قسم کی سختی کو دور کرتی اور گفتگو میں سختی اور فضول افعال سے نجات دلاتی اور انسان کو تمام حالات میں بے حیائی سے بچاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”مومنوں سے خاطر اور تواضع سے پیش آنا۔“(سورۃ الحجر:88)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”قیامت کے دن تم میں سے مجھے سب سے زیادہ پسند وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔ جن کے پہلو سب سے زیادہ نرم ہیں جو محبت کرتے ہیں اور لوگ بھی ان سے محبت کرتے ہیں۔“(الجامع لمعمر بن رشد:20153)

مومن اپنے افعال و اقوال اور تمام حالات میں نرمی ہی کو اختیار کرتا ہے، اس کے معاملات آسان ہوتے ہیں۔ فرمایا:

”اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں۔“(سورۃ الفرقان:63)

ایسی نرمی جو سخت دلوں کو چھوئے تو ان کو ان کی سختی و سنگدلی کو جاذبیت و محبت اور ان کی سختی و شدت کو نرمی اور لطف میں تبدیل کر دے۔ نبی ﷺ نے نرمی کی رغبت دلائی ہے اور اس کی اہمیت بیان فرمائی ہے اور اس کے عظیم مرتبہ اور اس کے اچھے ثمرات واضح کیے ہیں۔ نرمی اختیار کرنا نیکیوں میں اضافے اور درجات میں بلندی کا باعث ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

”بلاشبہ اللہ نرمی والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر جو کچھ عطا کر دیتا ہے وہ نرمی کے بغیر عطا نہیں کرتا۔ نرمی جس بھی معاملے اور انداز کے ساتھ مل جائے اس کو مزین کر دیتی ہے اور نرمی جس قول اور فعل سے نکال لی جائے اس کو بھدا اور برا کر دیتی ہے۔“(مسند احمد:24857)

مسلم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بلاشبہ نرمی جس چیز میں ہو اس کو مزین کرتی ہے اور جس میں نہ ہو اس کو عیب دار کر دیتی ہے۔“(صحیح مسلم:2597)

برادرانِ اسلام! نرمی اللہ کی محبت حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ صاحب رفق ہے اور ہر کام میں رفق یعنی نرمی کو پسند کرتا ہے۔"

(صحیح بخاری:6024)

افعال و اقوال اور معاملات میں نرمی کے بغیر انسان بہت سی بھلائیوں اور بڑے فوائد سے محروم ہو جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو نرمی سے محروم ہو گیا وہ ہر بھلائی سے محروم ہو گیا۔" (صحیح مسلم:2595)

تو اے مسلمان! دوسروں کے ساتھ رقیق القلب اور نرم خو ہو جا، تیرے ساتھ دوسروں کے معاملے آسان ہونے چاہیے، تو لین دین میں آسانی اور سہولت پیدا کر۔ سختی، سنگدلی، درشتی اور تکبر سے بچ۔ سختی اور کراہت سے اپنے آپ کو دور رکھ۔ اگرچہ یہ بھلائی کے کاموں میں ہی ہو، یعنی خواہ یہ دینِ اسلام کی دعوت دینا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا ہی ہو چہ جائیکہ کہ زندگی کے کاروبار اور اجتماعی معاملات میں سختی برتی جائے۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

"کیا میں تمھیں اس آدمی کے متعلق نہ بتلاؤں کہ جو آگ پر حرام ہے یا آگ اس پر حرام ہے؟ فرمایا، آگ ہر ملنسار، آسانی کرنے والے اور نرم دل آدمی پر حرام ہے۔"

(جامع ترمذی:2488)

اے گروہِ مسلماناں! نرمی اس خوبصورت اور وسیع معنی کے مطابق ہر شخص سے مطلوب ہے یعنی حاکم اپنی رعایا کے ساتھ نرمی کرے۔ قاضی اپنے فیصلوں میں نرمی کرے اور صاحب اپنے ماتحت کے ساتھ نرمی کرے، باپ اپنی اولاد کے ساتھ نرمی کرے اور خاوند اپنی بیوی کے ساتھ نرمی کرے۔ فرمایا:

"لوگوں سے اچھی بات کہو۔" (سورۃ البقرہ:83)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”نرمی اختیار کرو، درشتی اور بے ہودہ گوئی سے بچو۔“(صحیح بخاری:6030)

نبی ﷺ نے فرمایا:

”قیامت کے دن مومن کے ترازو میں اچھے اخلاق سے زیادہ کوئی چیز وزنی نہیں ہو گی اور بے شک اللہ تعالیٰ بے حیائی اور بری باتوں کو ناپسند کرتا ہے۔“(جامع ترمذی:2003)

برادرانِ اسلام! نرمی کی اقسام میں سے سب سے اہم قسم یہ ہے کہ مالک اپنے مزدوروں کے ساتھ نرمی اختیار کرے اور یہ کہ ورکروں کے ساتھ شدت اور سختی کرنے سے بچے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی آپ نے کبھی مجھے اف تک نہیں کہا اور نہ ہی کسی کام کے کرنے پر مجھے یہ کہا کہ تو نے یہ کیوں کیا ہے؟ اور نہ ہی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ کہا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کیا، یوں کرو۔ اور یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”جب اللہ تعالیٰ کسی گھر والوں کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو ان میں نرمی پیدا کر دیتا ہے۔“(مسند احمد:23905)

اے مسلمان! ایسے اچھے اخلاق اور قابلِ تعریف صفات کو اختیار کر تجھے جنتوں کی خوشخبری ملے گی اور آسمانوں و زمینوں کے رب کی رضا ملے گی۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا جنت میں کون لوگ زیادہ داخل ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرنے والے اور اچھے اخلاق والے۔(جامع ترمذی:2004)

میں نے جو کہنا تھا وہ کہہ دیا اور میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمھارے لیے تمام مسلمانوں کے لیے ہر گناہ سے معافی مانگتا ہوں تم بھی اسی سے معافی مانگو کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریف اللہ کی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی ہمارے سردار محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی آل پر اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قیامت کے دن تک درود و سلام ہوں۔

حمد و ثنا کے بعد! مسلمانو! بھلائی، سعادت مندی، کامیابی اور نیکی اللہ کے تقویٰ میں ہے اور جلوت و خلوت میں موت تک اس کی اطاعت کرنے میں ہے۔

برادرانِ اسلام! سب سے برا اخلاق اور بدترین صفات بد کلامی اور برے افعال ہیں۔ چاہے وہ مزاح یا اس جیسے معاملات میں بھی ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

"مومن نہ تو بکثرت لعنت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ طعنہ زنی کرنے والا اور نہ ہی بے ہودہ اور بد کلام ہوتا ہے۔" (جامع ترمذی:1977)

چنانچہ ہر وہ معاملہ جس کے ساتھ بد کلامی جڑی ہو، تو وہ عقلی، طبعی اور شرعی لحاظ سے برا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

"بد کلامی جس چیز میں بھی ہو اس کو برا کر دیتی ہے اور حیا جس چیز میں ہو وہ اس کو مزین کر دیتی ہے۔" (جامع ترمذی:1974)

اے وہ لوگو! جن کو حکومتیں اور عہدے دے کر آزمایا گیا ہے۔ مسلمانوں پر نرمی کرو اور ان کے ساتھ اچھے انداز سے پیش آؤ۔ نرمی اور آسانی سے ان پر حکومت کرو۔ ہلاکت در ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو مسلمانوں کا حاکم بن جائے پھر ان پر وہ ہاتھ اور زبان سے کھلے عام ظلم و زیادتی کرتا رہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! میری امت سے جو بھی حاکم بنا دیا جائے اور وہ امت پر سختی کرے تو تو بھی اس پر سختی کر۔"

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اے اللہ! ہمارے سردار ہمارے محبوب ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک محمد ﷺ پر آپ ﷺ کی آل اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر درود و سلام اور برکتیں نازل فرما۔

3

موجودہ کٹھن حالات سے نجات کیسے؟

فضیلۃ الشیخ حسین بن عبد العزیز آل شیخ حفظہ اللہ

16 محرم الحرام 1434ھ بمطابق 30 نومبر 2012ء

44

پہلا خطبہ

تمام حمد اس اللہ کی جو تکالیف دور کرنے والا اور مصائب سے نجات دینے والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا دنیا و آخرت میں کوئی معبودِ برحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور نبی اس کے حضور گڑگڑانے والے اور دعا کرنے والے بندوں میں سے افضل ترین ہیں۔ اے اللہ! درود و سلام اور برکتیں نازل فرما، آپ پر، آپ کی آلِ بابرکات پر اور اہل تقویٰ صحابہ کرام پر۔

درود و سلام کے بعد:

اے مسلمانو!

انسان اس دنیا میں اجتماعی اور انفرادی سطح پر مختلف حالات سے دوچار ہوتا ہے، کبھی بھوک سے کبھی شدت کی وادی سے اور کبھی مشقت و مصیبت کی گھاٹی سے، اس فانی اور ناپائیدار دنیا کی یہی کیفیت ہے، دنیا کہ جس کے غم والم قسما قسم کے اور جس کے حزن و ملال رنگارنگ کے ہیں۔ مسلمان معاشرے آج انتہائی مصائب و مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں اور وہ ایسے درد سہہ رہے ہیں، جن کی کوئی انتہاء نہیں، اس حالت میں ہم اللہ ہی سے شکوہ و شکایت کرتے ہیں۔ وہی ہے جس سے مدد مانگی جاسکتی اور جس پر بھروسہ کیا جانا چاہیے، حقیقت یہ ہے کہ عصرِ حاضر کے مسلمان پر خطر مراحل میں اور پے درپے آتے بحرانوں کی زد میں ہیں۔ کتنی مشقتیں ہیں جو ان پر ٹوٹ پڑی ہیں اور کتنے تباہ کن فتنے ہیں جو بارش کی طرح ان پر برس پڑے ہیں۔ اللہ ہی سے ہم التجا کرتے ہیں کہ وہ تنگی اور مصیبت کو آسانی میں بدل دے اور کیا شک ہے کہ وہ ہی یہ کر سکتا ہے اور اسی کو اس کی قدرت حاصل ہے۔

برادرانِ اسلام!

امت کی مشکلات پر غور کرنے والا مذکورہ صورت حال کے تناظر میں حیران ہوتا ہے کہ مسلمان قرآنی منہج سے دور ہو چکے ہیں، وہ واضح اور اجلا منہج جو ان کے لیے اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خطرات و مشکلات کے وقت ان کے لیے متعین و مقرر فرمایا تھا۔ یہ تو کسی طور بھی ممکن نہیں کہ مسلمان مصائب و مشکلات سے قرآنی دستور اور نبوی اصول کی اتباع کیے بغیر ہی خلاصی اور نجات پا سکیں۔ یہ بھی طے ہے کہ منہج قرآنی پر چل کر اور نبوی راہنمائی ہی کی روشنی ہی میں مسلمان اپنے پیچیدہ معاملات حل کر سکتے ہیں اور اپنے بے شمار مصائب سے نجات پا سکتے ہیں۔ مسلمان آسمانی پیغام اور ایک مضبوط عقیدے کے حامل لوگ ہیں، جس کی بنیاد ہی خالق سے مخلصانہ تعلق پر ہے۔ چنانچہ وہ ہر معاملے میں اسی سے تقویت حاصل کرتے اور اسی غالب و قاہر پر توکل کرتے ہیں۔ ان کے ہاں بنیادی اور اہم ترین اصول ہی یہ ہے کہ مصیبت و مشقت کے سنگین ترین لمحات میں مسلمان اللہ کے ساتھ صدق و اخلاص، امید و خوف اور دعا و زاری کا تعلق رکھتے ہوئے باقی سب سے اس طرح کے تعلقات منقطع کر لے۔ سو یاد رکھئے! کہ مسلمان خواہ حاکم ہوں یا محکوم، قوم قبیلے ہوں یا فرد اور افراد، انھیں ضرر و تکلیف سے نجات اور بد بختی و شقاوت سے چھٹکارہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے، جب وہ دل کی گہرائیوں سے یہ یقین کر لیں کہ نجات اللہ کے سوا کہیں نہیں مل سکتی۔ وہی رب کہ شدتوں میں جسے پکارا جاتا اور مصیبتوں میں جس سے امید رکھی جاتی ہے۔ فرمایا:

”کہو، بھلا تم کو جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں سے کو نجات دیتا ہے (جب) کہ تم اس سے عاجزی اور خفیہ راز و نیاز سے پکارتے ہو (اور کہتے ہو) اگر اللہ ہم کو اس تنگی سے نجات بخشے، تو ہم اسکے بہت شکر گزار ہوں کہو کہ اللہ ہی تم کو اس (تنگی) سے اور ہر سختی سے نجات بخشتا ہے، جس کے بعد پھر (تم) اس کے ساتھ شرک کرتے ہو۔“

(سورۃ الانعام:63-64)

یہ بھی طے ہے کہ منہج سے دوری کے باعث مسلمان نہ تو اپنے مقبوضہ علاقے واگزار کرا سکے اور نہ ہی وہ اپنے آپ پر مسلط دشمن سے آزادی حاصل کر سکے یہ تبھی ہو گا جب ان کے دلوں میں پہاڑ جیسا مضبوط و مستحکم عقیدہ راسخ ہو جائے یعنی وہ عقیدہ توحید جو

رسول اللہ ﷺ لائے، جو اس پیغام پر مشتمل ہے کہ مخلوق کی تکالیف اور سختیاں قدرتِ کاملہ رکھنے والے اور مخلوق کو بغیر نمونے کے پیدا کرنے والے رب کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا۔ فرمایا:

”بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور (کون اسکی) تکلیف کو دور کرتا ہے اور (کون) تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے (یہ سب کچھ خدا کرتا ہے) تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہر گز نہیں) مگر تم غور بہت کم کرتے ہو“(سورۃ النمل:62)

ابنِ حاتم اور دیگر روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہو کر عرض پر داز ہوئے کہنے لگے میر ابیٹا دشمن کی قید میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے پیغام بھیجو کہ رسول اللہ ﷺ تمھیں بکثرت (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللہ) پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ پیغام بر نے جا کر عوف کو آگاہ کیا اور اس نے (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللہ) کے وظیفے کو ورد زبان بنا لیا، دشمنوں نے انھیں چمڑے کی رسیوں سے مضبوطی سے باندھ رکھا تھا، مگر اس وظیفے کی برکت سے وہ ساری رسیاں ٹوٹ گریں اور وہ بھاگ نکلے، سامنے مخالفوں کی اونٹنی تھی، وہ اس پر سوار ہو کر تیزی سے آگے بڑھے، تو وہ انہی دشمنوں کی چراگاہ تھی جنھوں نے اسے باندھ رکھا تھا، اس نے تمام اونٹوں کو ہانکا اور اس کے والدین کو تب پتہ چلا، جب اس نے اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر اپنے والد کو آواز دی۔ والد کہنے لگے، رب کعبہ کی قسم! یہ تو عوف ہے، والدہ دیکھ کر کہنے لگیں ہے یہ تو عوف ہی رسیوں کی تکلیفمبتلا ہیں جن سے اسے باندھا گیا تھا۔ ان کے والد اور خادم آگے بڑھے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ان کا بیٹا عوف ہی تھا اور ان کا صحن اونٹوں سے بھر چکا تھا، انھوں نے اپنے والد کو اپنا اور اونٹوں کا قصہ تفصیل سے سنایا تو وہ رسول اللہ کو صورتحال سے آگاہ کرنے چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام قصہ سن کر فرمایا: ان اونٹوں کو اپنے ہی سمجھو اور جیسے چاہو استعمال

کرو۔ پھر اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ”اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کیلئے (رنج و محن سے) خلاصی (کی صورت) پیدا کر دیگا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیگا جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو۔“ (سورۃ الطلاق:2-3، اسد الغابۃ:4/31)

اے مسلمانو!

کوئی ہے جو شدائد و مصائب کے وقت اس واقعہ پر غور و فکر کرے؟

اے جن و انس کے سردار نبی کی امت!

تمھیں کیا ہے کہ نجات کی رسی اور کشادگی کی شاہراہ سے غفلت برت رہے ہو؟ اٹھو اور طوفان حوادث کے اس مرحلے میں قوت و غلبے والے رب کے حضور جھک جاؤ۔

”اور نوح (کا قصہ بھی یاد کرو) جب (اس سے) پیشتر انہوں نے ہم کو پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بڑی گھبراہٹ سے نجات دی۔“

(سورۃ الانبیاء:76)

مسلمانوں شدید ترین مواقع پر اپنے مولیٰ کے حضور آہ و زاری کرو۔

”اور مچھلی والے کو (یاد کرو) جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر) غصے کی حالت میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم ان پر قابو نہیں پاسکیں گے، آخر وہ اندھیرے میں (رب کو) پکار کر کہنے لگے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے (اور) بیشک میں قصوروار ہوں تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو غم سے نجات بخشی اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔“ (سورۃ الانبیاء:87-88)

یاد رکھو! کہ پر خلوص دعا اور رب کی طرف متوجہ ہونے سے تنگیوں میں آسانی اور آزمائش میں عافیت نصیب ہوتی ہے۔

فرمایا: ”اور ایوب (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ مجھے اذیت ہو رہی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو جو

تکلیف تھی وہ دور کر دی اور ان کو بال بچے عطا فرمائے اور اپنی مہربانی سے ان کے ساتھ اتنے ہی اور (دے دیئے) یقیناً عبادت کرنے والوں کے لئے یہ نصیحت ہے" (سورۃ الانبیاء: 83-84)

کیا ہم بھی رب کے حضور اسی طرح نہیں گڑ گڑا سکتے، صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے، اے اللہ! آپ ہی کی رحمت کا امیدوار ہوں، سو تو مجھے پلک جھپکنے جتنا بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر دینا، اور میرے تمام امور کی اصلاح فرما دے کہ تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ (سنن ابی داؤد: 5090)

سو کون ہے جو اپنے رب سے حسن ظن رکھتے ہوئے اس سے التجاء کرے تاکہ وہ اس کی تکلیفیں اور مصائب دور فرما دے، کٹھنائیوں کو آسانیوں میں بدل دے۔ کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان ہی کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہوں سو اسے چاہیے کہ وہ مجھ سے اچھا گمان رکھے۔" (مسند احمد: 15586)

سچ کہا، جس نے بھی کہا۔

میں اللہ سے اتنی امید رکھتا ہوں کہ حسنِ ظن کی بدولت یہ یقین کر لیتا ہوں کہ اللہ ضرور ویسے ہی کرے گا۔

اے امت اسلام!

اے مصائب و آلام میں گھری ہوئی قوم۔ اکیلے اللہ وحدہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اسی سے امید واثق رکھو، اسی کے حضور گڑ گڑاؤ اور اسی سے مانگو! تم اخلاص و یقین اور حسنِ طلب کے ساتھ اپنی حاجات اور دعائیں پیش کرو، وہ عزت، امن اور فلاح و اصلاح تمہارا مقدر کر دے گا۔ اگر یوں نہیں تو سن رکھو کہ جو اللہ کے سوا کسی اور سے امید رکھتا ہے، بالیقین ناکام و مراد رہتا ہے، جو اس کے علاوہ کسی اور سے پناہ کا طالب ہوتا ہے، اسے سراب کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اس امت کی تاریخ کے واقعات اس دعوی کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے کوئی چیز لٹکائی وہ اس کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔“ (جامع ترمذی: 2072)

ابو یزید بسطامی کہتے ہیں۔ میں چالیس برس تک لوگوں کے ساتھ رہا۔ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ زندہ نہیں مردہ لوگ ہیں، جو یہ بھی نہیں جانتے کہ انھیں اس موت سے کب اٹھایا جائے گا۔ چنانچہ میں نے ان پر چار تکبیریں پڑھیں اور ہاتھ جھاڑ کے اٹھ کھڑا ہوا، میں نے پایا کہ نہ یہ کچھ چھین سکتے ہیں نہ دے سکتے ہیں، نہ زندہ کر سکتے ہیں، نہ مار سکتے ہیں، نہ کوئی فائدہ دے سکتے ہیں اور نہ چھین سکتے ہیں، اور نہ عزت دے سکتے ہیں، نہ ذلت، نہ نفع نہ نقصان اور پھر تمثیلاً کہنے لگے۔

آدم کے بیٹے سے کبھی اپنی حاجت کا سوال نہ کر، سوال کرنا ہے تو اس سے کر جس کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔ اللہ وہ ذات ہے کہ جو تب غصہ کرتا ہے جب تو اس سے مانگنا چھوڑ دے جبکہ اس کے برعکس تو دیکھتا ہے کہ ابن آدم اس وقت ناراض ہوتا ہے جب اس سے کچھ مانگا جائے۔

سوائے اہل نظر! شرق و غرب اور شمال و جنوب میں وہ حاکم ہو یا محکوم، کیا یہ ممکن ہے کہ امت کے حالات اللہ سے تعلق رکھے بغیر بدحالی سے خوش حالی میں بدل جائیں۔ جی ہاں! مسلمان سوائے عزیز و قدیر رب کے حضور خلوص سے گڑگڑانے کے اپنے مصائب سے نجات نہیں پا سکتے۔ جب تک یہ مخلصانہ اطاعتِ ربانی نہیں کرتے اور یہ تباہیوں سے بچ نہیں سکتے جب تک کہ یہ اسی کی جناب میں یکسو ہو کر بیٹھ نہیں جاتے، کہ وہی تو ہے جسے ہر چیز پر قدرتِ کاملہ حاصل ہے۔

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، آپ کس کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس اللہ واحد کی طرف کہ تکلیف میں اسے پکارو تو وہ تکلیف دور کر دے۔ اگر تم کسی چٹیل میدان میں راستہ سے بھٹک جاؤ

اور اسے پکارو تو وہ تمھیں راہ سمجھا دے اور وہ ذات کہ اگر قحط سالی میں تو اسے پکارے تو وہ تیرے لیے کھیتی اگا دے۔(مسند احمد:20112)

کیا خوب کہا شاعر نے:

صبر جمیل کشادگی کو کس قدر قریب کر دینے والا ہے اور جس نے صاحب الامر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، وہ نجات پا گیا، جس نے اللہ کے لیے سچ بولا، اسے تکلیف نہ چھو سکے گی اور جس نے اللہ سے امید لگائی اس کی امید پوری ہو گی۔

مسلمانو! اگر تمہیں کوئی بیماری لاحق ہو جائے تو اللہ شافی و کافی کے حضور گڑ گڑاؤ، اگر فاقے کا شکار ہو تو اس غنی وہ کافی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ عبید بن ابو صالح بیان کرتے ہیں کہ طاؤس میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے ان سے دعا کی درخواست کی، فرمانے لگے، تم خود اپنے لیے دعا کرو، کیونکہ جب مجبور و مضطرب آدمی دعا کرتا ہے تو اللہ جلد قبول فرماتا ہے۔

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛ میں نے قدیم کتاب میں پڑھا؛ اللہ عزوجل فرماتا ہے، مجھے اپنے غلبہ کی قسم! جس نے مجھ سے حفاظت طلب کی اور اگر آسمان نے ان سب کو ساتھ ملا کر جو ان میں ہے، اور اسی طرح زمین نے سارے اہل زمین کو ساتھ ملا کر اس کے خلاف تدبیر کی ہو تو میں اس کے بچ نکلنے کا سامان کر دیتا ہوں مگر جو میری پناہ میں نہ آیا میں اسے اسی کے قدموں کے نیچے کی زمین میں دھنسا دوں گا، وہ فضا میں معلق ہو کے رہ جائے گا اور میں اسے اس کے نفس کے حوالے کر دوں گا، سوائے مسلمانوں کے گروہو! تم کس قدر مشکلات کا سامنا کر رہے ہو! اللہ کی طرف جھک کے گڑ گڑاؤ، وہی تمہاری تکالیف کا مداوا کرے گا۔

شیخ الاسلام حدیث قدسی بیان کرتے ہیں: ”لوگو! بادشاہوں کو برا بھلا کہنے میں اپنا آپ نہ کھپاؤ، میری اطاعت کرو، میں انھیں تم پر مہربان کر دوں گا۔

اے مصیبت کے مارو اور تکلیف میں مبتلا لوگو! صدق و اخلاص سے رب کے حضور گڑگڑاؤ اور عزیز و قہار رب کے حضور گریہ زاری کرو، فرمایا:

"اور (اے پیغمبر ﷺ) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہئے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ سیدھا راستہ پائیں۔"(سورۃ البقرہ:186)

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ ایک شخص کا قصہ بیان کرتے ہیں، وہ شخص بیان کرتا ہے، میں نے دمشق سے زَبدَانی شہر جانے کے لیے ایک خچر کرایہ پر لیا، ایک شخص بھی میرے ساتھ سوار ہو گیا۔ ہم کچھ غیر معروف راستوں سے گزرنے لگے، میرا ساتھی ایک راہ کے بارے کہنے لگا، آپ یہ راستہ اختیار کر لیجئے، یہ بڑا مختصر ہے، میں نے کہا، میں اس کے بارے نہیں جانتا، کہنے لگا، یہ مختصر ترین راستہ ہے، چنانچہ ہم اس راستے پر ہو لیے، یہاں تک کہ اک بہت دشوار گزار اور گہری وادی میں جا پہنچے، جس میں جابہ جا مقتولوں کے لاشے بکھرے پڑے تھے۔ اس نے کہا ٹھہر و مجھے اترنے دو۔ وہ اترا اور کپڑے سمیٹ کر چھری لے کر مجھ پر پل پڑا۔ میں بھاگ نکلا، وہ میرے تعاقب میں لگ گیا، میں نے اللہ کا واسطہ دیا اور کہا، ساز و سامان سمیت خچر لے لو اور میری جان چھوڑ دو۔ کہنے لگا خچر تو میں لے ہی لوں گا، میں تو تمہیں بھی قتل کر کے چھوڑوں گا۔ میں نے اسے اللہ اور عاقبت کا خوف دلایا مگر بے سود۔ میں نے سرنڈر کر دیا اور التجاء کی کہ وہ مجھے دو رکعتیں پڑھنے کا وقت دے دے، کہنے لگا، ذرا جلدی کر لو، میں نماز پڑھنے لگا، تو مجھے قراءت کرنا دشوار ہو گیا۔ اتنا کہ مجھے ایک حرف بھی یاد نہ آیا، حیران و ششدر کھڑا میں رونے لگا۔ ادھر سے اس نے مجھے آواز دے دی، کہ بس اب آ جاؤ۔ یکایک اللہ تعالیٰ نے میری زبان پر جاری کر دیا۔

”بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے، جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور (کون اسکی) تکلیف کو دور کرتا ہے“ (سورۃ النمل:62)

یکایک میں نے ایک گھڑ سوار کو ہاتھ میں ہتھیار لیے وادی کے سرِ آغاز سے آتے دیکھا۔ اس نے تیزی سے نیزہ اچھالا، جو سیدھا راہزن کے دل پہ جا لگا اور وہ چت گر پڑا۔ میں نے گھڑ سوار کو جا پکڑا اور پوچھا، تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ سچ بتا تو کون ہے؟ فرمایا، میں ہر مضطرب ولاچار شخص کے لیے متعین پیام بر ہوں جب وہ پکارے تو میں اس کی تکلیف دور کرنے آ پہنچتا ہوں۔ مسافر کہنے لگا، چنانچہ میں نے خچر اپنے سازوسامان سمیت پکڑی اور صحیح سالم واپس لوٹ آیا۔

مسلمانو! رب کے حضور سچی توبہ کرنے سے شدتوں سے آسائش اور تنگی سے آسانی ملتی ہے۔ ناپسندیدہ حالات الاؤ کی شکل اختیار کرلیں، مصائب ڈیرے ڈال لیں اور تمام امیدیں ختم ہو جائیں تو اس دعائیں قبول کرنے والے مہربان کی طرف رجوع کرو۔ مسلمانو! خوش ہو جاؤ اور رب کے حضور دعا اور التجاء کے پورا ہونے پر یقین کامل رکھو۔ توحید خالص اور اعمال صالح بجالاؤ، اسی میں امت کی فلاح ہے۔ اسی میں ان کی شان وشوکت اور اسی میں ان کی مضبوطی ہے۔ خواہ انھیں کتنے ہی مصائب ومشکلات نے گھیر رکھا ہو۔ سو اے امت مسلمہ! اے مصیبت زدگان، اللہ کی رحمت سے مایوس اور ناامید نہ ہونا، خواہ تم پر کتنے ہی آسمان ٹوٹ پڑیں، بس اتنا یاد رکھو کہ تمھارا ایک عظیم رب بھی ہے، وہ معبودِ برحق اور ہر چیز پر قادر ہے۔ ہر روز وہ نئی آن وشان سے بروئے کار آتا ہے۔ مصائب مٹاتا اور تنگیوں کو کشادگی میں بدل دیتا ہے بلکہ جب خلوص دل سے اسے پکارا جائے تو وہ مشرکین تک کو نجات دے دیتا ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا: ”پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے (اور) خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو یہ جھٹ سے پھر شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔“ (سورۃ العنکبوت:65)

مسلمانو! جب کفار و مشرکین سے اس کے لطف و عنایت کا یہ حال ہے تو پھر مسلمانوں اور ایمان کی راہ میں ستائے جانے والوں کے ساتھ اس کے لطف و کرم کا کیا حال ہو گا۔ جو مبتلائے مصیبت ہے اور کامل یکسوئی کے ساتھ خفیہ و علانیہ تنگی و آسانی میں صرف اسی کو پکارتے ہیں۔ سو سن رکھیے کہ جو چیز بہت درجے کی حامل ہے، وہ اس کے حضور کامل اور التجائے خالص ہے۔ فرمایا:

”بیٹا (یوں کرو کہ ایک دفعہ پھر) جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ اللہ کی رحمت سے صرف بے ایمان لوگ ہی ناامید ہوا کرتے ہیں۔“ (سورۃ یوسف:87)

اور ماضی قریب میں مسلمانوں کو اس سے جو فوائد پہنچے ہیں وہ اس امر کی بہترین دلیل ہیں۔ اے وہ شخص کہ جو ظالموں کے ظلم اور سرکشوں کے جبر سے بری طرح چور ہے، رب کی نصرت سے ناامید نہ ہونا کہ رب نے مومنوں سے نصرت کا وعدہ کر رکھا ہے اور اس کا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔

بیان کیا جاتا ہے، کہ ابن فرات نے اپنے عہد میں ایک بڑھیا کا باغ ظلماً ہتھیا لیا۔ بڑھیا التجا کرنے لگی کہ اللہ سے ڈرو، میرا گھر نہ ہتھیاؤ، اللہ کی قسم! میں تمھارے خلاف بددعا کروں گی، اس نے ازراہِ تمسخر کہا، ضرور کرنا اور ہاں رات کے آخری پہر کرنا تب زیادہ قبول ہو گی، بڑھیا نے حسب ہدایت آخری پہر میں دعا کی، دعا قبول ہوئی اور اتفاقاً خلیفہ ادھر آ نکلا، معاملہ جان کے وہ غضب ناک ہوئے۔ اس نے اسے کوڑے مروائے، ہاتھ کاٹ ڈالا اور بابِ خلافت کے ساتھ نمونہ عبرت بنا کے لٹکا دیا۔ عین اس وقت جب اس کی پیٹھ پر کوڑے برسائے جا رہے تھے، بڑھیا وہاں سے گزری اور کہنے لگی، آخری رات دعا کرنے کی نصیحت کرنے پر اللہ تمھیں جزائے خیر عطا کرے۔ اور پھر کہنے لگی، جب وزیر اور اس کے معتمد کارندے ظلم پر اتر آئیں اور زمین کے قاضی فیصلوں میں ناانصافی

کرنے لگیں تو زمین کے قاضی کے لیے آسمان کے منصف کی طرف سے بڑی تباہی در تباہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتابِ ہدایت کو اور نبی ﷺ کی سنت کو میرے اور تمھارے لیے فائدہ مند بنائے، مجھے یہی کہنا تھا، اور میں اللہ عظیم و جلیل سے اپنے لیے، تمھارے لیے تمام مسلمانوں کے لیے ہر گناہ سے معافی مانگتا ہوں کیونکہ وہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریف اللہ واحد کے لیے ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں وہ اکیلا، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اے اللہ درود و سلام اور برکتیں نازل فرما آپ پر، آپ کی آل پر، اور آپ کے اصحاب پر۔

مسلمانو! رنج و الم، مصائب و مشکلات اور دشمن پر غلبے کے لیے ظاہری اور باطنی تمام مشروع اسباب اختیار کرو۔ فرمایا:

"اور ان کے (مقابلے کے) لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، جتنی کر سکو۔" (سورۃ الانفال:60)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے بندو! علاج کرو مگر حرام ذرائع سے نہیں۔"

اصل بات تقویٰ، انابت اور توکل کو ثابت کر دکھانے اور شدت و آسانی میں اسی کو یاد رکھنے میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کیلئے (رنج و مشکلات سے) نجات (کی صورت) پیدا کر دیگا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیگا جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو۔"

(سورۃ الطلاق:2-3)

سو جب یہ امت اللہ عز شانہ پر ایمان ایسا مضبوط کر لے گی، اس سے تعلق استوار کرے گی اور اس کے ساتھ حسن ظن رکھے گی تو وہ اس کی مصیبت ٹال دے گا، اس کی مشکلات کو آسانیوں سے بدل دے گا۔

یہ گنتی کے دن ہیں اور بدلنے والے ہیں، اللہ کے حکم کا انتظار ہے کیا تم اللہ کی رحمت سے ناامید ہو تو اللہ پر اس کی تقدیر پر ایمان کہاں ہے؟

قرآن و سنت سے جڑے رہنا تو تمھارے مقدر میں کر دیا گیا ہے، جہاں بھی تم ان دونوں سے دور ہوئے، ذلت تم پر مسلط ہوئی اور مشکلات و مصائب تم پر ٹوٹ پڑے، خواہ تم انسانی قوتوں میں سے کسی بھی قوت کا سہارا لو مگر بچ نہ سکو گے۔

مومن پر جب بھی خوب گڑ گڑانے اور بکثرت دعا کرنے کے باوجود بھی آسانی آنے میں تاخیر ہو اور قبولیت دعا کے اثرات ظاہر نہ ہونے پائیں تو واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کرے اور کہے کہ پہلے بھی تو تجھے نصرت و تائید سے نوازا گیا تھا، اگر تم میں کچھ خیر ہوتی تو اللہ ضرور تمہاری دعا قبول کرتا۔

ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں، نفس کو ملامت کرنا، اللہ تعالیٰ کو بہت سی نیکیوں سے زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ رب کے حضور اس ملامت سے بندے کی عاجزی ظاہر ہوتی ہے اور یہ اعتراف بھی کہ اگر مصیبت اتری تو دراصل بندہ ہی اس لائق تھا اور وہ اس قابل ہی نہ تھا کہ اس کی دعا قبول ہوتی۔ اسی سوچ و ملامت کی بدولت دعا فوراً قبول ہو جاتی اور غم آنِ واحد میں کافور ہو جاتے ہیں اور اسی باعث اللہ تعالیٰ ٹوٹتے دلوں کے قریب ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت قبول کرنے اور سننے والا ہے۔

فتح کابل کے وقت مسلمانوں کو شدید دشواری پیش آئی تو سپہ سالار نے با آوازِ بلند دعا کرنا شروع کر دی، یا حی یا قیوم، جب وہ خلوص دل اور اخلاصِ نیت سے خفیہ و علانیہ رب کو پکارنے لگے اور لشکر بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ تو مسلمانوں کو حسبِ خواہش فتح نصیب ہوئی اور بحمد اللہ وہ خطہ اسلامی سلطنت میں شامل ہو گیا۔

اللہ جل وعلا نے عظیم کام کا حکم دیا ہے۔ یقیناً وہ کام نبی ﷺ پر درود و سلام پڑھنا ہے۔

فضیلۃ الشیخ

جسٹس ڈاکٹر عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ

متین و مکرم قاری، دانشمند قاضی، بہترین خطیب اور دین کا گہرا فہم رکھنے والے ڈاکٹر عبد المحسن القاسم نے مکہ مکرمہ کے بابرکت شہر میں آنکھ کھولی۔ آپ علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ دادا علامہ عبد الرحمٰن بن قاسم کئی اہم دینی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ نے امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی سے بیچلرز کیا، اعلیٰ عدلیہ انسٹیٹیوٹ سے تقابلی فقہ میں ماسٹرز کیا اور وہیں سے اپنے اسی مضمون میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے دینی علم میں رسوخ کے لیے سعودی عرب کے متعدد علما کے دروس میں شرکت کی۔ شیخ ابن باز، شیخ عبد اللہ بن حمید اور ناصر الدین الالبانی رحمۃ اللہ علیہم جیسے جید اور نامور علمائے دین آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ قرآن کریم کی قراءت میں شیخ علی حذیفی، شیخ ابراہیم الاخضر اور دیگر جید قراء سے اسنادِ فراغت لیں۔

آپ کو 1997 میں مسجد نبوی کا امام و خطیب مقرر کیا گیا۔ آپ مدینہ کی عدالت میں قاضی بھی ہیں۔ آپ کی تلاوت کا انداز بڑا منفرد اور پر اثر ہے اور آپ کے خطبوں سے گہری دینی سوچ جھلکتی ہے۔

1

اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے

فضیلۃ الشیخ عبد المحسن قاسم حفظہ اللہ

21 جمادی الاولیٰ 1433ھ بمطابق 13 اپریل 2012ء

45

پہلا خطبہ

اما بعد! اللہ کے بندو!

اللہ سے اس طرح ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے، اللہ کے تقویٰ کی برکت سے نعمتیں حاصل ہوتی ہیں اور اللہ سے دوری اس کے انتقام کو آواز دینا ہے۔

مسلمانو! اللہ نے بندوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا اور گمراہی کے راستوں میں سے ہدایت کے راستے واضح کر دیئے جس نے اس کی اطاعت کی اس نے سعادت پائی، جس نے نافرمانی کی، اس کے لیے اللہ نے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"میرے بندوں کو بتادو کہ میں بہت ہی بخشنے والا اور نہایت مہربان ہوں اور ساتھ ہی میرا عذاب بھی نہایت دردناک ہے۔" (سورۃ الحجر:50-49)

اللہ تعالیٰ قوی و قدیر ہے، جب وہ اپنا عذاب اتارے تو کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے بندوں کو اپنی ذات سے، اپنے عذاب سے اور اپنے غضب سے خبردار کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اور اللہ تعالیٰ خود تمھیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے۔" (سورۃ آل عمران:28)

گناہوں پر گرفت اللہ کے طریقوں میں سے ایک ایسا طریقہ ہے جس میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"تم سے پہلے بھی ایسے واقعات گزر چکے ہیں، سو زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ (وحی الٰہی) کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔" (سورۃ آل عمران:137)

پہلی امتوں پر ایسا عذاب آیا کہ وہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں، جیسا کہ قوم نوح، عاد اور ثمود۔

اللہ نے فرمایا:

”پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین ہی کو سزاوار ہیں۔“

(سورۃ الانعام:45)

جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو امتوں کو مکمل طور پر ہلاک کرنے کا عذاب ختم کر دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اور اگلے زمانے والوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عنایت فرمائی۔“

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تورات کے نزول سے پہلے، اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو جھٹلانے والوں کو بالآخر مکمل برباد کر دینے والے عذاب سے دوچار کر کے تمام جھٹلانے والوں کو پوری طرح نابود کر دیا۔ پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ وہ اس کی تمام امت کو ہلاک نہ کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ میری امت کو قحط سے ہلاک نہ کرے تو اللہ نے مجھے یہ عطا کر دیا۔ پھر میں نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو غرق نہ کرے، اللہ نے یہ بھی عطا کر دیا۔ میں نے سوال کیا، میری امت باہمی خلفشار میں نہ پڑے مگر مجھے یہ نہیں دیا گیا۔“(صحیح مسلم:2891)

پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ ہر امت کے گناہوں کی مناسبت سے ان کی سزاؤں میں بھی تفاوت رہا۔ زمین پر جو سب سے پہلا عذاب نازل ہوا وہ غرق کرنے کا تھا۔ اللہ تعالیٰ قوم نوح کے متعلق فرماتے ہیں:

”وہ اپنی خطاؤں کی پاداش میں قتل ہوئے۔“(سورۃ نوح:25)

نیز اس نے فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔ چنانچہ فرمایا:

”ہم نے ان کو دریا میں غرق کر دیا۔“(سورۃ الاعراف:136)

سلطنت سبا کو اللہ تعالیٰ نے پانی سے تباہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"لیکن انھوں نے رو گردانی کی تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب (پانی) بھیج دیا۔"

(سورۃ سبا:16)

پھر اللہ تعالیٰ نے غرق کرنے کی اپنی تدبیر سے محفوظ رہنے والوں کو بھی ڈراتے ہوئے فرمایا:

"کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ اللہ تعالیٰ پھر تمھیں دوبارہ دریا کے سفر میں لے آئے اور تم پر تیز و تند ہواؤں کے جھونکے بھیج دے اور تمھارے کفر کے باعث تمھیں ڈبو دے۔" (سورۃ الاسراء:69)

اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر تند و تیز ہوا بھیجی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور عاد بے حد تیز و تند ہوا سے غارت کر دیئے گئے۔"

رسول مکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ بادل یا ہوا دیکھتے تو اس سے گھبرا جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! لوگ تو بادل دیکھ کر بارش کی امید پر خوش ہوتے ہیں جبکہ میں دیکھتی ہوں کہ آپ کے چہرہ مبارک پر یہ بادل دیکھ کر ناپسندیدگی جھلکنے لگتی ہے؟ آپ نے فرمایا، عائشہ! کون ضمانت دے سکتا ہے کہ ان بادلوں میں عذاب نہیں ہو گا؟ جبکہ اس سے پہلے قومِ (عاد) آندھی کے عذاب کا شکار ہوئی۔ جب انھوں نے عذاب دیکھا تو کہنے لگے:

"یہ بارش برسانے والا بادل ہے۔" (سورۃ الاحقاف:24؛ صحیح بخاری:4829)

قوم صالح کو زوردار چیخ نے آلیا، جس سے ان کے دل پھٹ گئے۔

"ہم نے ان پر ایک چیخ بھیجی، پس وہ ایسے ہو گئے جیسے باڑ بنانے والے کی روندی ہوئی گھاس۔ (سورۃ القمر:31)

پھر اس جیسے عذاب کی وعید اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو بھی سنائی۔

اللہ تعالیٰ فرمایا:

"انھیں صرف ایک چیخ کا انتظار تھا جس میں کوئی توقف نہیں ہے۔" (سورۃ ص:15)

اور جب قوم لوط نے کفر کیا اور ہلاکت خیز امور کا ارتکاب کیا تو اللہ نے ان پر پتھر برسائے اور ان کے گھروں کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پھر جب ہمارا حکم آپہنچا ہم نے اس بستی کو زیرو زبر کر دیا، اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر کنکریلے پتھر برسائے جو تہہ بہ تہہ تھے۔" (سورۃ ہود:82)

اور اصحاب الفیل جو کعبہ منہدم کرنے اور اس کے پتھر گرانے کی نیت سے آئے تھے، ان پر آسمان سے پتھر برسے۔ فرمایا:

"اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے جو انھیں مٹی اور پتھر کی کنکریاں مار رہے تھے۔" (سورۃ الفیل:3-4)

اور قارون نے سرکشی اور ظلم کو شعار بنالیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین کی پستیوں میں دھنسا کر ذلیل کر دیا۔ فرمایا:

"(آخر کار) ہم نے اسے اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا۔" (سورۃ القصص:81)

پھر اللہ نے ایسے ہی دوسرے نافرمانوں کو اس طرح کے عذاب سے خبردار کیا، فرمایا:

"بدترین داؤ پیچ کرنے والے کیا اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں زمین میں دھنسا دے۔" (سورۃ النحل:45)

اب اس شخص کے قصے پر غور کیجئے، جو فاخرانہ لباس پہنے، دراز زلفیں سنوارے، خود پسندی کی چال چل رہا تھا کہ یکایک اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں ایسا دھنسا دیا کہ قیامت تک وہ دھنستا ہی جائے گا۔ یاد رکھیے! جو امن اور آسائش کی نعمت کی قدر نہیں کرتا، اللہ اس سے یہ دونوں نعمتیں چھین لیتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے اس بستی کی مثال بیان فرمائی جو پورے امن واطمینان سے تھی۔ اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آرہی تھی، پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا، جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا۔" (سورۃ النحل:112)

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے یہ عذاب دیا کہ قیامت تک کے لیے دشمن اس پر مسلط کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور وہ وقت یاد کرنا چاہیے کہ آپ کے رب نے یہ بات بتلادی کہ وہ ان یہود پر قیامت تک ایسا دشمن ضرور مسلط کرتا رہے گا جو ان کو سزائے شدید کی اذیت پہنچاتا رہے گا۔"

ان کے گناہوں کی پاداش میں ذلت ورسوائی ان کا مقدر بن گئی۔ اللہ فرماتے ہیں:

"ان پر ہر جگہ ذلت کی مار پڑی اور اللہ تعالیٰ نے کئی قوموں کو غیر انسانی شکلوں میں بدل دیا۔"

اصحابُ السَّبْت نے اللہ کے حرام کردہ امور میں حیلے بہانے کئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں بندروں کی شکلوں میں بدل دیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور یقیناً تمھیں ان لوگوں کا علم بھی ہے جو تم میں سے ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے بڑھ گئے اور ہم نے بھی کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔"

اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے بندر اور خنزیر بنادیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ان میں بعض کو بندر اور سوٌر بنادیا۔"

اور اس امت میں بھی ایسا ہی ہو گا، نبی ﷺ نے فرمایا:

"میری امت سے ضرور ایسے لوگ ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو جائز کر لیں گے اور ایک پہاڑ کے پہلو میں ضرور ایسے لوگ اتریں گے جن کے پاس بکریاں

ہوں گی اور ان کے پاس فقیر آئے گا تو وہ کہیں گے کل آنا، تاہم اسی دوران رات کو عذاب آئے گا، پہاڑ جس سے ملیامیٹ ہو جائے گا، قیامت تک کئی دوسروں کو بھی بندر و سؤر بنا دیا جائے گا۔" (صحیح بخاری:5588)

"اور بنی اسرائیل کی اولادوں میں سے ایک پر اللہ کا غضب نازل ہوا تو اللہ نے ان کو جانور بنا دیا، وہ زمین پر جانوروں کی چال چلتے رہے۔" (صحیح مسلم:1954)

اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طوفان، جوئیں، مینڈک اور خون بھیجا اور یہودیوں کے دلوں میں بغض و عداوت ڈال دی۔ سو ان کے دل کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اور ہم نے ان میں آپس میں ہی قیامت تک کے لے عداوت و بغض ڈال دیا ہے۔" اور طاعون بھی اللہ کا عذاب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"طاعون وہ بیماری ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجی گئی یا تم سے پہلی امتوں میں سے کسی پر اتری۔" (صحیح بخاری:3473)

نبی ﷺ نے جب قریش کو پہلی دعوت میں رخ موڑ کر جاتے ہوئے دیکھا اور ان سے اذیت محسوس کی تو ان کے خلاف بد دعا کی:

"اے اللہ! ان پر ایسی قحط سالی نازل فرما جیسی یوسف علیہ السلام کے دور میں نازل کی تھی، چنانچہ ان کو قحط سالی نے آلیا، جس سے ہر چیز تباہ ہو گئی حتیٰ کہ اہل مکہ نے چمڑے، مردار اور لاشیں کھائیں۔" (صحیح بخاری:4821)

ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا تو اس نے آکر عرض کی:

"اگر آپ چاہیں تو میں ان کفار کو دو پہاڑوں میں پیس کر رکھ دوں۔"

(صحیح بخاری:3231؛ صحیح مسلم:1797)

دورانِ ہجرت سراقہ بن مالک نے آپ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تلاش کر لیا، اس غرض سے کہ وہ قریشیوں کو آپ کی مخبری کرے۔ نبی ﷺ نے جب اس کو دیکھا تو دعا کی:

"اے اللہ! اس کو گھوڑے سے گرا دے، چنانچہ گھوڑا اسے گرا کر ہنہنانے لگا۔"

(صحیح بخاری:3911)

ایک آدمی نے نبی ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی تو اسی وقت اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ وہ شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ نبی ﷺ نے اس کو دائیں ہاتھ سے کھانے کا کہا تو اس نے جواباً کہا میں ایسے نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تمھیں اس کی استطاعت ہی نہ دے۔ اس نے تکبر کی وجہ سے انکار کیا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر کبھی اس کا ہاتھ منہ کی طرف نہیں اٹھا۔ (صحیح مسلم:2023)

نبی ﷺ ایک دیہاتی مریض کے پاس تیمارداری کے لیے آئے تو اس کو دعا دی:

«لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ الله»

کوئی حرج نہیں، یہ بیماری ان شاء اللہ گناہوں سے پاک کر دے گی۔ دیہاتی نے تقدیر پر اظہار ناراضی کرتے ہوئے کہا، آپ کہتے ہیں پاک کر دے گا، مجھے تو لگتا ہے بوڑھے پر چڑھ دوڑنے والا یہ وہ بخار ہے، جو بوڑھے کو قبر میں اتار کے دم لے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تب ایسے ہی سہی۔ مطلب یہ کہ پھر تیرے گمان کے مطابق یہ تجھے مار کے ہی چھوڑے گا۔ (صحیح بخاری:3616)

روایت میں ہے کہ پھر یہ شخص اسی صبح مر گیا۔

ایک عیسائی مسلمان ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے خطوں کا کاتب مقرر ہو گیا۔ وہ مرتد ہو گیا اور پھر مر گیا۔ (لوگوں نے) اسے دفن کیا تو زمین نے اس کو باہر پھینک دیا، دوسری دفعہ انھوں نے گہرا گڑھا کھودا مگر زمین نے پھر باہر پھینک دیا، انھوں نے تین مرتبہ دفن کیا مگر ہر مرتبہ زمین اسے باہر پھینک دیتی۔ آخری بار انھوں نے اس کو ایسے ہی چھوڑ دیا۔ (صحیح بخاری:3617)

جب کسریٰ نے نبی ﷺ کا خط پڑھا تو پھاڑ دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی حکومت کا شیرازہ بکھیر دیا۔ (صحیح بخاری:64)

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرا خیال ہے، ابن مسیب نے کہا تھا کہ نبی ﷺ نے اسے یہ بد دعا دی تھی کہ اللہ اس کی مملکت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ (صحیح بخاری:64)

اور جو بھی کوئی زیادہ دیر تک نبی ﷺ کا دشمن رہا اللہ تعالیٰ نے اس کی نسل اور اس کے ذکر کو نابود کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یقیناً تیرا دشمن ہی لاوارث و بے نام و نشان ہے۔" (سورۃ الکوثر:3)

اور جس نے صحابہ کو برا بھلا کہا! اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا۔ قاضی ابو طیب فرماتے ہیں، ہم جامع مسجد منصور میں بیٹھے غور و فکر کر رہے تھے کہ ایک نوجوان کہنے لگا: "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث قابل قبول نہیں۔" ابھی اس نے بات پوری نہیں کی تھی کہ چھت سے اس پر ایک بڑا سانپ آ گرا، لوگ گھبرا کر الگ ہو گئے اور نوجوان بھاگنے لگا مگر سانپ اس کے پیچھے پیچھے لپک رہا تھا، لوگوں نے کہا، جلدی توبہ کر لے۔ اس نے توبہ کی تو سانپ یوں غائب ہو گیا گویا اس کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔

کبھی آدمی کو رزق ختم کر کے بھی سزا دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جو نفیس چیزیں ان پر حلال کی گئی تھیں، وہ ہم نے ان پر حرام کر دیں، ان کے ظلم کے باعث اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اکثر لوگوں کو روکنے کے باعث۔"

اور دنیا میں سب سے بڑی سزا دین میں رکاوٹ ڈالنے کی وجہ سے ملتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے دین سے روکتا ہے۔ اللہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں:

"جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو (اور) ٹیڑھا کر دیا۔"

اور جو غیر اللہ کو پکارتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل سے اپنی محبت چھین لیتا ہے اور وہ اوروں سے محبت کرتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

"اور ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پلا دی گئی بسبب ان کے کفر کے۔"

اور جس نے تمیمہ لٹکایا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے سپرد کر دیتا ہے، جو اس نے لٹکایا۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

”جس نے کسی چیز کو لٹکایا، وہ اسی کے سپرد کر دیا جائے گا۔“(جامع ترمذی:2072)

کبھی آدمی کو دین کے سلسلے میں اس کے اعمال ضائع کر کے سزا دی جاتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ فلاں کو معاف نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”کون ہے جو میرے متعلق قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں فلاں کو معاف نہیں کروں گا، میں اس کو تو معاف کرتا ہوں، لیکن تیرے اعمال ضائع کرتا ہوں۔“(صحیح مسلم:2624)

مسلمانو! اللہ کا عذاب بڑا سخت اور اس کی پکڑ بہت جلد آتی ہے اور اس کی گرفت بڑی دردناک ہے۔ اس کا وعدہ سچا ہے، آسمان اور زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا اور تیرے رب کے لشکروں کو وہی جانتا ہے، اس کا فیصلہ پلک جھپکتے میں نافذ ہو جاتا ہے۔ جب بندہ اپنے رب کی نافرمانی کرتا ہے تو رب کو گراں گزرتا ہے پھر اللہ اسے وہاں سے پکڑتا ہے، جہاں سے اسے اندیشہ بھی نہیں ہوتا۔ مخلوق کے اعمال اس سے ذرا بھی مخفی نہیں۔ جو نیک اعمال کرے اس کی قدر کی جائے گی اور جس نے برے عمل کیے اسے سزا ملے گی۔ عقل مند اللہ کی کسی نافرمانی کو ہلکا نہیں سمجھتا کہ نہ جانے کون سی غلطی اس کی تباہی کا باعث بن جائے۔ فرمایا:

”سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آن پڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔“

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ لیے قرآن کریم باعث برکت بنائے، اس گفتگو میں جو آیات اور حکیمانہ نصیحت ہے اس کو میرے لئے اور آپ کے لئے نفع مند بنائے۔ میں نے وہی کہا جو تم نے سنا۔ میں اپنے لیے اور تمھارے لیے، اللہ سے تمام گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور سارے مسلمانوں کے لیے بھی، تم سب بھی اسی سے معافی مانگو کیونکہ وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

اما بعد!

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے لوگوں کے قصے ہمیں نصیحت کرنے اور ہماری عبرت کے لیے بیان کیے ہیں اور وہ اپنے عدل اور حکمت سے انسانوں کے اعمال ایسی صورتوں میں ظاہر کرتا ہے جو ان سے مطابقت رکھتی ہوں۔ کبھی تو قحط اور خشک سالی سے، کبھی دشمن کی صورت میں، کبھی عام بیماریاں نازل کر کے، کبھی غموں، تکلیفوں اور پریشانیوں کی شکل میں، کبھی آسمانوں اور زمین سے برکات روک کر، کبھی رزق منقطع کر کے۔ اور جو توبہ کرلے اس سے عذاب اٹھالیا جاتا ہے اور جو (اللہ کی طرف) رجوع کرتا ہے اس کے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔

اور سزاؤں کا سبب بھی خود بندہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"تمھیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمھارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ بہت سی باتوں سے درگزر فرمادیتا ہے۔"

اور جب عذاب موخر ہوتا ہے تو یہ یا تو مہلت ہوتی ہے یا پھر استدراج ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہم ان کو بتدریج (گرفت میں) لیے جارہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں۔"

امام قرطبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: عذاب کا موخر ہونا بندوں کے افعال پر خوشی کا باعث نہیں بلکہ اللہ کی ایک سنت ہے کہ نافرمانوں کو ایک حد تک مہلت دے دینا۔

پھر یقین جانو کہ اللہ نے تمھیں حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

"اللہ اور اس کے فرشتے، اس کے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجتے رہا کرو۔" (سورۃ الاحزاب:56)

2

روزے کے فضائل و فوائد

فضیلۃ الشیخ عبد المحسن قاسم حفظہ اللہ

8 رمضان المبارک 1433ھ بمطابق 27 جولائی 2012ء

46

پہلا خطبہ

تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے، میں اس کی حمد بیان کرتا ہوں۔ اس سے استغفار کرتا ہوں اور میں اس سے پناہ کا طالب ہوتا ہوں اپنے نفس اور اعمال کی برائیوں سے۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی بھٹکانے والا نہیں اور جسے وہ بھٹکا دے اسے ہدایت دینے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لا شریک کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کی آل پر اور ان کے اصحاب پر بے حد وحساب درود وسلام بھیجے!

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! کماحقہ تقویٰ اختیار کرو، تقویٰ تمھارے ظاہر اور پوشیدہ امور میں خوبصورت ترین شے ہے۔

مسلمانو! دین کچھ بنیادوں پر قائم ہے اور یہ صرف انھی پر قائم رہ سکتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ازروئے ادا انھیں ارکانِ اسلام میں بانٹ دیا ہے۔ کچھ وہ ہیں کہ جو دن میں کئی بار قائم کرنے ہوتے ہیں۔ کچھ وہ ہیں کہ جسے پوری عمر میں ایک بار ادا کرنے کا حکم ہے اور کچھ وہ ہیں کہ جو ایک مسلمان میں ہر لمحہ موجود ہونے چاہئیں اور وہ ہیں توحید ورسالت کا اعتراف واقرار، یہ ارکانِ اسلام دل وزبان اور مال واعضاء کی عبادتوں پر مشتمل ہیں تاکہ انسان پورے کا پورے اللہ کا ہو جائے۔ اس فرمان الٰہی میں اس کی مثال موجود ہے:

"کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے۔ اور میں سب سے اوّل فرماں بردار ہوں۔" (سورۃ الانعام: 163-162)

اسلام کے ایک رکن کو اللہ تعالیٰ نے سال کا ایک مہینہ کر دیا ہے تاکہ مسلمان سفر آخرت کے لیے اس ماہِ مقدس میں زادِ راہ اکٹھا کریں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

"مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بنو۔" (سورۃ البقرۃ:183)

رمضان کو روزے سے اس لیے خصوصیت بخشی گئی ہے کہ یہ وہی ماہِ مبارک ہے جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا چنانچہ مسلمان اس مہینے روزے رکھ کر رب کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اسی ماہِ مبارک میں انسان کے لیے نزول قرآن اور بعثت رسول کی سعادت اتری۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

"رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔" (سورۃ البقرۃ:185)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے تمام مہینوں میں سے ماہِ صیام کی تعریف اس لیے فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے باقی مہینوں سے اسی مہینے کو نزول قرآن کے لیے منتخب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ماہِ مقدس کی قدر ومنزلت دوبالا اور دوچند فرمادی ہے۔ درِ دوزخ اس میں بند کر کے درِ جنت کشادہ کر دیئے جاتے اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ مومنوں کو تکلیف دینے اور گمراہ کرنے سے باز رہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"آمد رمضان پر جنت کے دروازے کھول دیئے اور جہنم کے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔" (صحیح مسلم:1080)

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جنت کے دروازے اس لیے کھولے جاتے ہیں تاکہ بندوں کی امید زیادہ ہو جائے، اعمال اور ہمتوں میں اضافہ ہو جائے اور صبر کرنے والوں کا شوق فزوں تر ہو جائے اور

جہنم کے دروازے اس لیے مقفل کیے جاتے ہیں تاکہ شیطان کی رسوائی ہو اور نافرمانیاں کم ہو جائیں۔"

تقویٰ کی اساس اپنے عمل کو اللہ واحد کے لیے خاص اور خالص کر دینا ہے۔ چنانچہ روزہ دار مرغوباتِ نفس اور کھانا پینا اپنے معبود کی خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ بندے اور رب کے درمیان ایسا راز ہے جس سے اللہ کے سوا کوئی دوسرا مطلع نہیں ہو سکتا اور یہ دراصل اخلاص کی حقیقت اور اللہ کی نگرانی کا احساس ہے۔

رمضان میں خطائیں معاف ہوتی ہیں اور روزہ لغزشوں اور بوجھوں سے خلاصی کرا دیتا ہے۔ صحیح ترمذی میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان آیا مگر اس کی مغفرت کے بغیر ہی چلا گیا۔"

جس نے روزے کی حفاظت کی، روزہ اس کے لیے جہنم سے بچاؤ ہو جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "روزہ ڈھال ہے۔" (جامع ترمذی: 3545)

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جب انسان اپنے مرغوبات نفس کو دنیا میں روک لیتا ہے تو یہ عمل آخرت میں اس کے لیے جہنم سے آڑ بن جاتا ہے۔ جس نے اس کی راتوں کا قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"

صحیح بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے حالتِ ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہاں قیام سے نمازِ تراویح مراد ہے۔ یہ ایسا مبارک مہینہ ہے کہ اس میں عمرہ ادا کرنا حج کے برابر ثواب رکھتا ہے۔"

امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری خاتون سے فرمایا:

”تمھیں ہمارے ساتھ حج کرنے میں کیا رکاوٹ درپیش تھی؟ اس نے عرض کی، پانی لانے والی ایک اونٹنی پر میرا بیٹا اور خاوند سوار ہو کے حج کے لیے چلے گئے۔ ایک گھر میں کھڑی ہے اور اس سے ہم پانی لاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رمضان آئے تو اس میں عمرہ کر لینا کہ رمضان میں عمرہ حج کا درجہ رکھتا ہے۔“

ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمل کا ثواب اوقات کی فضیلت کے باعث بھی بڑھ جاتا ہے۔ جیسے حضورِ قلب اور خلوص نیت سے اس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ روزے سے انسانی بدن کا تزکیہ ہوتا ہے اور شیاطین کا عمل دخل بند ہو جاتا ہے۔ روزہ انسانی زبان کی بھی تطہیر کرتا ہے چنانچہ وہ حرام امور اور حرام گفتگو سے اجتناب کرتا ہے۔“

صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے جھوٹی بات اور جھوٹ پر عمل نہ چھوڑا اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے۔“

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جو روزے دار کے پاس بیٹھے، فائدے میں رہے گا۔ وہ جھوٹ، فسق و فجور اور ظلم و زیادتی سے محفوظ رہے گا، روزہ دار اگر بولے گا تو دل دکھانے والی بات نہیں کرے گا۔ وہ جو کوئی فعل سر انجام دے گا تو وہ ایسا نہیں ہو گا جو اس کا روزہ باطل کر دے۔ سو اس سے تمام تر کلام مفید و مصلح ہی صادر ہو گا۔ رمضان جود و کرم، سخاوت و فیاضی اور غرباء و فقرا پر خرچ کرنے کا بھی مہینہ ہے۔ جب مال دار روزہ رکھتا ہے تو اسے ان لوگوں کا احساس ہوتا ہے جن کے پاس کھانے کو کچھ نہیں۔ یہ احساس اسے سخاوت و عطا پر ابھارتا

ہے۔ سلف میں سے بعض سے دریافت کیا گیا، روزہ کیوں فرض کیا گیا ہے۔ انھوں نے فرمایا تاکہ مالدار بھی بھوک کا ذائقہ چکھ لے اور کبھی بھوکوں کو نہ بھولے۔ رمضان کے دنوں میں روزہ رکھنے، دعا کرنے اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے کی عبادت کی جاتی ہے تو اس کی راتوں میں دعا، استغفار اور تلاوتِ قرآن کی جاتی ہے۔ اس کی راتوں میں جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، جبرائیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے اور قرآن کا دور فرماتے۔

روزہ روح وقلب کے امراض سے بھی بچاؤ کا باعث ہے۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے بے شمار فوائد ہیں اور حفاظتِ صحت کے ضمن میں اس کی عجیب تاثیر ہے۔ غور کیجئے تو عبادتِ صیام میں لطیف نکتے ہیں۔ تمام مسلمان ایک ہی وقت روزہ افطار کرتے ہیں۔ کوئی کسی سے آگے نہیں بڑھتا اور کوئی کھانے میں کسی سے پہل نہیں کرتا۔ روزہ دار ظاہری اعضاء اور باطنی خیالات کی بیک وقت حفاظت کرتا ہے چنانچہ بہت موزوں ہے کہ رمضان میں پختہ توبہ اور عزمِ صادق کو بروئے کار لایا جائے۔ رمضان اللہ کی عبادت کا موسم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے کو جس طرح عبادت کے لیے خاص فرماتے تھے کسی دوسرے کو ایسا خاص نہ کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت تو یہ تھی کہ وہ رمضان میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ عبادت کے حریص ہو جاتے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: "وہ روزہ رکھ لیتے تو مسجد ہی میں بیٹھ رہتے۔"

لوگو جب تمھارے لیے خیر کے دروازے کھولے جائیں تو جلدی سے ادھر لپکو۔ آدمی پر ہمیشہ ہی خیر کے دروازے کھلے نہیں رکھے جاتے۔ فرمایا:

"(بندو!) اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور جنت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے (اور) جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر

اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔" (سورۃ الحدید:21)

اللہ تعالیٰ میرے اور تمھارے لیے قرآن عظیم کو باعث برکت بنائے۔ اللہ میرے اور تمھارے لیے اس کی آیات اور ذکر کو فائدہ مند بنائے۔ میں نے وہی کہا جو تم نے سنا اور میں اپنے، تمھارے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہر گناہ کی معافی مانگتا ہوں تم بھی اسی سے معافی مانگو، وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ

اللہ تعالیٰ کے احسان پر اس کی تعریف اور اس کی توفیق و امتنان پر اسکا شکر ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے شایان شان گواہی دیتا ہوں کہ وحدہ لا شریک ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر بہت زیادہ درود و سلام نازل فرمائے۔

مسلمانو! روزے کی فرضیت کی حکمت دراصل تقویٰ کا حصول ہے اور تقویٰ حرام گفتگو سے ویسے ہی رک جانے کا نام ہے جیسے کھانے پینے سے رک جانے کا نام ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب تو روزہ رکھے تو ساتھ اپنی سماعت، اپنی بصارت اور اپنی زبان کا بھی جھوٹ اور گناہ سے روزہ رکھ اور جس دن تیرا روزہ ہو تجھ پر سکینت و وقار نظر آنا چاہیے۔ تیرا یوم روزہ اور یوم عدم روزہ ایک سا نہیں ہونا چاہیے۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "روزہ رکھے تو حسبِ استطاعت اس کی حفاظت بھی کر۔ جب تو کھانے پینے اور معصیت کی گفتگو سے روزہ رکھ لے تو پھر شیطان کو حرام نظر و سماعت سے کچھ راہ نہ دے تاکہ تمام اعضاء کا روزہ ہو جائے۔"

3

قومِ عاد

فضیلۃ الشیخ عبد المحسن قاسم حفظہ اللہ

20 شوال 1433ھ بمطابق 7 ستمبر 2012ء

47

پہلا خطبہ

جمیع تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں، ہم اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے استغفار کرتے ہیں، اپنے نفسوں کے شر اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو اللہ بھٹکا دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اور آپ کی آل اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر درود و سلام اور برکات نازل فرما۔

حمد و ثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو جس طرح کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اللہ کے تقویٰ کے ذریعے ہی نعمتیں حاصل کی جاسکتی ہے اور اس سے دوری پر اللہ کا عذاب آتا ہے۔

اے مسلمانو!

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس لیے پیدا کیا تاکہ وہ اعمال میں اس کے لیے اخلاص لاتے ہوئے تنہا اسی کی عبادت کرے اور اس کے احکام کی بجا آوری کرے اور اس کے منع کردہ امور سے بچے اور اسکے بندوں کے حقوق ادا کرے، عدل و انصاف اور احسان کرتے ہوئے ان سے برتاؤ کرے اور ان پر ظلم اور سرکشی سے بچے۔ قصہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنی کتاب میں کچھ احکامات دیئے ہیں اور بعض امور سے روکا ہے اور کچھ اعمال کرنے کی ترغیب دلائی ہے اور کچھ افعال کے کرنے سے ڈرایا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی عبرت و نصیحت کے لیے بہترین واقعات بیان کیے ہیں، سابقہ، موجودہ اور آنے والی نسلوں میں سے جس نے بھی سرکشی کی ان کے متعلق قانون قدرت ناقابلِ

تغیر اور غیر متبدل ہے۔ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ایک ایسی قوم کا واقعہ بیان کیا ہے کہ طاقت و تکبر میں اس جیسی دوسری کوئی قوم نہیں تھی، قرآن پاک میں ایک ایسی سورت ہے کہ جس کا نام اس قوم کے نبی کے نام سے موسوم ہے اور وہ ہے سورہ ہود اور ایک اور سورت جس کا نام اس قوم کی سرزمین کے نام سے ماخوذ ہے یعنی احقاف، امام سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ لوگ یمن میں احقاف یعنی ٹیلوں میں رہتے تھے، اللہ تعالی نے ان کا واقعہ کئی مقامات پر ذکر کیا ہے، ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ان کا قصہ کئی جگہ پر اس لیے ذکر کیا ہے، تاکہ مومن ان کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔ قوم عاد تخلیق کے لحاظ سے اپنے دور کی بڑی باکمال قوم تھی، قامت میں یہ تاریخ کے سب سے لمبے، قوت میں مضبوط ترین تھے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"اور تمہیں قد و قامت میں پھیلاؤ زیادہ دیا۔" (سورۃ الاعراف:69)

بلکہ ان جیسے طاقت ور اللہ نے پیدا ہی نہیں کیے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"تمام ملک میں ایسے کوئی دوسرے پیدا نہیں ہوئے تھے۔" (سورۃ الفجر:8)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یعنی طاقت اور قد و قامت میں اس قبیلے جیسے اللہ تعالی نے پیدا ہی نہیں کیے۔ ان کی رہائش بھی قابلِ دید تھی، کشادہ منظر میں خوبصورت اور استحکام و مضبوطی کے اعتبار سے بڑے بڑے ستونوں پر مشتمل بے مثال تھی۔"

اور بڑے بڑے ستونوں والی

"(کافروں کو ضرور عذاب ہو گا) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ رہنے میں کیا (جو) ارم (کہلاتے تھے اتنے) دراز قد۔" (سورۃ الفجر:6-7)

انھیں اپنے محلات پر فخر تھا، پس وہ ہر بلند و بالا جگہ پر بڑی بڑی مرعوب کن مضبوط عمارات تعمیر کرتے اور وہ یہ بغیر کسی ضرورت کے فضول ہی میں ایسا کرتے رہتے، وہ ایسا

صرف ایک دوسرے پر اظہار فخر اور اظہار قوت کیلئے کرتے تو ان کے نبی نے اس سے منع کیا، اور فرمایا:

"بھلا تم جو ہر اونچی جگہ پر یادگار تعمیر کرتے ہو۔" (سورۃ الشعراء:128)

کیونکہ وہ وقت کو ضائع کرتے تھے اور بغیر فائدے کے جسم کو مشقت میں ڈالتے تھے اور اپنے آپ کو ایسے کاموں میں مصروف رکھتے تھے کہ جس کا نہ دنیا میں فائدہ ہے اور نہ آخرت میں، انہوں نے مضبوط عمارات تعمیر کیں تاکہ اپنے خیال کے مطابق وہ ہمیشہ دنیا میں رہیں۔ اللہ فرماتے ہیں:

"تم محل بناتے ہو گویا کہ ہمیشہ زندہ رہو گے۔" (سورۃ الشعراء:129)

چنانچہ وہ جو بہت کچھ ایسا بناتے جس میں رہائش اختیار نہ کرتے اور ایسی امیدیں رکھتے جو حاصل نہیں کی جاسکتیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر رزق کے دروازے کھول دیے، تو وہ بہت مال دار ہو گئے، ان کی اولادیں بکثرت ہو گئیں، ان کے لیے غلے اگے اور چشمے بہہ پڑے، ان کے نبی نے ان سے کہا:

"اللہ نے تمہیں چارپایوں اور بیٹوں سے اور باغوں اور چشموں سے مدد دی۔"

(سورۃ الشعراء:133-134)

ان کو حکم دیا گیا کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کریں تاکہ سعادت دارین اور اللہ کی رضا حاصل کریں:

"اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔" (سورۃ الاعراف:69)

لیکن انھوں نے نعمتوں کے بدلے میں شکر کی بجائے کفر اور اایمان کی بجائے انکار ا راستہ اختیار کیا، بتوں کی پوجا کی۔ طوفان نوح کے بعد یہ پہلی قوم ہے جس نے بتوں کی پوجا کی، اور فرمایا: "اللہ کی نعمت یاد کرو کہ قومِ نوح کے بعد اس نے تمھیں زمین کا خلیفہ بنایا۔"

(سورۃ الاعراف:69)

چنانچہ ہود علیہ السلام نے بتوں کو چھوڑ کر ان کو ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی۔

"انہوں نے کہا کہ بھائیو! اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔"

(سورۃ الاعراف 65)

لیکن انہوں نے اپنے نبی کی توہین کی اور ان پر پاگل پن کی تہمت لگادی اور کہا:

"ہم تو یہ سمجھتے ہیں تمہیں آسیب نے دیوانہ کر دیا ہے۔" (سورۃ ہود: 54)

یعنی تجھے ہمارے کچھ بتوں نے بیماری لگادی ہے، جس نے تیری عقل خراب کر دی ہے اور وہ نبی ہود علیہ السلام کا استہزاء کرتے اور نعوذ باللہ کہتے:

"تم ہمیں احمق نظر آتے ہو۔" (سورۃ الاعراف: 46)

اور انھوں نے نبی کے سامنے ڈھٹائی سے کفر کیا اور انہوں نے نبی ہود علیہ السلام کو کہا:

"اور ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔" (سورۃ ہود: 53)

چنانچہ انھوں نے ان کی دعوت کو رد کر دیا اور قبول کرنے سے انکار کر دیا، تکبر سے اس سے منہ پھیر لیا اور کہا:

"ہمیں نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لئے دونوں صورتوں میں یکساں ہے۔"

(سورۃ الشعراء: 136)

سرکشی میں اور بڑھتے ہوئے کہا:

"یہ تو اگلوں ہی کے طریق ہیں۔" (سورۃ الشعراء: 137)

یعنی ہم تو بتوں کی عبادت کریں گے، بسبب تکبر رسول کی بات کو ماننے سے انکار کرتے رہے کیونکہ وہ رسول بشر ہے اور کہا:

"یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے جس قسم کا کھانا تم کھاتے ہو اسی طرح کا یہ بھی کھاتا ہے اور (پانی) جو تم پیتے ہو اسی قسم کا یہ بھی پیتا ہے۔" (سورۃ المومنون: 33)

اپنی فریب خوردگی کی وجہ سے وہ چاہتے تھے کہ ان کا رسول فرشتوں سے ہو تو انہوں نے کہا:

"اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتے اتار دیتا سو جو تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اسکو نہیں مانتے۔" (سورۃ فصلت:14)

انھوں نے قبروں سے اٹھائے جانے اور میدان محشر کا بھی انکار کیا، وہ ایک دوسرے سے کہا کرتے:

"کیا یہ نبی تم سے یہ کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی ہو جاؤ گے اور ہڈیوں (کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا) تو تم (زمین سے) نکالے جاؤ گے۔" (سورۃ المومنون:35)

بلکہ انھوں نے محشر کے دن کو محال سمجھتے ہوئے کہا:

"جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ تو بہت بعید اور بہت بعید ہے۔" (سورۃ المومنون:36)

یعنی اس کا وقوع پذیر ہونا تو محال ہے، وہ اپنے جبر و تکبر کی وجہ سے کمزوروں پر ظلم کرتے:

"اور جب تم (کسی کو) پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو۔" (سورۃ الشعراء:130)

اللہ اور اس کے بندوں پر اپنے آپ کو فائق سمجھتے ہوئے یہ نہ خالق کے حقوق ادا کرتے اور نہ ہی مخلوق کے حقوق:

"یہ (وہی) عاد ہیں جنہوں نے خدا کی نشانیوں سے انکار کیا اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی اور ہر متکبر و سرکش کا کہا مانا۔" (سورۃ ہود:59)

چنانچہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے اور جب گرفت کرتا ہے تو چھوڑتا نہیں، انہوں نے نبی اور اسکی دعوت کا مذاق اڑایا اور کہا:

"اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو اسے ہم پر لے آؤ۔" (سورۃ الاحقاف:22)

اللہ نے ان کو بتدریج ایسے انداز سے پکڑا کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلا، چنانچہ ان سے بارش روک لی، زمین خشک ہو گئی، قحط سالی نے آلیا۔

سو پھر اللہ تعالیٰ نے بادل بھیجے جب ان بادلوں کو اپنے طرف آتے ہوئے دیکھا تو خوش ہوئے اور کہنے لگے:

"یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا (نہیں) بلکہ (یہ) وہ چیز ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے یعنی آندھی جس میں درد دینے والا عذاب بھرا ہوا ہے۔"

(سورۃ الاحقاف:24)

اللہ تعالیٰ نے ان پر اس عذاب کو آٹھ دن سات راتیں مسلسل مسلط رکھا، لحہ بھر رکا نہیں اور وہ عذاب ایک تباہ کر دینے والی ہوا تھی، جس میں فائدہ تھا نہ برکت، نہ وہ بارش لاتی تھی، سخت ٹھنڈی جاڑے والی ہوا جب چلتی تو سخت خوفناک آواز آتی:

"وہ ایسی تھی کہ ہر چیز کو اپنے پروردگار کے حکم سے تباہ کئے دیتی تھی۔" (سورۃ الاحقاف:25)

فرمایا:

"وہ جس چیز پر چلتی اس کو ریزہ ریزہ کئے بغیر نہ چھوڑتی۔" (سورۃ الذریات:42)

وہ ہوا ایک ایک آدمی کو اٹھا کر بلندی سے سر کے بل ایسے پھینکتی کہ سر تن سے جدا ہو جاتا:

"(وہ اس طرح) سے مرے پڑے تھے جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے۔" (سورۃ الحاقہ:7)

بغیر سروں کے، چنانچہ وہ سب کے سب تباہ ہو گئے ان میں کوئی بھی نہ بچ سکا:

"تو وہ ایسے ہو گئے کہ انکے گھروں کے سوا کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔" (سورۃ الاحقاف:25)

مزید برآں اللہ نے ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کر دی اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والوں کے لیے ان کو عبرت بنا دیا فرمایا:

"تا کہ انکو دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی ذلیل کرنے والا ہے اور (اس روز) انکو مدد بھی نہ ملے گی۔" (سورۃ فصلت:16)

مسلمانو! اللہ تعالیٰ ایسا طاقتور ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نہیں، وہ ایسا غالب ہے کہ اس پر غالب کوئی نہیں، تمام قوتیں اسی کے پاس ہیں، اس کے لشکروں کو اسکے سوا کوئی

نہیں جانتا، وہ بہت بڑا ہے، اس کا حکم آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے ہو کر رہتا ہے۔ قوم عاد نے تکبر کیا:

"اور وہ کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے؟" (سورۃ فصلت:15)

چنانچہ اللہ نے ان کو ہوا سے تباہ کر دیا۔ اللہ ہر ظالم کی گھات میں ہے۔ اس سے غافل نہیں، بلکہ اللہ مہلت دیتا ہے پھر تباہ کر دیتا ہے:

"تو تم ان پر (عذاب کے لئے) جلدی نہ کرو اور ہم تو ان کیلیے دن شمار کر رہے ہیں۔"

(سورۃ مریم:84)

اللہ سے مدد مانگنا رسولوں کا طریقہ ہے ہود علیہ السلام کو ان کی قوم نے کمزور سمجھا تو انھوں نے کہا:

"اے میرے پروردگار میری مدد فرما کہ انھوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔"

(سورۃ المومنون:26)

تو اللہ نے ہوا سے ان کی مدد کی جو دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اللہ پر توکل کرنا دشمنوں پر غلبہ پالینے کا ذریعہ ہے، قوم عاد طاقت ور قوم تھی ہود کے پاس طاقت نہ تھی تو انہوں نے معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا، اور کہا ان کے لیے

"میں اللہ پر جو میرا اور تمہارا (سب کا) پروردگار ہے بھروسہ رکھتا ہوں۔" (سورۃ ہود:56)

تو اللہ تعالیٰ نے قوم ھود کو برباد کر دیا۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل وہ کلمہ ہے جو اللہ کے دو خلیلوں نے کہا کہ یعنی ہم کو اللہ ہی کافی ہے، استغفار اور توبہ، امن وراحت میں قوت کے اسباب میں سے ہے ہود نے اپنی قوم سے کہا:

"اور اے قوم! اپنے پروردگار سے بخشش مانگو پھر اس کے آگے توبہ کرو۔ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار مینہ برسائے اور تمہاری طاقت بڑھائے گا۔" (سورۃ ہود:52)

اللہ کی مدد اللہ تعالیٰ کی حکمت سے کبھی متاخر تو ہوتی ہے لیکن کبھی بھی اللہ کی مدد مومنوں سے ختم نہیں ہو سکتی، اللہ نے فرمایا:

"اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم ہے۔" (سورۃ الروم:47)

اور مخلوق کی قوت اللہ کے عذاب کو روک نہیں سکتی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور جب خدا کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو پھر اس کے فیصلہ کو کوئی ٹالنے والا نہیں اور نہ اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار ہے۔" (سورۃ الرعد:11)

صبر کے ساتھ مدد، تنگی کے ساتھ آسانی ہوتی ہے اور جب مصائب بڑھ جائیں تو کشادگی کے راستے کھل جاتے ہیں:

"ان کے قصے میں عقلمندوں کے لئے عبرت ہے۔" (سورۃ یوسف:111)

اللہ میرے اور تمہارے لیے قرآن عظیم کو باعث برکت بنائے اور ہم سب کے لیے اس میں جو نشانیاں، جو ذکر اور جو حکمتیں ہیں، وہ فائدہ مند بنائے، میں نے یہی کہنا تھا اور میں اللہ سے اپنے لیے، تمہارے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہر گناہ سے استغفار کرتا ہوں تو تم بھی استغفار کرو۔ وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

اللہ کے احسان پر اسی کی حمد و ثنا اور توفیق عطا کرنے پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کی عظمت بڑی ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر آپ کی آل اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر بہت زیادہ درود و سلام اور برکات نازل فرمائے۔

مسلمانو! لوگوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ وہ لوگ ہیں جو ان کو ایک رب کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں اور خالص اسی کے لیے عمل کریں اور اسی کی فرمانبرداری کریں۔ اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے، ان پر نگرانی کر رہا ہے۔ جس نے اس کے ساتھ کفر کیا اس کو اللہ رسوا کرے گا۔ اور جس نے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا اسے اللہ رسوائی سے سلامت رکھے گا۔

اور جو اس کے بندوں پر تسلط چاہتا ہے اللہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے اور جب باغی اپنی سرکشی میں بڑھ جاتا ہے تو یہ اس کی تباہی کی علامت ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

"اور جب ہمارا ارادہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے آسودہ لوگوں کو (فواحش) پر مامور کر دیا، تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے، پھر اس پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو گیا اور ہم نے اسے ہلاک کر ڈالا۔" (سورۃ الاسراء:16)

فرعون نے زمین میں فساد برپا کیا اور کہا:

"تمہارا سب سے بڑا مالک میں ہوں۔" (سورۃ النازعات:24)

تو اللہ نے اس کو پانی میں غرق کر دیا۔ اور عذاب کبھی نعمت کی صورت میں بھی آتا ہے۔ نبی ﷺ کی عادت تھی کہ جب ہوا چلتی آپ کے چہرے پر اس کے آثار نمایاں ہوتے، اس ڈر سے کہ اس میں عذاب نہ ہو، بندے کو اللہ کے عذاب اور تدبیروں سے بے پروا نہیں ہونا چاہیے۔

فضیلۃ الشیخ

جسٹس ڈاکٹر صلاح بن محمد بدیر حفظہ اللہ

فصیح وبلیغ خطیب اور معانی سے ہم آہنگ آواز میں
قراءت کرنے والے، دانشمند اور امت اسلامیہ کی فکر اپنے دل میں
رکھنے والے فضیلۃ الشیخ جسٹس ڈاکٹر صلاح بن محمد البدیر سعودی عرب کے
معروف شہر ہفوف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی۔
بعد ازاں جامعہ امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی سے شریعہ میں بیچلرز کیا اور ہائر
جیوڈیشل انسٹیٹیوٹ سے قانون پڑھا۔

ساتھ ہر بیٹھنے والا ان کی سوچ، فکر اور اخلاق سے متاثر ہو جاتا ہے اور ہر سننے والا
ان کی قراءت کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سعودی عرب کی کئی مساجد میں
امام رہے۔

1999 میں آپ مسجدِ نبوی کے امام اور خطیب متعین ہو گئے۔ 2005ء
اور 2006ء میں مسجد حرام میں تراویح کی امامت کروائی۔

آپ انتہائی سلجھی ہوئی شخصیت،
خوبصورت آواز اور راسخ فکر کے
مالک ہیں۔

1

فضائل مدینہ منورہ

فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ

11 رجب 1433ھ بمطابق 1 جون 2012ء

48

پہلا خطبہ

ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے جس نے اپنے نبی ﷺ کے شہر کو بے پایاں شرف عطا فرمایا، اس کو پاک کیا اور اس کے مستقل باشندوں کو شرف و توقیر کا لباس پہنایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جس نے سوالیوں کے لیے رحمت و مغفرت کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور ہمارے نبی محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ ان پر ان کی آل پر، اور تمام ساتھیوں سے بہتر ساتھی صحابہ پر رحمت نازل فرمائے۔

اما بعد! مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو کہ تقوی بہترین کمائی اور اس کی اطاعت اعلی ترین نسب ہے، فرمایا:

"مومنو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔"

(سورۃ آل عمران 102)

مسلمانو! قدر و منزلت اور شرف کے اعتبار سے شہر اور وطن جدا جدا حیثیت کے حامل ہوتے ہیں بلندی، عزت، بزرگی اور تاریخ کے اعتبار سے ہر شہر اور ہر ملک کی حیثیت مختلف ہوتی ہے۔ اسی طرح مدینہ منورہ کے شہر کو شہر مصطفی ہونے کا اعزاز حاصل ہے جو بلند تر مقام اور اعلی ترین حیثیت رکھتا ہے۔ مکہ کے بعد یہ تمام شہروں کا سردار شہر ہے۔ حرمت و ناموس، عزت و اکرام اور تعظیم و احترام میں مکہ کے بعد یہی شہر مدینہ درجہ رکھتا ہے۔ مدینہ سرزمین ہجرت ہے، مدینہ سنت کا وطن ہے۔ یہ ایمان کا گھر اور مجموعہ فضائل ہے۔ وقت آئے گا کہ زمانے بھر سے ایمان اسی شہر کی طرف سمٹ آئے گا، حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ایمان مدینہ میں یوں سمٹ آئے گا جیسے سانپ اپنے بل میں سمٹ آتا ہے۔"

(صحیح بخاری:1876)

اس شہر میں سکونت ہر دل کا ارمان ہے۔ کیا ہی عمدہ پناہ گاہ ہے! ایمان کے ساتھ اس میں بسنے والے ایک بلند تر شرف و شوکت کے حامل ہیں اور تقوی کی معیت میں اسے وطن ٹھہرا لینے والے عزت و افتخار سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص موت تک اپنی تمام زندگی مدینہ ہی میں بسر کر سکے وہ ضرور ایسا کرے، جو اس شہر میں وفات پائے گا میں اس کا سفارشی ہوں گا۔" (سنن ابن ماجہ:3112)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے:

"اے اللہ! اپنی راہ میں شہادت سے سرفراز فرما، اور شہادت کی یہ موت مجھے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں عطا فرما۔" (صحیح بخاری:1890)

بہت مبارک ہو اس کے باشندگان کو اور کیا ہی سعادت مند ہیں اس کے باسی اور کتنا خوش بخت ہے وہ آدمی جس نے شہر مدینہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی، بایں صورت کہ پھر اس کی موت بھی اسی سرزمین پر آئے۔ یہاں رہائش اختیار کرنے میں جو خیر و برکت ہے باقی ہر جگہ کی عیش و آسائش اس کے سامنے ہیچ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

"ایک وقت آئے گا کہ آدمی اپنے چچازاد اور قریبیوں کو پکارے گا کہ آؤ آسائش کی طرف آؤ آسائش و آرام کی طرف، حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہو گا اگر وہ جانیں۔" (صحیح مسلم:1384)

مدینہ سے دور ہوں تو اسکی طرف آنے کا شوق دوچند ہو جاتا اور اس کی طرف رغبت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ کی طرف لوٹتے اور جونہی مدینہ کی دیواریں اور باغات دکھائی دینے لگتے تو سواری تیز دوڑاتے اور مدینہ کی طرف جلدی پہنچنے کی آپ کی خواہش شدید تر ہو جاتی اور جونہی مدینہ پہنچتے فرماتے:

"یہ طابہ (طیبہ) ہے اور یہ احد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔" (صحیح مسلم:1394)

سو یہ مدینہ محبوبِ خدا کا محبوب شہر ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

"اے اللہ! جتنا ہمیں مکہ محبوب ہے اتنا ہی یا اس سے زیادہ مدینہ محبوب کر دے۔"

(صحیح بخاری:1889)

یہ مدینہ رسول اللہ ﷺ کا مسکن ہے، رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کی منزل ہے۔ یہیں آپ کی محراب نصب ہے اور یہیں منبر رسول رکھا گیا ہے۔ یہیں آپ آسودہ خاک ہیں اور یہیں سے آپ روز قیامت اٹھائے جائیں گے۔ یہ روشن طیبہ ہے اور چمکتا دمکتا طابہ ہے۔ یہاں آنکھ کو ٹھنڈک ملتی ہے اور دل مسرت سے بھر جاتا ہے۔ یہ شہر امن ہے اور بسنے کے لائق شہر ہے یہاں خون بہانا ممنوع ہے اور یہاں قتال کے لیے اسلحہ اٹھانا جائز نہیں۔ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مدینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ امن والا حرم ہے۔" (صحیح مسلم:1377)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اللہ اس کی نہ فرض عبادت قبول کرے گا نہ نفل، جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا آپ نے اپنے پہلوؤں کے درمیان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا، اس نے اس کو ڈرایا۔"

(مصنف ابن ابی شیبۃ:23967)

سیاہ پتھروں والے دو خطوں یعنی حروں کے مابین کا سارا علاقہ حرم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مدینہ عیر پہاڑ سے لے کر ثور تک حرم ہے۔ جس نے یہاں بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ اس کے فرض قبول کرے گا اور نہ ہی نفل۔" (صحیح بخاری:3180)

یہاں سے شکار بدکایا نہیں کیا جائے گا، نہ یہاں سے پرندے پکڑے جائیں گے، کانٹے دار جھاڑی یا کانٹے دار درخت کاٹا یا اکھاڑا نہیں جائے گا۔

نہ تو یہاں کے شکار کو بھگایا جاسکتا ہے نہ کوئی پرندہ پکڑا جاسکتا ہے، نہ ہی کانٹا یا کانٹے دار درخت کاٹا یا اکھاڑا جاسکتا ہے، سوائے اونٹوں کے چارے کے نہ گری ہوئی کوئی چیز اٹھائی جاسکتی ہے سوائے اعلان کرنے والے کے۔

مدینہ کے مناقب و فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ دجال کا رعب اور خوف اس پر طاری نہیں ہوگا، نہ وہ خود اس میں آسکے گا اور نہ ہی اس کے پاؤں اسے چھو سکیں گے۔ مدینہ کے تمام راستوں پر فرشتوں کے پہرے ہوں گے اور وہ اس کا دفاع اور حفاظت و نگہبانی کریں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مدینہ کے راستوں پر فرشتوں کے پہرے ہیں۔ اس میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہوسکتے۔" (صحیح بخاری:1880)

مسجد نبوی میں فرض اور نفل نماز کا اجر کئی گنا بڑھا دیا گیا ہے یہ علماء کے دو اقوال میں سے صحیح ترین ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے۔" (صحیح بخاری:1190)

اس مبارک مسجد میں ایک ایسی جگہ بھی ہے جو جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوض پر ہے۔" (صحیح بخاری:1195)

ایک روایت میں ہے کہ

”میرا یہ منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔“(مسند احمد:8504)

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ

”میرے اس منبر کے پائے جنت کے ستون ہیں۔“(سنن نسائی:969)

مسجد نبوی کی دیواروں اور ستونوں اور دروازوں کو بطور تبرک چھونا جائز نہیں ہے اور نہ ہی منبر و محراب کو چومنا جائز ہے اور ایسا کرنا بدعات و خرافات میں سے ہے۔ یہ فعل کرنے والوں کو توبہ کرنی چاہیے اور اس سے باز رہنا چاہیے۔

مسلمانو! مدینہ کے مد، صاع کے پیمانوں اور ترازو میں تھوڑی اور زیادہ کھجوروں میں برکت ڈال دی گئی ہے۔ نبی ﷺ نے اس کی برکت کے لیے دعا فرمائی ہے کہ

”اے اللہ! مدینہ میں مکہ سے دگنی برکت فرما۔“(صحیح بخاری:1885)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے صبح کے وقت مدینہ کی سات عجوہ کھجوریں کھالیں تو اس پر اس دن زہر اور جادو اثر نہیں کرے گا۔“(صحیح بخاری:5445)

اور رسول ہدیٰ ﷺ نے اچھی قسم کی عجوہ کھجوروں کے متعلق فرمایا:

”صبح صبح خالی پیٹ کھانے سے ہر قسم کے جادو اور زہر سے شفا ملتی ہے۔“

(مسند احمد:24213)

مسلمانو! جس شخص نے مدینہ کی تکلیفوں، سختیوں اور آفتوں پر صبر کیا اس کو نبی ﷺ کی شفاعت نصیب ہو گی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے اس کی تکلیفوں اور سختیوں پر صبر کیا تو قیامت کے دن میں اس کا گواہ یا سفارشی ہوں گا۔“(صحیح مسلم:1378)

یہ ہے مدینہ جس کے فضائل شمار نہیں کیے جاسکتے اور جس کی برکات کی انتہا نہیں تو اس میں گزرنے والے اوقات کو غنیمت سمجھو اور نیک اعمال زیادہ سے زیادہ سرانجام دو۔ اللہ تعالیٰ میرے اور تمھارے لیے قرآن و سنت کو باعث برکت بنائے اور اس میں جو وعظ و نصیحت اور آیات بینات ہیں ان کو میرے اور تمھارے لیے فائدہ مند بنائے۔

میں نے وہی کہا جو تم نے سنا، اور میں اپنے لیے تمھارے لیے تمام مسلمانوں کے لیے ہر غلطی اور گناہ کی معافی طلب کرتا ہوں تم بھی اسی سے معافی مانگو کیونکہ وہی رجوع کرنے والوں کو معاف کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

اللہ سے ڈرو کیونکہ یقینا کامیاب وہی ہے جو اللہ سے ڈر گیا اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے لگا وہ نامراد ہو گیا۔ فرمان الٰہی ہے:

"اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور راستبازوں کے ساتھ رہو۔" (سورۃ التوبۃ:19)

مسلمانو! مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی فضیلت بھی ام القریٰ کی طرف مبعوث ہونے والے یعنی نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے گھر سے وضو کیا پھر مسجد قبا میں دو رکعت نماز ادا کی اس کو ایک عمرہ کا اجر ملے گا۔" (سنن ابن ماجہ:1412)

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ ہر ہفتے کبھی پیدل اور کبھی سوار ہو کر مسجد قبا آیا کرتے اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرماتے۔" (صحیح بخاری:1194)

پیدل اور سوار ہو کر آنے کا مطلب ہے جیسے بھی آپ کو آسانی ہوتی۔

مسلمانو! اس شہر مدینہ کی قدر و منزلت، تقدیس و حرمت کو جانو اور اس کا خیال کرو، اس میں برے افعال سے دور رہو، اس میں بری باتوں سے اجتناب کرو، محرمات کا ارتکاب کر کے اس کو میلا نہ کرو اور خلاف شریعت قبیح اعمال سے اس کی خوبصورتی اور رنگینی کو گدلا نہ کرو۔

اور درود و سلام بھیجو، ہادئ بر حق اور مخلوق کی شفاعت کرنے والے پر۔ جس نے ایک بار درود بھیجا اللہ اسے دس رحمتوں سے نوازے گا۔ وہ جو مخلوق کے لیے رحمت اور رحیم بنا کے بھیجا گیا اس پر درود پڑھو اور سلام بھیجو۔

2

انکارِ حدیث

فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ

21 رجب 1434ھ بمطابق 31 مئی 2013ء

49

پہلا خطبہ

الحمد للہ! تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں۔ جس نے ہم پر اپنا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت پوری کر دی، ہمیں بہترین امت بنایا ہمارے درمیان ایک ایسا رسول بھیجا جو ہمیں اللہ کی آیات سناتا، ہمارا تزکیہ کرتا اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کی بے شمار نعمتوں پر میں اس کی حمد بیان کرتا ہوں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس شہادت کو جو مضبوطی سے اپنا لے اس کے لیے وہ بہترین پناہ گاہ ہوتی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی و سردار حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ ان پر، ان کی آل پر اور صحابہ کرام پر رحمتیں نازل فرمائے جو ہمارے لیے تاریکی میں روشنی کا سامان بن جائیں۔

حمد و ثنا کے بعد

مسلمانانِ گرامی!

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ جس نے تقویٰ اختیار کیا وہ کامیابی پا گیا۔ اور جو خواہشات کا غلام ہوا وہ گمراہ ہو گیا۔

> ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔“(سورۃ آل عمران:102)

اے مسلمانو!

اہل ایمان، اصحاب حدیث و سنت، علمائے دین اور حاملین علم جنھوں نے صالحین کے راستے کو اختیار کیا اور اسلاف کے نقش قدم پر چلے ان کا عطا کردہ اصول یہ ہے کہ کتاب

وسنت کی عظمت کا اعتراف کیا جائے۔ کتاب (یعنی قرآن مجید) ان کا سرمایہ ہے، سنت ان کی دلیل ہے اور رسول اللہ ﷺ ان کا اسوہ ہیں۔

وہ توحید اور عقیدے کی درستی کرتے، شریعت کی مدد و نصرت کرتے، بدعات و خرافات کا انہدام کرتے، گروہی تعصبات کو ناپسند کرتے اور ایسے فرد، گروہ یا بات کو لائق اعتنا نہیں سمجھتے جو کتاب وسنت کے علاوہ کچھ پیش کرے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی ذات لائق اتباع ہے تو وہ صرف رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ وہ نبی ﷺ کے حالات سے آگاہ ہیں، آپ ﷺ کے اقوال کی عظمت سے واقف ہیں۔ وہ آپ ﷺ کی باتوں پر یقین رکھتے، ان پر اعتماد کرتے ان کی تصدیق کرتے اور انھیں قبول کرتے ہیں۔ وہ آپ ﷺ کے اقوال کو مکمل خوشی سے تسلیم کرتے ہیں اور ان کی تردید کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کے حکم سے مخالف ہر چیز قابل تردید ہے۔ اس کے مقابلے میں کسی رائے اور قیاس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے فرمان کے ذریعے ہر قسم کے عذر کا خاتمہ کر دیا۔"

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وہ سنت جس کو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا ہے اس کے مقابلے میں کسی کی بھی رائے کی وقعت واہمیت نہیں ہے۔"

سنت کا انکار اور رد صرف وہ کرتا ہے جو گمراہ ہو اور راہ حق سے منحرف ہو چکا ہو جبکہ اسکے بارے میں زبان طعن دراز کرنا صرف اسی آدمی کا حصہ ہے جو بد بخت ہو، جس نے ان صحیح احادیث کا انکار کیا جن کی صحت پر اتفاق ہو چکا ہے۔ اس نے اہل سنت والجماعت اور سلف کی مخالفت کی۔ اور ایسی راہ پر چل نکلا جو اہل بدعت اور گمراہ لوگوں کا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جس نے حدیث رسول ﷺ کا انکار کیا وہ تباہی کے دہانے پر جا پہنچا۔“

ابو طاہر سلفی کہتے ہیں: ”جس نے نبی کریم ﷺ کے صحیح اور ثابت شدہ فرمان کا انکار کیا اور اس کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا وہ گمراہ ہو گیا اور راہ راست سے ہٹ گیا، کیونکہ نبی کریم ﷺ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے۔“

بربہاری فرماتے ہیں:

”جب آپ ایسے آدمی کو سنیں جو حدیث پر اعتراض کرتا یا اس کا انکار کرتا ہے۔ یا آثار یعنی صحیح احادیث کا انکار کرتا ہے تو اسلام کے بارے میں اس سے کسی خیر کی توقع نہ رکھیں۔ بلاشبہ وہ بدعتی اور خواہشات کا پیرو ہے۔“

ابن وزیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو حدیث سمجھتے ہوئے جھٹلا دینا کھلا کفر ہے۔“

مسلمانان گرامی!

جس کے عقیدے میں خرابی در آئے اور جو بد باطنی کا شکار ہو جائے وہی سنت کا انکار کرے گا اور اس کو جھٹلائے گا جب اس کی بیمار سوچ اور گھٹیا رائے کے خلاف ہو گی۔

معاذ بن معاذ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ

”عمرو بن عبید جو کہ بہت بڑا معتزلی تھا، کے سامنے تقدیر سے متعلق نبی کریم ﷺ کے فرمان کا تذکرہ ہوا تو وہ کہنے لگا: اگر میں اعمش کو یہ بات کہتے ہوئے سنتا تو میں اس کی تکذیب کر دیتا اور اگر میں رسول اللہ ﷺ کو یہ بات فرماتے ہوئے سنتا تو میں تردید کر دیتا اور اگر یہی بات میں اللہ تعالی سے سنتا تو میں کہتا: تو نے ہم سے جو وعدہ لیا تھا اس میں یہ عہد تو شامل ہی نہیں تھا۔“

نعوذ باللہ! نعوذ باللہ! یہ کس قدر خوفناک بات اور کس قدر قبیح عمل ہے۔

اے مسلمانو!

یقیناً رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دیدہ دلیری سے جھوٹی باتیں گھڑنے والے آدمی کی سزا سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ اس کی ہر ممکن تردید کی جائے، اس کا قلع قمع کیا جائے اور اس کا سدباب کیا جائے۔

ابو معاویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہارون الرشید کے سامنے حدیث بیان کی کہ

"حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین مباحثہ ہوا۔ تو ایک آدمی کہنے لگا: ان کی ملاقات کہاں ہوئی تھی؟ یہ سن کر ہارون الرشید غضبناک ہو گئے اور حکم دیا: میرے پاس تلوار لاؤ۔ یہ زندیق حدیث میں طعنہ زنی کرتا ہے اور تب تک اس کو رہا نہ کیا جب تک اس نے توبہ نہ کر لی اور خلوص دل سے رجوع نہ کر لیا۔"

مسلمانان گرامی!

احادیث کا انکار کرنے والوں کی غلط بات کا جب صحیح احادیث کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے تو وہ احادیث میں غلطیاں نکالتے ہیں، ماتھے پر بل ڈال کر منہ پھیر لیتے ہیں، اعراض اور تردید کرتے ہیں اور تاویل کا سہارا لے کر مغالطہ آمیزی کرنے لگتے ہیں۔

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہمیں خبر ہوئی کہ مریسی کے کچھ مصاحبین نے اس سے کہا: ہم ان اسناد کا کیا کریں جو ہم پر بطور حجت پیش کی جاتی ہیں۔ مثلاً سفیان، وہ منصور سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں۔ اور زہری، سالم سے، وہ ایوب اور ابن عون سے، وہ ابن سیرین، اور وہ عمرو بن دینار سے اور عمرو بن دینار جابر رضی اللہ عنہم سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔"

تو مریسی نے جواباً کہا: تم ان اسناد کا انکار نہ کرو ورنہ تمھارا راز فاش ہو جائے گا بلکہ تم تاویل کے ذریعے ان کو دھوکہ دو۔ اس طرح تم نہایت نرمی کے ساتھ احادیث کا رد کر لو گے جبکہ سختی کے ساتھ یہ کام نہ ہو پائے گا۔

سنت میں طعن کرنے والوں کا یہی طریقہ کار ہوتا ہے۔ اور اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ احکامات سے راہ فرار اختیار کی جائے اور ان کے غلبے سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

اے مسلمانو! اللہ سے ڈر جاؤ! سنت رسول کو تسلیم کرو اس سے پہلو تہی نہ برتو۔ اس کی تقدیس کو مانو اور اس کے ساتھ پیش قدمی کرو۔

بے دین، فاسق و فاجر، فتنوں کے داعی، بدعات کے مددگاروں اور ابلیس کے لشکروں سے اپنا دامن بچاؤ۔

اللہ تعالیٰ تمھیں اور مجھے نبی کریم ﷺ کے فرامین کو برضا و رغبت تسلیم کرنے والا بنا دے۔ اور ہمیں اہل بدعت اور کج رو لوگوں سے بچا کر رکھے۔

جو تم نے سماعت کیا مجھے یہی کہنا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے، تمھارے اور تمام مسلمانوں کے گناہوں اور غلطیوں سے درگزر کا خواستگار ہوں۔ تم اس سے بخشش طلب کرو وہ توبہ قبول کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

اللہ کے احسانات پر ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اس کی توفیق و امتنان پر ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کی شان کے لائق اس کی تعظیم ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور اس کی رضا کے داعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ، آپ کی آل اور صحابہ کرام پر بے شمار درود و سلام نازل کرے۔

اے مسلمانو!

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس سے ڈر جاؤ۔ اس کی اطاعت کرو اور نافرمانی نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔“ (سورۃ التوبۃ:119)

مسلمانان گرامی!

سنت اور اہل سنت کے ساتھ عداوت نہ کرو بلکہ ایسے لوگوں کے ساتھ بغض و عداوت رکھو جنھوں نے جھوٹ کا نام دین رکھ دیا۔ جنھوں نے اولیا کے سرداروں اور حضرات صحابہ کرام کا انکار کر دیا۔ اور ان کا بھی انکار کر دیا جنھوں نے ان پاکباز ہستیوں سے محبت کی، ان سے تعلق ولایت رکھا اور ان سے راضی ہوئے۔ اور انھوں نے خود ساختہ اور من گھڑت روایات اور حکایات کے ذریعے مسلمانوں کی جانوں، مالوں اور عزتوں کو اپنے اوپر حلال کر لیا۔ اور تو اور اس جھوٹ کے پلندے کو مخلوق کے سردار حضرت محمد ﷺ اور آل بیت اطہار کی طرف منسوب کر دیا۔

ان کا دعویٰ ہے کہ وہ استعمار کے خلاف برسرپیکار ہیں حالانکہ وہ دشمن کی سواری، ان کے دست راست اور ان کا ساز و سامان بنے ہوئے ہیں۔ جو استعمار کا مقابلہ فقط شور و غل کے ساتھ اور مسلمانوں کا مقابلہ جہازوں، ٹینکوں اور اسلحہ و بارود کے ساتھ کرتا ہے۔ وہ استعمار کا مقابلہ کرنے والا اور کسی غازی کا دفاع کرنے والا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ تو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمار کی جنگ لڑ رہا ہے۔

بزعم خود اسلام کے دفاع اور استعمار کے مقابلے میں لڑنے والے یہ فریب کار محفوظ تاریخ کو بدلنے میں ہرگز کامیاب نہ ہوں گے اور نہ اس قبیح مذہب کا چہرہ حسین بنا سکتے ہیں جو بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے قتل کی اجازت دیتا ہے۔ اور مسلمانوں کے گھروں، مساجد اور علاقوں کو گرانے کی کھلی چھٹی دیتا ہے۔

شروع اور آخر میں اللہ ہی کا حکم ہے۔

"ہاں، اللہ چاہتا تو وہ ہر گز نہ لڑتے، مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔" (سورۃ البقرۃ:253)

"اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے نمٹ لیتا، مگر (یہ طریقہ اس نے اس لیے اختیار کیا ہے) تاکہ تم لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں گے اللہ ان کے اعمال کو ہر گز ضائع نہ کرے گا۔ وہ ان کی رہنمائی فرمائے گا، ان کا حال درست کر دے گا، اور ان کو اس جنت میں داخل کرے گا جس سے وہ ان کو واقف کرا چکا ہے۔" (سورۃ محمد:4-6)

وہ شہید خوش قسمت ہے جو توحید کی مدد و نصرت میں قتل کر دیا جائے۔ اور وہ شخص قابل رحم ہے جو اہل شرک و بدعت کے لیے مارا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔" (سورۃ الحج:40)

اے اللہ درود و سلام بھیج، اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر جو رحمت و ثواب کی بشارت دینے والے، برے انجام سے ڈرانے والے، قیامت کے دن سفارش کرنے والے ہیں۔

3

وراثت میں ظلم کرنے والوں کی سزا

فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ

8 رجب 1437ھ بمطابق 15 اپریل 2016ء

50

پہلا خطبہ

ہر قسم کی حمد وثناء کے لائق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تعریف اسی کا حق بنتا ہے، کیونکہ اس نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی اور اپنی رحمتوں کا سایہ ہم پر کیا۔ میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ حقوق کی ادائیگی میں کبھی ٹال مٹول سے کام لوں یا راہِ راست سے بھٹک جاؤں۔ میں اللہ وحدہ لاشریک کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہوں، ایسی گواہی کہ جس سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں گمراہ اور سرکش لوگوں کے حال سے نجات عطا فرمائے گا۔ میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے پیارے سردار نبی حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں نبی کریم ﷺ پر، آپ کی آل اور اصحاب پر، جو کہ بہترین افراد تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو مد نظر رکھنا چاہیے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"اگر کوئی شخص مال یا کوئی اور چیز چھوڑ کر فوت ہوتا ہے تو یہ اس کے اہل خانہ کی ملکیت ہوگا اور اگر کوئی شخص مقروض فوت ہوتا ہے تو اس کا قرضہ اور بوجھ میں اتاروں گا۔"

اما بعد:

حقوق وواجبات، لین دین اور ہر طرح کے ظاہری وخفیہ معاملات میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کی ایسے عبادت کرو جیسے اس کا حق ہے۔

"اللہ سے ڈر جاؤ اور اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔"

(سورۃ البقرۃ:194)

اے مسلمانو!

یہ دنیا ایسا سامان ہے کہ اس کے حصول میں اگر کوئی شخص لالچی ہو گیا تو کوئی بعید نہیں کہ یہی لالچ اسے ہلاک کر ڈالے اور جو شخص ایسی چیزوں پر نگاہ رکھتا ہے جو اس کی پہنچ

میں نہیں ہیں تو بہت جلد ناکامی ونامرادی اس کا مقدر بن جاتی ہے اور اسے سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایمان والوں کے ہاں اخروی زندگی کی اس قدر اہمیت ہوتی ہے کہ دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز اور نفیس ترین متاع بھی اس کا بدل نہیں ہوسکتی۔

مالِ وراثت کی تقسیم اللہ تعالیٰ کا حکم اور انصاف پر مبنی فریضہ ہے۔ اگر کوئی شخص امانت کا پاس نہ کرے، اس کی بددیانتی واضح ہو جائے، اس کی نیت کا فتور کھل کر سامنے آجائے، کھلم کھلا بد عہدی کرنے لگے اور اس کا مکروفریب عیاں ہو جائے تو ایسا شخص تقسیم میراث میں بہت برا ثابت ہوتا ہے، اپنے شراکت دار سے بددیانتی کرتا ہے، اس کا حصہ ہڑپ کر جاتا ہے، اس سے پائی پائی چھین لینے کے چکر میں لگا رہتا ہے، اس سے اوڑھنا بچھونا تک ہتھیانے میں لگا رہتا ہے اور وہ نہیں چاہتا ہے کہ اس کے حصے دار کو کوئی مال و متاع ملے۔ اگر کبھی اس سے پوچھ گچھ کی جائے تو وہ حسد کرنے لگتا ہے، اس سے حساب کتاب لیا جائے تو بدکنے لگتا ہے اور اگر اس سے مطالبہ کیا جائے تو سرکشی پر اتر آتا ہے۔

دوسروں کو گمراہ کر کے، کھلم کھلا حملہ کرتے ہوئے اور دھوکے اور فریب کے ذریعے وہ اپنے حصہ داروں، رشتہ داروں اور دوستوں کا حق مارنے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور واقعہ یہ ہے کہ مل جل کر ساتھ رہنے والے لوگ اکثر ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں، بس وہی لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جو ایمان رکھتے اور عمل صالح کرتے ہیں۔“ (سورة ص:24)

بدترین انسان وہ ہے جو اتنا لالچی بن جاتا ہے کہ چوری کرنے لگ جاتا ہے، جب سیر ہو جاتا ہے تو فسق وفجور کا ارتکاب کرنے لگتا ہے، ضرورت کے وقت دوسروں کو نوچنے لگتا ہے اور جب مال دار ہو جاتا ہے تو بدعمل ہونے لگتا ہے۔ ظلم و ستم کی انتہا یہ ہے کہ جائیداد

کے وارثوں کا حق ہڑپ کر لیا جائے۔ جب انسان اس حد تک پہنچ جائے تو وہ اپنے ساتھ ساتھ دوسرے وراثوں کا حق بھی کھانے سے گریز نہیں کرنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اور تم میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔" (سورۃ الفجر:19)

جو شخص حیلہ سازی کرتے ہوئے وارثوں کے حصوں میں کمی بیشی کرے، ان کے مقررہ شرعی حصوں میں ردوبدل کرے، مالِ وراثت کی تقسیم میں ظلم و بے انصافی سے کام لے، کسی وارث کو اس کے حق سے محروم کرے، وراثت کا مال اپنے پاس روک رکھے، اس میں سے مال چھپانے کی کوشش کرے، وراثت کی دستاویزات کو غائب کرے، جیسے چاہے اپنی مرضی سے وراثت کے مال کو استعمال کرتا پھرے، وارثوں میں جائیداد تقسیم کرنے سے کنی کترائے اور ٹال مٹول سے کام لے یا کسی وارث کو اپنا حق چھوڑنے یا اس سے کم پر راضی ہونے پر مجبور کرے تو ایسا شخص اللہ کے حکم، فرض، تقسیم اور حدود کی مخالفت کرنے والا شمار ہو گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حد بندی میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرتا بلکہ اس تقسیم کو اللہ کی رضا اور منشاء پر ہی رہنے دیتا ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"جو اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا اُسے اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہے گا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔" (سورۃ النساء:13)

جبکہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ وراثت میں کمی بیشی کرنے والے کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کر جائے گا اُسے اللہ آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کن سزا ہے۔" (سورۃ النساء:14)

عدل و انصاف سے معاشرے میں پیار، محبت، اتفاق، اتحاد اور صلہ رحمی کو فروغ ملتا ہے جبکہ ظلم و ستم سے انتشار، اختلاف لڑائی جھگڑے اور تفرقہ بازی کو بڑھاوا ملتا ہے اور دنیاوی مال و دولت کے لالچ میں آکر لوگ گروہ بندیوں میں بٹ جاتے ہیں۔

بد دیانت اور ظالم انسان عورت اور یتیم کے حق پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے بڑی جلدی آمادہ ہو جاتا ہے اور اس کے لیے وہ مختلف داؤ پیچ استعمال کرتا ہے۔ جبکہ وراثت میں انہی دو قسموں کے حقوق کا خاص خیال کرنے کا حکم دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

> "اے اللہ! عورت اور یتیم کو کمزور سمجھا جاتا ہے، اس لیے ان کے حقوق کے بارے میں سخت احکامات جاری کر رہا ہوں۔" (سنن ابن ماجہ: 3678)

رسول اللہ ﷺ سے اس روایت کو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے، اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اس شخص کو گناہ گار گردانتے ہیں جو عورت اور یتیم کے حقوق غصب کرتا ہے اور ایسے شخص کو آپ ﷺ بڑی سختی سے اس ظلم سے منع کرتے ہیں۔

وراثت کے مال کو تر نوالہ سمجھنے والے! ذرا ٹھہر جا، عورتوں کو کمزور جانتے ہوئے اور ان کی خاموشی اور حیاء سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے حق پر ڈاکہ ڈالنے والے! یتیموں اور بیواؤں کی کمزوری، عاجزی و ناتوانی کی بناء پر ان کے حصوں پر قبضہ جمانے والے بدنصیب؟! اللہ کرے تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں، تیری یہ ناپاک کوشش پوری نہ ہو اور بدبختی تیرے گھر میں ہمیشہ کے لیے ڈیرے ڈال لے!

تجھے ذرا بھی حیا نہیں آئی کہ تو کسی ڈھٹائی سے مال و متاع اور نفع بخش زمین پر خود قابض ہوا بیٹھا ہے اور اپنے بھائیوں، عزیز و اقارب اور دیگر حصہ داروں کو فقیری، عاجزی اور ہلاکت کے کنویں میں دھکیل رہا ہے؟!

تیرے دل نے کیسے گوارا کیا کہ تو خود تو زمین کے فائدے، پھل اناج اور پراپرٹی سے بھرپور استفادہ کرتا پھرے جبکہ اپنے ہی بھائیوں اور رشتہ داروں کو تیری طرف سے بے ہودہ گوئی، فحش کلامی، دھتکار اور توہین آمیز رویے کا سامنا کرنا پڑے؟!

تجھے کس نے اجازت دی ہے کہ مشترکہ جائیداد کے معاہدے تو خود ہی کرتا ہے، اپنی ہی مرضی سے انہیں توڑ بھی دے اور پھر خود ہی انہیں حتمی شکل دے دے؟!

تجھے کس نے اجازت دی ہے کہ وراثت کے مشترکہ مال کو تو اپنی مرضی سے اپنے پاس روکے رکھے اور جب دل میں آئے۔ اسے خرچ کرنے لگ جائے اور جب ارادہ کیا تو دوسرے حصہ داروں کو اس سے روک دے؟!

تباہی اور بربادی تیرا مقدر ہو! تم نے اپنے آپ کو اتنے اختیارات کیونکر دے دیئے، جبکہ تم بھی دیگر حصہ داروں اور وارثوں کی طرح ایک شریک اور وارث ہو، تیرے حقوق اور ذمہ داریاں بھی دیگر ورثاء کی طرح برابر ہیں؟!

اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، ورنہ ذلت ورسوائی تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی، قاعدے کلیے اور اصولوں ضابطوں کے تحت وراثت کے معاملات کو نمٹاؤ، ہر حق دار کو اس کا پورا پورا حق دو، زبانی جمع خرچ، وعدوں اور نت نئی تاریخوں پر حق داروں کو مت ٹرخاؤ، ٹال مٹول، معاملے کو لٹکانے اور بے جا اس میں تاخیر کرنے سے باز آجاؤ، کیونکہ مصیبت آتے دیر نہیں لگتی اور کل کلاں کوئی اور رکاوٹ بھی پیدا ہو سکتی ہے اور پھر موت بھی تو اچانک آسکتی ہے، اس لیے یہ معاملات حل کرنے میں سستی، کاہلی اور ٹال مٹول درست نہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"قرآن مجید میں بیان کردہ حصوں کے مطابق مال وراثت حق داروں میں تقسیم کر دو، اگر مقررہ حصے ادا کر چکنے کے بعد بھی مال بچ جائے تو اس کا حق دار وہ مرد ہو گا جو مرنے والے کے زیادہ قریبی ہو گا۔" (صحیح مسلم: 1616)

اس انسان کی کامیابی اور خوش بختی کا جواب نہیں جو درست اقدامات کی طرف جلدی کرتا ہے اور اس شخص کی بد بختی کا بھی ٹھکانا نہیں جو حق سے اندھا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے اور بخشش مانگنے والے لوگوں کی کامیابی کے کیا کہنے! اللہ تعالیٰ بڑا ہی غفور ور حیم ہے

اسی پر میں اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں، میں بھی اللہ سے استغفار کرتا ہوں، تم بھی اس سے بخشش طلب کرو کہ وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

تعریف اور ثناء کے لائق صرف اللہ ہی ہے جو اپنے لطف و کرم کے طلبگار کو پناہ عطا کرتا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ لا علاج مریضوں کو بھی شفایاب فرما دیتا ہے۔ میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی ہوں نبی کریم ﷺ پر، ان کی آل اور تمام صحابہ کرام پر کہ جو تقویٰ اور پاک بازی کے اعلیٰ ترین معیار پر فائز تھے۔

امابعد!

اے مسلمانو!

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کہ انسان کی سب عمدہ کمائی یہی ہے اور اطاعت خداوندی سب سے مضبوط وسیلہ ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

> ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔“ (سورۃ آل عمران:102)

املاکِ موقوفہ، جائیداد، اراضی اور اناج پر قبضہ جمانے والو!

صدقہ، زکوٰۃ اور مالِ وراثت کی تقسیم کے ذمہ دارو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بہت سے مہینے اور سال گزر چکنے کے باوجود، یہ مال ابھی تک تمہارے قبضے میں پڑا ہے؟!

ابھی تک تم نے یہ سب کچھ اپنے پاس کیوں روک رکھا ہے؟! اگر تجھے ذرا بھی خوف خدا کا پاس ہے تو آج ہی یہ مال حق داروں میں تقسیم کر دے، کیونکہ تجھے ایک دن اللہ کے سامنے حساب کتاب کے لیے کھڑا ہونا ہے۔

سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"ایک دن میں نے مدینہ منورہ میں عصر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی، نماز سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی صفیں چیرتے اپنے گھر تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جلد بازی سے لوگ گھبرا گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو صحابہ کرام کو حیرت میں دیکھ کر فرمایا:

"دراصل مجھے یاد آ گیا تھا کہ میرے گھر میں سونے کی ایک چھوٹی سی ڈلی پڑی ہوئی ہے، مجھے یہ بات ناگوار گزری کہ وہ سونا میرے گھر میں پڑا رہے، اس لیے میں اسے تقسیم کرنے کا حکم دے آیا ہوں۔" (صحیح بخاری: 851)

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں کہ

"میرے گھر میں صدقے کے سونے کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا تھا، مجھے یہ بات ناگوار گزری کہ صدقے کا اتنا سا سونا بھی میرے گھر میں رات بھر پڑا رہے۔" (صحیح بخاری: 1430)

اسی طرح میں حدیث ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں شدت آنے لگی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات یا نو دینار پڑے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عائشہ رضی اللہ عنہا! تو نے اس سونے کا کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: "وہ تو ابھی تک میرے پاس ہی پڑا ہوا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے صدقہ کر دو۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

بیماری کی وجہ سے مجھے صدقہ کرنا یاد نہ رہا، آپ ﷺ نے ایک دفعہ پھر مجھ سے پوچھا: ”اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اس سونے کا کیا ہوا؟“ میں نے عرض کیا: ”وہ تو ابھی تک میرے پاس ہی پڑا ہے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ سونا میرے پاس لے کر آؤ۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے وہ سونا آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے وہ سونا اپنی ہتھیلی میں رکھ کر فرمایا: ”اگر یہ سونا محمد ﷺ کے پاس پڑا رہے اور اسی حالت میں اسے رب کی طرف سے بلاوا آجائے تو اس کا کیا بنے گا؟!“ (مسند احمد: 24963)

ایک اور روایت ہے، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا، میں نے سوچا کہ شاید یہ تبدیلی شدتِ درد کی وجہ سے ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہوا کہ آج آپ کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان سات دیناروں کی وجہ سے جو کل سے ہمارے پاس پڑے ہیں اور ہم ابھی تک انہیں تقسیم نہیں کر پائے۔ افسوس ہم نے رات اسی طرح بسر کر دی کہ وہ دینار ہمارے پاس پڑے رہے۔“ (مسند احمد: 25973)

غور کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ صرف اس لیے تبدیل ہو جاتا ہے کہ سات دیناروں کی تقسیم میں ایک رات کا وقت گزر گیا۔

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے میں جلدی کرو، ٹال مٹول سے دور رہو، اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرو اور ایسے کام کرو جو گناہوں کا کفارہ بن جائیں۔

نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجو جو کہ ساری کائنات کے لیے سفارشی ہوں گے، جو شخص آپ ﷺ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے، بدلے میں اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

4

اسلام کا عائلی نظام اور اس کی بنیادیں

فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ

13 شعبان 1437ھ بمطابق 20 مئی 2016

51

پہلا خطبہ

ہر قسم کی حمد و ثناء کے لائق وہ اللہ ہے جس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی بیویاں بنائیں اور اسی نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے اور پوتے عطا کیے۔ میں اس شخص کی طرح اللہ کی حمد کرتا ہوں کہ جس کے اہل وعیال اور بیوی بچوں کو اللہ تعالیٰ نے نیک بنا دیا ہو اور میں اللہ کا اس طرح شکر بجالاتا ہوں جس طرح ہدایت یافتہ شخص شکر بجالاتا ہے۔ میں اللہ وحدہ لا شریک کی وحدانیت کی ایسی گواہی دیتا ہوں جس میں دل اور زبان کی گواہی ایک دوسرے کی تائید کرتی ہو۔ میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے پیارے سردار نبی حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں حضرت محمد ﷺ پر، ان کی آل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسے لوگوں پر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھیں یا انہیں خود سے دور کریں۔

امابعد، اے مسلمانو!

ظاہر و باطن، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، کیونکہ اللہ کیلئے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

> ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔“ (سورۃ آل عمران:102)

برادرانِ اسلام!

خاندان ایک مضبوط ڈھال اور محفوظ قلع کی مثل ہوتا ہے۔ انسان کے گھر والے، قریبی رشتہ دار، قوم اور قبیلے کنبے کے لوگ ہی اس کا خاندان ہوتے ہیں۔ بچپن سے خاندانوں کی بہت ساری خوبصورت اور حسین یادیں جڑی ہوتی ہیں۔ خاندان کی زیر

نگرانی اور حفاظت میں ہی بچے پرورش پاتے ہیں۔ انہی سے خود کو محفوظ بناتے اور انہی کے اخلاق و عادات اپناتے ہیں۔ اچھا نگران وہ ثابت ہوتا ہے جو بچوں کو شروع دن سے ہی بھلائی اور نیکی کے کاموں کی تربیت دے، انہیں اچھے اچھے اخلاق اور عمدہ عادتیں سکھائے، اسلامی آداب اور اچھی صفات کا انہیں درس دے اور ہر قسم کے نقص، عیب اور خرابی سے ان کے اخلاق کو پاک کرے۔

سیدنا عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"جب میں بچہ تھا تو میری پرورش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ہوئی۔ ایک دفعہ کھانا کھاتے وقت میں ساری پلیٹ میں ہاتھ گھماتا جاتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے بچے! اللہ کا نام لے کر کھاؤ، اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "جب سے میں نے یہ سنا تب سے آج تک میں نے انہی آداب کو اپنا رکھا ہے۔" (صحیح بخاری: 5376)

جو شخص بچپن میں ہی اچھے طور طریقے سیکھ لے، وہ بعد کی عمر میں جلد بازی کے غلط فیصلوں اور احمقانہ باتوں سے بچ جاتا ہے، کتنے ہی بچے، چڑھتی جوانی والے لڑکے اور نوجوان ہیں جنہیں خطرناک فتنے ایسے گھماتے ہیں جیسے تیز ہوا بھس، سوکھے اناج اور درختوں کے جھڑ جانے والے پتوں کو گھماتی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ بچے تھے، تب ان کی تربیت کرنے میں سستی اور غفلت کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔

کتنے ہی پھول ہیں جو لاپروائی کی وجہ سے مرجھا جاتے ہیں؟!

کتنی ہی نازک کونپلیں اور درخت ہیں جو مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے سوکھ جاتے ہیں؟!

اے باپ اور بچے کے نگران!

کبھی تو نے غور کیا ہے کہ تیرے بچے کو تیری تربیت، توجہ، شفقت اور نگرانی کا کتنا فیصد میسر ہے؟!

جو شخص اپنے چھوٹے بچوں کی تربیت کرنے میں سستی کا مظاہرہ کرتا ہے، اس کی کاہلی کا گناہ اور وبال اسی پر ہو گا اور اسے حسرت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جو شخص فسق وفجور کے گڑھے میں گرنے اور گھٹیا اور بازاری قسم کے لوگوں کا شکار بننے سے اپنے بچے کو نہیں بچاتا، وہ اپنے بیٹے کا سوداگر ہے اور اسے ضائع کر رہا ہے۔

اے انسان! تیرا بچہ تیرے آنگن کا پھول ہے، وہ تیری ہی کمائی کھاتا اور اسی خوراک سے پرورش پاتا ہے جو تو کماتا ہے چنانچہ اس کی اصلاح کرنے سے پہلے تجھے اپنی اصلاح کرنا پڑے گی کیونکہ وہ اپنی نگاہیں تجھ پر جمائے رکھتا ہے، اس کے نزدیک وہی اچھا ہے جو تو کرے گا اور وہ اسی کو برا سمجھے گا جسے تو چھوڑے گا۔

یہ حقیقت ہے کہ عمدہ نسل کا گھوڑا اپنی اصل کے لحاظ سے ہی تیز بھاگتا ہے۔

درخت اپنی جڑ سے ہی پھلتا پھولتا ہے اور پہاڑی پرندے چکور کا رنگ سنگریزوں سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

اے وہ شخص جو اپنے بچے کی اصلاح کرنا چاہتا ہے! تیری بیوی تیرا گھر اور مسکن ہے۔ تیری بیوی تیرے بچے کو سلانے کے لیے لوری دیتی ور اس سے لاڈ پیار کرتی ہے، اسے ہنساتی ہے اور اس کے صدقے واری جاتی ہے اور اس پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار رہتی ہے۔ تیری بیوی کی آواز تیرے بچے کی روح میں رچ بس چکی ہے۔ بچے کے زخموں کا علاج اس کی ماں کا دل ہے اور ماں کی خوشی ہی بچے کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے۔ اگر تو نے اپنی بیوی کا دل توڑا، اس پر زور زبردستی کی، اسے ذلیل کرنے کی کوشش کی، اس پر ظلم کیا یا پھر اس کی بے عزتی کی تو سمجھ لے کہ تو نے اپنی اولاد کو ضائع کر ڈالا۔ گھر کا سکون اور بچوں کی تربیت چاہتے ہو تو اپنی بیوی کو بڑے ہی نرم لہجے سے مخاطب کرو،

اسے بلاتے ہوئے گھٹیا اور حقیر الفاظ سے اجتناب کرو، اسے عزت و احترام دو اور اس کی غلطیوں سے در گزر کرو۔

اے وہ خاتون جو اپنی اولاد کی تربیت اور اپنے گھر کی خوش بختی چاہتی ہے۔

یہ بات یاد رکھو کہ خاوند کی تمہاری زندگی میں بڑی اہمیت ہے، خشک سالی کے دنوں میں تمہارا خاوند تمہارے لیے بہار کی حیثیت رکھتا ہے، ہر دکھ سکھ کے حالات میں وہی تمہاری شان و شوکت ہے۔ اپنے خاوند کو خوش کرنے اور اس کی محبت کے حصول کی کوشش کرو اور اولاد کے سامنے خاص طور پر اپنے شوہر کا احترام کرو۔

اے مسلمانو!

کسی کی رہنمائی اور اسے نصیحت کرنے میں سختی اور شدید الفاظ کا استعمال دوریاں بڑھا دیتا ہے۔ نفرت اور سنگدلی کو جنم دیتا ہے۔ گناہ گار لوگوں کیلئے، بھٹکتی روحوں کیلئے اور سنگدلوں کیلئے، نرمی، شفقت، آسانی، تکریم، عزت افزائی اور اطمینان سے بڑھ کر کوئی چیز شافی علاج نہیں ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جب اللہ تعالیٰ کسی گھرانے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو ان میں نرمی و سہولت پیدا کر دیتا ہے۔“(مسند احمد:23905)

اگر کسی گھر کے افراد شفقت و نرمی سے محروم ہیں تو گویا کہ وہ عمدگی اور بھلائی سے محروم ہیں اور ان کے گھر میں جھگڑے اختلافات، حسد و کینہ اور آزمائشیں نازل ہوتی ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیز گاروں کا امام بنا۔“(سورۃ الفرقان:74)

جو کچھ آپ نے سماعت فرمایا، انہیں باتوں پر اکتفاء کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے بخشش کا طلبگار ہوں تم بھی اسی سے بخشش مانگو، کیونکہ وہی ذات ہے جو رجوع کرنیوالوں کو بخش دیتا ہے۔

دوسرا خطبہ

سب تعریفیں اللہ کی ہیں، اتنی تعریفیں جو اس کی نعمتوں کے برابر ہو سکیں، میں اسی کا شکر ادا کرتا ہوں کیوں کہ وہی ہے جو فضل و کرم سے نوازنے والا ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

ایسی گواہی جو گمراہ ہونے سے بچائے رکھے، تکلیفوں کو بھگائے رکھے، میں یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ جنہیں تمام جہانوں کے عرب و عجم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل اور تمام صحابہ کرام پر پاکیزہ، مسلسل اور دائمی رحمتیں نازل فرمائے۔

امابعد! اے اہل اسلام!

تقویٰ الٰہی اختیار کر لو اور یہ بھی جان لو کہ تم ہر حالت میں اللہ کی نگاہ میں ہو، اس کی اطاعت کرو، نافرمانی سے بچ جاؤ، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔" (سورۃ آل عمران:102)

خواہشات میں جکڑے ہوئے نوجوانو!

تمام برے لوگوں سے بچو جو تمہیں دھوکہ دینے کیلئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ وہ تمہیں اس لیے اپنے جال میں پھنسانا چاہتے ہیں تاکہ وہ غیر محسوس طریقے سے تمہاری شرافت

اور عزت کو داغدار کر دیں۔ اپنی جان کی حفاظت کیجئے کیونکہ موتیں ہر وادی میں آدمی کو ڈھونڈتی پھر رہی ہیں اور انہیں وادیوں کی گھاٹیوں اور ٹیڑھے راستوں میں دشمن بھی گھات لگائے بیٹھا ہے۔

یا پھر عربوں کی مثال تم پر صادق نہ آ جائے۔ ''کہ بھیڑ اپنے کھروں (قدموں) میں اپنی موت اٹھائے پھرتی ہے۔''

اس مثال کی بنیاد ایک واقعہ پر ہے کہ ایک بھوکے آدمی کو چٹیل میدان میں ایک بکری نظر آئی وہ اسے ذبح کر کے کھانا چاہتا تھا مگر اس کے پاس چھری نہیں تھی۔ اسی اثناء میں بکری نے اپنے کھروں سے زمین کریدی تو وہاں سے چھری نکل پڑی، تو چنانچہ اس آدمی نے اسے ذبح کر لیا۔

یہ ایک مثال بن چکی ہے ایسے لوگوں کیلئے جو اپنی غلط تدبیروں کی وجہ سے اپنے آپ کو پھنسا دیتے ہیں۔

یاد رکھو! لذتیں ختم ہو جاتی ہیں مگر ان پر شرمندگی اور ندامت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ نفسانی خواہشات بھی ختم ہو جاتی ہیں مگر اپنے پیچھے المناک انجام چھوڑ جاتی ہیں اور کتنے ہی ایسے دوست ہیں جو انسان کو شرمندگی سے سر جھکانے کا سبب بنتے ہیں اور قدموں کو ڈگمگا دیتے ہیں۔

اے بندہ خدا۔۔!! یہ پکار رہے جو تجھے توبہ کی طرف بلاتی ہے۔ جو اسے تسلیم کر لے اسے یہ کامیابی کی بلندیوں سے ہم کنار کر دیتی ہے، یہ اللہ کی طرف رجوع کرنے کا بلاوہ ہے جو اسے مان لے اس نے نجات پالی ہے۔

(محمد رسول اللہ) خیر الوری پر درود و سلام بھیجو۔ آپ ﷺ مخلوق کیلئے رحمت و رحیم بنا کر بھیجے گئے، آپ ﷺ پر درود اور بکثرت سلامتی بھیجو۔

5

حسن اخلاق واجب ہے!

فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ

24 شوال 1437ھ بمطابق 29 جولائی 2016ء

52

پہلا خطبہ

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو نہایت معزز اور خوب عطا کرنے والا ہے۔ اس نے اپنی مخلوق کو علم، سمجھ بوجھ اور عقل و آداب کے لحاظ سے مختلف درجوں میں رکھا ہے۔ اس نے بے حیائی، بے ہودگی اور گالی گلوچ کو حرام کیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں اسی اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف لوٹتا ہے اور میں یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی آپ پر، آپ کی آل اور تمام صحابہ کرام پر نازل ہو۔

حمد و ثناء کے بعد!

برادرانِ اسلام!

اللہ سے ڈرو، کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ آج بھی خوش نصیب ہے اور کل بھی خوش بخت ہے۔ سچا مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اے ایمان لانے والو، اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو۔" (سورۃ الاحزاب:70)

مومن خیر و بھلائی سے ترقی کرتا ہے۔ عمدہ اخلاق کی بدولت نرمی برتتا ہے، دوسروں کو محبت اور پیار سے مخاطب کرتا ہے۔ نرم گفتگو کرتا ہے۔ بات چیت میں نرمی برتنا لوگوں کو قریب کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ مختلف طبیعت والوں کو عمدہ اخلاق ہی کی بدولت قریب کیا جاسکتا ہے۔ باہم دست و گریباں کو اکٹھا کیا جاسکتا ہے اور مختلف آراء کو متحد کیا جاسکتا ہے۔ اللہ عزوجل نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو حکم دیا:

"اس (فرعون) سے نرمی کے ساتھ بات کرنا، شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔" (سورۃ طہ:44)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس آیت میں عظیم عبرت اور رہنمائی دی گئی ہے اور وہ یہ کہ فرعون حد درجے کا متکبر تھا جبکہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ رسول تھے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کوحکم دیا کہ وہ فرعون کے ساتھ شفقت اور نرمی سے گفتگو کریں۔“

برادرانِ اسلام!

گالی فتنے کا بیج ہے، گالی سے دور والے کو قریب نہیں کیا جاسکتا، نہ دشمن کو دوست بنایا جاسکتا ہے بلکہ گالی نفرت اور دشمنی کی فصل بوتی ہے اور مخالف کی دشمنی اور عداوت میں اضافہ کرتی ہے۔

جو شخص مخالف کو گالی دیتا ہے اور اسے بدزبانی کا طعنہ دیتا ہے اسے برا بھلا کہتا ہے اور نہایت قبیح کلام سے پکارتا ہے تو گویا اس نے بیماری کو کئی گنا بڑھا دیا اور مرض میں اضافہ کر دیا ہے۔

بد اخلاق آدمی، بدزبان، دوسروں کی عزت کو تار تار کرنے والا، بد اخلاقی کا مظاہرہ کرنے والا، نیک لوگوں پر تہمت لگانے والا، اللہ کے بندوں پر طعن کرنے والا، عیب جوئی کرنے والا، جو صرف گالی گلوچ اور فحش گوئی ہی جانتا ہو، وہ کبھی اصلاح کرنے والا، ناصح اور معلم نہیں ہو سکتا۔

امت اسلام میں حادثات پے در پے ہو رہے ہیں۔ لہٰذا جیسے ہی یہ لوگ دور یا نزدیک کہیں بھی کسی حادثے کا سنتے ہیں، یہ بھاگ کر انٹرنیٹ سے چمٹ جاتے ہیں۔ پھر اس حادثے کو بنیاد بنا کر اپنی بدزبانی اور گالی گلوچ کی عادت پوری کرتے ہیں۔ وہ ذرائع ابلاغ میں نہایت سرعت کے ساتھ طعن و تشنیع اور سب و شتم کو پھیلاتے ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ کا خصوصی رحم ہوا اور یہ لوگ بہت تھوڑے ہیں۔

لہٰذا اے گالیاں، لعنتیں اور تہمتیں لکھنے والو! عنقریب تم سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا، جس دن ساری مخلوق جمع ہو گی، اس دن اعمال اور زندگی کے لمحات کا محاسبہ ہو گا اور ہر شخص اس حالت میں آئے گا کہ اسکے ساتھ ایک ہانکنے والا فرشتہ اور ایک گواہ ہو گا۔

اے وہ شخص جو کمپیوٹر سکرین کے پیچھے چھپ بیٹھے ہو، جھوٹے شناختی ناموں کے پیچھے چھپ کر کارروائی کر رہے ہو، نظروں سے اوجھل ہو کر لوگوں کو سب وشتم کا نشانہ بنا رہے ہو، کیا تم بھول گئے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ تیرے راز اور سرگوشیاں سبھی جانتا ہے۔

مومن طعن وتشنیع، لعن وطعن کرنے، بدزبانی اور بے ہودگی کرنے والا نہیں ہوتا۔

اللہ کے رسول ﷺ گالی گلوچ، فحش گوئی کرنے والے نہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

(صحیح مسلم:2601)

مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور گالی بکنے والے دونوں افراد دو شیطان ہوتے ہیں جو بہتان بازی کرتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: مجھے نصیحت کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"کسی کو ہرگز گالی نہ دینا۔" لہٰذا اس کے بعد میں نے کسی غلام یا آزاد، اونٹ اور بکری کو کبھی گالی نہیں دی۔" (سنن ابی داؤد:4084)

رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا:

"اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے یا تیرے اندر موجود عیب کی وجہ سے تجھے عار دلائے تو تم اس کے عیوب کی بنا پر اسے عار مت دلانا کیونکہ اس کا گناہ اسی کو ہو گا۔"

(سنن ابی داؤد:4084)

اے اللہ کے بندے!

تیرے ہاتھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کی توبہ کر لے، اپنی گالیاں اور لوگوں کو دی ہوئی تکلیفیں مٹادو اور اپنے خالق ومالک کے اس فرمان کو یاد رکھ۔

"اور اے محمد ﷺ! میرے بندوں سے کہہ دو کہ زبان سے وہ بات نکالا کریں جو بہترین ہو دراصل یہ شیطان ہے جو انسانوں کے درمیان فساد ڈلوانے کی کوشش کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔" (سورۃ الاسراء:53)

اے اللہ! ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت عطا فرما، ہمارے نفسوں کی شرارت سے ہمیں محفوظ فرما، میں اللہ سے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں، تم بھی اس سے گناہوں کی معافی مانگو۔ بلاشبہ وہ گریہ زاری کرنے والوں کو خوب بخشنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

سب تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ

"لوگوں سے بھلی بات کہنا۔" (سورۃ البقرۃ:83)

میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، میں اس گواہی کی بنا پر آخرت کی کامیابی کی امید رکھتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار محمد ﷺ اللہ کے بندے، برگزیدہ نبی اور رسول ہیں۔

اللہ کی رحمتیں اور سلامتی تا قیامت اور مسلسل آپ پر اور آپ کے صحابہ پر ہو۔

اللہ سے ڈرو، کیونکہ متقی کامیاب ہونگے اور ظلم وزیادتی کرنے والا نامراد ہوگا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔" (سورۃ التوبہ:119)

برادرانِ اسلام!

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مشرکین کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے تاکہ ان کے معبودوں کو گالیاں دینا اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے کا سبب نہ بن جائے۔ ان کے معبودوں کو گالیاں دینا ان کے کفر و عناد میں اضافے کا سبب ہو گا۔ لہٰذا انہیں گالیاں دینا اللہ تعالیٰ کے دعوت و رسالت کے منہج کے منافی ہو گا۔ ارشادِ ربانی ہے:

”اور (اے ایمان لانے والو!) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں ہم نے اسی طرح ہر گروہ کے لیے اس کے عمل کو خوشنما بنادیا ہے پھر انہیں اپنے رب ہی کی طرف پلٹ کر آنا ہے، اُس وقت وہ اُنہیں بتادے گا کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔“(سورۃ الانعام:108)

لہٰذا، بچو، بچو۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ سختی اور شدت، طعن و تشنیع اور گالی گلوچ سے پیش نہ آؤ۔ گر تم ایسا کروگے، توتم انہیں حق، سنت نبوی اور فضیلت وبرتری سے دور کردوگے۔

انہیں حجت وبرہان کے ساتھ حق پہنچاؤ، دلیل و بیان، حکمت و بصیرت اور نرمی سے دعوت دو، کیونکہ تم پر نصیحت کرنا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا واجب ہے۔ ان کو ہدایت دینا اور اصلاح کرنا تمہارا کام نہیں نہ ان کا حساب اور جزاء تمہارے ذمے ہے بلکہ یہ سب اللہ کے ذمے ہے۔

ساری مخلوق کے شافع احمد وہادی پر درود وسلام بھیجو کیونکہ جو شخص ان پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

فضیلۃ الشیخ

ڈاکٹر عبد اللہ البعیجان حفظہ اللہ

جید قاری، علومِ اسلامیہ کے جلیل القدر عالم اور قانون کے پروفیسر ڈاکٹر عبد اللہ البعیجان حرم مدینہ کے معروف امام وخطیب ہیں۔ آپ نے قرآن کریم کی قراءت اور تجوید میں شیخ ابراہیم دَوْسَری اور عبد الحکیم بن عبد السلام دَوسَری جیسے کئی نامور قراء سے اسناد حاصل کر رکھی ہیں۔ آپ نے امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی سے 2001ء میں بیچلرز کیا۔ پھر ایک سکول میں آٹھ سال تک استاد رہے۔

2005ء میں سعودی عرب کے اعلیٰ عدلیہ انسٹیٹیوٹ جیسے جید ادارے سے ماسٹرز کیا۔ بعد ازاں آپ شاہ سعود یونیورسٹی میں لیکچرار متعین ہو گئے اور پھر 2013ء میں آپ کو مسجد نبوی میں امامت وخطابت کے لیے منتخب کر لیا گیا۔

آپ مدینہ منورہ اسلامک یونیورسٹی میں پروفیسر بھی ہیں۔

بہت سی کتابوں کے مصنف اور معتبر علمی شخصیت ہیں۔ آپ حرم مدنی کے سب سے آخر میں متعین ہونے والے امام وخطیب ہیں۔

1

مومنوں کا امتحان

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالرحمن البعیجان حفظہ اللہ

8 ربیع الثانی 1438ھ بمطابق 6 دسمبر 2017ء

53

پہلا خطبہ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو مومنوں کا دوست اور پرہیزگاروں کا مددگار ہے۔ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ بڑا حکمت والا اور خوب خبردار ہے۔ ہم خوشی اور غمی، تنگ حالی اور خوشحالی، صحت اور بیماری ہر حال میں اس کی حمد بیان کرتے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں ہر تعریف اور خوبی اسی کے لیے ہے، اسی کی حکمرانی ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ نے آپ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ آپ دین اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کر دیں۔ اگرچہ مشرکوں کو برا ہی لگے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور بے شمار سلامتیاں ہوں آپ پر۔ آپ کی آل، صحابہ کرام اور تاقیامت نیکی میں ان کے نقش قدم پر چلنے والوں پر بھی اللہ کی رحمت و سلامتی ہو۔

حمد و ثنا کے بعد! اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور اس کی اطاعت کرو۔ خبردار! اللہ سبحانہ کی مہربانی سے ناامید اور اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا، کیونکہ اس کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔

برادرانِ اسلام!

اللہ کا طریقہ ہے کہ وہ کائنات میں بسنے والوں کا امتحان لیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

”وہی اللہ ہے جس نے زندگی اور موت کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہارا امتحان لے۔“

(سورۃ الملک:1)

یہ امتحان حق اور باطل کے معرکے میں اللہ کی تعالیٰ کی حکمت کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا بھی ہے تاکہ سچے اور جھوٹوں میں فرق ہو سکے۔

ارشادِ ربانی ہے:

”کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ”ہم ایمان لائے“ اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالاں کہ ہم اُن سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو اِن سے پہلے گزرے ہیں، اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچّے کون ہیں اور جھوٹے کون۔“ (سورۃ العنکبوت:2-3)

یہ مومنوں کے ایمان اور یقین کی قوت کو جانچنے اور اسے خالص کرنے کا ایک ذریعہ ہے اور مومنوں کی صفوں میں چھپے منافقوں کو چھانٹی کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہر گز نہ رہنے دے گا کہ جس میں تم اس وقت پائے جاتے ہو، وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر کے رہے گا۔“ (سورۃ آل عمران:179)

یہ تربیتی انداز بھی ہے۔ اس کے ذریعے اللہ ان خوش نصیبوں کو بچا لیتا ہے جن کے مقدر میں ہدایت لکھی ہوتی ہے۔ وہ اپنی غفلت سے بیدار ہو جاتے ہیں۔ اپنے رب کی طرف لوٹ آتے ہیں اور اپنے دین سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔

بندگانِ الٰہی!

امتحان اور آزمائش کی کڑی گھڑیوں میں کبھی مشکلات زیادہ شدت اختیار کر جاتی ہیں۔ تکلیفیں حد سے بڑھ جاتی ہیں اور ان سے نجات پانے میں دیر بھی ہو جاتی ہے، حتی کہ مایوسی اور ناامیدی والے خیالات بھی آنے لگتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا، حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے، جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے؟ اُن پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، وہ ہلا مارے گئے، حتیٰ کہ وقت کا رسول اور اس کے ساتھی اہلِ ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔“ (سورۃ البقرۃ:214)

ایسے حالات میں اللہ کی طرف رجوع کرنا اور اس کے بارے میں حسنِ گمان رکھنا نہایت ضروری ہو جاتا ہے، کیونکہ ہر تنگی سے نجات اور ہر غم کا علاج اسی کے پاس ہے۔ مومن بندہ جیسا اس کے بارے میں گمان رکھتا ہے۔ اللہ بھی اس کے ساتھ ویسے ہی پیش آتا ہے۔ وہ حسن گمان رکھنے والوں کو کبھی نامراد نہیں کرتا۔

برادرانِ اسلام!

پریشانی اور بے چینی کے لمحات میں اطمینان دلانا، خوش خبری دینا اور امید جگانا قرآن مجید کا منہج اور نبی کریم ﷺ کی سیرت کا طریقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرمایا، جبکہ وہ فرعون کے ظلم وستم کا شکار تھے۔

"تم دونوں ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں، سب سن اور دیکھ رہا ہوں۔"

(سورة طہ:46)

یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا جب کہ وہ آزمائش میں تھے:

"میں تمہارا بھائی ہوں۔ لہٰذا پریشان مت ہو۔" (سورة یوسف:69)

جب موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازشیں ہو رہی تھیں اور وہ خوف کی حالت میں اپنے شہر سے نکلے تھے تو شعیب علیہ السلام نے انہیں ان الفاظ میں اطمینان دلایا:

"ڈرو نہیں، تم ظالموں سے نجات پا گئے ہو۔" (سورة القصص:25)

جب نبی ﷺ اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہجرت کے موقع پر غار میں چھپے ہوئے تھے تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں تسلی دی:

"اے ابو بکر تمہارا ان دو افراد کے بارے میں کیا خیال ہے، جن کے ساتھ تیسرا اللہ عزوجل ہے؟! پریشان نہ ہو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" (صحیح بخاری:3653)

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد 313 تھی جبکہ مشرکین ان سے تین گنا زیادہ تھے۔ مسلمان جنگ کی تیاری کیے بغیر بدر پہنچے تھے۔ ان کی تعداد نہایت کم اور تیاری

نامکمل تھی، اس لیے اسلامی لشکر کے دلوں میں بے چینی پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ ان کا سامنا مکمل تیاری اور بھاری تعداد والے جنگجو لشکر سے تھا۔ اس خوفناک فضا اور جنگی ماحول میں اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیات نازل فرمائیں تاکہ مسلمانوں کو اطمینان دلایا جائے اور ان کے دلوں میں اللہ کی رحمت کی امید جگائی جائے۔ ان کا مورال بلند کیا جائے اور انہیں دشمن سے سامنے کے لیے تیار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو کیا فرمایا:

"اور یاد کرو وہ وقت جب اے نبی ﷺ! خدا اُن کو تمہارے خواب میں تھوڑا دکھا رہا تھا، اگر کہیں وہ تمہیں اُن کی تعداد زیادہ دکھا دیتا تو ضرور تم لوگ ہمت ہار جاتے اور لڑائی کے معاملہ میں جھگڑا شروع کر دیتے، لیکن اللہ ہی نے اِس سے تمہیں بچایا، یقیناً وہ سینوں کا حال تک جانتا ہے اور یاد کرو جب کہ مقابلے کے وقت خدا نے تم لوگوں کی نگاہوں میں دشمنوں کو تھوڑا دکھایا اور ان کی نگاہوں میں تمہیں کم کر کے دکھایا، تاکہ جو بات ہونی تھی اُسے اللہ ظہُور میں لے آئے، اور آخر کار سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔" (سورۃ الانفال:43-44)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"ہماری نظروں میں مشرکوں کی تعداد کم کر دی گئی، حتی کہ میں نے اپنے پہلو میں کھڑے شخص سے پوچھا: کیا خیال ہے دشمن کی تعداد 70 ہو گی؟! اس نے کہا: میرا خیال ہے کہ سو ہیں۔ پھر جب ہم نے ایک کافر کو گرفتار کیا تو اس سے پوچھا: تمہاری تعداد کتنی تھی؟ اس نے بتایا کہ ایک ہزار تھی۔"

غزوہ بدر ہی میں مسلمانوں کو تسلی دینے، انہیں امید دلانے اور ان کی مدد و نصرت کرنے کیلئے ایک اور انداز میں قرآن مجید نے راہنمائی فرمائی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"یاد کرو وہ موقع جب کہ اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دونوں گروہوں میں سے ایک تمہیں مِل جائے گا تم چاہتے تھے کہ کمزور گروہ تمہیں ملے مگر اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ اپنے

ارشادات سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق حق ہو کر رہے اور باطل باطل ہو جائے خواہ مجرموں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔"(سورۃ الانفال:7-8)

بندگانِ الٰہی!

اللہ کے رسول ﷺ بھی قرآن مجید کے اسی طریقے کے مطابق مسلمانوں کی تربیت کیا کرتے تھے۔ جب بھی مسلمانوں کو کسی دکھ، تکلیف، خوف، بے چینی یا خوف وہراس کا سامنا ہوتا۔ آپ انہیں امید دلاتے، تسلی دیتے اور اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کرنے کا حکم دیتے۔

جنگ احزاب میں مشرکین 10 ہزار جنگجو لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تو حالات سنگین ہو گئے۔ مسلمانوں پر خوف غالب ہو گیا۔ حال یہ تھا کہ ڈر کے مارے قضائے حاجت کے لیے بھی کوئی باہر نہ نکلتا۔ مسلمانوں نے بھوک کی شدت کم کرنے کے لیے پیٹ پر پتھر باندھ لیے۔ اسی طرح خوف اور بھوک کی شدت میں کئی دن گزر گئے۔ شدید ترین سردی اور کھانے پینے کی اشیاء کی قلت نے حالات بدتر کر دیئے۔ جبکہ غدار، منافق اور دھوکے باز اپنی فطرت کے مطابق مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے چالیں چلنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی حالت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

"جب وہ اُوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے تھے، جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئی تھیں، کلیجے منہ کو آ گئے تھے، اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اُس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بُری طرح ہلا ڈالے گئے۔"(سورۃ الاحزاب:10-11)

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو تسلی دی، اللہ پر اعتماد کرنے کی تلقین کی، انہیں نصرت و غلبے کا وعدہ دیا اور انہیں شاندار کامیابی کی خوش خبری دی۔ انہیں روم، ایران اور صنعاء کے خزانوں کی کنجیاں حاصل ہونے کی خوشخبری سنائی۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا، تو دوران کھدائی ایک سخت چٹان آگئی۔ جس پر کدال کا کچھ اثر نہ ہو رہا تھا۔ ہم نے اس کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کدال اٹھائی اور بسم اللہ پڑھ کر اس پر ایک زور دار ضرب لگائی جس سے اس کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہہ کر اللہ کی بڑائی بیان کی اور فرمایا:

"مجھے شام کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں، اللہ کی قسم! میں اس وقت شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی تو اس کا دوسرا تہائی حصہ بھی ٹوٹ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر فرمایا اور کہا: مجھے فارس کے خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔ مجھے مدائن کے سفید محلات نظر آرہے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کہہ کر تیسری ضرب لگائی تو ساری چٹان ٹوٹ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر پڑھا اور فرمایا: مجھے یمن کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔"

میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے جبریل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ "میری امت ان علاقوں پر غلبہ پائے گی، لہٰذا تم خوش ہو جاؤ۔" (مسند احمد: 18219)

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جب وہ خندق میں محصور اور سردی و بھوک سے نڈھال تھے، مستقبل میں ان علاقوں کی فتح کی بشارت دی۔

جبکہ منافق بزدل، افواہیں پھیلانے والے اور مسلمانوں کو مایوس کرنے والے تھے، انہوں نے اس خوشخبری کا مذاق اڑایا اور کہنے لگے: ہمیں قیصر و کسریٰ کے محلات کی فتح کا وعدہ دیا جا رہا ہے جبکہ حال یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کیلئے بھی باہر نہیں نکل سکتا! یہ تو اللہ اور اس کے رسول کا بالکل جھوٹا وعدہ ہے! البتہ مومن مطمئن ہو گئے اور کہنے لگے:

"یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بالکل سچّی تھی۔ اِس واقعہ نے اُن کے ایمان اور ان کی تسلیم کرنے کے جذبے کو اور زیادہ بڑھا دیا۔" (سورۃ الاحزاب: 22)

اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں قرآن عظیم کے ساتھ برکتیں دے۔ اس کی آیات اور پر حکمت ذکر سے ہمیں نفع دے۔ میں انہی کلمات پر بات ختم کرتا ہوں۔ میں اللہ عزوجل سے اپنے، تمہارے اور سارے مسلمانوں کے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں، تم بھی اس سے بخشش مانگو۔ بلاشبہ وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، جس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اس نے اکیلے تمام لشکروں کو شکست فاش دی، اللہ کی رحمتیں اور سلامتی خاتم الانبیاء پر ہو۔

برادرانِ اسلام!

خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کا غلبہ لکھ دیا ہے۔ مسلمانوں کو اپنی مدد کا وعدہ دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب ہو کر رہیں گے فی الواقع اللہ زبردست اور زور آور ہے۔" (سورۃ المجادلہ:21)

نیز فرمایا: "اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جمادے گا۔" (سورۂ محمد:7)

مزید فرمایا: "اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں، جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے، سب مسمار کر ڈالی جائیں اللہ ضرور اُن لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔" (سورۃ الحج:40)

اگر مسلمان دین اسلام کی مدد کرنے سے رک جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے دین کی نصرت فرمائے گا۔ اور ایسی قوم پیدا فرمائے گا جو دین اسلام کی مددگار ہو گی۔ ارشادِ ربانی ہے:

"دیکھو، تم لوگوں کو دعوت دی جارہی ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو اِس پر تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بخل کر رہے ہیں، حالانکہ جو بخل کرتا ہے وہ در حقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کرتا

ہے اللہ تو غنی ہے، تم ہی اس کے محتاج ہو اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔"(سورۃ محمد:38)

نیز فرمایا:

"اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر تا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ اُن کو محبوب ہو گا، جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے، جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔"(سورۃ المائدۃ:54)

لہٰذا راستے کیسے ہی مشکل ہو جائیں، حالات کیسے بھی سنگین ہو جائیں، مسلمان ہر حال میں خیر و بھلائی پاتا ہے، اور انجام کار کامرانی پرہیزگاروں کا نصیب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اس کے تمام معاملات سراسر خیر و بھلائی والے ہیں۔ مومن کے سوا کسی کو یہ خوبی حاصل نہیں۔ اگر اسے خوشی ملتی ہے تو یہ شکر کرتا ہے اور اس کے لیے شکر کرنا بہت بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو یہ صبر کرتا ہے اور صبر اس کے لیے بہت بہتر ہے۔

اللہ سے ڈرو، امت کو ڈرانے اور افواہیں پھیلانے سے باز آجاؤ، کیونکہ یہ دشمن کا مکر و فریب اور جنگی ہتھیار ہے۔ جسے وہ مسلمانوں کی صفوں میں استعمال کرتا ہے۔ تم خوش خبری دو، امید دلاؤ، اللہ پر پختہ یقین رکھو، بلاشبہ تم ہی سربلند ہو گے۔ فرمایا:

"اپنے بھیجے ہوئے بندوں سے ہم پہلے ہی وعدہ کر چکے ہیں کہ یقیناً ان کی مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہے گا۔"(سورۃ الصافات:173-171)

اور باطل کے غلبے سے دھوکہ مت کھاؤ، کیونکہ اللہ اپنا کام کر کے رہتا ہے اگرچہ کافر ناپسند ہی کریں۔

"اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔"(سورۃ الاحزاب:56)